آنچل
کراچی
عید نمبر
WWW.PAKSOCIETY.COM
aanchalpk.com aanchalnovel.com
قیمت =/60 روپے
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

عید سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

[illegible] 74400

سرورق: عمیر قریشی ... میک اپ: ... بیوٹی پارلر ... عکاسی: ... خان

مستقل سلسلے

021-35620771/2 ... 74200 ... 75
info@... .com.pk ... 021-35620773

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس بہترین دن میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ جس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ جس دن حضرت آدم علیہ السلام جنت میں گئے اور جس دن جنت سے خارج کیے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔"
(سنن ابوداؤد)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
اگست ۲۰۱۴ کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔
سب سے پہلے تو عید سعید کی مبارکباد قبول کیجیے اللہ تعالیٰ تمام اہل وطن، بہن بھائیوں کو بہت سی راحتیں، خوشیوں، رحمتوں، برکتوں سے نوازے آمین۔

سب سے پہلے میں ان تمام بہنوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اس [illegible] شمارے یعنی اگست کے شمارے سے صفحات کے ساتھ ساتھ قیمت کے اضافے کو نہ صرف سراہا بلکہ ہماری حوصلہ افزائی بھی کی جزاک اللہ۔ آنچل کے صفحات میں اضافہ آپ بہنوں کے بے حد اصرار پر کیا گیا ہے صفحات کے اضافے کے باعث ہی مجبوراً قیمت میں بھی اضافہ کرنا پڑا۔ چونکہ [illegible] ڈالر کی قیمت کم ہوئی ہے یہ عارضی ہے یا مستقل یہ تو حکمران یا اللہ ہی جانے لیکن ہمیں کوئی ریلیف نہیں مل [illegible] ادارے نے جو فیصلہ کیا وہ آپ بہنوں کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر کیا ہے اب یقیناً صفحات کے اضافے کے سبب آنچل کے لیے لکھنے والی [illegible] بہنوں کو جنہیں اپنی تحاریر کی اشاعت کے لیے طویل انتظار کرنا پڑتا ہے اس کا عرصہ کم سے کم ہو جائے گا۔

بہت سی بہنوں کا اب بھی یہی مطالبہ ہے کہ آنچل کے ساتھ اس کی کوئی [illegible] بہن [illegible] بھی لایا جائے بہنوں! تجویز کی حد تک تو آپ کی فرمائش و رائے کی ہم قدر کرتے ہیں لیکن فی الحال [illegible] میں ایسا کرنے کی ہمت آپ بہنوں کے تعاون سے ہو بھی سکتی ہے لیکن ابھی ممکن نہیں۔

پھالیہ سے بہنیں جو ادارے سے شائع ہونے والے [illegible] ماہنامے نئے افق کی بھی قاری ہیں ان کی تجویز ہے کہ اگر فی الحال کوئی نیا پرچہ لانا ممکن نہ ہو تو نئے افق کی جنس تبدیل کر کے آنچل کی بہن [illegible] بنا دیا جائے یعنی [illegible] مرد حضرات کی جگہ بہنوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے آپ کیا کہتی ہیں اگر اکثریت نے اسے پسند کیا تو شاید [illegible] ایسا ممکن ہو سکے فی الحال ابھی نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نئے افق بے چارہ اس آپریشن کے چکر میں نہ گھر کا رہے نہ گھاٹ کا آپ کی تجویز [illegible] سکا۔

بہنوں کے بے حد اصرار پر بہن نازیہ کنول نازی کا نیا [illegible] ناول عکس ہجر کی پہلی بارش آئندہ شمارہ سے شروع کیا جا رہا ہے۔

اس ماہ کے ستارے

☆ برف کے آنسو — بہن نازیہ کنول نازی طویل عرصے کے بعد ایک شاہکار مکمل ناول کے ساتھ شریک محفل ہیں۔
☆ موم کی محبت — بہن راحت وفا ایک نئے انداز کے ساتھ اپنا نیا سلسلہ وار ناول لے کر حاضر محفل ہیں۔
☆ پہلی سی محبت — بہن نگہت عبداللہ کی عید نمبر کے لیے انتہائی دلچسپ تحریر۔
☆ شکست ذات — سندس جبین ایک طویل خاموشی کے بعد شریک محفل ہیں۔
☆ کسی مہرباں نے آ کے — نزہت جبین ضیاء عید رنگ میں ڈوبی تحریر کے ساتھ حاضر محفل ہیں۔
☆ دل بے نقاب — صدف آصف ایک سبق آموز تحریر کے ساتھ پہلی بار شرکت کر رہی ہیں۔
☆ عید سعید — سویرا فلک عید کے حوالے سے ایک دلچسپ اور نصیحت آموز تحریر کے ساتھ شریک ہیں۔
☆ سائبان رحمت — فائزہ جعفری پہلی بار شریک محفل ہیں ایک نہایت ہی عمدہ تحریر کے ساتھ۔
☆ وقت دعا — ام ثمامہ یوم آزادی کے حوالے سے افسانہ کے ساتھ حاضر محفل ہیں۔
☆ پیا من بھائی تیری مہندی — ام اقصیٰ اس بار ایک اچھوتے موضوع کے ساتھ شرکت کر رہی ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

طلب گار ہیں ہم کرم کر خدایا
خطائیں نہ میری رقم کر خدایا

پریشاں ہیں مسلم زمانے میں یا رب
تو اب دور سب کے الم کر خدایا

ہیں مظلوم ہر جا مسلمان تیرے
بلند ان کے ہر سو علم کر خدایا

یہ تہذیب مغرب کے شیداں ہیں سارے
بدل ان کی فطرت کرم کر خدایا

مسلمان دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں
انہیں دیں کی خاطر بہم کر خدایا

روانی دے فائق کے ٹوٹے قلم کو
کبھی جذبہ اس کا نہ کم کر خدایا

عمران فائق (اٹک)

نعت

کس منہ سے میں بیان کروں شانِ مصطفیٰ
رکھیں گے یاد حشر تک احسانِ مصطفیٰ

اپنے مقام اوج سے پستی میں جا گری
چھوڑا ہے جب سے قوم نے فرمانِ مصطفیٰ

آنے نہ دوں گا حرف کوئی ان کی ذات پر
پیاری ہے مجھ کو جان سے آنِ مصطفیٰ

ہر بات ان کی اس لیے کرتا ہوں میں قبول
فرمان ہے خدا کا ہی فرمانِ مصطفیٰ

سب انبیا سے آپؐ کا اونچا مقام ہے
کیا پوچھتے ہو مجھ سے تم ایمانِ مصطفیٰ

ہوگا نہ احتساب کا محشر میں ڈر انہیں
خوش بخت ہیں شفیق غلامانِ مصطفیٰ

محمد شفیق اعوان (اٹک)

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

نوشین اقبال نوشی..... گاؤں بھر مرجان

نوشی ڈیئر! سدا خوش رہو! ایک طویل عرصے بعد آپ سے یہ نصف ملاقات بہت اچھی لگی' ہماری جانب سے "وجہ بے محبت" کی کتابی صورت میں اشاعت پر ڈھیروں مبارک باد۔ بے شک ہجر وصال کے سب رنگوں کو آپ نے اس میں سمو دیا ہے' کامیابی کا سفر یونہی جاری و ساری رہے۔ آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں ہے آپ آنچل کے لیے افسانہ لکھ کر بھیج دیجیے ان شاء اللہ ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ امید ہے قارئین نظموں کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی آپ کا نام پسند کریں گے' ہماری جانب سے آپ کو بھی عید کی ڈھیروں مبارک باد اور کتابی تحفہ بھیجنے کا بہت بہت شکریہ۔

اُم ثمامہ..... جھنو' سندھ

ثمامہ ڈیئر! جیتی رہو آپ کا کہنا بجا ہے ہمارے پاس آپ کا ناولٹ محفوظ ہے اور منتخب شدہ کہانیاں بھی منتظر فہرست ہے اب صفحات میں اضافہ آپ کی انتظار کی زحمت سے بچانے کے پیش نظر ہی کیا گیا ہے۔ جب ہی یہ ناولٹ آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنا لے گا' بہرحال آپ ناولٹ پر بھی طبع آزمائی کر سکتی ہیں امید ہے قارئین اس رنگ میں بھی آپ کو سراہیں گے۔

مسکان جاوید..... کوٹھ سمابہ

ڈیئر مسکان! اسی یا کی بن کر سدا مسکراؤ' عید کی مبارک باد لیے یہ خوب صورت کارڈز ہمیں آپ کی محبتوں کے مقروض کر گئے۔ ماتھے پر جھلملاتا شعر مزید مزید رونق بڑھا گیا۔

خدا نصیب کرے آنچل کو اس قدر بلند شہرت
کہ تمہارے نام کے آگے کسی کا نام نہ ہو

کارڈز کے ذریعے آپ کی تمام دوستوں کو بھی آپ کی جانب سے عید مبارک کہے دیتے ہیں کیونکہ آپ کا پیغام تاخیر سے موصول ہوا اس لیے صرف خط ہی شامل اشاعت کر سکے۔ بہرحال خوب صورت پھولوں سے آراستہ یہ کارڈ آپ کی چاہت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تعارف دلچسپ پیرائے میں لکھ کر ارسال کر دیجیے۔

آنسہ شبیر..... ڈوگہ' گجرات

آنسہ گڑیا! سدا مسکراؤ' نظم کی اشاعت پر شکریہ کی قطعاً ضرورت نہیں ہے' یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے جو آپ کی نگارشات سے ہی سولہ سنگھار کر کے سج دھج کر آپ کے ہاتھوں کی زینت بنتا ہے۔ معیاری چیز کے رد ہونے کا سوال ہی نہیں ہوتا' خواہ وہ کسی نے بھی بھیجی ہو۔ آپ دیگر موضوعات پر بھی طبع آزمائی کریں اور نظمیں غزلیں نیرنگ خیال کے نام سے اپنی ذاتی کاوش ہونے کی صورت میں بھیج دیں۔

فوزیہ سلطانہ..... تونسہ شریف

فوزیہ ڈیئر! سدا مسکراؤ' آنچل سے متعلق آپ کی پسندیدگی اور وارفتگی جان کر بے ساختہ لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ شادی کے ہنگامے میں آپ "ٹوٹا ہوا تارا" کی اقساط نہ پڑھ سکیں' لے کر خدشات میں گھری تھیں' چاہے اس جانب دھیانی میں آپ سے حماقت سرزد ہو جائے۔ بہرحال شگفتہ اور ہلکے پھلکے انداز میں لکھا آپ کا خط اچھا لگا۔

فرحت اشرف گھمن..... سید والا

اچھی فرحت! جیتی رہو' رنج و غم میں ڈوبا آپ کا خط موصول ہوا پڑھ کر بے حد افسوس ہوا' ان پے در پے ہونے والے حادثات نے واقعی آپ پر قیامت صغریٰ بپا کر دی ہے' بہرحال اللہ کی رضا کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ ہم دعا گو ہیں کہ مرحومین کو رب تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے' قارئین سے بھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کے ملتمس ہیں۔

کوثر ناز..... حیدر آباد

کوثر ڈیئر! شاد و آباد رہو' "عروس عید" کے نام سے قارئین کو عید کی خوشیوں میں آنچل کے سنگ شریک کرنے کا موقع فراہم کیا ہے آپ کو پسند آیا' مشکور رہیں گے۔ جہاں تک آپ کی تحریروں کا سوال ہے تو گڑیا صفحات میں اضافہ آپ جیسی لکھاری بہنوں کو انتظار کی زحمت سے بچانے کے لیے ہی کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ کا انتظار

بھی جلد ختم ہوجائے گا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ آپ کو بھی عید مبارک۔

موناشاہ قریشی ...... کبیر والہ

پیاری مونا! جگ جگ جیو آپ پیار و محبت سے بنے اس خوب صورت رشتے کو کوئی بھی نام دے سکتی ہو، ہمیں قطعاً اعتراض نہیں ہے گڑیا تحریر کی اشاعت کے لیے ایک طویل مرحلہ ہے جو محنت اور وسیع مطالعے سے ہوکر گزرتا ہے ابھی آپ کو بھی بہت محنت کی ضرورت ہے آپ آنچل کے ذریعے اپنی بہنا کو بھی ایک اچھا رہنما و رہبر عطا کرنا چاہتی ہیں جان کر خوشی ہوئی۔

نورین شاهد...... رحیم یار خان

پیاری گڑیا! شاد و آباد رہو آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ آپ کے تعریفی کلمات ہماری ساری تھکن کافور کردیتے ہیں۔ امید ہے عید نمبر بھی آپ کے ذوق کے عین مطابق ہوگا جہاں تک آپ کے پیغام کی اشاعت کی بات ہے تو گڑیا اس مرتبہ آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شامل اشاعت نہ ہوسکی آئندہ شامل کرلیں گے امید ہے سمجھ سکیں گی۔

اقراء، آفرین، فائزہ بلال ...... رحیم یار خان

اقراء ڈیئر! خوش رہو اگر آپ ایک ہی شخصیت ہو تو نام بھی اس قدر طویل کیوں؟ خیر آپ کا تعارف باری آنے پر ہی لگے گا اس لیے تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔

شمع ناز شکیل ...... کراچی

اچھی شمع! جیتی رہو ہمیشہ دیر آید درست آید کے مصداق آپ نے واقعی تاخیر کردی بہرحال اب مایوس مت ہو آئندہ آپ کی نظم شامل کرنے کی کوشش کریں گے اگر آپ کی نظم معیاری ہوئی تو متعلقہ شعبے والے رد نہیں کریں گے۔

زیبا حسن مخدوم...... سرگودھا

پیاری زیبی! سدا مسکراؤ آنچل کی محفل میں شرکت پر خوش آمدید آپ اپنا قلمی سفر پھر سے جاری کرنا چاہتی ہیں جان کر خوشی ہوئی۔ آپ اپنی تحریر مختصر افسانے کی صورت میں بھیج دیجیے اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ آپ آنچل کے دیگر مستقل سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

اقراء لیاقت جدھڑ...... مقام نامعلوم

ڈیئر اقراء! شاد و آباد رہو پہلی مرتبہ بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید گڑیا خط میں اپنی جگہ کا نام لکھنا آپ بھول گئی ہیں آئندہ خیال رکھنا۔ "نئی کونپلیں" نو آموز لکھاریوں کو آنچل نے ایک پلیٹ فارم مہیا کرنے کے لیے شروع کیا ہے تاکہ وہ اپنی ادبی صلاحیتیں بطور احسن بروئے کار لاسکیں۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

پیاری مہرین! جیتی رہو آپ کی تجویز نوٹ کرلی ہے جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے جہاں تک آپ کی تحریروں کے رد ہونے اور آپ کے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی بات ہے تو گڑیا یہ تو سراسر حماقت ہے۔ بڑی سے بڑی رائٹرز رد ہونے کی تکلیف اور ناکامی کی سیڑھیاں پھلانگ کر آج اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوئی ہیں آپ اپنی سوچ کو وسیع کریں اور دیگر لوگوں کی باتوں کو نظر انداز کرکے لکھنا شروع کریں۔

حافظہ فاریہ سرور...... وہاڑی

پیاری فاریہ! سدا مسکراؤ گڑیا آپ کا تعارف مل گیا ہے ان شاء اللہ باری آنے پر شامل اشاعت ہوگا۔ تھوڑا انتظار تو کرنا پڑے گا۔

انیس جباز خان...... مقام نامعلوم

اچھی انیس! شاد و آباد رہو بعض حادثات بہت خوب صورت ہوتے ہیں ایسا ہی آنچل سے آپ کا رشتہ ایک اتفاقی حادثے کی صورت بن گیا جان کر اچھا لگا۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ کہانی پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

حرا رمضان...... اختر آباد

پیاری حرا! جگ جگ جیو بعض اوقات محکمہ ڈاک کی عنایت کے بنا پر آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شامل اشاعت ہونے سے رہ جاتی ہے ایسی صورت میں آئندہ کے لیے اسے محفوظ کرلیا جاتا ہے امید ہے آپ سمجھ سکیں گی۔

مریم عبد الرحمن...... سیالکوٹ

اچھی مریم! جگ جگ جیو سب سے پہلے تو آپ کو بھی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس ننھی گڑیا کی بہت سی خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے ہماری جانب سے

آپ کو بھی عید کی مبارک باد۔ رب تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی بہن کو اچھا اور بہتر ہمسفر عطا فرمائے آمین۔

دعا ہاشمی...... فیصل آباد

اچھی دعا! جگ جگ جیو "کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا" کے جواب میں یہی کہوں گی کہ "ہمیں سب ہے یاد ذرا ذرا" امید ہے خفگی دور ہو جائے گی۔ رب تعالیٰ سے آپ کی والدہ کی مکمل صحت یابی کے لیے دعا گو ہیں' ماں کا سایہ خدا آپ پر سلامت رکھے آمین۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

پیاری رانی! شاد و آباد رہو۔ شکوہ و خفگی سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا' ہمیں یہ نصف ملاقات بھی بھلی لگی وہ کہتے ہیں ناں "روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور حسیں لگتے ہو" بہرحال یہ جان کر اچھا لگا کہ آنچل نے قلم سے آپ کا رشتہ بحال کر دیا ہے اب یہ رشتہ یونہی استوار رہنا چاہیے۔

سونیا اماوس...... اوکاڑہ

سونیا ڈیئر! خوش رہو یہ تو آپ کا حسن نظر ہے کہ آپ نے اپنی شرکت کو ہماری جانب سے تحفہ پر مبذول کیا۔ آنچل کے متعلق آپ کے پرخلوص اور گراں قدر جذبات کے بارے میں جان کر خوشی ہوئی۔ آپ اپنی نظمیں غزلیں نیرنگ خیال کے عنوان سے ارسال کر دیں' شاعری معیاری ہوگی تو ضرور شرکت کا موقع ملے گا۔

تمنا بلوچ...... حطا

پیاری تمنا! شاد رہو' ایک طویل عرصے کی خاموشی کو توڑنے اور بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ جہاں تک آپ کی تحریر کا تعلق ہے تو پڑھنے کے بعد ہی آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کر پائیں گے اگر آنچل کے معیار پر پوری اتری تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں شرکت کر سکتی ہیں۔

بلوشہ گل...... کوٹ ادو

ڈیئر گل! گلوں کی طرح مہکتی رہو آپ کے بابا جانی کا سن کر بے حد رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے اہل خانہ کو صبر و استقامت عطا فرمائے آمین۔ گڑیا آپ کی نظم اس مرتبہ بہت تاخیر سے موصول ہوئی ہے جبکہ پرچہ تکمیلی مراحل میں ہے اب ہم آئندہ ہی آپ کے جذبات کو اس نظم کی صورت میں شائع کر سکتے ہیں۔ محکمہ ڈاک کے نظام کی ابتری کے باعث اکثر ایسا ہو جاتا ہے' امید ہے آپ کی تشفی ہو پائے گی۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

مدیحہ ڈیئر! سدا مسکراؤ' سب سے پہلے تو آپ کو ہماری جانب سے منگنی کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیوں سے بھرپور ایک نئی زندگی عطا فرمائے' آمین۔ ہماری جانب سے آپ کو بھی عید مبارک' جہاں تک افسانے کی بات ہے تو آپ کا ایک افسانہ "کچھ کھونے سے پہلے" منتخب ہو گیا ہے' چلو اب خوش ہو جاؤ۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

ڈیئر شازیہ! سدا مسکراؤ' آپ کا خط پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کس قدر کٹھن حالات سے دوچار ہیں' رب تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر و ہمت عطا فرمائے' آمین۔ تحریر "واپسی کا سفر" منتخب ہو گئی ہے جبکہ دوسری تحریر پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کریں گے۔

عاصمہ اقبال...... عارف والا

عاصمہ ڈیئر! جیتی رہو' دعاؤں کے پھولوں سے مہکتا آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کی اس قدر والہانہ محبت پر ہم مشکور ہیں' ہماری جانب سے آپ کو بھی رمضان اور عید کی ڈھیروں مبارک باد۔

کلثوم صندل...... مظفر گڑھ

پیاری صندل! شاد رہو' خفگی و ناراضگی سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا تو جواب بھی حاضر ہے۔ اس سے پہلے ہمیں آپ کی ڈاک موصول ہی نہیں ہوئی تو شائع کیسے کرتے اب بھی آپ کی نگارشات انتہائی تاخیر سے موصول ہونے کے سبب اپنی جگہ نہ بنا سکیں بہرحال ہم نے انہیں آئندہ کے لیے محفوظ کر لیا ہے آپ کی لکھائی ہم بخوبی سمجھ جاتے ہیں' ڈاکٹر کی خدمات لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی

ڈیئر زندگی! شاد و آباد رہو آپ کی نگارشات تاخیر سے موصول ہوئی' آئندہ ماہ شامل اشاعت کر لیں گے اور آپ کی تحریر "ابھی" ناقابل اشاعت میں ہے' جولائی کے شمارے میں آپ چیک کر لیں۔

فضہ ہاشمی..... ملیر' کراچی

پیاری فضہ! سدا مسکراؤ' تنقید کا حامل اور خفا خفا انداز لیے آپ کا خط موصول ہوا' ہمیں آپ کا یہ اصلاحی انداز بھی پسند آیا آپ نے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے انہیں نوٹ کرلیا ہے جہاں تک آپ کی تحریروں کے شائع ہونے کی بات ہے تو جلد آپ کی تحریر آنچل میں اپنی جگہ بنالے گی' آپ کو بھی رمضان و عید مبارک۔

عائشہ نور محمد..... کراچی

پیاری بہن! سدا مسکراؤ آپ کا کہنا بجا ہے کہ آپ نے طویل عرصہ انتظار کیا ہے ہم آپ کی حالت سمجھ سکتے ہیں۔ اب صفحات میں اضافہ آپ جیسی بہت سی بہنوں کے ان شکووں کو دور کرنے کی غرض سے ہی کیا گیا ہے جلد ہی آپ کا انتظار ختم ہوجائے گا بہرحال اگر آپ نے کچھ لکھ رکھا ہے تو ارسال کردیں' بغیر کسی خوف کے ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

عابدہ رائو راجپوت..... کبیر والہ

اچھی عابدہ! جیتی رہو' پہلی مرتبہ آنچل میں شرکت پر خوش آمدید آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کرلیں تمام معلومات آپ کو مل جائیں گی اور رسالہ آپ کو گھر بیٹھے مل جائے گا۔ آپ نے اپنے بھانجوں کو سالگرہ کی مبارک باد دی ہے وہ آپ کی طرف سے کہہ دیتے ہیں سالگرہ مبارک' آئندہ اس طرح کے پیغامات کے لیے آپ "بیسٹ کا پیغام" کے ذریعے شرکت کیجیے گا۔

ضدعلم محمود.....معین آباد' کراچی

ضدعام! خوش رہو پہلے تو آپ کو بتادیں کہ آنچل میں مرد حضرات کی کہانیاں شامل نہیں کی جاتی ہیں اس کے لیے "نئے افق" ہے آپ آئندہ اس میں لکھ سکتے ہیں اور آپ کی تحریر "قربانی" میں کچھ باتوں میں تضاد موجود ہے' جس کی بنا پر تحریر پر آپ کی گرفت کمزور پڑ گئی ہے۔ مزید محنت کیجیے اور مطالعہ وسیع کیجیے تاکہ آپ مزید اچھا لکھ سکیں۔

ارباب ہاشمی..... سرائے عالمگیر' گجرات

ڈیئر ارباب! جیتی رہو آپ کی تحریر "محبت کا سفر" پڑھ ڈالی انداز تحریر بہتر ہے لیکن آپ نے موضوع کے چناؤ میں غلطی کی ہے اس موضوع پر پہلے بھی بہت کچھ لکھا جاچکا ہے آپ طوالت سے گریز کرتے کسی اور موضوع پر مختصر افسانہ لکھ کر بھیج دیجیے امید ہے حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

ناقابل اشاعت:۔

ادھورے لوگ' منصف' شور عید میں' محبت کی جیت' آئی ایم یو سیل' اللہ ملائی جوڑی' تم مجھے مل گئے' گرین کارڈ' سہارا' محبتوں کے درمیان' حالات کی مار' منحوس' بلاعنوان' غرور خاک' پچھتاوا' بلاعنوان' قربانی' قریہ اندازی' دروغ گوئی' نوکرانی یا بیٹی' محبت سراب ہے' کٹھن راستے' چراغ جل گیا' مقدر کا کھیل' کردار کی خوشبو' بلاعنوان' سزا' ہمسفر چاہیے' محبت بدل دیتی ہے' قصاص' دوریاں' ساتوں' غم کے آنسو' جنت' بے دردی' دعا قبول ہوگئی' محبت کا سفر' آ گئی اب شام ہوگئی' جاودان حقیقت' امی ابو اور میں' ذمہ داری مختلف طرح کی۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں' صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کے اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ:۔اور اس روز صور پھونک دیا جائے گا اور سب آسمانوں اور زمین والے بیہوش ہوجائیں گے (مرجائیں) گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ زندہ رکھنا چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور یکایک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔(الزمر۔۶۸)

آیت مبارکہ میں دو صور پھونکے جانے کا ذکر ہے ان کے علاوہ سورہ نمل آیت ۸۷ میں ان دونوں سے پہلے ایک اور نفخ صور کا ذکر ہے جسے سن کر زمین و آسمان کی ساری مخلوق دہشت زدہ ہوجائے گی آیت کریمہ میں جس نفخہ صور کا ذکر ہے جسے سن کر سب زمین و آسمان والے مرجائیں گے یہ دوسرا نفخہ ہوسکتا ہے لیکن اس سلسلے میں اکثر مفسرین کا اختلاف ہے کچھ کے نزدیک یہی نفخہ اول ہے اس سے لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہوگی اور پھر سب کی موت واقع ہوجائے گی۔ بعض کے نزدیک صرف دو نفخہ ہوں گے بعض کے تین اور بعض کے چار جبکہ احادیث میں تین مرتبہ نفخ صور واقع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے ایک نفخہ الفزع یعنی گھبراہٹ دینے والا۔ دوسرا نفخہ صور الصعق یعنی مار گرانے والا تیسرا نفخہ صور القیام الرب العالمین یعنی وہ صور جسے پھونکنے سے تمام انسان جی اٹھ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوجائیں گے۔

جن کو اللہ چاہے گا موت نہیں آئے گی جیسے حضرت جبرائیل حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بعض کہتے ہیں کہ عرش اٹھانے والے فرشتے اور جنت و جہنم کے داروغہ ہوں گے۔ (فتح القدیر) صور کا ذکر سورۃ الانعام سورۃ ابراہیم سورۃ الکہف سورۃ طٰہٰ سورۃ الحج سورۃ المومنون اور سورہ النمل الزمر میں آیا ہے۔

اس آیت کریمہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام (رضوان اللہ اجمعین) نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے (بے ہوش ہونے سے) مستثنیٰ قرار دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبرائیل میکائیل ملک الموت اسرافیل اور حاملین عرش جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی ارواح قبض کرلیں گے تو ملک الموت سے دریافت کریں گے حالانکہ اللہ کو سب پتہ ہوگا کون بچا ہے؟ وہ عرض کرے گا اے پروردگار آپ پاک ہیں برکت والے اور بلند ہیں صاحب جلال و اکرام ہیں جبرئیل بھی بچ گیا ہے اسرافیل بھی اور ملک الموت بھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسرافیل کی روح قبض کرلو تو اسرافیل کی روح قبض کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ پھر دریافت فرمائیں گے اے ملک الموت اب کون باقی رہ گئے؟ تو وہ عرض کریں گے اے میرے رب آپ پاکیزہ اور بابرکت ہیں صاحب جلال و اکرام ہیں جبرئیل اور میکائیل اور ملک الموت بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میکائیل کی روح بھی قبض کرلو تو وہ حضرت میکائیل کی روح قبض کرلیں گے تو وہ بہت بڑے پہاڑ کی طرح گر پڑیں گے پھر اللہ تعالیٰ حالانکہ سب جانتے ہوں گے لیکن پھر پوچھیں گے کہ اے ملک الموت اب کون بچا ہے؟ تو وہ عرض کریں گے یارب جبرئیل اور ملک الموت ہی بچے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اے ملک الموت تو بھی مرجا تو وہ بھی مرجائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے اے جبرئیل کون باقی بچا ہے؟ تو وہ عرض کریں گے آپ کی ذات رہنے

والی ذات کریم اور جبرئیل فانی اور مرنے والا ابھی باقی ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کا مرنا بھی ضروری ہے تو وہ اپنے دونوں پروں کو پھڑپھڑاتے ہوئے سجدہ میں گر جائیں گے (اسی حالت میں ان پر موت آجائے گی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت میکائیل کے جثہ کے مقابلے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جثہ کی مثال عظیم پہاڑ کی طرح ہے۔ (البدور السافرہ۔ جلال الدین سیوطی)

جب سب مرجائیں گے تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی شان باقی رہ جائے گی جس روز صور پھونکا جائے گا اور سب کو موت آجائے گی تو اللہ دریافت فرمائے گا "آج کس کی بادشاہی ہے" اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ آج اس کی بادشاہی نہیں ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس روز جب پردہ اٹھا دیا جائے گا اور حقیقت بالکل سامنے آجائے گی تو معلوم ہو جائے گا کہ کل تک جو بااختیار نظر آتے تھے اور کبر کیا کرتے تھے وہ تو بالکل بے اختیار تھے اور بادشاہی کے سارے حقیقی اختیارات تو ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔

حشر کیا ہے؟

حشر کے لغوی معنی ہیں اٹھ کھڑا ہونا' جمع کرنا۔ اکٹھا کرنا' گھیرنا' سمیٹنا حشر کے معنی ہیں منتشر افراد کو اکٹھا کرنا مختلف جگہوں پر بکھرے پھیلے ہوئے افراد کو نکال کر ایک جگہ سمیٹ کر جمع کرنا' جب پہلا نفخہ پھونکا جائے گا اور سب کے سب مرجائیں گے اس کے جانے کتنے عرصے بعد جب دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا تو سب لوگ جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں سورہ الکہف کی آیت ۹۹ میں پڑھ چکے ہیں کہ جب لوگ صور پھونکنے پر اچانک اٹھ اٹھ کر بھاگنا شروع ہو جائیں گے۔ کچھ لوگ تو پہلے سے ہی مرے ہوئے ہوں گے جو قبرستان میں دفن ہوں گے کچھ لوگ پہلا نفخہ کی آواز سے مرے ہوں گے وہ سب کے سب آواز سنتے ہی زمین سے نکلیں گے اور گھبراہٹ بوکھلاہٹ کے مارے ایک دوسرے سے الجھتے گرتے پڑتے میدانِ حشر کی طرف ننگے بدن دوڑ رہے ہوں گے بڑا ہی عبرت ناک' ہیبت ناک منظر ہوگا کسی کو کچھ ہوش نہیں ہوگا سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ نہ ماں باپ کو اپنے بچوں کا ہوش ہوگا نہ اولادوں کو ماں باپ کا کچھ ہوش ہوگا عجب نفسا نفسی کا عالم ہوگا سورہ ق میں اس وقت کی منظر کشی رب ذوالجلال نے اس طرح کی ہے۔

ترجمہ: اور سنو جس دن ایک منادی کرنے والا (ہر شخص کے) قریب ہی سے پکارے گا۔ جس روز سب لوگ آوازِ حشر کو یقین کے ساتھ سن لیں گے یہ دن ہوگا نکلنے کا۔ ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف اس دن سب کو پھر لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین پھٹے گی اور لوگ اس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جا رہے ہوں گے۔ یہ حشر ہمارے لئے بہت آسان ہے۔ (ق۔ ۴۱ تا ۴۴)

آیت کریمہ میں جس پکارنے والے کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت اسرافیلؑ ہوں گے جو دوسرے نفخے میں پھونک ماریں گے یہ وہ ندا یا آواز ہوگی جس کو سن کر لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔ یہ آواز ایسی ہوگی کہ روئے زمین پر جس جگہ بھی جو شخص ہوگا وہ اسے اچھی طرح سن لے گا وہ ایسا محسوس کرے گا جیسے کہیں قریب سے ہی پکارا گیا ہے۔ پورے کرہ ارض پر ہر جگہ یہ آواز یکساں سنائی دے گی۔ دنیا میں جس کی جہاں موت واقع ہوئی ہوگی وہ وہیں سے اٹھے گا اور میدان حشر میں رب ذوالجلال کے سامنے پیش ہو کر حساب دینے چل پڑے گا۔ اور میدان حشر میں پہنچ جائے گا۔

کفار جو یہ کہتے تھے کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم مر کر خاک ہو چکے ہوں گے اس وقت ہمیں پھر سے زندہ کر کے

کیسے اٹھا کھڑا کیا جائے گا۔ ہمارے مردے تو جلا کر خاک کردیے جاتے ہیں نہ ہی ان کی ہڈیاں سالم رہتی ہیں نہ گوشت باقی بچتا ہے۔ بعید از عقل بات و امکان ہے ان کی اسی بات کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ روز حشر سب اگلے پچھلے انسانوں کو بیک وقت زندہ کر کے جمع کرلینا ہمارے لئے بالکل آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں کہ کس شخص کی خاک کہاں پڑی ہے وہ تو بڑے علم و خبر والا ہے۔ وہ سب جانتا ہے کہ کس کی خاک کہاں پڑی ہے اسے ان تمام بکھرے ہوئے ذرات کو سمیٹ کر سب کو الگ الگ زندہ کردینا اللہ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اللہ کے حکم سے سب انسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے تمام انسان بڑی آسانی سے جمع ہوجائیں گے۔ خالق کائنات کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے پہلے نفخے سے قیامت برپا ہوجائے گی اور دوسرے نفخے سے میدان حشر میں لوگ جمع ہوجائیں گے اور اپنے حساب کتاب کے منتظر ہوں گے۔ وہیں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔

میدان حشر کی ہولناکی کے بارے میں ایک حدیث شریف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حشر کی ہولناکی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس روز لوگوں کو ننگے پاؤں ننگے جسم اور نامختون اٹھایا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) فرمایا "ہائے بے پردگی" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "لوگ اس دن دیکھنے سے بے توجہ ہوں گے ان کی نگاہیں چالیس سال (کی مسافت سفر کے برابر) اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی نہ کھاتے ہوں گے نہ پیتے ہوں گے طویل قیام کی وجہ سے ان میں سے کسی کا پسینہ اُس کے قدموں تک اُسے غرق کررہا ہوگا' کسی کا پسینہ اس کی پنڈلیوں تک اسے غرق کررہا ہوگا' کسی کو اس کے پیٹ تک اور کسی کو منہ تک۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان بندوں پر رحم فرمائے گا اور مقرب فرشتوں کو حکم دے گا تو وہ اس کے عرش کو ساتوں سے سفید زمین پر لائیں گے جس پر نہ تو کسی کا خون بہایا گیا ہوگا اور نہ ہی اُس میں کوئی گناہ کیا گیا ہوگا گویا وہ سفید چاندی (کی طرح) ہوگی۔ پھر فرشتے عرش کے اردگرد صف بستہ کھڑے ہوں گے اور یہ پہلا دن ہوگا جس میں کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھے گی پھر اللہ کے حکم سے ایک منادی کرنے والا منادی کرے گا جو بلند آواز سے ہوگی جس کو جن اور انسان دونوں مخلوق سنیں گی کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے؟ تو فرشتہ اس کو لے جائے گا وہ موقف سے ممتاز ہو کر نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی پہچان کرائیں گے' پھر کہا جائے گا اپنی نیکیاں پیش کرو پھر اللہ تعالیٰ میدان حشر میں موجود مخلوق کو وہ نیکیاں دکھائے گا' جب وہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہوگا تو پھر کہا جائے گا ظالم کہاں ہے؟ تو ایک ایک کرکے سب پیش ہوں گے' کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں پر ایسا ظلم کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں اے میرے پروردگار یہی وہ دن ہوگا جس میں ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور پاؤں غرض سب اعضا ان کے خلاف ان کے اعمال بد کی گواہی دیں گے چنانچہ اس ظالم کی نیکیاں لے کر اس کے مظلوم کو اس کے ظلم کی مقدار کے برابر دے دی جائیں گی اس دن نہ تو دینار ہوگا نہ درہم' مگر نیکیاں لی جائیں گی اس طرح تمام مظلوموں کا حساب چکتا کیا جائے گا اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے ظلم کا بدلہ چکانے کے لئے مظلوم کے گناہ ظالم کے ظلم کی مقدار کے برابر لوٹا دیے جائیں گی پس اس طرح سے ظالم نیکیاں دے کر جان چھڑاتا رہے گا حتیٰ کہ اس کی تمام نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو ایک شخص ان میں سے کھڑا ہوگا جس کا حق ابھی اس ظالم پر باقی ہوگا تو وہ کہے گا کہ مجھے تو اپنا حق نہیں ملا جبکہ دوسرے اپنا حق لے چکے ہیں میں ابھی باقی ہوں اس سے کہا جائے گا جلدی نہ کرو پھر ان باقی رہ

جانے والوں کی برائیاں لے کر ظالم کو دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرنے والا نہیں بچے گا جس پر اس ظالم نے ظلم کیا ہوگا' اللہ تعالیٰ روز محشر یہ کارروائی سب حاضرین کو دکھائیں گے۔ جب وہ ظالم اپنے حساب کتاب سے فارغ ہوگا تو حکم ملے گا اپنے ٹھکانے "دوزخ" کی طرف چلے جاؤ کیونکہ اس روز کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اس دن کوئی فرد حساب سے نہیں بچے گا سب کا حساب ہوگا۔ رب کائنات کے حساب کو دیکھ کر سب لرزاں ہوں گے کہ آج کوئی نجات نہیں پائے گا۔ مگر اللہ جس کو محفوظ رکھے۔ (البدور السافرۃ فی امور الاخر جلال الدین سیوطی)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روز قیامت سورج مخلوقات کے سروں کے قریب ہوگا اتنا کہ کمان کے دو کناروں کے برابر اور دس سال کی گرمی کے برابر اس میں گرمی ہوگی لوگوں کے بدن پر کسی ایک کے بھی کپڑے کا ایک ٹکڑا تک نہیں ہوگا' لیکن کسی مومن مرد اور عورت کی شرم گاہیں نظر نہیں آئیں گی اور نہ ہی کوئی مومن یا مومنہ سورج کی تپش محسوس کرے گا جبکہ کفار مشرکین منافق بدکار کو گرمی خوب پکائے گی حتیٰ کہ ان کے پیٹ سے آوازیں سنائی دیں گی' اس روز سورج کافروں کو بھونے گا۔ (البدور السافرۃ [illegible] اللہ ھناد وابن مبارک)

حضرت امام جعفر صادقؒ اپنے دادا حضرت محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اس دن کافر کو پسینہ کی لگام چڑھائی جائے گی پھر ان کے چہروں پر مٹی ڈال دی جائے گی۔ اسی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ) بہت سے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر غبار پڑا ہوگا۔

ترجمہ:۔ یہ ہے فیصلے کا دن ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو جمع کردیا ہے۔ (المرسلت۔ ۳۸)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ [illegible] حشر سب کو ایک جگہ میدان حشر میں اللہ جمع کردے گا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سامنے میدان حشر میں جمع فرمائے گا یہ دن تمام لوگوں کے مقدمات کا دن ہوگا سب کے ہاتھوں میں ان کے نامہ اعمال ہوں گے جو کچھ وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ وہ فرشتے تحریر کرتے رہے تھے جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی جو اہل تقویٰ ہوں گے اُن کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ہوگا اور وہ پرسکون اور مطمئن ہوں گے انہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا کیونکہ یہ اللہ کا قانون فطرت ہے کہ ایک دل میں دو ڈر نہیں رکھتا۔ لوگ دنیا کی زندگی اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے بسر کرتے رہے تھے میدان حشر میں وہ مطمئن اور پرسکون ہوں گے جبکہ منکرین آخرت اور کفار مشرکین کے نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا اور وہ شدید خوف کا شکار ہوں گے لرز رہے ہوں گے کانپ رہے ہوں گے۔ پسینہ پسینہ ہوں گے۔ اس دن احکام الٰہی کو جھٹلانے والوں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والوں' کفر و شرک کرنے والوں کے لئے ہلاکت و تباہی ہوگی ہر کسی کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے' دوزخ ان کے قریب ہوگی جسے دیکھ کر ان پر جاں کنی کی کیفیت طاری ہوگی' لیکن اس وقت خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا جب سب جمع ہوجائیں گے تو وہ قادر مطلق وہ حاکم الحاکمین وہ انصاف کرنے والا عادل رب ان سب جمع ہونے والوں سے فرمائے گا کہ "یہ ہے فیصلے کا دن' ہم نے تمہیں اپنی قدرت سے یہاں جمع کردیا ہے آج سب کے فیصلے کا دن ہے ہر نیک و بد کا زیدِ اعمال اور کافر و رب ذوالجلال مخاطب کرکے فرمائے گا۔

ترجمہ:۔ اب اگر تم میں سے کوئی چال چل سکتا ہے تو میرے مقابلے پر چل دیکھو۔ تباہی ہے اس دن کو جھٹلانے والوں کے لئے۔ (المرسلت۔ ۳۹۔ ۴۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ میدان حشر میں اپنے نافرمان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائے گا کہ اگر تم میری گرفت سے بچ سکتے ہو اور میرے حکم سے نکل سکتے ہو تو بچ کر نکل کر دیکھاؤ یہ بڑی ہی سخت وعید اور تہدید ہے کیونکہ نافرمان لوگ دنیا کی زندگی میں اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق احکام الٰہی سے بغاوت وانحراف کرتے ہوئے زندگی گزارتے رہے تھے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے نہ احکام الٰہی وقوانین الٰہی کی پروا کرتے تھے اس شیطان کے بہکاوے میں پھنس کر دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہوئے اہمیت دیتے تھے اور احکام الٰہی کی اہمیت کو نہیں سمجھتے تھے ایسے ہی لوگوں کو حشر کے روز اللہ تعالیٰ مخاطب فرما رہا ہے کہ تم جو دنیا میں نافرمانی کرتے رہے ہو حدود اللہ سے نکلتے رہتے ہو آج نکل کر دیکھاؤ کہ تمہیں کتنی قوت وطاقت حاصل ہے میرے مقابلے میں۔ لیکن وہاں کسی میں یہ طاقت ہی نہیں ہوگی اس دن تو جھٹلانے والوں کے حصے میں ہلاکت وتباہی ہوگی پھر آج کیوں وہ اس تباہی سے بچنے کے لئے فکر نہیں کرتے جبکہ دنیا میں اپنی چالاکیوں عیاریوں پر انہیں بڑا گھمنڈ تھا دنیا میں تو اپنے دشمنوں کے خلاف بڑی خطرناک چالیں چلا کرتے تھے لیکن رب کائنات کے سامنے سب دم سادھے بے بس ومجبور کھڑے ہوں گے کسی کے ذہن کے بعید ترین گوشے تک میں کسی انحراف وبغاوت کا تصور تک نہیں آ رہا ہوگا سب خوف سے لرز رہے ہوں گے اللہ کے جلال وغضب سے خوف زدہ ہوں گے۔ ایسا ہی کچھ سورۃ الرحمٰن میں بھی کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آخرت کو جھٹلانے والوں سے کہے گا۔

ترجمہ: اے گروہ جن وانس اگر تم آسمان اور زمین کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو تم نہیں نکل سکتے بجز غلبہ وطاقت کے (جو تم میں نہیں ہے) (الرحمٰن۔ ۳۳)

آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ ساتھ میدان حشر میں موجود جنوں کو بھی مخاطب فرمایا ہے کیونکہ جنات کی ہی قوم سے شیطان مردود بھی ہے ان کو اپنی طاقت پر بڑا ناز وگھمنڈ ہوتا ہے اس لئے ہی اللہ تعالیٰ نے جنوں کا ذکر صراحت سے انسان سے پہلے کیا ہے کہ جن و انسان اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ انہیں کوئی نہیں پکڑ سکتا یا انہیں کوئی فرشتہ پکڑنے کی کوشش کرے تو وہ بچ کر نکل سکتے ہیں اور حدود اللہ کو پار کر سکتے ہیں تو یہ ان کا خیال خام ہی ہے کوئی بھی زمین وآسمان سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتا۔ ہر طرف اللہ ہی کی بادشاہی وحکمرانی ہے اور جب میدان حشر میں جمع کر دیا جائے گا تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے اردگرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو جائیں گے ان سات گھیروں کو توڑ کر کون نکل سکے گا۔ کیونکہ ان کو توڑنے کے لئے قوت وطاقت درکار ہوگی جو نہ تو انسان میں ہے نہ جنوں میں وہ قوت وطاقت تو صرف اللہ ذوالجلال میں ہی ہے جس کا کسی بھی طرح کوئی شریک ومددگار نہیں ہے۔ انسان اور جن تو بہت ہی ناتواں اور کمزور مخلوق ہیں یہ تو اللہ ذوالجلال کی ہی قوت ہے کہ وہ جسے چاہے جس طرح چاہے نواز دے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے محبوب ومنظور نظر تھے کو اللہ نے اپنی قدرت سے زمین وآسمانوں کی حدود پار کرنے کی توفیق خاص عطا فرمائی اور آپ کو سفر معراج کے ذریعے اپنے قرب سے نوازا۔

(جاری ہے)

کرن کمال

ملتان

السلام علیکم! سب پیاری پیاری آنچلیوں اسمارٹ سی باجیوں اور میری ہم عمر مسکراتی کھلکھلاتی سہیلیوں کیا حال ہے امید ہے فٹ فاٹ ہوں گے۔ میرا نام کرن کمال ہے۔ مجھے میرے پیارے خدا نے اس دنیا میں رنگینیاں اور روشنیاں بکھیرنے کے لیے 31 جولائی کو بھیجا (آہم) ہماری کاسٹ بٹ ہے اور میرا اسٹار اسد ہے۔ میری دو نخریلی یورپین بہنیں صبیحہ اور طیبہ ہیں یورپین اس لیے کہ دونوں کے سنہرے بال ہیں۔ صبیحہ سے تو میری بہت جنگ رہتی ہے میرا ایک شرارتی نٹ کھٹ سا بھائی احمد ہے جو ہر غلط کام کرکے بڑی معصومیت سے کہتا ہے "میں نے کیا کیا؟" میں نے سیکنڈ ایئر کے ایگزام دے کر ابھی فارغ ہوئی ہوں بقول امی کے بہت عیش کرلی اب کم از کم چھٹیوں میں تو کچن کو ٹائم دو مجھے رسالوں میں آنچل بہت پسند ہے اور میں آنچل کے سوا کوئی رسالہ نہیں پڑھتی۔ اپنی مما کو دیکھ کر مجھے آنچل پڑھنے کا شوق پیدا ہوا ہے۔ ویسے میری مما تو آنچل میں گاہے بگاہے لکھتی بھی ہیں مجھے آنچل کے منفرد سلسلے جیسا کہ "دوست کا پیغام آئے" "ڈش مقابلہ" "ہم سے پوچھیے" بہت بہت پسند ہیں۔ مجھے انگلش میں ایم اے کرنے کا بہت شوق ہے۔ میں اپنی ہر خواہش اور تمنا صرف اور صرف خدا سے مانگتی ہوں مجھے نماز اور قرآن پڑھ کر جو روحانی سکون حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ مجھے کھانے میں ہر چیز پسند ہے اور میں ہر کھانے کو اللہ کا فضل اور عنایت سمجھ کر کھاتی ہوں۔ رنگوں میں مجھے بلیک، مرجنڈا اور گرین بہت پسند ہیں۔ خوشبوؤں کی تو میں عاشق ہوں بارش کے بعد مٹی کی خوشبو بہت اچھی لگتی ہے۔ کپڑوں میں مجھے فراک، چوڑی دار پاجامہ اور اے لائن شرٹ اور ٹراؤزر پسند ہیں۔ رائٹرز میں مجھے اقرأ صغیر احمد اور سمیرا شریف طور اپنے منفرد طرز تحریر کی وجہ سے پسند ہیں۔ موسم مجھے سارے ہی اچھے لگتے ہیں کیونکہ ہر موسم اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ تبدیلیاں لاتا ہے اور تبدیلیاں زندگی کا جمود توڑ دیتی ہیں بے ترتیبی اور گندگی مجھے سخت ناپسند ہے میرا کہنا ہے جہاں صفائی وہاں خدائی ہے۔ جیولری میں مجھے انگوٹھیاں (ساہرہ سید کی طرح) اور بریسلیٹ پہننا پسند ہیں۔ مجھے سیدھے سادے لوگ اچھے لگتے ہیں کیونکہ میں خود بھی ایسی ہی ہوں۔ میرا نصب العین ہے قرآن کی بتائی ہوئی تمام باتوں پر اس طرح عمل کروں جس طرح خدا ہم سے چاہتا ہے۔ چلتے چلتے ایک اچھی بات آپ سے شیئر کرنا چاہوں گی۔

"درخت کی اس شاخ کی طرح بنو جو جھک کر پھل دیتی ہے کیونکہ وہ شاخ جو جھکتی نہیں وہ ٹوٹ جاتی ہے۔"

ربیعہ اسماء بٹ

ارے ادھر دیکھو یہ کون ہے جو بڑی شان سے آنچل اوڑھے شاہی سواری سے اتر رہی ہے سائرہ کیا تم جانتی ہو انہیں، کیا تم بھی نہیں جانتی مدیحہ، یہ آواز طیبہ کی تھی تینوں حیرت سے پرشوق نظروں سے دیکھ رہی تھیں ایک ساتھ بولیں چلو چل کر دیکھتے ہیں۔ جی آپ کون! ارے...... رے...... رے...... رے یہ تم ہو، جی جناب ہم یعنی ربیعہ اسماء اور چاہت اور خلوص سے سلام عرض کرتی ہے تمام اسٹاف ممبران اور قارئین کرام کو بات چیت سے پہلے تعارف کا مرحلہ، میں

اپنے گھر کی رونق بڑھانے 31 اکتوبر کو اس دنیا میں تشریف لائی۔ میرے دن کا آغاز پاک پروردگار کے نام سے فجر کی نماز سے ہوتا ہے میں اے بی کر چکی ہوں بی ایڈ میں اپلائی کا ارادہ ہے۔ ہم تین بھائی اور چار بہنیں ہیں اپنی فیملی کے لیے بہت حساس ہوں۔ دو بہنوں اور ایک بھائی کی شادی ہوگئی ہے طیب بھائی دبئی ہوتے ہیں جن کو میں ہر موقع پر مس کرتی ہوں۔ میرا مان میرے بی جان لیکچرار ہیں خبیب حافظ قرآن ہے اور الیکٹریکل انجینئر بن رہا ہے۔ مدیحہ کے بغیر مجھے کہیں جانا اچھا نہیں لگتا۔ اپنے بی جان کے ساتھ ڈھیر ساری باتیں کرنا میری سب سے بڑی خواہش ہے (وہی مصروفیات اور وقت کی کمی) پسندیدہ لباس فراک ہے، جیولری میں رنگز، چوڑیاں اور ایئر رنگز بہت اچھے لگتے ہیں، اپنے ڈریس خود ڈیزائن کرتی ہوں فارغ اوقات میں ڈائجسٹ پڑھنے کے علاوہ نیٹ سے ڈریس ڈیزائن اور ڈیکوریشن سرچ کرنا میری ہابی ہے میری بیسٹ فرینڈ سائرہ ہے جس کا ذکر نہ کیا تو میرا تعارف آدھا کہلائے گا جس پر مجھے بہت فخر ہے اللہ اس کی ہر خوشی اور دعائیں پوری کرے۔ بہترین ناول "پیر کامل" بہت پسند ہے بری عادات کوئی دوسرا ہی بتا سکتا ہے جو مجھے بہت ہی اچھے سے جانتا ہو۔ مجھے گھومنا، پھرنا، سیر کرنا بہت اچھا لگتا ہے بابا جان کی بدولت بہت سی جگہوں کی سیر کی ہے جن میں لاہور، ملتان، جہلم، حیدرآباد، کھیوڑہ، اسلام آباد، گوجرانوالہ، کراچی سرفہرست ہیں۔ سب سے بڑی حسرت اور خواہش جو سب پہ بھاری ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری اس کے گھر جانا حج و عمرہ کرنا شامل ہیں۔ کھانے میں پاستا نوڈلز، بریانی اور بھنڈی مدیحہ کے ہاتھ کی پسند ہے۔ وائٹ قورمہ اور کڑاہی گوشت، سویٹ میں آئسکریم اور کسٹرڈ پسند ہے بچوں سے بہت پیار کرتی ہوں شیر جان کی شرارتیں اور ہنسی، علیزے کی ادائیں اور عفا طلحہ کے بے تکے سوالات اپنی جگہ آپ ہیں ان سب سے منفرد، وہ اسٹائل، گُڈ لکنگ، میرا بھتیجا ہینڈسم جہانگیر (سائرہ نے نام دیا) محمد طلال بن طیب جس کی یاد میں ہر لمحہ گزرتا ہے اب اپنے بارے میں مزید کیا کہوں۔ پھر کبھی ملاقات ہوگی تو ضرور بتاؤں گی اب اجازت۔

نصباح شریف

جی آیاں نوں کہے ست خیراں، تو ہم آگئے ویسے ہمیں اجازت ہے کہ ہم آپ کے کچھ قیمتی لمحات اپنے نام کرلیں تو ٹھیک ہے اگر آ ہی گئے ہیں تو پھر تکلف کیسا؟ اپنا آنگن یعنی اپنا گھر، آپ بھی حیران ہوتے ہوں گے کہ نہ جان نہ پہچان ایویں تکے دا مہمان، تو جی ہم اپنا تعارف کرواتے ہیں مجھے نصباح شریف کہتے ہیں میں شام پور گجرات کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں 24 اکتوبر 1994 کو اس دنیا میں تشریف لائی اور آتے ہی ایک انقلاب برپا کردیا ہم جٹ قوم ہیں۔ شکیلہ، شبانہ، ریحانہ، بشریٰ میری پیاری سی چار بہنیں ہیں میرا نمبر آخری ہے یعنی کہ سب سے چھوٹی اور سب کی لاڈلی ہوں۔ مجھے کھانوں میں بریانی اور آلو والا نان پسند ہے۔ سبزیوں میں آلو، بھنڈیاں اور پھلوں میں آم بہت پسند ہیں۔ میں بہت کم گو ہوں بہت خاص لوگوں سے میں بات کرتی ہوں اس لیے مجھے لوگ مغرور سمجھتے ہیں لیکن میں انہیں بتانا چاہتی ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ میری فرینڈ زمار یہ، عافیہ، صدف، نبیلہ، ہاجرہ، فروا ہیں اور بہت پیاری اور اچھی ہیں۔ ہم سب سہیلیاں بہت مذاق کرتی ہیں لیکن

صرف ایک دوسرے کے ساتھ، میری ٹیچرز میں مس نازی، ثمرہ، سفینہ، ماریہ وغیرہ وغیرہ ہیں جو بہت زیادہ مجھ سے پیار کرتی ہیں۔ میں نے میٹرک کا امتحان بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا اور گجرات میں پہلی پوزیشن لی ان کامیابیوں کے پیچھے اللہ کا کرم، میری ماں، بہنوں اور اساتذہ کی محنت اور دعائیں ہیں۔ میں عائشہ صدیقہ کالج کی بہت ہونہار طالبہ ہوں۔ میں نے آئی کام پارٹ ٹو کے پیپر دے رکھے ہیں اور اب گھر میں موجیں اور مستیاں۔ میں کتابوں میں مگن رہتی ہوں میرا مشغلہ بھی کتابیں پڑھنا ہے۔ مجھے اکثر لوگ کتابی کیڑا بھی کہہ چکے ہیں لیکن میں بھی ان کی ایک نہیں سنتی، مجھے بہار کا موسم بہت پسند ہے گرمیاں بھی ٹھیک ہیں انسان کو ہر موسم کو انجوائے کرنا چاہیے اس لیے جب سب گرمی سے تنگ آجائے تو میں انجوائے کرتی ہوں، میرا قد 5 فٹ 2 انچ ہے۔ میرا اسٹار اسکارپیو ہے میری تین بہنوں کی شادیاں ہوچکی ہیں۔ میرے دو بھانجے طٰہٰ، عبدالہادی ہیں اور ایک بھانجی اریبہ جو بہت پیاری ہے۔ میں بچوں کی بہت اچھی دوست ہوں سب سے زیادہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ میری اچھی عادت یہ ہے کہ میں کسی سے ناراض نہیں ہوتی اور بری یہ کہ جلد اعتبار کرلیتی ہوں اور بعد میں پچھتاتی ہوں میں اس ملک کا نام روشن کرنا چاہتی ہوں۔ میرے دل میں اس ملک کے لیے بہت درد ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میں اس ملک کا نظام ٹھیک کروں جہاں امن اور لوگ سکون سے رہیں آپ سب بھی میرے ان نیک ارادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے دعا کریں۔

اف وہ میں نے آپ کا اتنا وقت لے لیا معذرت چاہتی ہوں ٹھیک ہے جی پھر اپنا خیال رکھیے گا اور اس ملک کا جو لاتعداد قربانیوں کے بعد تم کو قائد نے دلوایا تھا۔ رب راکھاں اللہ دے حوالے۔

سعدیہ نعمان

السلام علیکم! ڈیئر قارئین کیا حال چال ہیں یقیناً حال اور چال دونوں درست ہوں گے۔ ہے نا؟ آؤ جی آپ کو سوئٹ سی سعدیہ سے ملواتے ہیں میں پانچ جون کو دنیا کی خوبصورتی میں اضافہ کرنے چلی آئی (ارے سمجھ جاؤ ناں اس دن ماحولیاتی دن جو ہوتا ہے، ہاہاہا) میں صادق آباد کے گاؤں 186 پی میں رہتی ہوں ہماری کاسٹ جٹ ہے ہمارے ہاں جوائنٹ فیملی سسٹم ہے ہم چھ بہن بھائی ہیں سب سے بڑے نعمان پھر مدیحہ پھر سعدیہ یعنی میں پھر اسماعیل بھائی اور ابراہیم سب سے چھوٹی بہن میں 10th کلاس میں پڑھتی ہوں۔ آنچل بہت پہلے سے پڑھتی ہوں شاید عمری یا فور سے میں دوستیں بہت بناتی ہوں مگر جب وہ مجھے بھول جائیں تو میں بھی انہیں چھوڑ دیتی ہوں میں صرف اسی انسان کو اہمیت دیتی ہو جو مجھے دے۔ شرارتی ہوں اسکول میں ہم پوری کلاس بہت شرارتیں کرتے ہیں پاپڑ چھین کر کھانا بہت اچھا لگتا ہے بری عادتیں یہ ہیں کہ شدت پسند انتہا کی ہوں رونا بہت جلدی آجاتا ہے خامیاں بس اتنی سی ہیں خوبیاں یہ ہیں کہ دوسروں کا خیال رکھتی ہوں پر صرف اس کا جو میرا رکھے دل نہیں توڑتی کلر میں مجھے بلیک اور ریڈ پسند ہیں حسنی وسیم میری بیسٹ فرینڈ ہے۔ ارے بور ہو رہے ہو چلو تھوڑا سا اور برداشت کرنا پڑے گا۔ کبھی بھی کسی انسان سے بدلہ نہ لیں کیونکہ جو ہمارے اپنے ہوتے ہیں دکھ بھی وہی دیتے ہیں بدلہ انسان کو خود برباد کردیتا ہے اور اگلے انسان کو بھی۔ مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتانا اللہ حافظ۔

ارم خان

السلام علیکم! جناب کیسے ہیں آپ سب، میں کون ہوں؟ ارے مجھ کو پہچان لو میں ہوں ڈون...... مذاق کر رہی ہوں اب مجھے شاہ رخ خان کا رشتے دار نہ سمجھ لینا (ہاہاہا) اپنے تعارف سے پہلے میں آپ کو بتا دوں کہ میری مما کو ڈائجسٹ پڑھنے کا اتنا شوق ہے کہ سوچ ہے آپ کی میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے گھر میں ڈائجسٹ دیکھی ہے۔ میں بس آنچل پڑھتی اور پہنتی ہوں۔ ابھی بھی میرا مما سے وعدہ ہے کہ آپ کو اپنے پیسوں سے آنچل خرید کر دوں گی۔ تو اب ہو جائے تعارف میں پیدا کراچی میں ہوئی پر جب میں تین سال کی تھی تب سے اب تک بہاولپور میں رہتی ہوں مجھے بہاولپور پسند ہے کیونکہ ادھر میں رہتی ہوں اور میں نے تین ستمبر کو پیدا ہو کر اپنے مما ڈیڈی کو صاحب اولاد کر دیا (ہاہاہا) جی میں سب سے بڑی [illegible] ہوں میرے بعد ابوبکر پھر لائبہ اور مناہل ہیں [illegible] نے سیکنڈ ایئر کے ایگزام دیے ہیں [illegible] ہے۔ پسند ناپسند کی بات ہو تو مجھے کلرز [illegible] اور بلیک کلر پسند ہے۔ پر سب کہتے ہیں مجھ پر ہر کلر سوٹ کرتا ہے (آہم آہم) اور مجھے بارش بہت پسند ہے (جو کم ہوتی ہے) اپنے چہرے میں مجھے اپنی آنکھیں بہت پسند ہیں مجھے خوب صورت جگہیں پسند ہیں بہت اور بھئی کھانے کے معاملے میں ہمارے بہت نخرے ہیں شاید اس لیے میں اسمارٹ ہوں (آہم آہم) فرینڈز بہت بن جاتی ہیں خود ہی (میں نہیں بناتی) لیکن خاص دوستیں ہیں ماریہ، عروسہ، فرحانہ، اقصیٰ اور تسنیم سب بہت اچھی ہیں ماریہ تو بچپن کی دوست ہے نام تو میں نے آپ کو بتا دیا تھا نا، اب نام کا مطلب بھی بتاؤں یا نام ہی کافی ہے۔ میرے نام کا مطلب ہے جنت اور گھر والے مجھے پیار اور غصے سے پنگی کہتے ہیں، کیوں کہتے ہیں یا آپ ان سے ہی پوچھیں اور مجھے چھوٹے بچے بہت بہت پسند ہیں اور اسٹار میرا سنبلہ (VIRGO) ہے جس کی تقریباً خوبیاں اور خامیاں مجھ میں ہیں۔ پہلے خامیاں بتا دیتی ہوں پہلی یہ کہ مجھے غصہ بہت جلدی آتا ہے اور بہت آتا ہے۔ دوسری خامی یہ کہ میری دوست تسنیم صاحبہ کہتی ہیں یار ارم تم کسی کی بات نہیں سنتی سن لیا کرو کبھی دوسرا بھی ٹھیک ہو سکتا ہے (مانے میں ایسی ہوں) اور تم کسی کو منانی نہیں ہو [illegible] بلاوجہ ناراض ہوں گے تو کیوں مناؤں تم رو [illegible] (ہاہاہا!) اور ماریہ کہتی ہے کہ تم بہت ضدی ہو [illegible] میری مما کی صاحبہ فرماتی ہے کہ غصے میں میری [illegible] بدل جاتی ہے یہی وجہ ہے جب [illegible] فرینڈز کے ساتھ غصہ کروں وہ میری [illegible] ٹک جاتے ہیں جس کی وجہ سے مجھے [illegible] آ جاتی ہے یہ تو تھیں میری خامیاں جو مجھے خوبیاں لگتی ہیں ہاہاہا، اب بات ہو جائے جائے اصلی والی خوبیوں کی تو جناب خوبیاں یہ ہیں کہ کسی سے دل سے ناراض نہیں ہوتی اور اگر ناراض ہو بھی جاؤ تو تمیز سے مناؤ یار مان جاؤں گی، پیار سے مانگو تو جان بھی حاضر ہے اور کسی کے بارے میں جو بھی خیال ہوا اچھا یا برا فوراً منہ پر بول دیتی ہوں دل میں پیار کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی اور اپنی باتیں کسی سے شیئر نہیں کرتی۔ بس کافی ہیں نا اتنی خوبیاں ہاہاہا، آپ لوگوں سے ایک اور بات کہنا چاہوں گی کہ اگر آپ چاہتے ہو کہ کوئی آپ کی عزت کرے تو پلیز آپ ڈبل عزت دو اسے تب ہی عزت ملے گی، پیار دو پیار لو۔ چلیں، اتنا برداشت کرنے کا شکریہ۔ اللہ حافظ

حدیقہ احمد

ا:۔ گردشِ ماہ و سال میں گزری بہت سی عیدوں میں کوئی ایسی عید جس کی خوشگوار یاد آج بھی لبوں پر تبسم بکھیر دے یا سسرال میں گزری پہلی عید پر آپ کا تجربہ کیسا رہا؟
۲:۔ عیدی لینے اور دینے دونوں میں مزہ ہے آپ اپنی عیدی کس مصرف میں استعمال کرتی ہیں؟
۳:۔ عید کے لیے تیاری پہلے سے مکمل کر لیتی ہیں یا کچھ شاپنگ چاند رات کے لیے مخصوص رکھتی ہیں؟
۴:۔ عید کے دن کو خوش آمدید کیسے کرتی ہیں معمول سے ہٹ کر یا وہی روز کی روٹین؟
۵:۔ عید کے موقع پر ملنے والا کوئی ایسا تحفہ یا عیدی جسے آج بھی سنبھال کر رکھا ہو؟

نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

ا:۔ بچپن کی سب عیدیں ایسی ہیں جو یاد آتی ہیں تو مسکراہٹ لبوں کو چھو جاتی ہے چاند رات کو میں اور میری بہنیں مہندی لگا کر سوتے تھے مگر مجھے صبح آنے والی عید کی خوشی میں ساری رات نیند نہیں آتی تھی۔ صبح اٹھ کر مہندی کا رنگ اپنے ہاتھوں میں دیکھنا پھر عید کا اسپیشل ناشتہ (جو امی بناتی تھیں) کر کے تیار ہو کر اپنی سہیلیوں کے گھر جانا ان سے عید ملنا اور شام میں پاپا کے ساتھ رشتے داروں کے گھر جانا یہ تمام یادیں مسکرانے پر مجبور کرتی ہیں۔

۲:۔ عیدی لینے کی تو کیا بات ہے اپنی عیدی بہت سنبھال کر رکھتی ہوں خرچ کرنے کو دل نہیں چاہتا لیکن بے حد ضروری کام کے لیے عیدی استعمال کرتی ہوں۔

۳:۔ عید کی تیاری شعبان کے مہینے سے ہی شروع کر دیتی ہوں تاکہ رمضان عبادت میں گزاروں مگر ایسا بہت کم ہی ہوا کیونکہ میں ضرور اپنی کوئی چیز بھول جاتی ہوں لیکن پھر بھی پندرہ روزے تک میں بھائی کے ساتھ جا کر بازار کی رونق دیکھنے کے ساتھ اپنی بھولی ہوئی چیزیں بھی لے لیتی ہوں مگر یہ سچ ہے کہ چاند رات کو اگر کوئی مجھے لاکھ روپے بھی دے اور اپنے ساتھ بازار چلنے کو کہے تو بھی میں نہیں جاؤں گی کیونکہ صبح عید کے لیے شیر خورمہ بنانا ہوتا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں دال بھری پوری آلو کی بھجیا، انڈے اور چنے کا سالن کیونکہ عید کی صبح ہمارے یہاں ناشتہ ذرا بھرپور قسم کا کیا جاتا ہے۔

۴:۔ کچھ تحفے ہیں جنہیں بہت سنبھال کر رکھا ہوا ہے اور وہ تحفے یادوں کی صورت میں ہیں بچپن میں بھائی کی دی ہوئی گڑیا، ابو کا دیا ہوا پین آج بھی سنبھال کر رکھا ہے جبکہ اپنی سہیلیوں کی یادیں اور ابو کی وفات کا لمحہ میں کبھی بھول نہیں سکتی۔

۵:۔ عید کے دن کو خوش آمدید کیسے کہتی ہوں میں تو ایک دن پہلے سے ہی ساری تیاری شروع کر دیتی ہوں۔ یہ ایک خاص تہوار ہے جس میں سب گلے شکوے بھول کر خوشیاں بانٹی جاتی ہیں ویسے تو میں بہت حساس طبیعت کی مالک ہوں چھوٹی چھوٹی بات پہ ناراض ہو جاتی ہوں مگر چھوٹی سی بات پر مان بھی جاتی ہوں تو میں اس دن کو خوش آمدید گلے شکوے دور کر کے اپنے بھانجوں بھتیجوں کے ساتھ مل کر خوشیاں بانٹتے ہوئے ہر ایک سے کہتی ہوں "عید مبارک"

سباس گل...... رحیم یار خان

سب سے پہلے تو آنچل کے تمام معزز اراکین و ایڈیٹر، رائٹرز اور ریڈرز کو امت مسلمہ کو عید الفطر بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ کرے کہ یہ عید ہم سب کے لیے ہمارے ملک پاکستان کے لیے حقیقتاً عید یعنی خوشی و مسرت کا پیغام بن کر آئے آمین۔ اب ذرا بات ہو جائے عروس عید کے سوالات کی تو جناب

۱:۔ عیدیں تو الحمدللہ سبھی اچھی اور خوشگوار رہیں کوئی ایک عید نہیں ہے جو ابھی اس لیے یادگار اور خوشگوار عیدیں تھیں الحمدللہ ہم سب فیملی ممبرز ایک ساتھ عید مناتے ہیں اللہ ہم سب کو ہمیشہ ہر عید پر اسی طرح اکٹھا اور خوش رکھے آمین۔

۲:۔ بات تو درست کہی آپ نے عیدی لینے اور دینے کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے ہم بھی عیدی دیتے ہیں اور لیتے بھی ہیں رہا سوال ہماری عیدی کے مصرف کا تو صاحب ہم ٹھہرے کاغذ قلم کے رسیا تو ہماری عیدی بھی کاغذ قلم اور ڈائجسٹ وغیرہ خریدنے میں ہی صرف ہوجاتی ہے یا زیادہ سے زیادہ ڈاک خرچ میں اٹھ جاتی ہے بقول بھیا جانی کہ یہ کاغذ قلم بیچنے والوں کا کاروبار ہماری وجہ سے ہی چل رہا ہے بلکہ خوب پھل پھول رہا ہے، ہاہاہا۔ بھیا جانی کا کہنا اب ایسا غلط بھی نہیں ہے کیوں صحیح کہا نا؟

۳:۔ ارے نہیں صاحب، چاند رات میں بھلا کہاں ہو پاتی ہے عید کی شاپنگ؟ ہم تو پہلے سے ہی ساری تیاری مکمل کرلیتے ہیں کپڑے، جوتے سب سے اہم ہوتے ہیں گھر کے ہر فرد کی ہر ضرورت کی چیز پہلے سے ہی ریڈی کرکے رکھ دیتے ہیں چاند رات کو صرف شیر خورمہ پکتا ہے اور مہندی لگتی ہے یا کپڑے پریس ہوکر رکھے جاتے ہیں یہ کام واپڈا والوں کے تعاون سے ہوتا ہے لہٰذا اس میں دیر سویر ہوتی رہتی ہے مگر چاند رات سے ذرا پہلے یہ کام بھی ہوجاتا ہے۔

۴:۔ 21 توپوں کی سلامی دے کر خوش آمدید کہتے ہیں ارے بھئی عید کا دن ہے کوئی عام دن تھوڑی ہے جو ہم روٹین کی طرح ویلکم کہیں گے آغاز تو فجر کی نماز سے ہی ہوجاتا ہے عید کے دن گھر میں ایک مخصوص مہک پھیلی ہوتی ہے تازہ گلابوں کی مہک اور شیر خورمے کی مہک۔ نماز عید کے بعد سب گھر والے اکٹھے بیٹھ کر شیر خورمہ اور دیگر لوازمات سے انصاف کرتے ہیں اس دوران گپ شپ بھی ہوتی ہے بھائی اور ابو دادا جان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے جاتے ہیں واپسی پر عید ملنے کے لیے آئے ہوئے مہمانوں سے ملاقات آنا جانا، کچن خاطر مدارت ٹیلی فون پر بھی عید مبارک کے پیغامات موصول ہورہے ہوتے ہیں غرضیکہ ایک بھرپور ہلچل بھی ہوتی ہے مصروف اور خوشگوار دن ہوتا ہے روزِ عید۔

۵:۔ تحفہ اور عیدی؟ خاصا مشکل سوال ہے بھئی ہوں تو ایسا ہے دوستو کہ عیدی تو کیش رقم کی صورت میں ملتی ہے وہ تو بچتی ہی نہیں آپ نے سنا ہوگا نا کہ پیسہ ہاتھ کی میل ہے تو دن میں کئی بار ہمیں ہاتھ دھونے پڑتے ہیں لہٰذا پیسے سے بھی جلد ہی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ رہی بات تحفے کی تو ہماری پُرخلوص دوست فردوس نعیم نے ہمیں بے شمار ایسے تحائف عیدی کی صورت میں دیے ہیں جو آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں، جن میں خوب صورت ڈائریاں ہیں۔ لیمپ، ڈریسز، پرفیومز، جیولری کے علاوہ جو سب سے پیارا گفٹ ہے وہ ہے ایک ہارٹ شیپ کا ٹیڈی بیئر جو پندرہ سال سے ہمارے پاس محفوظ ہے اور جس کی چمک دمک اور خوب صورتی آج بھی روز اول کی طرح قائم ہے جس میں ہمیں اپنی دوست کے خلوص اور پیار کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

تو دوستو، سوال جواب تو ہوگئے اب آپ ہنستے مسکراتے ہوئے پورے دل سے عید کا دن منائیں روٹھے ہوؤں کو منائیں روتے ہوؤں کو ہنسائیں عید کے دن اللہ جی سے نیکی اور ثواب کی صورت میں ڈھیر ساری عیدی پائیں کیوں ٹھیک ہے نا؟ چلیے پھر ملیں گے کسی حسین موقع پر اپنی دعاؤں میں تھوڑی سی جگہ ہمیں بھی دے دیجیے گا جزاک اللہ۔

نوشین اقبال نوشی...... بدر مرجان

۱:۔ عید تو نام ہی خوشیوں کا مسرتوں کا ہے عید پر خاص طور پر جب سب مل کر اکٹھے ہوکر ان خوشیوں کو مسرتوں کو انجوائے کرتے ہوئے ساتھ ہوتے ہیں تو ہر لمحہ یادگار بن جاتا ہے ہر عید خوشگوار یادیں چھوڑ جاتی ہیں۔ پچھلے سال بھی چھوٹی عید پر ہم سب گھر والے عید کے دوسرے دن

لاہور گھومنے پھرنے نکل پڑے ساتھ میری دو کزنز بھی تھیں بہت مزہ آیا مینار پاکستان، بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ اور داتا صاحب کے دربار پر بھی حاضری دی مختلف پارکس میں بھی گھومتے پھرتے کھاتے پیتے رات گئے واپسی ہوئی تو بہت سی یادیں دامن میں بھری ہوئی تھیں تصاویر بھی بنائیں، بہت سے لمحوں کو قید کیا یوں پچھلے سال بھی عید یادگار ٹھہری ہم ہر عید پر کہیں نہ کہیں گھومنے ضرور جاتے ہیں سب فیملی سمیت اس لیے بے شمار یادگار عیدیں ہیں اللہ کا شکر ہے خوشیوں کے انمول لمحات اپنوں کا ساتھ اماں جی، ابو جی، سب بھائی بہن سب اکٹھے ہوتے ہیں تو سب خوشی بھرا ایک مکمل منظر پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ اس منظر کو ہمیشہ یونہی مکمل رکھے آمین۔ سسرال جب گئے تو لکھیں گے تجربہ (ہاہاہا)۔

۲:۔ جی بالکل عیدی لینے اور دینے دونوں کا اپنا مزہ ہے پر ابھی تک تو جناب لیتے ہی ہیں ہم عیدی اور میں اپنی ساری عیدی بکس لینے میں خرچ کرتی ہوں بکس میرے پاس ڈھیروں ہیں باقاعدہ چھوٹی سی لائبریری بنا رکھی ہے جس میں کسی اور کو جانے کی اجازت نہیں سوائے میرے اور بہن کے (ہاہاہا) وہ ہمارا اسٹڈی روم ہے۔ بے شمار بکس، ناولز اسلامی کتب وغیرہ ہیں پھر اب تو میں ساری عیدی بلکہ اپنی پاکٹ منی بھی بکس پر خرچ کرتی ہوں۔

۳:۔ ہم ساری تیاری عید سے پہلے ہی مکمل کر لیتے ہیں چاند رات کو ہم نہیں کرتے شاپنگ کیونکہ بہت ہی رش ہوتا ہے اور مجھے سخت کوفت ہوتی ہے سو ساری تیاری آرام سے پہلے ہی مکمل کرلی جاتی ہے۔

۴:۔ عید والا دن ظاہر ہے عام دنوں اور معمول سے ہٹ کر ہوتا ہے ویسے تو ہر روز روٹین میں صبح اٹھتے میں اتنی گہما گہمی نہیں ہوتی ہر کوئی آرام سے اپنے اپنے کام میں مصروف پر عید والے دن تو صبح سے ہی ایک ہلچل سی ہر طرف مچی ہوتی ہے میرا کام بھائی لوگوں اور ابو جی کی تیاری مکمل کروانا ہوتا ہے کیونکہ سب مجھے پتا ہوتا ہے کہ کس کی چیز کہاں رکھی ہے۔ سسٹرز اور اماں جی کچن میں مصروف ہوتی ہیں اور مجھے آوازیں یہاں بھائی لگا رہے ہوتے ہیں آپی میرے کپڑے پریس کردیے تھے آپی میرے شوز کہاں ہیں ابھی اس کو سب چیزیں دوں گی کہ دوسرا بھائی بولے گا یہ سوٹ پہنوں آج آپی یا دوسرا اور تیار ہو کر پھر پوچھیں گے سب آپی ٹھیک لگ رہے ناہم دونوں میں سے کون سا زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔ پھر میرے بتانے سے پہلے ہی آپس میں شروع ہوجائیں گے کہ یہ کپڑے تمہارے زیادہ اچھے رہے ہیں جوتے میرے اچھے ہیں وغیرہ وغیرہ غرض بہت خوشی بھرا اور بھرپور منظر ہوتا ہے پھر عید کے پہلے دن صبح سے لے کر عید کے تیسرے روز شام تک یونہی خوشگوار ہلچل پورے گھر میں پھیلی رہتی ہے سب کزنز، پھپھو، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ سب اکٹھے ہوتے ہیں تو عید عام دنوں سے بہت زیادہ خاص ہوجاتی ہے سب مل کر ساتھ مل کر عید مناتے ہیں تو عید کا رنگ اور مزہ دوبالا ہوجاتا ہے۔

۵:۔ عید پر سالگرہ پر ملنے والے بہت سے تحفے ہیں جو فرینڈز کی طرف سے ملے اور ابھی تک سنبھال کر رکھے ہیں ان میں زیادہ تر بکس ناولز اور شاعری کی کتابیں ہیں جو کہ سنبھال کر ہی رکھتی ہوں، جن میں زیادہ بکس امبر اور نرجس کی طرف سے گفٹ کی صورت میں ملی ہیں باقی میں تو جب بھی بازار جاؤں کوئی نہ کوئی بک لازمی لے کر ہی آتی ہوں اس دفعہ تو جناب عید اور میری سالگرہ ایک ساتھ ہی آ گئی ہیں 27 جولائی کو میری سالگرہ عید سے دو تین دن پہلے تو خوشی بھی ڈبل ہے کیونکہ عید پر تو سب فرینڈز نے ملنا ہوتا ہی ہے پر سالگرہ پر بھی ہم لازمی پورا دن جس فرینڈ کی سالگرہ ہو اس کے گھر اس کے ساتھ مناتی ہیں کھانا پینا باتیں ہلہ گلہ اسکول کی کالج کی سب باتیں ہنسی مذاق وقت کا پتا ہی نہیں چلتا زندگی کی مصروفیت میں سب اتنا مصروف ہیں کہ واقعی ملنے کے لیے کسی موقع بہانے ہی ملاقات اور سب کو مل بیٹھنا نصیب ہوتا ہے اب تو سوا اس دفعہ

بھی عید پر اور میری سالگرہ پر بھی سب اکٹھی ہوں گی فرینڈز اور مجھے یقین ہے انشاءاللہ اس دفعہ بھی یہ عید اور میری سالگرہ ہمیشہ کی طرح یادگار ٹھہرے گی۔ میرا اللہ جو اتنا مہربان ہے کہ زندگی کی خوشیوں کے بہت سے خوب صورت دنوں کو ہمارا نصیب بنا کر وقت کو ہمارے لیے ایک خوشگوار یاد بنا دیتا ہے اس پر اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔

آپ سب کو آنچل کی پوری ٹیم قارئین، فرینڈز سب کو عید کی خوشیاں بہت بہت مبارک ہوں۔ دعاؤں اور دلوں میں مجھے یاد رکھیے گا اللہ آپ سب کو آسانیاں عطا کرے آمین، اللہ حافظ ڈھیروں نیک تمناؤں کے ساتھ۔

ایبها رضوان ---- کراچی

عید دلہن کی طرح لگتی ہے کہ مصداق واقعی ہر عید اپنے ساتھ بہت سی نئی خوشیاں لے کر آتی ہے سب سے پہلے تو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ "عروس عید" کے نام سے ہم قارئین کے لیے عید کی جو رونق آنچل اپنے دامن میں لا[illegible] ہے وہ قابل تعریف ہے دلچسپ سوالات پڑھ [illegible] ساختہ ہمارا دل بھی شرکت کا متمنی ہوا اس [illegible] عروس عید پر مانند عروس آپ کی محفل کو چار چاند لگ[illegible]

۱۔ سسرال میں گزری پہلی عید [illegible] سمیت میرے دل کے نہاں خانوں میں [illegible] مچا دیتی ہے۔ نیا ماحول، نئے طرز انداز، نئی ذمہ داریوں کے درمیان بہت سی نئی خوشیاں ملیں۔ عید سے کچھ ماہ قبل ہی چونکہ ہم اس خوب صورت بندھن میں منسلک ہوئے لہٰذا عید کے موقع پر ہمارے خوب وارے نیارے ہوئے۔ ہماری ساس نے "ارے دلہن یہاں تو آؤ اپنی عیدی تو لے لو" جس شیریں انداز میں انہوں نے پکارا اور پھر اپنی نازک سی انگوٹھی ہمارے مرمریں ہاتھوں کی زینت بنا دی بہت خوب صورت لمحات تھے وہ ہم تو شرما کر جواب میں آداب ہی بجا لا سکے پھر شوہر نامدار سے بھرپور ستائش کے بعد جو عیدی ملی اس کی مثال نہیں وہ ہمارے لیے یادگار بن گئی۔ پورا دن جہاں مہمانوں کے ساتھ مہمان نوازی نبھاتے گزرا وہیں پیا جی کی پیار بھری نظریں خود پر محسوس کر کے گل و گلنار ہوتے رہے۔ بنا میک اپ بھی چہرے پر جیسے پیا چاہے وہی سہاگن کہلائے کے سب رنگ اترے ہوئے تھے بار بار خود پر اٹھتی وارفتہ نگاہیں دل کو ایک فرحت بخش احساس سے ہمکنار کر رہی تھیں۔ یوں یہ ہماری پہلی عید ہمارے دامن میں خوشیوں کے ان گنت پھول مہکا کے رخصت ہونے والی تھی جب ہی دن ڈھل کر گلابی شام میں تبدیل ہوا تو ہمارے میکے سے بھی بھرپور عیدی لیے ہمارے گھر والے آ پہنچے اور اپنوں سے دوری پر [illegible] پہلی عید ہر لحاظ سے مکمل اور خوشگوار یادیں ہمارے [illegible] بن [illegible] کر گئی آج بھی اس عید کو یاد کروں [illegible] را جاتے ہیں اور اب یہ آنے والی عید [illegible] دوسری عید ہے۔

۲۔ [illegible] عیدی لینے اور دینے دونوں میں مزہ [illegible] ال میں بھی خود عیدی ہوری لیکن [illegible] سمجھے گا کہ ہم نے اپنی جیب ڈھیلی نہیں کی بھئی [illegible] اپنے سے چھوٹے دیور، بچوں اور بھانجوں بھتیجوں کو بھی عیدی دی کیونکہ انہیں جب تک عیدی نہ دو وہ تو کان کھا جاتے ہیں شور مچا مچا کر میں اپنی عیدی اپنی شاپنگ میں استعمال کرتی ہوں۔

۳۔ زیادہ تر تیاری تو پہلے سے ہم مکمل کر لیتے ہیں البتہ چاند رات پر مہندی لگوانے جاتے ہیں تو پچھلی بار ہمارے پیارے سے مجازی خدا نے چوڑیاں اور [illegible] نفٹس بھی لے دیے تھے اور پھر واپسی پر گاڑی میں ان کے ہاتھ سے آئس کریم کھاتے گھر لوٹنے کا اپنا ہی مزہ تھا بھئی سمجھا کریں نا ہمارے ہاتھوں میں بھی تو آخر ان کے نام کی مہندی تھی اب اتنا تو کرنا پڑے گا نہیں، کیوں بھئی؟

۴۔ روز کی روٹین کہاں جی! ہم تو صبح سویرے اٹھ کر اپنی ساس کو مبارک دینے پہنچ جاتے ہیں ان کے سامنے اپنا بھرم بھی تو رکھنا ہوتا ہے ناں پھر ان کے ساتھ

ہی نماز پڑھ کر باقی سب کو بھی جگاتے ہیں مرد حضرات اور بچوں کے جاگتے ہی عجیب ہلچل مچ جاتی ہے ہر کوئی جلدی جلدی کا شور مچاتا ہے ایسے میں ہم سب خواتین اپنے اپنے مرد حضرات کی تیاری اور شیر خورمہ بنانے میں مصروف ہوتے ہیں ان سب کے جانے کے بعد عید کی نماز مل کر ادا کرتے ہیں پھر ہمارے سجنے سنورنے کی باری آتی ہے اور اس سے پہلے کہ سب نماز پڑھ کر لوٹیں ہم بھی تک سک تیار عیدی لینے کے محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

۵:۔ جی ہاں، ایسا تحفہ تو ہے جو آج بھی سنبھال کر تو کیا اپنے ساتھ لگا کر رکھا ہے وہ پچھلی عید پر دیا جانے والا وہ لاکٹ ہے جس پر ہمارے مجازی خدا اور ہمارے نام کا پہلا لیٹر موجود ہے اور اس شعر کے ساتھ ہمارے شوہر نامدار نے دیا تھا۔

عید کا دن ہے چپکے سے گلے لگ جاؤ
رسم دنیا بھی ہے، موقع بھی ہے، دستور بھی ہے

او کے جی اجازت افطاری بھی بنانی ہے۔

حافظہ زائمہ، حافظہ ریحانہ..... میانوالی

۱:۔ ۲۰۱۲ کی عید کے موقع پر ہم اپنے کزنوں کے گھر گئے بہت انجوائے کیا تھا کیونکہ عید اور ساتھ ہو چاہنے والوں کا تو کیا ہی مزہ ہے آج بھی وہ عید کا دن یاد آئے تو دل کرتا ہے وہ لمحات پھر سے لوٹ آئیں، رہی بات سسرال میں عید کی تو فی الحال ہم دن ہائے دن ہیں (ہاہاہا)

۲:۔ اب تو بہت کم ہی عیدی ملتی ہے جناب، لیکن بات ہو خرچ کرنے کی تو دائیں ہاتھ میں ملتے ہی بائیں ہاتھ کے ذریعے غائب اور استعمال ہوتی ہے تو اپنوں کو مزے مزے کی چیزیں کھلانے میں۔

۳:۔ جب ساتویں کلاس میں تھے تب تک ہم چاند رات کے لیے چوڑیاں مہندی لازمی خریدتے تھے مگر اب تو پہلے ہی سے تیاری مکمل کر لیتی ہوں تاکہ ماہ رمضان صرف عبادت میں گزرے اور کوئی پریشانی نہ ہو۔

۴:۔ نماز اور تلاوت قرآن پاک کے بعد سب گھر والوں کو چائے اور سویاں دینا پھر بھائیوں اور ابو کی تیاری میں مدد کرانا، جی اس کے بعد صفائی جو کہ نہ کرتے بھی بارہ تک تو پہنچ جاتی ہے روز کی روٹین سے ہٹ کر ہی دن گزارتے ہیں۔

۵:۔ جی بالکل عیدی بھی پڑی ہے اور تحفہ میں ملنے والی چاکلیٹ انگوٹھی، ڈائری بھی سنبھال کر رکھی ہوئی ہے اور میرے پیارے کیئر ٹیکنگ لولی بھیا جانی کا ایس ایم ایس جو کہ دعائیہ تھا آج بھی میرے پاس سیو ہے۔

اقرا آفرین فائزہ بلال..... جامپور پنجاب

بڑے ناز و انداز سے سنورتی ہے
دلہن کی طرح سجتی ہے

جب اس واقعے کو یاد کرنے بیٹھوں تو پوری جزئیات کے ساتھ دماغ میں ایک فلم کی طرح چلنے لگتا ہے گردش ماہ و سال کو یاد کروں تو وہ واقعہ کوسوں دور لگتا ہے اب بھی وہ واقعہ لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتا ہے لیکن اس دن تو چہرہ غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا ہوا یہ تھا کہ امی نے ہم سب بہنوں کو تیار شیار کر کے پھپھو کے گھر بھیج دیا ہم سب کزنز پھپھو کے گھر روانہ ہوئیں جو گلی کے دوسرے سرے پر ہے اس عید پر ابر خوب دل کھول کر برسا تھا گلیوں میں کیچڑ اور پانی بھرا تھا پھپھو کا گھر قریب آیا تو دوسری گلی سے ایک لڑکیوں کا گروپ نکلا گزرتے ہوئے ٹکراؤ ہوئی، بس پھر کیا تھا میں اور دوسری لڑکی "پروا" ایک دوسرے کا حلیہ بگاڑنے پر تل گئے۔ پھر سب نے بیچ بچاؤ کرایا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اب سے کچھ سال پہلے اسکول کے ایک فنکشن میں ٹیبلو میں اس لڑکی کا میں بھائی بنی تھی۔ اس واقعے کو یاد کر کے ہم بہت ہنسے تھے اب بھی یاد آ جائے تو مسکراہٹ لبوں پر بکھر جاتی ہے۔

۲:۔ ابھی تک تو جی عیدی لینے میں ہی مزہ آتا ہے

امی بابا جان کم عیدی دے دیں تو منہ بن جاتا ہے۔ اس عیدی کا مصرف تو بس پیٹ ہی ہے، عیدی ملی نہیں کہ پیٹ میں بھی چلی گئی۔ سب کزنز خنسا، شفاعت، فہیلہ، زینب، فریحہ، لیلی عیدی ملا کر پزا، کیک یا کچھ اور منگوا لیتے ہیں یا پکنک پوائنٹ پر چلے جاتے ہیں۔

۳:۔ عید کے لیے کپڑے اور شوز تو پہلے سے ہی تیار ہوتے ہیں چاند رات کو بھائیوں کے لیے کپڑے اور جیولری لینے کے لیے جاتے ہیں۔ میں بس جیولری شوقیہ لے لیتی ہوں کہ دوسرے لے رہے ہیں ورنہ مجھے پہننے کا شغف نہیں ہے۔

۴:۔ عید کے دن کو بھرپور انداز میں خوش آمدید کہتی ہوں لیکن اس دن ایک اور ڈرامہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے میرا چھوٹا بھائی کریم الحسن کی مار جو ہر عید پر کوئی نہ کوئی شرارت کر جاتا ہے پہلے دن ہمارے گھر مہمان آتے ہیں دوسرے دن ہم گھر والے جاتے ہیں۔

۵:۔ مجھ سے تحفے سنبھالے نہیں جاتے عید پر میری ٹیچر نے مجھے ہینڈ بیگ دیا تھا جو اب تک محفوظ تھا مگر اب...... مگر میرے بھائیوں نے مجھے جو تحفے دیے تھے وہ اب تک محفوظ ہیں ہاں عید کارڈ سب کے محفوظ ہیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

۱:۔ سسرال میں گزری پہلی عید مجھے ہمیشہ یاد رہے گی کیونکہ میں نے عید کے دن مونگ ثابت والے اور میٹھے چاول اپنے ہاتھوں سے پکائے تھے۔

۲:۔ مجھے تو عیدی لینے میں زیادہ مزہ آتا ہے میری عیدی کا مصرف یہ ہوتا ہے کہ میں وہ بچوں میں تقسیم کر دیتی ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی اولاد دے دے۔

۳:۔ عید کے لیے تیاری پہلے رمضان سے ہی شروع کر دیتی ہوں میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین مجھے کہتے ہیں یہ لسٹ مجھے دے دو چاند رات کو چاند کو دیکھتے ہی یہ سامان خرید کر تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا وہ چاند نہیں معلوم آسمان والا ہے یا کہ زمین والا جس کے سنگ سنگ چل کر وہ سامان خریدتے ہیں۔

۴:۔ عید کے دن کو اپنے مجازی خدا کا چہرہ دیکھ کر خوش آمدید کرتی ہوں۔

۵:۔ عید کے موقع پر ملنے والا تحفہ جو کہ شادی کے بعد پہلی عید پر میرے میاں نے مجھے دیا تھا وہ میں نے ابھی تک سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔

عائشہ پرویز...... کراچی

۱:۔ ماہ و سال میں گزری بہت سی عیدوں میں ایک عید ایسی ہے جو آج بھی لبوں پر تبسم بکھیر دیتی ہے میرے چھوٹے بھائی کی عیدی اچانک بس میں گر گئی وہ بھی سونے والوں میں سے نہیں ہے لیکن جب بس اتنے اچھے انداز میں چلے گی تو اچھے بھلے انسان کو بھی نیند آ جائے گی بس وہ دن اور آج کا دن ہے اب میرا بھائی بس میں نہیں سوتا ہے اور یہ منظر یاد کر کے آج بھی خوب ہنسی آتی ہے۔

۲:۔ واقعی عیدی لینے میں مزہ ہے اور دینے میں دم نکلتا ہے لیکن میں اپنی عیدی کھانے پینے اور کپڑوں میں استعمال کر لیتی ہوں۔

۳:۔ عید کی تیاری کا مزہ تو رمضان میں کرنے میں زیادہ آتا ہے کیونکہ افطاری باہر ہو جاتی ہے اسی بہانے اور چاند رات تو گھر سجانے میں اور مہندی لگانے میں گزارتے ہیں۔

۴:۔ عید کے دن کو معمول سے ہٹ کر خوش آمدید کہتے ہیں آخر کو اتنا پیارا تہوار اللہ کی طرف سے روزے داروں کے لیے انعام ہے۔

۵:۔ عید کے موقع پر ملنے والا ہر تحفہ بچپن میں دوستوں کے گفٹ آج بھی سنبھال کر رکھے ہیں اور عیدی بھی کبھی کھا جاتی ہوں تو کبھی سنبھال لیتی ہوں (ہاہاہا)

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
برف کے آنسو
نازیہ کنول نازی
Digest.pk
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کب تیرے ملنے کی تقریب بنا عید کا چاند
تیری یاد آئی تو دیکھا نہ گیا عید کا چاند
غم کے بادل تھے فضاؤں میں کچھ اس طرح چھائے
دل کی دنیا میں منور نہ ہوا عید کا چاند

یہی وہ موڑ ہے جاناں
جہاں آ کر ہمیشہ قافلے لٹتے ہوئے دیکھے
یقین مٹتے ہوئے دیکھے
یہی وہ موڑ ہے جاناں جہاں ہم کو بچھڑنا ہے
بظاہر مسکرا کر خوش نظر آ کر یہ کہنا ہے
کہ جو جاتا ہوا پل ہے کبھی واپس نہیں آتا
نئی منزل نئی چاہت تمہاری منتظر ہوگی
اب اگلے موڑ پر تم کو کسی سے پیار کرنا ہے
یہی ہر بار کرنا ہے
سنو جاناں ـــــ
یہاں پر معجزے ہوتے تو ہیں لیکن کتابوں میں
اور ان سب درد خوابوں میں
چلو اس بے حسی کو چھوڑ دو
تو کیا کہہ رہا تھا میں؟
ہاں
یہی وہ موڑ ہے جاناں
جہاں ہم کو بچھڑنا ہے
یہ شہر دل اجڑنا ہے

❁ ❁ ❁

شام ڈھل رہی تھی دن بھر شدید گرمی کے بعد کرنوں کی تمازت بکھیرتا سورج تھکا ماندہ سا افق کے اس پار غروب ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔

تھکی بوجھل اعصاب کے ساتھ جس وقت وہ گھر میں داخل ہوئی سامنے لان میں بکھرے خشک پتے جیسے اسے اپنی بے بسی و بے کلی کا مذاق اڑاتے محسوس ہو رہے تھے۔ چند گھنٹوں پہلے ہی گھر سے نکلتے ہوئے وہ کتنی خوش تھی مگر اب چند گھنٹوں کے بعد اس کے قدموں نے جیسے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

واپسی کا سفر ہمیشہ تھکا دیتا ہے اور وہ بھی تھک گئی تھی۔

لان میں بکھرے خشک پتوں کو بے نیازی سے پاؤں تلے روندتے ہوئے جس وقت وہ اپنے کمرے میں آئی اس کا ایک ایک عضو دکھ رہا تھا۔ ملازمہ نے اسے دیکھا اور کھانے کا پوچھا تھا مگر وہ بنا کوئی جواب دیئے خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ جہاں پھیلی وحشت اور ویرانی کی طور اس کے دل سے کم نہیں تھی۔

کپکپاتے ہاتھوں سے دروازہ لاک کرنے کے بعد وہ بیڈ پر آ بیٹھی اور اس نے پرس سے وہ لفافہ نکالا جو ریان آخری تحفے کے طور پر اسے دے گیا تھا۔ اس کے خدشے کے عین مطابق وہ "طلاق نامہ" تھا۔ زندگی کے سفر میں اس کی اور ریان ملک کی جدائی کا آخری ثبوت تھا اک ایسا آخری موڑ تھا جہاں دونوں کی منزلیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی تھیں۔

ایک پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکائے دوسرا پاؤں بیڈ کے اوپر ہی موڑے بیٹھی وہ جیسے اس لمحے پتھر کی ہو رہی تھی۔ وقت نے اسے برباد کر دیا اور وہ شخص جو بدقسمتی سے اس کا ہمسفر تھا اس نے اس سے اپنا پیار اور اپنی اولاد تو چھینی ہی تھی اپنا نام بھی چھین لیا تھا۔ عینا کو لگا جیسے اس کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔

اس کے گھر والے اس وقت اعظم ملک صاحب کے پورشن کی طرف گئے ہوئے تھے جہاں پچیس سال کے بعد مرینہ بیگم کے شوہر کی خاطریں ہو رہی تھیں اور ان کا بیٹا معید بہت دیر تک اس کا انتظار کرنے کے بعد بالآخر اپنے کسی کام سے گھر سے نکل گیا تھا۔

عینا کا دل چاہا وہ اپنی بربادی اور اپنے معصوم بچے کی ناگہانی موت پر بین کرے، بچوں کی طرح بلک بلک کر روئے مگر...... وہ ایک آہ تک نہیں بھر سکی تھی۔ اس کی آنکھیں جیسے کسی دوزخ کی طرح جل رہی تھیں، سامنے دیوار پر لگے وال کلاک نے رات کا ایک بجایا تھا جب بے حد بے بس ہو کر اس نے ہتھیلی پر نیند کی چند گولیاں رکھیں اور ایک گلاس پانی کے ساتھ نگل لیں۔

اس کی زندگی میں وہ پہلی رات تھی جب بنا کسی مجبوری کے اس نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی، صبح فجر کی اذان تک اس کا جسم دہک کر انگارہ بن چکا تھا۔

اگلی صبح اس کی آنکھ کھلی تو اس کے کمرے کا لاک ٹوٹا ہوا تھا اور پورے تین گھنٹے ہسپتال میں گزار کر اس کا معدہ واش کروانے کے بعد اس کے گھر والے اسے گھر واپس لے آئے تھے۔ اس وقت بھی سب اس کے گرد جمع تھے۔

شاید اس کی تباہی کی کہانی کسی سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی جبھی آسیہ بیگم اور شگفتہ بیگم رو رہی تھیں جبکہ قریب ہی متفکر سے کھڑے اعظم ملک صاحب اور معظم ملک صاحب یوں شرمندہ دکھائی دے رہے تھے جیسے وہ اس کے گناہ گار ہوں۔

عینا نے صرف ایک سرسری سی نگاہ ان سب پر ڈالنے کے بعد اگلے ہی پل پھر سے آنکھیں موند لی تھیں کہ اب اپنی بربادی کے بعد اسے کسی کے بھی دکھ، ہمدردی اور پچھتاوے سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔

ہمدردیاں، خلوص، دلاسے تسلیاں
دل ٹوٹنے کے بعد تماشے بہت ہوئے

❀......❀......❀

"معید......" وارڈ روب کھولے وہ پوری طرح سے اپنے لیے ایک بہترین سوٹ کی تلاش میں تھا جب مرینہ بیگم کی پکار پر چونک کر پلٹتے ہوئے اس نے انہیں دیکھا وہ کچھ بے چین سی دکھائی دے رہی تھیں، معید نے وارڈ روب کے پٹ فوراً بند کر دیئے۔

"جی امی......"

"مصروف تو نہیں ہو؟"

"نہیں امی، کیوں خیریت؟"

"ہوں! خیریت ہی ہے، کچھ بات کرنی تھی تم سے۔"

"حکم کریں۔"

"نئی ایسے نہیں، تم ادھر صوفے پر آ کر بیٹھو سکون سے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے کی طرف کھینچ لائی تھیں، گرے ڈریس پینٹ پر بلیک چیک دار شرٹ جس کے بازو اس نے کہنیوں تک فولڈ کیے ہوئے تھے اور کلائی پر بندھی قیمتی رسٹ واچ بے حد بھلی لگ رہی تھی۔ بے شک وہ اس وقت رف سے حلیے میں بھی بے حد ہینڈسم دکھائی دے رہا تھا۔ کتنی ہی دیر خاموشی سے اس کا جائزہ لینے کے بعد انہوں نے بات شروع کی تھی۔

"عینا کیسی لڑکی ہے؟"

"بہت اچھی۔" وہ چونکا تھا مگر پھر بھی مرینہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سکون سے جواب دیا تھا۔

"کیا تم انٹرسٹڈ ہو اس میں؟" اس بار ان کے سوال پر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے وہ جواب دینے کے بجائے الٹا انہی سے سوال کر گیا۔

"آپ ایسا کیوں پوچھ رہی ہیں؟"

"جو پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو، کیا تم انٹرسٹڈ ہو اس میں؟" وہ بہت سنجیدہ دکھائی دے رہی تھیں، معید نے آہستہ سے رخ پھیر لیا۔

"نہیں۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہوں...... میں بھلا اپنی ماں سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟" وہ دیکھ سکتا تھا کہ اس کے جواب پر یکدم سے مرینہ بیگم کا چہرہ کھل اٹھا تھا، وہ مسکرائی تھیں۔

"میں جانتی تھی میرا بیٹا کبھی مجھ سے کچھ چھپا ہی نہیں سکتا۔"

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں امی؟"

"کچھ نہیں' تم بتاؤ کیا ثمینا کے علاوہ تم کسی اور لڑکی میں انٹرسٹڈ ہو؟"

"اُف..... آج کیوں آپ میری پسند ناپسند کا کھاتہ کھول کر بیٹھ گئی ہیں امی؟" وہ جھنجلایا تھا مگر مرینہ بیگم نے پروا نہیں کی۔

"بتاؤ سعید! کیا تم کسی اور لڑکی میں انٹرسٹڈ ہو؟"

"ہاں۔" اس بار ان کے سوال پر فوراً جواب دیتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا' مرینہ بیگم کے اندر جیسے چھن سے کچھ ٹوٹ گیا۔

"کون ہے وہ لڑکی؟"

"پتا نہیں' کئی سال ہوئے کوئی رابطہ نہیں۔" لب بھینچے ہوئے بمشکل اس نے جواب دیا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی تھیں' سعید کے اندر اضطراب بکھرنے لگا۔

"امی پلیز' کیا ہم کسی اور ٹاپک پر بات کرسکتے ہیں؟"

"ہاں۔" ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے بھی آہستہ سے سر پھیرا تھا۔

"میں اور تمہارے ابو چاہتے ہیں کہ اب تم بھی شادی کرلو۔"

"اچھا..... خیال تو بہت نیک ہے مگر سوری میں ابھی اپنی ہاؤس جاب میں بہت مصروف ہوں۔" ذرا سا مسکراتے ہوئے اس نے پینٹ کی پاکٹس میں دونوں ہاتھ چھپائے تھے مرینہ بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"یہ کوئی ایسی مصروفیت نہیں ہے کہ تم شادی نہ کرسکو۔"

"امی پلیز کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ ابھی ہم عائزہ کی شادی انجوائے کرنے آئے ہیں اور آپ میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔"

"ماں ہوں تمہاری' میرا دل بھی چاہتا ہے اپنے اکلوتے بیٹے کی خوشیاں دیکھنے کا۔"

"مگر میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا امی پلیز۔"

"وہی تو میں جاننا چاہتی ہوں کہ تم شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے۔"

"بس میرا موڈ نہیں ہے۔"

"شادی موڈ دیکھ کر نہیں کی جاتی' تم ہمیں اس لڑکی کا نام پتا بتاؤ میں اور تمہارے پاپا عائزہ کی شادی سے فارغ ہوتے ہی اس کے گھر چلے جائیں گے۔" جس انداز میں انہوں نے کہا تھا سعید کھل کر ہنس پڑا تھا۔

"اچھا جی؟"

"ہوں۔"

"آئیم سوری امی وہ لڑکی پاکستان میں نہیں رہتی ویسے بھی اس کے ماں باپ نہیں مانیں گے کیونکہ میں اس لڑکی سے پیار کرتا ہوں وہ مجھ سے پیار نہیں کرتی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بس رہنے دیں آپ اس بات کو' کل عائزہ کی مہندی ہے' مجھے ابھی ایک بہت ضروری کام سے ایک دوست کی طرف جانا ہے واپسی پر بات ہوگی انشاءاللہ۔"

"سعید....." وہ بہت عجلت میں تھا مگر مرینہ بیگم نے پکار لیا۔

"جی امی۔" واش روم کی طرف جاتے جاتے وہ پھر پلٹا تھا' تبھی وہ بولی تھیں۔

"ثمینا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے مگر وہ کسی کے ساتھ بھی بات نہیں کر رہی ہے' میں چاہتی ہوں تم اسے ہسپتال لے جاؤ شاید وہ تمہارے ساتھ چلی جائے۔"

"کیوں' کیا ہوا ہے؟"

رات وہ بہت لیٹ آیا تھا اور آتے ہی کمرے میں گھس کر سو گیا تھا تبھی اسے کسی بات کی خبر نہیں تھی۔ مرینہ بیگم ابھی ابھی ثمینا کے کمرے سے آ رہی تھیں جہاں وہ شدید بخار کی لپیٹ میں نڈھال کسی سے بات کرنے کو تیار نہیں تھی۔ رات سبھی لیٹ سوئے تھے کسی کو بھی اس کا دھیان نہیں آیا تھا مگر صبح نماز کے وقت بھی جب وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تو سب سے پہلے اس کی فکر کرنے والی مرینہ

بیگم ہی تھیں انہوں نے ہی سب سے پہلے اس کا دروازہ بجلیا تھا اور پھر سب کے جاگ جانے کے بعد ملازم کو ہدایت کر کے اس کے کمرے کا لاک تڑوانے والی بھی وہی تھیں۔ شروع دن سے ہی انہیں عائزہ کی نسبت عینا سے بہت پیار تھا بھی وہ اس کے لیے بے چین تھیں اس وقت بھی معید کے سوال پر ان کی آنکھوں میں آنسو بھرآئے تھے۔ معید کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔

"امی..... سب ٹھیک تو ہے ناں؟"

"نہیں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے معید! کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ پریشان ہوا تھا مرینہ بیگم کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے۔

"وہ بہت تکلیف میں ہے معید! ریان نے اسے طلاق دے دی ہے۔"

"وہاٹ.....؟" وہ جیسے پورا ہل کر رہ گیا تھا۔ "مگر کیوں؟"

"کسی اور کو پسند کرتا ہے ریان! اسی [illegible] طلاق بھی دے دی اور بچہ بھی چھین کے [illegible] تم دیکھو تو سہی ایک ہی رات میں کیا حالت بنالی ہے اس نے اپنی۔" مرینہ بیگم کی [illegible] بہت تکلیف دہ تھی۔ معید نے بازو پر دھرا سوٹ [illegible] اور [illegible] کمرے سے نکل گیا جو اذیت اس وقت اسے ہوئی تھی مرینہ بیگم اس اذیت سے ابھی آشنا نہیں تھیں۔ وہ سیدھا عینا کے کمرے کی طرف گیا تھا مگر اندر سے اس کے رونے کی آواز آرہی تھی بکھی فنا ہوتے دل کے ساتھ وہ وہیں سے پلٹا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے گھر سے نکل گیا کہ اس وقت اعصاب کو لگنے والا دھچکا بہت گہرا تھا۔

❁.....❁.....❁

رات بھر بارش برسی تھی اور معید اس رات رات بھر گھر سے باہر رہا تھا۔ مرینہ بیگم اور جواد صاحب دونوں ہی اس کے لیے بہت پریشان رہے تھے اذہان نے اس کے سب دوستوں کو کال کر کے بھی پتا کرلیا تھا مگر وہ کہیں

بھی نہیں تھا۔

صبح کی اذان کے بعد جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا اس کی آنکھوں سے جیسے لہو ٹپک رہا تھا۔ مرینہ بیگم جو ابھی نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔ اس کی گاڑی کا ہارن سنتے ہی فوراً لان کی طرف بھاگی تھیں۔

"معید......" وہ گاڑی سے نکل رہا تھا جب انہوں نے اسے پکارا تھا۔

"جی امی۔"

"کہاں چلے گئے تھے کل' تمہیں پتا ہے میں اور تمہارے ابو پوری رات ایک پل کے لیے بھی نہیں سوئے۔"

"ایم سوری میں دوست کی طرف نکل گیا تھا۔"

"کس دوست کی طرف؟ تمہارے سارے دوستوں کو اذہان نے کال کی تھی۔"

"اذہان کو میرے سارے دوستوں کا نہیں پتا امی۔" گاڑی کو لاک کرتے ہوئے وہ انہیں بہت مضطرب دکھائی دیا تھا' وہ اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں معید؟"

"جی ٹھیک ہے' طبیعت کو کیا ہونا ہے؟" اس بار نظریں چراتے ہوئے وہ پھیکا سا مسکرایا' مرینہ بیگم ایک قدم آگے بڑھ آئیں۔

"طبیعت ٹھیک ہے تو آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں تمہاری؟"

"رات بھر جاگ کر موی دیکھتے رہے ہیں امی! پلیز آپ پریشان نہ ہوں' غنا کی طبیعت کیسی ہے اب؟"

"ٹھیک ہے۔" اُلجھن بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بس یہی کہہ سکی تھیں۔

"چلیں ٹھیک ہے آپ نماز پڑھ لیں' میں اب تھوڑی دیر سوؤں گا' رات میں پھر مصروف رہنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ان کے اثبات میں سر ہلاتے ہی وہ فوراً لمبے لمبے ڈگ بھرتا لان سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اُدھر اذہان کی آنکھ کھلی تو فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے لان کی سیڑھیوں پر اداس بیٹھی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر بیڈ سے اتر کر کھڑکی میں کھڑا اسے یوں سب سے بے نیاز اداس بیٹھے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ تقریباً گیارہ بجے کے بعد معید کی آنکھ کھلی تو وہ اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"کہاں تھے ساری رات' تمہیں پتا ہے تمہاری وجہ سے سب کتنے پریشان رہے ہیں؟"

"ہوں پتا ہے۔" ایک آنکھ کھول کر اسے دیکھتے ہوئے اس نے پھر کروٹ بدل لی تھی' وہ جل کر رہ گیا۔

"سالے پتا تھا تو کیوں تنگ کیا؟"

"سالا نہیں ہوں میں تمہارا' نہ ہو سکتا ہوں' خدارا ہندی فلمیں کم دیکھا کرو۔"

"چلو ٹھیک ہے' کم دیکھا کروں گا۔ تم بتاؤ کہاں تھے ساری رات؟"

"[illegible] سڑکوں پر خاک چھانتا پھر رہا تھا۔"

"[illegible] کہاں؟ اب تو پھپھو اور پھوپھا بھی آ گئے ہیں اب کیا [illegible] ہے تمہاری؟"

"بہت ٹینشن ہیں ابھی بھی' تم بتاؤ قبر کے فرشتوں کی طرح صبح ہی صبح حساب کتاب لینے کے لیے کیوں نازل ہو گئے ہو؟" اب وہ سیدھا ہوا مگر اب بھی تکیہ اس کے بازوؤں میں دبا تھا۔ اذہان اس کے برابر میں نیم دراز ہو گیا۔

"تیرا حساب کتاب کلیئر ہے' تجھ سے کیا حساب کتاب کرنا' بس اطلاع دینے آیا تھا تجھے کہ آج عائزہ کی مہندی ہے اور گھر میں مہمان آنے شروع ہو گئے ہیں مگر تم ابھی تک بے شرموں کی طرح کمرے میں گھسے پڑے ہو' وہاں ابو اور چاچو' پھوپھا جی سے تمہارا پوچھ پوچھ کر تھک گئے ہیں۔"

"اچھا؟"

"ہوں' ایک اور بات بھی پوچھنی تھی۔"

"پوچھو......"

"غنا کیسی لڑکی ہے؟"

"کیوں..... تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"
"یار پلیز کبھی تو سوال پر سوال کیے بغیر جواب دے دیا کرو۔"
"او کے اچھی لڑکی ہے بلکہ بہت اچھی لڑکی ہے۔"
"کیا تم انٹرسٹڈ ہو اس میں؟"
"تم سے کہا ہے اس نے؟"
"نہیں ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔"
"بات کیا ہے؟"
"بات بھی بتا دوں گا پہلے تم کلیئر کرو کیا تم اس میں انٹرسٹڈ ہو؟"
"نہیں میری بہن ہے وہ۔"
"واقعی.....؟" مرینہ بیگم کی طرح اذہان کا چہرہ بھی خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ وہ بے حد حیران رہ گیا۔
"ہوں واقعی اب تم بتاؤ کل سے سب فرداً فرداً مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہیں؟"
"وہاٹ..... اور کس نے پوچھا ہے؟"
"امی بھی پوچھ رہی تھیں کل شام۔"
"تو شاید میری طرح ان کے دل میں بھی کچھ ہو۔"
"تمہارے دل میں کیا ہے؟"
"مجھے وہ اچھی لگتی ہے معید! شادی کرنا چاہتا ہوں میں اس سے۔"
"بکواس تو نہیں کر رہے؟"
"نہیں یار سچ کہہ رہا ہوں۔"
"ہوں..... پھر تو اچھی بات ہے مگر وہ نہیں مانے گی۔"
"کیوں؟" ایک دم سے اس کا چہرہ بجھا تھا۔
"بس ایک بار دل ٹوٹا ہے اس کا بار بار اعتبار نہیں کرے گی وہ۔"
"کس نے دل توڑا ہے اس کا؟"
"پتا نہیں شاید اس کی دوست کا کوئی بھائی تھا شادی بھی طے ہو گئی تھی مگر عین برات والے روز اسے پتا چلا کہ وہ تو پہلے سے شادی شدہ تھا اور اس کے تین بچے بھی تھے جبکہ پہلی شادی بھی لو میرج تھی اس کی۔"

"اوہ....." وہ افسردہ ہوا معید بستر سے اٹھ گیا۔
"چلو اب تم تھوڑا انتظار کرو میں شاور لے کر آتا ہوں۔"
اسے بیڈ پر نیم دراز چھوڑ کر وہ اپنے کپڑے اٹھاتا واش روم میں گھس گیا تھا تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ واش روم سے نکلا تو اذہان وہاں نہیں تھا اس نے ایک نظر بے ترتیب کمرے پر ڈالی پھر انگلیوں سے بال سنوارتا کمرے سے باہر نکل آیا جہاں ہال میں مرینہ بیگم جیسے اسی کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔
"اٹھ گئے معید؟" اسے دیکھ کر وہ فوراً اٹھتے ہوئے اس کے قریب آئی تھیں۔ معید نے دونوں ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں گھسا لیے۔
"جی امی السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟"
"ٹھیک ہوں امی! مجھے کیا ہونا ہے پلیز آپ پریشان نہ ہوں۔"
"کیسے پریشان نہ ہوں' ماں ہوں میں تمہاری ساری رات ایک پل کے لیے بھی تمہاری وجہ سے نہیں سو سکی میں مگر تمہیں کیا تم نے پہلے کب میری پروا کی ہے جو اب کرو گے۔"
"امی پلیز کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ ایسا تو مت کہیں۔"
"کیوں نہ کہوں' تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ کل تمہاری وجہ سے میں نے اور تمہارے پاپا نے کتنی تکلیف اٹھائی ہے کتنی شرمندگی کا سامنا کیا ہے یہاں سب کی جان پر بنی تھی اور تم وہاں مزے سے دوست کے ساتھ مووی دیکھتے رہے ایک پل کے لیے بھی تمہیں ہماری پریشانی کا خیال نہیں آیا۔"
"ایم سوری اب چھوڑ دیں اس بات کو..... پلیز۔"
اس کی آنکھیں اب بھی سرخ تھیں جبکہ چہرہ ستا ہوا دکھائی دے رہا تھا جیسے وہ ساری رات جاگ کر بہت بے چین رہا ہو تبھی وہ اسے زبردستی ناشتے کی میز کی طرف کھینچ لائی تھیں۔

"ابو کہاں ہیں...... کیا ابھی تک سو رہے ہیں؟"

"نہیں، تمہارے ماموں کے ساتھ کسی کام سے باہر گئے ہیں، مجھ سے کہہ رہے تھے تمہیں اٹھا دوں مگر میں نے بتادیا کہ رات بھر تم اپنے کسی دوست کے ساتھ جاگ کر کام میں مصروف رہے ہو اسی لیے اٹھانا مناسب نہیں۔" وہ اسے چائے ڈال کر دیتے ہوئے تفصیل بتارہی تھیں، معید نے کل کا اخبار دوبارہ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اوہ امی، آپ بھی نہ بس، میں جاگ ہی رہا تھا اٹھا لیتیں۔"

"بس چپ کرو تم، رات عینا کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی، بخار اتر ہی نہیں رہا تھا اوپر سے اس نے گولیاں بھی زیادہ کھالی تھیں، بڑی مشکل سے جان بچی ہے، سچ پوچھو تو میرا دل اسے دیکھ کر بہت کٹتا ہے۔"

"اب کیسی طبیعت ہے اس کی؟" بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے اس نے لب بھینچے تھے مرینہ بیگم اس کے سامنے ہی ٹک گئیں۔

"کیسی طبیعت ہونی ہے، کل سے نہ آنکھیں [illegible] رہی ہے نہ کچھ کھا پی رہی ہے نہ ہی کسی سے بات کررہی ہے۔ سب اسے لے کر بہت پریشان ہیں [illegible] دیکھو کہ کوئی بھی اس موقع پر اس کا [illegible] صاحب نہیں چاہتے کہ کسی بھی رشتہ دار [illegible] سسرال والوں کو عینا کی بربادی کا پتا چلے وہ جلد از جلد عائزہ کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں اور مزید اب اس معاملے میں کوئی بھی رکاوٹ برداشت نہیں کرسکتے اسی لیے عینا کی دلجوئی کرنے کی بجائے سب شادی کی تیاریوں میں لگے ہیں۔"

"یہ تو ظلم ہے امی! اس لڑکی پر قیامت ٹوٹ گئی اور کسی کے پاس اس کے آنسو پونچھنے کا بھی وقت نہیں؟" معید کو دکھ ہوا تھا مرینہ بیگم نے نظریں چرالیں۔

"سب مجبور ہیں معید! عائزہ کی شادی ہم سب کے لیے بہت بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہے ایسے میں اگر کسی کو عینا کی بربادی کا پتا چلے گا تو پتا نہیں کیسی کیسی باتیں بنیں گی سب ہمارے گھر پر انگلیاں اٹھائیں گے اسی لیے بھائی صاحب مصلحتاً اس بات کو چھپا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں اسے۔" فوراً چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

عینا بیڈ پر چت لیٹے چھت کو گھور رہی تھی جبکہ اس کا چہرہ بخار کی حدت سے تمتما رہا تھا معید ہلکی سی دستک کے بعد اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"السلام علیکم؟" اس کا زرد حال دیکھ کر اس کا دل کٹتا تھا مگر اس نے چہرے پر زبردستی مسکان سجائی تھی۔ عینا اسے قریب پاکر جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

"وعلیکم السلام [illegible]"

"کیسی ہو [illegible] کہ تم نے کل رات خودکشی کی کوشش کی [illegible] کرسی [illegible] کر وہ اس کے بیڈ کے قریب [illegible] عینا نے گھٹنوں میں منہ چھپالیا۔

"ایسی [illegible] بات [illegible] زندگی اتنی آسانی سے میرا پیچھا چھوڑنے [illegible] قدرے تلخی سے کہتے ہوئے اس [illegible] معید کا دل ڈوب کر ابھرا۔

"[illegible] زندگی سے پیچھا کیوں چھڑانا چاہتی ہو؟"

"پتا نہیں۔" اب وہ رو رہی تھی معید کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا۔

"عینا......" عجیب یاسیت سے اس نے اسے پکارا تھا مگر عینا نے جواب نہیں دیا۔

"عینا تم اتنی کمزور تو کبھی بھی نہیں تھیں، مجھے ہمیشہ تمہاری بہادری پر فخر رہا ہے تمہیں یاد ہے بچپن میں ایک بار جب تم میرے ساتھ سائیکل پر بیٹھی تھیں اور میں نے تمہیں شرارت سے گرادیا تھا تب تمہیں کتنی چوٹ لگی تھی مگر تم نے کوئی واویلا نہیں کیا تھا۔ تم خاموشی سے اپنا بہتا ہوا خون دیکھتی رہی تھیں۔"

"اسی خاموشی کی تو سزا مل رہی ہے اب۔"

"ایسا نہیں کہتے عینا! اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے وہ اپنے پیاروں کو آزمائش کی بھٹی میں ڈال کر کندن ضرور بناتا ہے مگر انہیں کبھی بے آسرا نہیں چھوڑتا خیر میں

یہاں تمہیں کوئی لیکچر دینے نہیں آیا بلکہ تمہاری طبیعت معلوم کرنے آیا ہوں دکھاؤ بخار کیسا ہے اب؟" اپنائیت سے کہتے ہوئے اس نے اٹھ کر عینا کی پیشانی پر ہاتھ رکھا جو آگ کی طرح جل رہی تھی۔

"اوہ تمہیں تو اب بھی بہت تیز بخار ہے پتا نہیں ہوش کیسے سلامت ہیں تمہارے، بہرحال میں دوا بھجواتا ہوں وہ کھا لینا اور فیحا کو کہتا ہوں وہ تمہاری پیشانی پر ٹھنڈے پانی کی پٹی رکھ دے گی۔ اصل میں شادی والا گھر ہے سب ہی اپنی اپنی جگہ مختلف کاموں میں پھنسے ہوئے ہیں تم مائنڈ مت کرنا پلیز۔" وہ اسے تسلی دے رہا تھا عینا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں شاید یہی سب میری تقدیر میں لکھا تھا کہ میری تعلیم ادھوری چھڑوا کر میری مرضی کے خلاف زبردستی میری شادی کر دی اور پھر میرا شوہر مجھے صرف اس لیے ٹھکرا کر چلا گیا ہے کہ میں ایک گھریلو لڑکی کیوں ہوں۔ دنیا کی دوسری ماڈرن لڑکیوں کی طرح فیشن کیوں نہیں کرتی؟ میرے ایک سال کے معصوم بچے کو مجھ سے چھین کر صرف اس لیے موت کے حوالے کر دیا کہ اس کے باپ کو اس کے دادا نے اپنی جائیداد سے عاق کر دیا؟ آپ جائیں یہاں سے مجھے کسی کی ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے۔" اب وہ رو پڑی تھی معید جیسے شاک ہو گیا۔

"کیا کہہ رہی ہو عینا! ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ایسا ہی ہوا ہے کوئی نہیں جانتا میں کس قیامت سے گزری ہوں ریان نے ایکسیڈنٹ میں میرا بچہ گنوا دیا اور اپنی ٹانگیں بھی۔ اسی لیے اس نے مجھے آزاد کر دیا مگر تایا ابو اس سے پہلے ہی اسے اپنی جائیداد اور اس گھر سے عاق کر چکے ہیں وہ زندگی میں کبھی اس گھر میں قدم نہیں رکھ سکتا کبھی بھی نہیں۔" اس بار وہ معید کا ہاتھ تھام کر اس پر اپنا سر ٹکائے رو رہی تھی۔

معید کے اندر آتش فشاں سے پھٹتے رہے اس کا ہاتھ عینا کے آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا مگر اس نے اسے رونے دیا۔ کچھ درد ایسے ہوتے ہیں جن کا آنسوؤں کے ذریعے باہر نکل جانا ہی بہتر ہوتا ہے نہیں تو وہ اندر ہی اندر گھاؤ بن کر بدن کو چاٹ جاتے ہیں۔

زندگی میں دوسری بار وہ شدید تکلیف سے گزر رہا تھا اس سے پہلے یہ تکلیف اسے اس وقت محسوس ہوئی تھی جب اس نے اپنی تعلیم کے دوران پاکستان فون کرنے پر مرینہ بیگم سے عینا کی اچانک شادی کا سنا تھا۔ روح جسم سے کیسے نکلتی ہے کوئی اس وقت اس سے پوچھتا پورے ایک ہفتے وہ بستر سے اٹھ نہیں سکا تھا اور اب ایک مرتبہ پھر اس کا دل اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔

کل عائزہ کی مہندی تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا وہ کہیں چلا جائے کسی ایسی دنیا میں جہاں کسی دکھ اور بے سکونی کا نام تک نہ ہو مگر یہ بھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ اس رات بہت دنوں کے بعد پھر اس نے کمرا بند کر کے بہت زیادہ اسموکنگ کی تھی۔

❁......❁......❁
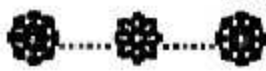
اگر میں یہ کہوں تم سے
کہ تم بن نامکمل ہوں
تو کیا تکمیل ممکن ہے؟

مہندی کا فنکشن اپنے عروج پر تھا سب گہما گہمی میں مشغول تھے پیلے سوٹ میں ملبوس سرسوں کے مرجھائے ہوئے پھول کی مانند سر جھکائے بیٹھی عائزہ یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے اسے عمر قید کی سزا سنائی جا رہی ہو جبکہ اس کے پہلو میں بیٹھا زعیم خوب ہنس رہا تھا۔

عینا نے صرف ایک نظر سر اٹھا کر ان دونوں کی طرف دیکھا پھر کچن میں چلی آئی۔ اس کی سوجھی ہوئی سرخ آنکھوں سے اس وقت بھی آنسو بہہ رہے تھے جبکہ پورا وجود یوں دہک رہا تھا جیسے انگارہ ہو۔ زعیم کے پہلو میں بیٹھے معید نے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر نظر پھیر لی تھی۔

کچن میں آنے کے بعد عینا نے کئی بار آنکھوں پر ٹھنڈے پانی کے چھپاکے مارے تھے مگر ان آنکھوں کی

جلن اور ایک عجیب سی چبھن بدستور قائم رہی تھی۔

گھر کے سبھی افراد چپ چپ سے تھے کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ کئی بار ملتوی ہوئی شادی کے اس موقع پر کسی بھی رشتہ دار یا عائزہ کے سسرال والوں کو عینا پر ٹوٹی قیامت کا پتا چلے تبھی اس نے بھی اپنے آنسو جیسے رگڑ لیے تھے مگر آنکھیں کسی بھی طرح خشک ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

زعیم کی فیملی بہت خوش دکھائی دے رہی تھی اس نے دل ہی دل میں چھلکتے آنسوؤں کے ساتھ اپنی بہن کی سچی اور دائمی خوشیوں کے لیے کتنی ہی دعائیں مانگ ڈالیں۔

وہ ابھی برتن دھو کر پلٹ رہی تھی جب معید وہاں چلا آیا ڈارک گرے شلوار قمیص میں ملبوس اس کی شاندار شخصیت بے حد چارمنگ دکھائی دے رہی تھی۔ عینا نے اسے دیکھتے ہی جلدی سے رخ پھیرا تھا مبادا وہ اس کی بھیگی ہوئی پلکیں نہ دیکھ لے۔

"عینا......"

"جی۔"

"چائے مل سکتی ہے ایک کپ؟"

"ہوں ابھی بناتی ہوں۔"

"طبیعت کیسی ہے اب؟"

"ٹھیک ہے۔"

"مگر مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہی۔" دونوں بازو سینے پر باندھے وہ دروازے کی ایک پٹ سے ٹیک لگائے کھڑا اسے بہت گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ عینا کی آنکھیں پھر بھیگنے لگیں تبھی وہ قریب آیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے اس دنیا کی سب سے اسٹوپڈ لڑکی کون ہے؟ عینا معظم علی۔" کن اکھیوں سے وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عینا کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے عین اسی پل اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسوؤں کو اپنی شفاف انگلیوں کی پوروں پر چن لیے تھے کچھ دیر یونہی یاسیت سے اس کی طرف دیکھنے کے بعد وہ بولا۔

"ہم دوست ہیں عینا! اتنا پرایا تو نہیں ہوا میں کہ تم اپنے غم بھی مجھ سے شیئر نہ کرسکو۔" وہ شاید گلہ کررہا تھا عینا نے آہستہ سے رخ پھیر لیا۔

"چلو اوپر ٹیرس پر چل کر بات کرتے ہیں یہاں کھڑے ہو کر کام کرنے کے لیے بہت ملازمائیں ہیں گھر میں۔"

"نہیں میں......"

"عینا میں تمہاری کوئی بات نہیں سننے والا چلو پلیز۔"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی بہانہ کرتی وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے سیڑھیوں کی طرف لے آیا تھا عینا سب سے اوپر والی سیڑھی پر بیٹھ گئی جبکہ وہ اس سے دو سیڑھیاں نیچے بیٹھ گیا تھا۔ کچھ پل خاموشی کی [illegible] کے بعد بالآخر وہ بولا۔

"تمہیں پتا ہے عینا! آج کے دور میں سب سے خوش نصیب لڑکی کون ہے؟"

"[illegible]"

"[illegible] شاید وہ لڑکی جسے کسی مرد کا سچا اور مخلص پیار ملے۔"

[illegible] اپنی زندگی میں بہت سی لڑکیوں سے پیار [illegible] ہیں ہر نئی منزل نئی گام پر مگر وہ سب کی عزت نہیں [illegible] عینا! بہت کم لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جنہیں مرد چاہنے کے ساتھ ساتھ ان کی عزت بھی کرتے ہیں اور وہی خوش نصیب لڑکیاں ہوتی ہیں مگر ہمارے ہاں کی عورت کا المیہ یہ ہے عینا کہ وہ کسی بھی مرد کے پیار کے لیے اپنا تن من دھن یہاں تک کہ عزت جو کسی بھی عورت کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتی ہے کو داؤ پر لگا دیتی ہیں چاہے وہ پیار محض اک فریب ہی کیوں نہ ہو حالانکہ عورت کی ذات سے اگر عزت کو نکال دیا جائے تو باقی کچھ بھی نہیں رہتا۔ عزت کے سرمائے سے محروم عورت سوائے ایک کھلونے کے اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی مگر پھر بھی...... خیر تم ساری بات تو سمجھ ہی گئی ہوگی ناں اور ہمارے ہاں کی عورت شاید کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔"

جانے وہ اسے کیا سمجھانے کی کوشش کررہا تھا عینا خاموشی سے اس کے حرکت کرتے لبوں کو دیکھتی رہی تھی تبھی وہ پھر بولا۔

"بہرحال میں نے ماموں سے تمہارے یونیورسٹی میں ایڈمیشن کی بات کرلی ہے عنا ابھی کچھ ٹائم ہے تمہارے پاس بہتر ہوگا اگر تم ذہنی طور پر خود کو اس کے لیے تیار کرلو۔"

"نہیں...... میں یونیورسٹی نہیں جانا چاہتی۔"

"کیوں؟"

"بس میں اب نہیں پڑھ پاؤں گی۔"

"میں پڑھاؤں گا اور تم پڑھو گی بھی؟"

"معید پلیز...... میرا دل نہیں لگے گا۔"

"لگ جائے گا تم فکر نہ کرو، لڑکیوں کے دل بہت جلدی لگ جاتے ہیں۔" وہ اس کے فرار کی ساری راہیں مسدود کیے بیٹھا تھا عنا دونوں ہاتھ مسل کر رہ گئی۔

"ایک بات پوچھوں، سچ سچ بتاؤ گی؟"

"ہوں......"

"بہت پیار کرتی ہو ریان سے؟" عنا کو امید نہیں تھی کہ وہ اس سے ایسا بھی کوئی سوال کرسکتا ہے تبھی اس کا دل دھڑکا تھا اور پلکیں تیزی سے بھیگی تھیں۔

"نہیں، مگر وہ میرا شوہر تھا میرے بچے کا باپ [illegible] اسے اس طرح سے کھونا نہیں چاہتی تھی۔"

"وہ تمہارا نہیں تھا کیونکہ اگر وہ تمہارا ہوتا تو کبھی [illegible] اور کی زلفوں کا اسیر نہ ہوتا۔" معید کے چہرے [illegible] اطمینان کی لہر چھلکی تھی عنا گھٹنوں پر سر ٹکائے [illegible]

"مجھے افسوس ہے عنا مگر حقیقت یہی ہے کہ ریان کو تم سے کبھی بھی پیار نہیں تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"جانتی ہو تو اس کے لیے اپنی زندگی کو مزید برباد مت کرو پلیز۔"

"جتنی برباد ہوچکی ہے اس کے بعد اب میرے لیے زندگی میں کچھ نہیں بچا معید۔"

"ایسا نہیں کہتے، خیر چلو اب تم ریسٹ کرو، میں میڈیسن بھجوا رہا ہوں وہ لے لینا۔" وہ اس کے لیے پریشان ہو رہا تھا عنا آہستہ سے اثبات میں سر ہلاتی فوراً سیڑھیوں سے اٹھ کھڑی ہوئی کہ اس وقت واقعی اسے آرام کی بہت اشد ضرورت تھی۔

❁......❁......❁

مہندی کا فنکشن جاری تھا اور زعیم کے پہلو میں بیٹھی عائزہ کی گردن مسلسل سر جھکائے بیٹھے رہنے سے دکھنے لگی تھی۔

اس کا دل اس لمحے بہت اذیت محسوس کر رہا تھا جبکہ زعیم کے ملبوس سے اٹھتی دلفریب خوشبو الگ پریشان کیے دے رہی تھی اوپر سے وہ جتنا سمٹ رہی تھی زعیم اتنا ہی پھیل کر اس سے قریب ہونے کی کوشش کر رہا تھا بار بار کبھی اس کے ہاتھ اور کبھی کندھا جیسے ہی اس کے وجود سے ٹچ ہوتے وہ جھنجلا کر رہ جاتی۔

اس نے ایک دو بار نظر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی بھی اس وقت وہاں اس کی مدد کے لیے موجود نہیں تھا عجیب بے بسی سی تھی جیسے درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا زعیم اور اس کی ساری فیملی وہیں موجود تھی اور وہ لوگ بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے۔ عائزہ کا دل چاہا وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونا شروع کردے تبھی معید وہاں چلا آیا اور عائزہ نے اس کی آواز سنتے ہی بے ساختہ پہلو بدلا تھا کیونکہ معید کے آنے سے صوفے پر اس کے لیے جگہ بناتے ہوئے زعیم پھر اس سے قریب ہوگیا تھا مگر اس بار اس سے برداشت نہ ہوا تو بول اٹھی۔

"معید بھائی۔" اس کی پکار پر معید کے ساتھ ساتھ، زعیم بھی چونکا تھا۔

"ہوں۔"

"میں تھک گئی ہوں ریسٹ کرنا چاہتی ہوں پلیز۔"

"اوکے میں آنٹی سے کہتا ہوں تقریب ختم کریں آپ تھوڑا انتظار کریں پلیز۔" اسے تسلی دیتا وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ گیا تبھی زعیم نے اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لیا تو عائزہ کو ایسا لگا جیسے اس نے بجلی کی کسی ننگے تار کو چھولیا ہو فوری طور پر اس نے اپنا ہاتھ زعیم کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کی مگر دوسری طرف اس کی گرفت مضبوط تھی عائزہ کو اپنا ہاتھ اس کی گرفت میں جکڑا ہوا محسوس ہوا تھا مارے

بے بسی کے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔"

"چھڑالو اگر چھڑا سکتی ہو تو میں نے تو چھوڑنے کے لیے نہیں تھاما۔" فوراً ہی اس کا سرد سا جواب بھی موصول ہوگیا تھا وہ ہونٹ کاٹ کر رہ گئی آنسو تھے کہ آنکھوں میں مچل رہے تھے مگر وہ اس "چینڈو" شخص کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی جبھی ضبط سے کام لے رہی تھی۔

"آپ اس زور زبردستی سے سوائے نفرت کے اور کچھ حاصل نہیں کرسکتے۔"

"چلو محبت نہ سہی نفرت ہی سہی کچھ تو مل رہا ہے نا آپ سے۔" وہ بھی ڈھیٹ ابن ڈھیٹ تھا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی تھی جبھی مرینہ بیگم وہاں چلی آئیں۔

"زعیم...... بیٹے کھانا لگ گیا ہے آپ کھانا کھالو عائزہ بھی تھک گئی ہوگی تھوڑا آرام کرنے، بہت رات ہوگئی ہے۔"

"جی آنٹی۔" لب دبا کر فرمانبرداری سے کہتے ہوئے اس نے اٹھتے اٹھتے اتنی زور سے عائزہ کا ہاتھ دبایا تھا کہ وہ تڑپ کر رہ گئی تھی۔

"جنگلی۔"

بنا کسی کی پروا کیے وہ بڑبڑائی [illegible] سن کر مسکرا دیا تھا عائزہ اپنے کمرے میں آئی تو اس کی آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہہ رہے تھے۔ نوچ نوچ کر ہر چیز اتارتے ہوئے اس نے بے پروائی سے ادھر ادھر پھینک دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کمرہ لاک کرکے نیچے قالین پر بیٹھتے ہوئے بیڈ کی پٹی سے ٹیک لگا کر وہ رونا شروع ہوئی تو پھر آنسو سسکیوں میں بدل گئے مگر وہ چپ نہ ہوئی۔

جانے رات کا کون سا پہر تھا جب وہ شدید پیاس کے ہاتھوں مجبور ہوکر کمرے سے نکلی اور کچن میں چلی آئی جہاں پہلے ہی معید کھڑا اپنے لیے کافی پھینٹ رہا تھا آہٹ کی آواز پر اس نے پلٹ کر عائزہ کی طرف دیکھا تھا۔

"عائزہ آپ؟"

"جی بھائی، بہت پیاس لگی تھی پانی پینے چلی آئی۔"

"ہوں اور کھانا؟"

"سوری کھانے کی بھوک نہیں ہے۔"

"اور کھانے کی بھوک کیوں نہیں ہے؟"

"پتا نہیں۔" بھینا کی طرح وہ بھی مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"اوکے، کافی پیو گی؟"

"ہوں۔"

"چلو بیٹھو یہاں میں بناتا ہوں ابھی ایک اور کپ۔" کچن میں رکھی کھانے کی چھوٹی ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ فوراً پلٹا تو عائزہ نڈھال سی وہیں بیٹھ گئی سامنے [illegible] کے کمرے سے اذہان کے قہقہوں کی آوازیں آرہی تھیں اس نے چپ چاپ سر کرسی کی پشت گاہ سے ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں۔

"یہ لو کافی، مگر پہلے یہ کچھ بریانی کھالو، میں نے ابھی گرم کی ہے خالی پیٹ کافی پینا اچھی بات نہیں۔" کرسی گھسیٹ کر کچھ ہی لمحوں کے بعد اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے وہ اسے ہدایت کررہا تھا۔

عائزہ نے چپ چاپ سر اثبات میں ہلایا وہ ابھی بریانی کے دو لقمے ہی لے پائی تھی جب معید نے کافی کا کپ دونوں ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"عائزہ، اگر میں یہ کہوں کہ تم میرے لیے بالکل میری چھوٹی سگی بہن کی طرح ہو اور یہ بھی کہ میں نے ہمیشہ سے خود کو تمہارا سگا بھائی سمجھا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کروگی؟"

"ہوں......" عائزہ نے بریانی چھوڑ دی تھی۔ معید نے نظریں اس کے ستے ہوئے چہرے پر ٹکا دیں۔

"تھینکس اس اعتماد کے لیے۔" وہ شاید اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا عائزہ خاموش رہی تبھی وہ پھر بولا۔

"میں زعیم کو بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں وہ ایک پڑھا لکھا بہت سمجھدار انسان ہے میری نظر نے آج تک اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ اگر ایک بھائی کی نظر سے

دیکھوں تب بھی اپنی بہن کے لیے میں اس سے بہتر شخص تلاش نہیں کرسکتا۔ پھر بھی تم اس شادی سے خوش نہیں ہو صرف اس لیے کہ وہ ایک دیہاتی شخص ہے؟"

"بھائی پلیز، میں اس شخص کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"تم نہ کرو مگر میں کرنا چاہتا ہوں صرف اسی لیے کہ وہ دیہات میں رہتا ہے تم اسے رد نہیں کرسکتی، عائزہ۔"

"میرے رد کرنے سے کیا ہوتا ہے بھائی، سو بار رد کروں تب بھی شادی اسی کے ساتھ ہونی ہے۔"

"مگر تم رد کیوں کرو؟ وہ تمہاری عزت کرتا ہے تمہیں پوری عزت اور ایمانداری کے ساتھ اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہے تم میری طرف دیکھو کیا میری شخصیت میں تمہیں کوئی کمی نظر آتی ہے میں نے بھی دیہات میں زندگی گزاری ہے تو کیا میں جاہل ہوں کیا میرے اندر سلیقہ نہیں شاید تمہیں برا لگے مگر یہ حقیقت ہے عائزہ، جو عزت اور پیار تمہیں زعیم جیسا ایک دیہاتی مرد دے سکتا ہے وہ شاید شہر کا کوئی لائق فائق لڑکا بھی نہ دے سکے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا آخر تم لڑکیاں ہمیشہ سراب کی خواہش کیوں کرتی ہو؟ پانی سے بھرے سایہ دار [illegible] کی طرف کیوں نہیں دیکھتیں؟"

"بھائی میرا زعیم سے کوئی واسطہ نہیں ہے بس میں کسی دیہات میں زندگی بسر نہیں کرسکتی۔"

"تو کیا ہوا زعیم کا شہر میں بزنس ہے اس کا سارا دن شہر میں گزرتا ہے تم کہو گی تو وہ یہیں گھر خرید لے گا عائزہ اس پر بھروسہ تو کرو۔"

"ٹھیک ہے بھائی، اب میں جاؤں بہت سخت نیند آرہی ہے۔" معید کی لمبی چوڑی تقریر کے جواب میں اس نے ہاتھ میں پکڑا کافی کا کپ دوبارہ ٹیبل پر رکھا تو وہ محض اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"ٹھیک ہے جاؤ شب بخیر، مگر میری باتوں پر غور ضرور کرنا تم نہیں چاہو گی پھر بھی سب کچھ ہو کر رہے گا تو کیا بہتر نہیں ہے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں تمہاری خوشی شامل ہو۔"

"ٹھیک ہے بھائی، شب بخیر۔"

وہ اس قصے سے بےزار تھی مگر چونکہ معید کی عزت کرتی تھی تبھی اس نے کچھ کہا نہیں تھا معید اس کے جانے کے بعد کتنی ہی دیر وہیں بیٹھا اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

کمرے میں دودھیا بلب روشن تھا۔ دروازہ مکمل بند نہیں تھا تبھی ہلکی سی روشنی کی ایک پتلی سی لکیر دروازے کی درز سے چھن کر باہر سیڑھیوں پر پڑ رہی تھی جہاں زرنیلا آفندی کا بیٹا علی دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اپنا چہرہ لیے چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ شب کے بارہ بج رہے تھے مگر زرنیلا ابھی تک [illegible] نہیں لوٹی تھی اس کی بیٹی نسمہ آج پھر اس کا انتظار کرتے کرتے روتے روتے سوگئی تھی۔

عثمان احمد سعید کی [illegible] جنت کو دو سال ہونے کو آئے تھے مگر [illegible] دونوں بچے ابھی تک اسے یاد کرکے روتے تھے [illegible] دونوں کی نظر میں زرنیلا کا مقام متاثر ہو رہا تھا کیونکہ وہ اس کی بدکرداری کے کئی مناظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔

ریان ملک اسے چھوڑ کر جاچکا تھا مگر اسے پروا نہیں تھی کیونکہ ریان کی جگہ اب عباد نظیر نے لے لی تھی زرنیلا کے لیے اس نے نا صرف اپنی بچپن کی منگیتر کو ٹھکرا دیا تھا بلکہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اس سے شادی کے لیے فائٹ بھی کر رہا تھا اور وہ جانتی تھی کہ ریان کی طرح وہ بھی اسے پانے کے لیے اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر آجائے گا کیونکہ وہ جال ہی اتنا مضبوط پھیلاتی تھی کہ شکار کا اس سے بچ نکل جانا ممکن ہی نہیں رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ بہت سرشاری سی کے ساتھ گھر واپس لوٹی تھی اور اس کے بیٹے نے اسے بہت نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا کوئی لاوا سا تھا جو اس کے اندر ہی اندر پک رہا تھا۔ عباد کو رخصت کرنے کے بعد وہ اپنے بیڈروم میں آئی تو اس کا بیٹا بھی اس کے پیچھے ہی چلا آیا وہ اسے دیکھ کر چونکی۔

شب ہجر کی پہلی بارش
محبت و جذبات کی خوشبو میں بسی ایک ایسی لڑکی کی کہانی
جو پیار کی برسات میں بھیگ کر سراپا محبت بن گئی
ابر نیساں جب اس پر برسا تو محبت کے سیپ دل میں
جھل مل کر دے
شب ہجر و فراق کا عالم اور نسخہ کیمیائے محبت کا راز لیے
آپ کے دل کی دنیا کو بھی جل تھل کر دے گی

"ارے علی بیٹا آپ ابھی تک سوئے نہیں؟"

"نہیں۔" علی کا سر ہنوز جھکا ہوا تھا مبادا وہ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت نہ دیکھ لے۔

"کیوں؟" وہ پلٹ کر اس کے مقابل آ گئی۔

"کیا آج پھر پاپا یاد آ رہے ہیں؟"

"نہیں۔" وہ اب بھی چپ چاپ سا تھا۔

"پھر......" اب کے اس نے بھنویں اچکائی تھیں تبھی علی نے سر اوپر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں آپ کا انتظار کر رہا تھا مجھے آپ کا زیادہ دیر گھر سے باہر رہنا اچھا نہیں لگتا۔"

"اوہ...... تو یہ بات ہے مگر بیٹا امی شوق سے تو گھر سے باہر نہیں رہتی سو کام ہیں جو امی کو کرنے ہوتے ہیں آپ کے پاپا تو رہے نہیں اب اور آپ ابھی بہت چھوٹے ہیں تو سارے کام امی کو ہی کرنے ہوتے ہیں نا آپ ٹائم پر سو جایا کرو شاباش۔"

"امی یہ عباد انکل کون ہیں؟"

"آپ کے پاپا کے دوست ہیں بیٹا۔"

"پاپا کے دوست ہیں تو آپ ان سے گلے کیوں ملتی ہیں؟" اس کا بیٹا آج اس کے سامنے وکیل بنا کھڑا تھا وہ ٹھٹھک گئی۔

"آپ کی عمر ان باتوں پر توجہ دینے کی نہیں ہے علی، جاؤ سو جاؤ جا کر۔" اب وہ اسے ڈانٹ رہی تھی۔ وہ ٹس سے مس تک نہیں ہو رہا تھا۔

"نہیں مجھے نہیں سونا مجھے نیند نہیں آتی امی۔"

"نہیں آتی نیند تو اپنے کمرے میں جا کر پڑھو، میرا دماغ خراب مت کرو۔" غصے نے اس کا چہرہ سرخ کر دیا تھا علی خاموشی سے سر جھکائے اس کے کمرے سے نکل آیا اگلے پانچ منٹ کے بعد وہ اپنے کمرے میں واپس آیا تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔ سامنے شیلف پر عفان کی تصویر رکھی ہوئی تھی اس نے وہ تصویر اٹھائی اور بیڈ کی پٹی سے ٹیک لگا کر نیچے زمین پر بیٹھ گیا جانے کیوں آج پھر اسے اپنا باپ بہت یاد آ رہا تھا۔ کتنے خطوط تھے جو وہ دونوں بھائی بہن اپنے اسکول کی کاپیاں پھاڑ کر روز اپنے باپ کے نام لکھتے تھے اور چھپا دیتے تھے۔

اس وقت بھی گھٹنوں پر تھوڑی ٹکائے وہ تصویر کو دیکھتے ہوئے رو رہا تھا جب اس کی دس سالہ بہن بستر سے اتر کر اس کے پہلو میں آ بیٹھی۔

"بھائی...... آپ پھر رو رہے ہو؟"

"نہیں۔" بہن کو دیکھ کر اس نے جلدی سے آنسو صاف کر لیے تھے۔

"کیا آج پاپا پھر یاد آ رہے ہیں؟" وہ ہنوز اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ہوں......" [illegible] اقرار کرنا پڑا تب ہی وہ بولی۔

"مجھے بھی پاپا بہت یاد آتے ہیں تمہیں پتا ہے بھائی ریان انکل ایک مرتبہ [illegible] سے کہہ رہے تھے کہ امی نے ان کے لیے ہمارے پاپا کی جان لے لی اور امی نے یہ مانا بھی۔"

"تمہیں [illegible] بات کا؟" وہ بری طرح چونکا تو بسمہ [illegible]

"میں نے خود سنا تھا میں اس وقت گھر پر تھی امی نے [illegible] ریان انکل سے شادی کرنے کے لیے ہمارے پاپا کو جان سے مار دیا۔"

اب بسمہ کی آواز بھی بھرا رہی تھی چودہ سالہ علی کو لگا جیسے کسی نے اس کے وجود میں پارا بھر دیا ہو اس کی شریانیں جیسے پھٹنے لگی تھیں اس رات وہ ایک پل کے لیے بھی سو نہیں سکا تھا اگلے روز جبکہ ان کی کچھ چھٹیاں ابھی باقی تھیں زرنیلا نے ان دونوں کو پھر سے زبردستی بورڈنگ بھجوا دیا تھا یہ اس سے تقریباً ایک ماہ بعد کی بات تھی جب عباد نفیر نے زرنیلا کا برتھ ڈے اس کے گھر پہ سیلیبریٹ کرنے کا عندیہ دیا تھا۔

زرنیلا بے حد خوش تھی بلیک شیفون کی پھولدار ساڑھی میں اس کا دودھیا وجود جیسے دمک رہا تھا۔ اس کے اور عباد کے درمیان ساری حدود کب کی پار ہو چکی تھیں لہٰذا آج اس نے خصوصی طور پر اپنے آپ کو پور پور عباد نفیر کے لیے سجایا تھا۔

دونوں نے رات کا کھانا باہر ہوٹل سے کھایا تھا کیک کاٹنے کی رسم البتہ گھر پر ہی ادا ہوئی تھی لاؤنج میں ساما اہتمام کیا گیا تھا چند قریبی لوگ بھی انوائیٹڈ تھے جو کیک کٹنے کے بعد آہستہ آہستہ رخصت ہو گئے تھے زرنیلا کے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ اس کا بیٹا اسے بتائے بغیر اس کے برتھ ڈے پر گھر آسکتا تھا وہ مکمل طور پر اپنی خوشی میں پاگل تھی مدہوش تھی اور اسی مدہوشی میں اس نے عباد نصیر پر اپنی چاہتوں اور پیاس کے دریا وہیں لاؤنج میں بہانے شروع کر دیے تھے اور اس کا بیٹا جو تھوڑی دیر پہلے اس کی غیر موجودگی میں گھر آیا تھا اپنے کمرے کی کھڑکی سے ایک ایک منظر چپ کر دیکھتا رہا اور روتا رہا۔

ماں کسی بھی انسان کی پہچان اور اس کا غرور و فخر ہوتی ہے مگر اس کی پہچان دھندلی پڑتی جا رہی تھی اس کا غرور و فخر خاک میں ملتا جا رہا تھا جو کچھ اس رات اس نے دیکھا تھا اس کے ذہن پر نقش ہو کر رہ گیا تھا یہی وجہ تھی کہ آنے والے دنوں میں اس کے لبوں پر مزید چپ کے قفل لگ گئے تھے۔

اس روز پریکٹیکل کے دوران اس نے اپنے ٹیچر کو کہتے سنا تھا کہ "پارا" (دھات) خطرناک ہوتا ہے اگر کوئی انسان غلطی سے کھا لے تو اس کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے تبھی اس کے ذہن نے ایک خطرناک رخ پر سوچنا شروع کر دیا تھا اور یہ بہت سے دن سوچنے کا نتیجہ ہی تھا کہ اگلے تین ماہ کے بعد جب وہ ایک ہفتہ کی چھٹیوں میں گھر آیا تو اس کے بیگ میں پارا موجود تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ماں کی طرز زندگی کا اثر اس کی معصوم بہن پر پڑے اور پھر اپنی ماں کی طرح وہ بھی تباہی و بربادی کے رستے پر نکل پڑے تبھی اس روز جب زرنیلا اور عباد نے پھر رات اکٹھی گزاری تھی اس نے ساری رات جاگ کر رونے کے بعد صبح زرنیلا سے پہلے ہی اٹھ کر دودھ میں وہ پارا شامل کر دیا تھا۔ عباد بچوں کی موجودگی کی وجہ سے زرنیلا کے اصرار کے باوجود بنا ناشتا کے لیے نکل گیا تھا مگر زرنیلا نے اپنے لیے خود ناشتہ تیار کیا ملازمہ چھٹی پر تھی اور گھر میں سوائے اس کے اور اس کے بچوں کے اور کوئی نہیں تھا۔

ناشتہ تیار کرنے کے بعد وہ بچوں کو جگائے بغیر اکیلی ہی ڈائننگ ٹیبل کی طرف آ بیٹھی تھی۔ مکھن لگا بریڈ اور دودھ اس کا فیورٹ ناشتا تھا تبھی ٹیبل پر پڑا اخبار اٹھا کر سامنے پھیلاتے ہوئے اس نے بائیں ہاتھ سے ناشتا شروع کر دیا تھا۔

بڑھے ہوئے ناخنوں پر لائٹ پنک کلر کی نیل پالش لگی تھی سر کے بال ابھی اس نے کل ہی ترشوائے تھے جبکہ بھنوئیں تو وہ خود ہی روز سیٹ کر لیتی پاؤں کے ناخن بھی جدید تراش خراش کے ساتھ بڑھے ہوئے تھے دوپٹے سے اسے ویسے ہی الرجی تھی سردیوں میں بھی دوپٹا گلے میں ڈال لیتی تو اس کا دم گھٹنے لگتا تھا نماز تو شاید اس نے زندگی میں کبھی پڑھی نہیں تھی خدا نے اس پر

غزل

ہم جو ہر روز نئی صبح کیا کرتے ہیں
تیرے گلشن کے مہکنے کی دعا کرتے ہیں
جن کو ہے اپنے معبود پہ یقین کامل
شب کو اٹھ اٹھ کر وہ سجدے ادا کرتے ہیں
شور سا شور بپا ہوتا ہے خانۂ دل میں
جب بھی ہم تجھ سے بچھڑنے کا سنا کرتے ہیں
کون جانے محبت میں کیے وعدوں کا!
پاس ہم اہل مہر و وفا کرتے ہیں
ہم ہر روز منڈیروں پہ جلاتے ہیں دیے
اور کچھ لوگ انہیں روز ہوا کرتے ہیں
وہ جب آئے تھے کئی لوگ تسلی دینے
جانے وہ لوگ میرے کون ہوا کرتے ہیں؟
کون رکھے گا انہیں یاد جو اوروں کے لیے
اپنے تن کو جلا کر بھی ضیا کرتے ہیں
یہ وہ دنیا ہے جہاں غرض ہے سب سے آگے
بنا مطلب کے کہاں لوگ ملا کرتے ہیں
سباس گل ... رحیم یار خان

احسان عظیم کیا تھا کہ اسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب امت میں سے پیدا کیا تھا مگر اس کی بدنصیبی کہ اس نے اپنی نفسانی خواہشات کے ہاتھوں صرف دنیا کماتے ہوئے خود اپنے اعمال بد سے اپنے اوپر جنت کے دروازے بند کرلیے تھے اور دوزخ کس نے دیکھی ہے دنیا میں؟ یہ اس کی سوچ تھی۔

اس روز ناشتے کے دوران ہی خود اپنے بیٹے کے ہاتھوں موت کے منہ میں جاتے ہوئے وہ بری طرح تڑپ رہی تھی مگر کوئی نہیں تھا اس وقت جو اس کے کام آتا۔ اخبار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا دنیا کی زندگی جو اسے لگتا تھا کبھی ختم ہی نہیں ہوگی اس کی آنکھوں کے سامنے ماند پڑتی جارہی تھی دونوں ہاتھوں سے اپنا گلہ پکڑے اس نے چلانے کی کوشش کی تھی مگر اس کے حلق سے آواز تک نہ نکل سکی۔ مارے تکلیف اور بے بسی کے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ مگر یہ تکلیف تو خود اس نے اپنے لیے منتخب کی تھی گمراہی کے راستے پر چلتے ہوئے وہ یہ بھول گئی تھی کہ زندگی چاہے کتنی ہی حسین کیوں نا ہو موت اذیت ناک ہی ہوتی ہے۔

اس کا سیل اس کی دسترس سے دور تھا۔

شدید ترین تکلیف سے سانس جیسے سینے میں اٹکنے لگی تھی نظروں کے سامنے زمین آسمان گھومتے لگے تھے۔ اس نے کلمہ پڑھنے کی کوشش کی مگر اسے کلمہ یاد ہی نہیں آرہا تھا اسے لگ رہا تھا اس اچانک پہنچنے والی شدید تکلیف سے وہ بے ہوش ہوکر گر جائے گی اور پھر کچھ گھنٹوں کے بعد دوبارہ اس کی آنکھ کھل جائے گی وہ زندہ ہوگی اور دنیا میں ہوگی اس نے آنکھیں بند ہونے سے پہلے اپنے بچوں کو یاد کیا...... باری باری دونوں کے چہرے اس کی نگاہوں میں گھومے تھے پھر عفان، ریان اور عباد کے چہرے تصور میں آئے تھے۔ وہ چہروں میں الجھتی چلی گئی اور ادھر زندگی کسی ریشمی ملبوس کی طرح اس کی دسترس سے پھسلتی چلی گئی۔

لوح قلم پر ایک اور انسانی زندگی کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوچکا تھا مگر کون جانتا تھا کہ اس باب میں صرف خسارے ہی خسارے رقم تھے۔

❁......❁......❁

بہت دنوں کے بعد لان میں ہلکی ہلکی دھوپ بکھری تھی۔

سندان حسن کی تین سالہ بیٹی وہیں اس کے قریب لان میں مٹی سے کھیل رہی تھی جبکہ اس کی بیوی زرنگار رات دیر تک ایک گیٹ ٹو گیدر پارٹی میں شریک رہنے کے سبب ابھی تک کمرا بند کیے سو رہی تھی۔ دو سال ہوئے تھے اس کی ماں کو وفات پائے جن دنوں اس کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس کی ماں نے اس حادثے کو ایسا دل پر لیا کہ بستر سے لگ کر رہ گئیں اکلوتے بیٹے کی عمر بھر کی معذوری کے تصور نے انہیں زندگی سے پہلے ہی کھوکھلا کر ڈالا تھا اور وہ وقت سے پہلے زندگی کی بازی ہار گئیں ان کی رحلت کے بعد اس کی بہن منزہ بھی اس کے ہاتھوں سے نکلتی چلی گئی اور ایک رات ایسی بھی آئی کہ جب وہ اس کی معذوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تاریکی میں گھر سے بھاگ گئی۔

قدرت کی طرف سے مکافات عمل ہوتا ہے مگر انسان سمجھتے نہیں، وہ دوسروں کی عزتوں کو پامال کیا کرتا تھا...... اس کے وہ بد اعمال اب اسے واپسی کا رستہ دکھا رہے تھے۔ ماں کی وفات کے بعد دوسری بار وہ کمرا بند کرکے رویا اور پھر مزید خاموش ہوگیا سارا سارا دن خاموش بیٹھا دور خلاؤں میں تکتا رہتا۔ کئی کئی گھنٹے بھوکا پیاسا کمرے میں ایک ہی کروٹ پر پڑا رہتا اس کی ٹانگ کا زخم بھی اب خراب ہورہا تھا مگر اسے پروا نہیں تھی اپنے نفس کے ہاتھوں جتنے گناہ وہ کرچکا تھا ان کی یہ سزا بہت کم تھی وہ چاہتا تھا کہ اس کے وجود میں کیڑے پڑجائیں مگر کوئی اس کا پرسان حال نہ ہو، زرنگار اس پہ ہنستی تھی طنز کرتی تھی اور وہ خاموشی سے برداشت کرجاتا تھا۔

صرف اسے اذیت دینے کے لیے اس نے بیٹی پیدا کی تھی وہ دل سے چاہتی تھی کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور جس روز اس کے گھر بیٹی نے جنم لیا وہ شدید درد میں ہونے

کے باوجود بے حد مسرور تھی۔

اس کا باپ جو پہلے ہی جوان بیٹے کی معذوری، بیوی کی رحلت اور بیٹی کے گھر سے بھاگنے کی بدنامی کے بعد بے حد ٹوٹ چکا تھا آفس سے آنے کے بعد اسے اور اس کی بیٹی کو سنبھالتا تھا باپ کے آنے تک وہ بے بس سا یونہی کمرے میں بے حال پڑا رہتا تھا مگر زرنگار اس کی طرف ایک نظر بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ کوشش کرے تو وہ چل سکتا ہے مگر وہ کوشش ہی نہیں کرتا تھا۔

اپنی بیٹی کے پیدا ہونے سے پہلے وہ بار وہ خودکشی کی کوشش کر چکا تھا مگر دونوں بار بچ گیا شاید موت بھی ابھی اس پر مہربان نہیں ہوئی تھی۔

اسے اپنے باپ پر ترس آتا جو دن بھر آفس میں کھپنے کے بعد پھر ان دونوں باپ بیٹی کے کاموں میں لگ جاتے زرنگار نے اپنی مصروفیات ڈھونڈ لی تھیں رات دیر تک اس کی ماں کی طرح وہ کبھی کسی پارٹی کبھی کسی نائٹ فنکشن میں شریک ہوتی اور دن میں سارا دن سوتی رہتی پہلے پچھلے دنوں سے اس نے مردوں سے دوستی بھی شروع کر دی تھی اور وہ مرد اب اس کے ساتھ اس کے گھر آتے تھے بالکل ویسے ہی جیسے سندان اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ ان کے گھر جاتا تھا مگر تب وہ نہیں جانتا تھا کہ ایک دن یہ سب اعمال پلٹ کر کیچڑ کی طرح خود اس کی اپنی ذات پر آگریں گے اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔

اس کے دوست اب بھی آتے تھے مگر اب ان کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے کی فرصت نہیں ہوتی تھی ہوتی بھی تو سندان کو اچھا نہیں لگتا تھا اسے اب کچھ بھی اچھا نہیں لگتا سوائے اپنی بیٹی کی ننھی منی شرارتوں کے اگر وہ نہ ہوتی تو وہ کب کا تیسری بار خودکشی کی کوشش کر چکا ہوتا۔

وہ اوائل سردیوں کے دن تھے زرنگار گھر پر نہیں تھی اور وہ اپنے ایک دوست کے پاس لان میں بیٹھا تھا جبکہ اس کے پاپا آفس کے لیے نکل گئے تھے تبھی اس کی بیٹی نیند سے جاگ کر بیڈ سے نیچے اتر آئی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف آ گئی چونکہ اس کا بیڈ روم پہلے اوپر والے فلور پر تھا لہٰذا زرنگار اور بچی وہیں سوتی تھیں جبکہ وہ اور اس کے پاپا نیچے والے کمروں میں سوتے تھے وجہ سندان کی معذوری تھی۔

اس وقت بھی وہ اپنے دوست کے ساتھ کاروبار اور اپنی صحت کے متعلق ڈسکس کر رہا تھا جب اچانک اسے اپنی بیٹی کی چیخوں اور رونے کی آواز سنائی دی۔ اس کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا فوراً سے پیشتر اس نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی تھی مگر اس کوشش میں لڑکھڑا کر گر گیا تھا زندگی میں پہلی بار اسے اپنی معذوری پر رونا آیا تھا۔

اس کے دوست نے اس کی کیفیت کو سمجھا اور خود اٹھ کر اسے سنبھالنے کے بعد وہ اندر کی طرف دوڑا اگلے پانچ منٹ کے بعد جب وہ واپس لان کی طرف آیا تو سندان کی بیٹی اس کی بانہوں میں بے ہوشی کی حالت میں تھی اور اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا سندان کی جیسے کسی نے جان نکال لی۔ اس کا دوست اس وقت اسے اور اس کی بیٹی کو لے کر قریبی کلینک گیا اور پھر بچی کے ہوش میں آنے تک وہ اس کے پاس ہی بیٹھا رہا سندان اس کا بہت مشکور تھا اس وقت وہ اس کے لیے کسی رحمت کے فرشتے سے کم نہیں تھا۔

شام میں زرنگار جلدی گھر واپس آ گئی تھی مگر اس سے پہلے وہ اپنے پاپا سے خوب لڑ چکا تھا کہ ان لوگوں نے اسے بتائے بغیر ایک کروڑ کے بھاری حق مہر کے عوض اس کی شادی زرنگار جیسی بے حس لڑکی سے کیوں کی آج اگر ان کے حالات خراب نہ ہوتے تو وہ کب کا زرنگار کو فارغ کر چکا ہوتا اس کے پاپا اس سے شرمندہ تھے مگر اب ان کے اختیار میں بھی کچھ نہیں رہا تھا۔

زرنگار سرشاری کمرے میں آئی تو وہ بچی کو گود میں لیے بیٹھا تھا جبکہ اس کی آنکھیں جیسے لہو شکار ہو رہی تھیں وہ تھکی اور نہ چاہتے ہوئے بھی لپک کر قریب چلی آئی تھی۔

"کیا ہوا اسے کیسے لگی چوٹ؟"

"پتا نہیں۔"

"پتا نہیں، سارا دن بے کار گھر میں پڑے رہتے ہو ایک چھوٹی سی بچی کا خیال نہیں رکھ سکتے؟"

"جسٹ شٹ اپ" پہلی بار اس کے طنز پر وہ شیر کی طرح دھاڑا تھا زرنگار حیران رہ گئی۔

"واہ بھئی کمال ہوگیا اپنی بیٹی بستر سے گری تو یہ حال ہے دوسروں کی بیٹیوں کو ان کے ماں باپ کی نظروں سے گرا دیتے تھے ساری دنیا کی نظروں میں دو کوڑی کا کردیتے تھے تب کیوں دل نہیں تڑپا تھا کیوں وہ کسی کی بیٹیاں نہیں تھیں؟"

"بکواس بند کرو اپنی اگر میں دو سال سے لبوں پر چپ کا قفل ڈالے ہوئے ہوں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم مجھ پر خدائی شروع کردو میں نے جو کیا اس کے لیے میں اپنے رب کو جواب دہ ہوں وہی مجھے سزا و جزا دینے کا حق رکھتا ہے تم خدا نہیں ہو جو ہر وقت اذیت کا دوزخ دہکائے رکھو میرے لیے نہ ہی میں نے اپنی مرضی سے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیا ہے۔" پہلی بار زرنگار نے اسے اس درجہ غصے میں دیکھا تھا۔

"میری ماں بھی تمہارے جیسی عورت تھی اس نے ہرگز ایک مسلم عورت کی طرح ہماری پرورش نہیں کی بچپن میں صرف ایک بار قاری صاحب سے قرآن پاک پڑھوا کر اس نے سمجھ لیا کہ اس کی ذمہ داری ختم ہوگئی میں جو بھی کرتا تھا اپنی ماں کو آ کر بتاتا تھا مگر میری ماں نے کبھی مجھے نہیں ڈانٹا بھی نہیں کہا کہ میں جو کررہا ہوں وہ غلط ہے ماں کی گود کسی بھی انسان کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے جو باتیں انسان اپنی ماں سے سیکھتا ہے وہ ساری زندگی اس کے ذہن پر نقش ہوکر رہ جاتی ہیں مگر میری ماں نے دنیا کی بہت سی الٹرا ماڈرن ماؤں کی طرح کبھی اس بات کو نہیں سمجھا۔ شوہر کو کاٹھ کا الو بنا کر اپنی بھی دنیا و آخرت برباد کی اور ہماری بھی مگر میں کاٹھ کا الو نہیں ہوں میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا جو کچھ ہم نے اپنی ماں سے سیکھا، وہی سب میری بیٹی تم سے سیکھے اور اپنی دنیا و آخرت تباہ کرے میں اپنے اعمال کی سزا خود بھگتوں گا اپنی بیٹی کو اس کا شکار نہیں بننے دوں گا تم بھی

تم؟" غصے نے اس کا چہرہ سرخ کردیا تھا زرنگار چپ چاپ اسے دیکھتی رہی تبھی اس نے رخ پھیرا تھا۔

"میں جانتا ہوں غلط ہوں گناہ گار ہوں اسلامی نظام حکومت رائج ہوتا تو شاید اب تک کب کا سنگسار کیا جاچکا ہوتا مگر میں کبھی کسی لڑکی کو بازو سے پکڑ کر زبردستی اس کے گھر سے نکال کر نہیں لایا لڑکیاں خود اپنی خواہشات کو پامال کرنے کے لیے قریب آتی ہیں ورنہ بہت سی لڑکیاں تھیں جن سے میں نے فلرٹ کرنا چاہا تھا مگر نہیں کرسکا ان کی حیا اور پردے نے میرے اندر شیطان کو بھی قریب آنے ہی نہیں دیا۔ کبھی وہ میرے چکر میں نہیں آئیں شاید ان کی حیا اور پردے کی وجہ سے ہی میرے جیسے جانے کتنے آوارہ لڑکوں کو ہمت ہی نہیں ہوئی تھی کہ ان کے ساتھ کچھ برا کیا جائے کوئی بھی لڑکا چاہے وہ جتنا بھی بڑا شیطان ہو کسی لڑکی کے ساتھ کچھ برا نہیں کرسکتا جب تک وہ لڑکی خود اسے اپنی بربادی کی اجازت نہ دے۔" وہ اسے بتا رہا تھا زرنگار خاموشی سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔

"لڑکیاں مجبور ہوتی ہیں بعض اوقات ان کے حالات انہیں مجبور کردیتے ہیں وہ خواب دیکھنے پر جن کی تعبیر سوائے بربادی کے اور کچھ نہیں ہوتی۔" زرنگار انگلیوں سے انگوٹھیاں اتارنے لگی۔

"تمہارے حالات خراب نہیں ہیں پھر تم کیوں خود کو جہنم کا ایندھن بنانے پر تلی ہوئی ہو کیا تم ایک ماں کے فرائض اور شوہر کے حقوق نہیں جانتیں۔"

"جانتی ہوں مگر میرا شوہر اس قابل نہیں ہے کہ اس کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔"

"ٹھیک ہے شاید مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے مگر جس راستے پر تم چل رہی ہو وہ راستہ صرف میری تباہی نہیں ہے تم خود بھی تباہ ہوسکتی ہو اس پر۔"

"کوئی بات نہیں تمہاری بربادی، ذلت و رسوائی کے عوض اگر مجھے خود بھی برباد ہونا پڑتا ہے تو یہ سودا مہنگا نہیں بہت لطف آتا ہے مجھے جب پارٹی میں لوگ مجھے شراب پیتے دیکھ کر تمہارے حوالے سے پہچانتے ہیں [illegible]

بانہوں میں بانہیں ڈال کر جب میں کسی ریستوران میں داخل ہوتی ہوں تو سندان حسن کی بیوی کہہ کر پکارتے ہیں میری بے حیائی دیکھ کر تم پر تف بھیجتے ہیں سو سو باتیں کرتے ہیں تمہاری غیرت کا مذاق اڑاتے ہیں بچی بہت مزا آتا ہے۔" وہ اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی سندان لب بھینچ کر رہ گیا۔

زندگی میں بعض موڑ ایسے آتے ہیں جب انسان بہت کچھ کرنا چاہتا ہے مگر وہ خود کو بے بسی کی انتہا پر کھڑا محسوس کرتا ہے سندان حسن کی زندگی میں وہ موڑ بھی ایسا ہی ایک موڑ تھا اس رات صبح فجر تک وہ ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکا تھا مگر وہ رات اس کی زندگی میں ایک انقلابی رات ثابت ہوئی تھی، بہت سے مشکل فیصلے تھے جو اس رات اس نے کیے تھے۔

اسے خود کو بدلنا تھا اپنی زندگی کو معذوری کی نذر کرنے کے بجائے بامقصد بنانا تھا اور اس کے لیے اسے اپنے پاپا کے ساتھ ساتھ اپنے دوستوں کی مدد کی بھی ضرورت تھی۔

اس نے اپنے لیے ایک کیئر ٹیکر کا ایڈ اخبار میں دے دیا اور ایک ہفتے کے اندر اندر اسے ایک نوجوان خوبرو لڑکی مل گئی جو اپنے گھریلو حالات سے مجبور جانے کیسی کیسی حدیں پار کرنے پر مجبور تھی سندان نے اس کے تمام حالات جان کر اسے اپائنٹ کرلیا۔

اب یہ ہوتا تھا کہ وہ اس کی بیٹی کو بھی سنبھالتی تھی اور اسے بھی سندان کے کھانے پینے کا خیال رکھنے کے علاوہ وہ اس کا منہ بھی دھلواتی تھی اس کے سر میں تیل کی مالش بھی کرتی تھی اسے روز ایکسر سائز بھی کرواتی تھی اس کے مہمانوں کو بھی ڈیل کرتی تھی چھوٹی سی چھوٹی بات کے لیے بھی وہ اسے آواز دیتا تھا اور وہ بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو جاتی۔

عظیم صاحب اس لڑکی حیا کے آجانے سے بہت خوش تھے انہیں بہت آرام مل گیا تھا اس سے اور یہ بات زرنگار سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔ اس روز سنڈے تھا عظیم صاحب اور سندان اکٹھے بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے جبکہ حیا دعا کو لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی تبھی ناشتے کے دوران سندان نے عظیم صاحب سے کہا تھا۔

"پاپا مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔"

"ہوں کہوں بیٹے، کیا بات ہے؟" وہ فوراً متوجہ ہوئے تھے سندان نے ہاتھ میں پکڑے کافی کے مگ کو دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا۔

"پاپا میں حیا سے شادی کرنا چاہتا ہوں وہ اچھی لڑکی ہے اور سب سے بڑھ کر اس کے اندر انسانیت ہے بہت سے کام وہ صرف انسانیت کے ناطے کرتی ہے پیسوں کے لیے نہیں پھر مجھے اس کی ضرورت ہے ایک بیوی کی حیثیت سے وہ جیسے میری خدمت کرسکتی ہے ملازمہ کی حیثیت سے نہیں کرسکتی مجھے خود بھی گوارا نہیں کہ ملازمہ کی حیثیت سے وہ میرے قریب آئے مجھے چھوئے میرے کام کرے پھر میری بیٹی کو بھی جیسے وہ سنبھال سکتی ہے اور سنبھال رہی ہے میں اس سے بہت خوش ہوں زرنگار میری منزل نہیں ہے پاپا بس وہ نہ میرے لیے وقت ہے نہ میرے لیے اور نہ ہی میری بیٹی کے لیے اس نے یہ شادی صرف مجھ سے اپنی بہن کا انتقام لینے کے لیے کی ہے میں اسے ڈائیورس نہیں دے سکتا مگر دوسری شادی تو کرسکتا ہوں نا...... پاپا ایک ایسی لڑکی سے جو چاہے خوب صورت نہ ہو مگر اسے اپنے حقوق و فرائض کا خیال رکھنا آتا ہو جس کا دل پتھر سے نہیں گوشت کے لوتھڑے سے بنا ہو جسے میری عزت کرنی آتی ہو اور میری بیٹی کی اچھی تربیت کرنا بھی۔"

"ہوں یہ تو بہت اچھی بات ہے! کیا حیا مان جائے گی؟"

"جی پاپا میں اس سے بات کرچکا ہوں سب کچھ بتا بھی چکا ہوں وہ بہت خوش ہے اصل میں اس کی ماں نہیں ہے باپ نے دوسری شادی کر کے سوتیلی ماں کو سر پر لا بٹھایا سوتیلی ماں بھی ایسی کہ جس کے پہلے سے چار بچے تھے اب نا صرف وہ عورت اسے پریشان کرتی ہے بلکہ اس کے بیٹے بھی تنگ کرنے سے باز نہیں آتے کئی بار وہ لوگ

اس کا سودا کر چکے ہیں کیونکہ ماں کے بعد دو سال پہلے وہ باپ کی شفقت سے بھی محروم ہو چکی ہے۔"

"پھر تو یہ کام جلد از جلد ہو جانا چاہیے بیٹے کیونکہ میرے خیال میں تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔"

"جی پاپا تھینک یو۔" وہ مسکرایا تو عظیم صاحب لاؤنج میں اس کے گال تھپتھپا کر رہ گئے تھے۔ رات میں جب وہ اپنی فیورٹ موری دیکھ رہا تھا زرنگار کی گھر واپسی پر اس نے اسے بتایا تھا۔

"میں شادی کر رہا ہوں تمہیں اگر کوئی اعتراض ہے تو شوق سے میری جان چھوڑ کر جا سکتی ہو۔"

"واٹ؟" وہ جو سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔

"کیا کہا ابھی تم نے...... احتم شادی کر رہے ہو؟"

"ہوں......"

"ہاہاہا...... یہ کیسے ہو سکتا ہے کون عقل کی اندھی شادی کر رہی ہے تم سے؟" حسب معمول اس نے اس کا مذاق اڑایا تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"کل دیکھ لینا اسی گھر میں آ کر رہے گی وہ۔"

"اچھا اس کا مطلب ہے کل یہ تماشہ دیکھنے کے لیے میں اپنی ساری مصروفیات ترک کر دوں گا۔"

"نہیں...... ضروری نہیں تمہاری غیر موجودگی میں بھی شادی کر سکتا ہوں میں تمہیں میری بلا سے۔ لیے اپنی مصروفیات ترک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"چلو کل دیکھیں گے کس کی عقل پر پتھر پڑے ہیں جو اس اندھے کنوئیں میں گرنے جا رہی ہے۔" اس کا لب و لہجہ ابھی استہزائیہ تھا سندان نے گہری سانس بھرتے ہوئے آہستہ سے پلکیں موند لیں اگلے روز زرنگار گھر پر رہی اور عظیم صاحب بھی۔

ظہر کی نماز کے بعد مولوی صاحب اور سندان کے دوست گواہ کی حیثیت سے آ گئے مگر زرنگار بے چینی سے لڑکی کو ڈھونڈ رہی تھی جانے کیوں اس کا دل بے چین سا تھا۔ حیا کچن میں تھی کی وہ اسے اپنے لیے چائے کا آرڈر دے

مرد کی خوب صورتی

مرد کی خوب صورتی کیا ہوتی ہے بھلا؟

❖ خوب صورت مرد وہ ہوتا ہے جو عورت کی بڑی سے بڑی خطا معاف کر دیتا ہے۔

❖ خوب صورت مرد وہ ہوتا ہے جو روٹی، کپڑا اور پناہ دے کر احسان نہیں کرتا بلکہ مشکور نظر آتا ہے۔

❖ خوب صورت مرد وہ ہوتا ہے جو وحشت کے گھوڑے پر سوار ہو کر عورت کی انا کی دھجیاں نہیں اڑاتا۔

❖ خوب صورت مرد وہ ہوتا ہے جو مانگے بنا عورت کو محبت دیتا ہے۔

❖ خوب صورت مرد وہ ہوتا ہے جو عورت کو محض نفسانی خواہشات کا آلہ نہیں سمجھتا۔

❖ خوب صورت مرد وہ ہوتا ہے جو عورت کو موتیا کا پھول سمجھتا ہے موتیا کا پھول گرم سانس کی گرمی نہیں سہہ سکتا وہ عورت کو اپنے مزاج کی تپش سے جلا کر راکھ نہیں کر دیتا ہے۔

(بشریٰ رحمان کے ناول "خوبصورت" سے اقتباس)

ارم کمال ...... فیصل آباد

کرا اوپر اپنے کمرے میں آ گئی تقریباً پانچ منٹ کے بعد حیا نے اسے کمرے میں چائے پہنچا دی تھی۔

چائے پینے کے بعد وہ یونہی بے مقصد کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتی رہی۔ اس کی بیٹی حیا کے کمرے میں سو رہی تھی وہ اب اس کی عادی نہیں رہی تھی اور زرنگار کو اس کی پروا بھی نہیں تھی۔ چند لمحے یونہی بے چینی سے ادھر ادھر چکر کاٹنے کے بعد بالآخر وہ نیچے ہال کمرے میں چلی آئی جہاں سرخ شیفون کا دوپٹا اوڑھے حیا سندان کے پہلو میں بیٹھی تھی اور سندان نکاح کے بعد اپنے دوستوں سے مصافحہ کرتا اپنی نئی شادی کی مبارک باد وصول کر رہا تھا۔ عظیم صاحب کے چہرے سے چھلکتی خوشی بھی اس سے پوشیدہ نہ رہ سکی تھی۔ اسے لگا جیسے اس کا وجود ایک دم سے پتھر کے مجسمے میں تبدیل ہو گیا ہو کس قدر بے یقینی سے اس نے

سامنے ہال کرنے کا منظر دیکھا اور چکرا کر رہ گئی تھی۔

❁……❁……❁

برأت آ گئی تھی۔ عائزہ کو لگا جیسے اس کا جنازہ تیار ہو رہا ہو اور دفنانے میں بس چند گھنٹے ہی باقی رہ گئے ہوں' کسی دیہات میں ساری زندگی بسر کرنے کا تصور ہی اسے اندر سے کھائے جا رہا تھا اوپر سے ذعیم جیسا ڈھیٹ اور بے حس دیہاتی مرد جس میں انسانیت نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی۔

فیحا مایوں کے فنکشن سے لے کر اس کی رخصتی تک ہر لمحہ اس کے ساتھ ساتھ رہی تھی اور اب بھی اس کی ماں نے اس کے ساتھ ہی بھیجا تھا تاکہ عائزہ اگر کہیں اپنی نادانی سے کوئی بات بگاڑے تو وہ اپنی سمجھداری سے سنبھال لے اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ ذعیم کا گاؤں اس کے شہر سے کتنی مسافت پر ہے پہلی بار ایسا اتفاق ہوا تھا کہ وہ اپنے شہر سے کسی گاؤں کی طرف سفر کر رہی تھی اور اس سفر کی طوالت نے حقیقی معنوں میں اس کی ہمت توڑ دی تھی۔

ایک تو گرمی دوسرا بھاری بھرکم لباس اور تیسرا اتنا فاصلہ کہ بیٹھے بیٹھے اس کی کمر جواب دے گئی وہ اپنے گھر والوں کے ظلم پر جتنا بھی غصہ کرتی کم تھا۔ وہ لوگ تمام رسومات کی ادائیگی کے بعد صبح فجر سے پہلے نکلے تھے اور اب سارا دن ڈھل گیا تھا مگر گاڑی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی [illegible] بے بسی تھی۔

عصر کی اذان کے قریب کہیں جا کر ذعیم کا گاؤں شروع ہوا اور اس نے جیسے سکون کی سانس لی وہ کسی فاتح کی طرح بڑے فخر سے مرینہ بیگم اور فیحا کو اپنی زمینوں کے رقبے اور اس سال ہوئی فصلوں کی کارکردگی کا بتا رہا تھا۔

ہوا کے سنگ آتی کھیتوں کی خوشبو سانسوں سے ٹکراتی اسے ایک عجیب سے احساس سے دوچار کر رہی تھی یونہی ذرا سا سر اٹھا کر اس نے دیکھا شام کی ہلکی نارنجی روشنی میں ارد گرد تا حد نگاہ پھیلی ہری بھری فصلیں ایک عجیب سا سہانا منظر پیش کر رہی تھیں اس نے تھک کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ بہت فرق تھا گاؤں اور شہر کی زندگی میں تقریباً دس منٹ کے بعد گاڑی ایک بڑے سے پختہ گھر کے

سامنے رکی تھی جسے خوب سجایا گیا تھا لوگوں کا ایک جم غفیر جیسے ان کا منتظر کھڑا تھا۔ زعیم جیسے ہی گاڑی سے باہر نکلا سب نے اسے گھیر لیا' عائزہ نے اس منظر کو مزید کوفت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔

زعیم اگلے دو منٹ کے بعد ہی سب سے معذرت کرتا نماز کے لیے چلا گیا جبکہ وہ جیسے انسانوں کے جھنڈ کے نرغے میں آ گئی تھی' اس نے کبھی انسانوں کا ایسا ہجوم اور وارفتگیاں نہیں دیکھی تھیں تبھی اس کا دل گھبرا رہا تھا البتہ مرینہ بیگم اور نیہا ہنوز خوش اور فریش دکھائی دے رہی تھیں شاید ان کے لیے یہ سب نیا نہیں تھا۔ مارے تھکن کے عائزہ کی کمر جیسے ٹوٹنے کو آ گئی تھی مگر افسوس وہاں ابھی رسموں میں لگے تھے کسی کو بھی اس کی تھکن کا احساس نہیں تھا۔

تقریباً بیس ہزار گز پر مبنی وہ حویلی نما گھر بھی اس وقت وہاں اکٹھے ہوئے بھانت بھانت کے لوگوں کی وجہ سے تنگ پڑ رہا تھا' زعیم کی دلہن دیکھنے کے شوق میں عورتیں جیسے ایک دوسرے کو کچل رہی تھیں یوں جیسے وہ کوئی انسان نہ ہو عجوبہ ہو۔ بلند و دیوار پر نیا رنگ و روغن ہوا تھا۔ وسیع و عریض صحن میں پیپل اور شہتوت کے گھنے سایہ دار درخت سر اٹھائے کھڑے تھے۔ ایک طرف غسل خانے کے پاس بڑا سا ہینڈ پمپ لگا تھا اور وہیں سائیڈ میں بڑی خوب صورت پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ دوسری جانب ورمین سے بنی ایک دیوار کے قریب بڑا سا تندور لگا تھا جس سے اٹھتا دھواں اور روٹیوں کی سوندھی سوندھی خوشبو پورے آنگن میں پھیلی ہوئی تھی۔

عائزہ نے سر جھکائے جھکائے اپنے پہلو میں بیٹھی مرینہ بیگم کا ہاتھ زور سے دبا دیا تبھی وہ اس کی طرف جھکی تھیں۔

''پھپھو مجھے واش روم جانا ہے اور بہت تھکن بھی محسوس ہو رہی ہے' مجھے لگتا ہے میں بے ہوش ہونے والی ہوں۔'' منمنا کر بہت دھیمے لہجے میں اس نے کہا تو مرینہ بیگم سر ہلا کر رہ گئیں۔ اگلے دو منٹ کے بعد ہی بنا کسی کی پروا کیے اسے زعیم کے بیڈ روم میں پہنچا دیا گیا تھا۔ عائزہ کو کمرے میں آتے ہی عجیب سے سکون کا احساس ہوا' کمرا کیا تھا ایک ریاست تھی جس کے سحر میں کھو کر وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔

وہاں گاؤں میں کوئی اتنی شان و شوکت سے بھی رہتا ہوگا اسے یقین نہیں آ رہا تھا' بڑے سے جہازی سائز بیڈ کے اوپر زعیم کی بڑی خوب صورت تصویر لگی تھی' عائزہ نا چاہتے ہوئے بھی ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی بلاشبہ وہ شخص بے حد خوب صورت تھا۔ عائزہ کو اپنی نظریں سامنے موجود سیاہ چمکدار مقناطیسی نگاہوں سے چھڑانی مشکل ہو گئیں۔ پہلی بار اس نے زعیم ملک کو دیکھا تھا اور جیسے پتھر کی ہو گئی تھی صرف چند لمحوں کی بات تھی اور ان چند لمحوں میں وہ جیسے اپنا سب کچھ ہار بیٹھی تھی۔ ایک عجیب سی برقی رو تھی جو اچانک ہی اس کے سارے وجود میں سرایت کر گئی تھی۔ اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ ان چند لمحوں میں اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔

جھٹکے سے اس سے نظریں چرا کر وہ دونوں ہاتھ بیڈ پر ٹکاتے ہوئے وہیں بیٹھی تو اس کا دل یکبارگی سے دھڑکا تھا۔

سامنے لگے بلیک وال کلاک میں چھوٹے چھوٹے ہیروں کی مانند دمکتی سوئیاں رات کے بارہ بجا رہی تھیں مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ عائزہ کا دل اس شخص سے سامنے کا تصور کر کے پھر سے بے چین ہو اٹھا تھا بھلا وہ اس شخص کا سامنا کس منہ سے کرے گی؟

پریشانی سی پریشانی تھی' ابھی وہ اسی سوچ میں گم تھی کہ اچانک اس کے کمرے کا دروازہ ہلکے سے بجا اور اس کے ساتھ ہی عائزہ کا دل جیسے اچھل کر حلق میں آ گیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

Digest
ANCHAL
موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر ۱

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

چاہت میں ہم نے طور پرانے بدل دیے
جذبہ ہر اک سنبھال کے خانے بدل دیے
بے فائدہ ہے لوٹ کے آنا ہواؤں کا
ہم نے سب ہی پرانے ٹھکانے بدل دیے

اس نے جلتی ہوئی آنکھوں پر پانی کے چھینٹے مارے اور سکون محسوس کیا۔ مگر پانی سے خوب صورت آنکھیں کاجل سے محروم ہوگئیں۔ ٹشو پیپر سے پلکیں خشک کرتی ہوئی وہ واپس اپنی سیٹ پر بیٹھی تو مرزا نوازش بے قرار سے چال چلتے ہوئے اس کے پاس آپہنچے۔

"ارے یہ کیا غضب کیا کاجل دھوڈالا۔"

"کیوں میری آنکھیں خوب صورت نہیں ہیں کیا؟" لیٹر پیڈ اپنے سامنے کھسکاتے انتہائی بے پروائی سے پوچھا۔

"ارے کمال کرتی ہو رانی یہ بھی پوچھنے کی بات ہے کیا؟" وہ جھٹ کرسی کھسکا کر بیٹھ گئے۔

"اوں ہنہ رانی نہیں شرمین علی۔" اس نے اپنے کام میں منہمک ہوتے ہوئے ٹوکا۔

"شرمین! کبھی تو ہماری طرف بھی توجہ کرلیا کرو۔"

"مرزا صاحب! آپ بولتے رہیے میں سن رہی ہوں۔" وہ اپنے کام میں مگن رہی۔

"خاک سن رہی ہیں آپ کبھی دل کی بات تو سنی نہیں۔" وہ چڑ کر بولے۔

"ہمیشہ سنی ہے آپ کا دل جو جو کہتا ہے وہ لفظ بہ لفظ مجھے یاد ہے کہیں تو سنادوں۔" ہلکے سے تبسم سے پوچھا اور فائل میں کچھ لکھنے لگی۔

"مذاق اڑاتی ہیں آپ ہمارے جذبوں کا۔"

"ارے مرزا صاحب! آپ تو بہت محترم ہیں میں آپ کا مذاق کیسے اڑا سکتی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"تو کب میری محبت کا جواب محبت سے دو گی۔"

"جب آپ محبت کریں گے۔" برجستہ جواب دیا۔

"کیا......؟ کیسی خاتون ہیں آپ ہم کب سے آپ کی محبت میں تڑپ رہے ہیں اور آپ......"

"کب سے نہیں اس دفتر میں جس روز میں نے پہلی مرتبہ قدم رکھا تھا اس دن سے ہے نا...... لیکن اسے محبت نہیں کہتے۔"

"یہ بڑی غلط بات ہے شرمین جی! ہم تو آج تک وہ دن بھول ہی نہیں پائے گلابی لباس میں گلابی چمکیلی لپ اسٹک لگائے سیاہ چشمہ ہاتھ میں پکڑے کندھے پر پرس لٹکائے جب بالوں کو جھٹکا دے کر میرے سامنے آکر کھڑی ہوئی تھیں۔"

"بس بس واپس آجائیے یہ سب باتیں مجھے ازبر ہیں ویسے اس روز میں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"ہمارے پاس آنے کو آپ غلطی کہہ رہی ہیں۔" وہ بگڑے۔

"تصحیح کرلیں مرزا صاحب آپ کے پاس آنے کی نہیں اس دفتر میں آنے کی۔" اس نے حد درجہ لاپروائی سے کہا۔

"جی! ہمارے پاس کہاں آتی ہیں آپ آپ کو تو محبت ہو ہی نہیں سکتی آپ کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔"

"مرزا صاحب! پلیز یہ دفتر ہے آپ سمجھدار آدمی ہیں یہ ہر وقت محبت محبت کی تکرار اچھی نہیں لگتی۔ میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔"

"کیا سمجھدار آدمی محبت نہیں کرسکتا' کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ ہم جیسے لوگ محبت نہیں کرسکتے۔" وہ ہمیشہ کی طرح ہتھے سے اکھڑ گئے۔

"پلیز...... پلیز! مرزا صاحب! محبت کو کھیل نہ بنائیں' مجھے اس وقت کام کرنے دیں۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"تو پھر آج باہر کہیں چلتے ہیں' کیا میرے لیے اتنی سی بھی دل میں جگہ نہیں۔" وہ حد درجہ معصوم لگے۔ وہ ہنس دی۔

"ضرور چلیں گے مگر آج نہیں پھر کبھی۔"

مجھے ندیم اینڈ سنز کی فائل تیار کرنی ہے۔ یہ باتیں تو چلتی رہیں گی۔"

"ہماری فائل پر بھی کام کریں۔"

"ارے آپ بھول رہے ہیں آپ کی فائل پر کام پورا ہو چکا ہے آپ کی ایک عدد بیوی اور دو عدد بچے ہیں۔" ان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اونہہ آپ یہ بھی تو جانتی ہیں کہ ہم کس قدر اذیت ناک ازدواجی زندگی بسر کررہے ہیں۔" مرزا صاحب کو اس وقت شادی شدہ کہلانا اچھا نہیں لگا۔

"چھوڑیئے مرزا صاحب! ہر شادی شدہ مرد یہی کہتا ہے۔" وہ بھی چڑ کر بولی۔

"آپ کو تو عادت ہے ہماری خوشی برباد کرنے کی۔" مرزا صاحب کو سچ مچ غصہ آگیا اور اٹھ کر چلے گئے۔ شرمین نے سکون کا سانس لیا اور کام میں مگن ہوگئی۔ وہ جانتی تھی کہ مرزا صاحب مستقل ناراض ہونے والے نہیں۔

......☆☆☆......

چپل پیروں سے اتار کر اس نے صوفے پر پاؤں پھیلا لیے۔ پنکھے کی ٹھنڈی ہوا بھلی لگ رہی تھی کہ عین اسی لمحے لائٹ چلی گئی۔ اسے سخت کوفت کا احساس ہوا۔

"اماں...... اماں! موم بتی تو جلائیں۔"

"جلاتی ہوں شرمین۔" اماں کی دور سے آواز آئی۔

"آپ کی موجودگی میں موم بتی شرما جائے گی۔" سرہانے سے بوبی کی آواز آئی تو وہ چونکی۔ پاؤں سمیٹ لیے۔

"ارے بوبی! تم کب آئے؟"

"کچھ دیر پہلے آپ ہی کو دیکھ رہا ہوں۔" بوبی کی اس بات پر وہ ٹھٹکی بھی۔

"بڑی بات کی ہے تم نے۔"

"کیوں کیا بڑی بات میں نہیں کرسکتا۔" وہ پوچھنے کے انداز میں اس کے سامنے والے صوفے پر آ گیا۔ اماں موم بتی جلا لائیں۔ درمیان والی میز پر موم بتی سے روشنی پھیل رہی تھی۔ وہ ہنس کر بولی۔

"اماں! یہ آپ کا لاڈلا بڑی بڑی باتیں کرنے لگا ہے۔"

"ارے تو ماشاء اللہ بائیس سال کا ہو گیا ہے۔"

"معاف کیجیے گا انسانی خدوخال آپ سب ماہ و سال سے ہی کیوں ناپتے ہو؟" بوبی کی سنجیدہ بات پر وہ اٹھ کر اس کے

صوفے کے قریب کھڑی ہو کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔
"بوبی! تم کیا جانو کہ زینت آپا نے کتنی بڑی محنت و مشقت کے بعد تمہارے ماہ و سال کا یہ روپ پلایا ہے۔"
"لیکن مجھے بڑا نہ آپ سمجھتی ہیں اور نہ اماں۔" اس نے گلہ کیا۔
"ہاہاہا یہ اصل دکھ کی بات ہے۔" اماں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"بھئی آپ بڑے ہو گئے ہیں لیکن اتنے بڑے بھی نہیں۔"
"اتنے بڑے ضرور ہیں کہ اچھا برا سمجھ سکیں۔"
"اوکے!" اسی لمحے بجلی آ گئی، سارا ماحول جگمگا اٹھا۔
"چلو اب ہاتھ منہ دھولو میں کھانا لگاتی ہوں۔" اماں نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"کیوں نہ ہم باہر چل کر کھانا کھائیں۔" بوبی نے جگمگاتی نگاہوں سے دیکھا۔
"ارے نہیں آج تو بہت تھکن ہے۔" وہ بالوں کو ربربینڈ میں جکڑتی ہوئی اٹھی۔
"پلیز......!" ہزار التجائیں تھیں اس کی نگاہوں میں۔
"بوبی! کیا ہو گیا ہے تمہیں، کچھ ضدی ہوتے جا رہے ہو۔"
"او کے خدا حافظ۔" وہ جھٹکے سے کہہ کر گاڑی کی چابی اٹھا کر چلا گیا۔ شرمین ہکا بکا رہ گئی۔
"بوبی! زینت آپا نے شوہر کی موت کے بعد تمہیں بہت پیار سے پالا ہے۔ تم [illegible]" اس نے دل ہی دل میں دعا کی۔
"شرمین! آ جاؤ بچے کہاں رہ گئیں۔" اماں کی آواز آئی۔
"ہنہ! ہاں آتی ہوں۔" سر جھٹک کر وہ کھانے کی میز کی طرف چلی آئی۔

☆......☆

وہ جونہی لاؤنج میں داخل ہوا تو شیر دل بابا نے بہت پیار سے کھانے کا پوچھا۔
"بابا! کھانا لگا دوں؟"
"کیا ہر وقت بابا! بابا لگائے رکھتے ہو [illegible] ...... کب بڑا سمجھو گے مجھے؟" وہ چلانے لگا۔
"بوبی! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" زینت نے [illegible] اپنے کمرے سے باہر نکل کر پوچھا۔
"کچھ نہیں! بس بتا دیں سب کو کہ میں اب [illegible] بڑا ہو گیا ہوں اور میرا نام بابر ہے...... بابر علی خان۔" وہ بولا۔
"اس جلال کی وجہ؟" زینت نے استفسار بھری نگاہوں سے دیکھا۔
"پلیز! کیا اپنے آپ کو آئیڈنٹی فائی کرنے کے لیے کسی جلال کی ضرورت ہے کیا؟"
"شناخت اس طرح نہیں کرائی جا سکتی۔" اس نے نرمی سے کہا۔
"اوکے! میں اب سونا چاہتا ہوں۔" وہ لاپروائی سے بولا۔
"آل رائٹ! لیکن اب چیخنا چلانا نہیں، آپ جانتے ہو کہ مجھے یہ پسند نہیں۔"
"ماما! اپنی پسند کا ہر انسان خیال رکھتا ہے ہے نا۔" وہ جلدی سے بولا۔
"ہنہ! اتنا تو ہونا ہی چاہیے۔" اس نے سرسری انداز میں جواب دیا۔
"یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔
"کیا کہتے ہو؟"
"یہی کہ اپنی پسند کا ہر انسان کو خیال رکھنا چاہیے۔"

"پتہ نہیں کونسی پہیلیاں بجھواتے رہتے ہو۔" زینت نے ہنس کر کہا۔

"ماما! ابھی کہاں آپ سمجھیں گی...... بتاؤں گا۔" وہ یہ کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"بیگم صاحبہ! بابا غصے میں کیوں تھے؟"

"شیر دل بابا! ابھی بچپنا ہے اس میں اور کچھ نہیں۔" زینت نے کہا۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے کھانا لگادوں یا نہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں میں نے تو ویسے بھی سارا دن کچھ نہیں کھایا۔"

"بیگم صاحبہ! آپ ایسا نہ کیا کریں اگر آپ کہیں تو میں ڈرائیور کے ہاتھ کھانا دفتر بھیج دیا کروں۔"

"ارے نہیں بابا! وہاں مصروفیت اس نوعیت کی ہوتی ہے کہ پانی پینے کا وقت نہیں ملتا آپ کھانا بھیج بھی دیں گے تو کھایا نہیں جائے گا۔"

"بہر حال آپ کو اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"بزنس بہت وقت مانگتا ہے بابا۔" وہ آرام سے آنکھیں موند کر بیٹھ گئی۔

شیر دل بابا کچن کی طرف بڑھ گئے۔

......⚙......

یوبی کے رویے کی تبدیلی کا احساس ابھی اس کے ذہن سے نکلا نہیں تھا کہ اس نے ایک بم اس کی سماعت پر پھوڑ دیا۔

وہ کیاریوں کو پانی دیتے ہوئے حیرت زدہ رہ گئی۔

"یوبی! آر یو میڈ...... یو سٹوپڈ بوائے۔" وہ دھاڑی جبکہ وہ پرسکون ہی رہا۔

"تو...... کیا انوکھی بات کہہ دی ہے میں نے۔"

"جسٹ شٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ۔" وہ چیخ اٹھی۔

"کیوں......؟"

"یوبی! تمہاری نگاہوں سے رشتوں کا احترام چلا گیا ہے تم یہ بھی بھول گئے کہ میں کتنی بڑی ہوں تم سے میرا اور تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"سب رشتے محبت سے نمو پاتے ہیں ہر رشتہ اسی راستے سے ہو کر جاتا ہے۔"

"او گاڈ! پلیز اس وقت دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔" اس نے سختی سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

مگر یوبی نے یہ مشن جاری رکھی۔ وہ اس کے پیچھے دوڑتا ہوا اس کے کمرے میں آ گیا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ وہ بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔

"یوبی! کم آن اینڈ سیٹ ہیئر۔" اس نے ایک دم اپنا موڈ بدلا اور اسے شفقت بھری نظروں سے دیکھا۔

"شفقت سے نہیں محبت سے، پلیز محبت سے۔" وہ بے باکی سے نگاہوں میں نگاہیں ڈالتے ہوئے بولا۔

"یوبی! شفقت میں ہی تو تمہارے لیے ڈھیر ساری محبت ہے۔" وہ مسکرائی اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی بولی۔

"یہ بچوں کی طرح ٹریٹ مت کریں، میں نے آپ سے بڑا پن مانگا ہے۔" وہ ہاتھ جھٹک کر بولا۔

وہ چند لمحے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے کچھ سوچتی رہی پھر انتہائی سنجیدگی سے بولی۔

"یوبی! آپ ابھی اس دور میں ہیں جہاں قدم زمین پر نہیں آسمان پر پڑتے ہیں۔"

"یہ فلسفہ آپ کا میرے لیے نہیں ہونا چاہیے۔" وہ بولا۔

"اچھا اس وقت جاؤ زینت آپا تمہارا انتظار کررہی ہوں گی۔"

"یہاں کے آفس میں بیٹھنے کا وقت ہے۔"

"خیر پھر بھی جاؤ۔" اس نے اسکارف میں جکڑے بال کھول کر یہ ظاہر کیا کہ وہ آرام کرنا چاہتی ہے۔" وہ مردہ قدموں سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ خاصی مضطرب پریشانی کی حالت میں ٹہلنے لگی۔ یونی میں اس نئی تبدیلی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پہلے تو وہ شاید اسے عام سی بات سمجھ رہی تھی لیکن سچ مچ وہ احمقانہ روش پر چل نکلا ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا کرنا ہوگا؟ اس نے خود سے سوال کیا۔ کچھ دیر غور کرتی رہی پھر کچھ سوچ کر مطمئن ہوگئی...... یقیناً اس کا فیصلہ اسے ہی کرنا تھا۔

......✿......

زبیدہ نے آج پھر خود کو کمرے میں بند کررکھا تھا۔ مرزا نوازش نے ماں کے بگڑے تیور دیکھ کر سب کچھ سمجھ لیا کہ آج پھر کسی قباحت کا سامنا ہے...... وہ دبے قدموں سے نظر بچا کر گزرنا چاہتے تھے کہ اماں بی نے گرجدار آواز میں للکارا۔

"ارے کہاں جارہے ہو بیوی کے غلام۔" وہ شرمندہ سے ہوکر ان کی طرف آگئے۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام! ماں کی بھی سن لیا کرو۔" اماں بی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جی...... کہیے۔" مرزا نوازش کے پاس سوائے منمنانے کے کچھ نہ تھا۔

"نوازش! اپنی بیوی سے پوچھ کیوں نہیں لیتے کہ وہ کیا چاہتی ہے۔"

"کیا ہوا؟" سب کچھ جانتے ہوئے بھی انہوں نے پوچھا۔

"ارے کیا ہونا ہے زبیدہ کو اپنے بڑے پن کا ذرا بھی احساس نہیں ہے بھلا ننھی لولی دیورانی سے منہ ماری کرنی چاہیے بڑی بہو ہو تو بڑے مقام کو بھی پہچانو کیا چھوٹی چھوٹی چیزوں پر فساد کرتی اچھی لگتی ہے؟" اماں بی نے اچھی خاصی تفصیل بیان کر ڈالی۔

"اماں بی! ایسی باتیں اگر اس کی سمجھ میں آجائیں تو اسے زبیدہ کون کہے؟" نوازش دل گرفتگی سے بولے۔

"تو سمجھاؤ اسے چولہا چکی الگ کرنا چاہتی ہے تو کرو لیکن یہ روز روز کا جھگڑا بلاوجہ غصے میں بچوں کی مار پیٹ ہم برداشت نہیں کرسکتے۔"

"آپ کا خیال ہے کہ میں نے اسے سمجھایا نہیں وہ بہت ضدی اور ڈھیٹ ہے سمجھانے پر الٹا ردعمل ظاہر کرتی ہے۔"

"بس نبھانا تو ہے نا آرام سے سمجھادیا کرو مجھے تو بچوں کی فکر ہے معصوم حسن اور چھوٹی سی ثانیہ کس طرح اس کی بلاوجہ کی سختیاں برداشت کریں گے۔"

"بس ان کی قسمت میں ایسی ہی ماں ہے خیر آپ پریشان نہ ہوں میں سمجھاؤں گا۔"

"ہاں! اگر الگ رہنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"آپ کمال کرتی ہیں میری تنخواہ میں الگ کیسے رہا جاسکتا ہے بارہ ہزار صرف کہنے کی حد تک ہیں کرائے کا مکان اور تمام ضروریات اس میں پوری نہیں ہوسکتیں۔" نوازش نے تلخی سے کہا۔

"لیکن اگر یہ باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آئیں پھر......"

"پھر کیا بس اسی طرح زندگی بسر ہوگی۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے کا رخ کیا۔

ماں کی باتیں سن کر جونہی مرزا نوازش نے کمرے میں قدم رکھا تو دروازے میں ہی زبیدہ کی شعلہ بار نگاہوں کا سامنا کیا۔

"آ گئے ماں کی تقریر سن کر خیال آ گیا بیوی کا۔" نگاہوں کی آگ سے زیادہ لہجے میں گرمی تھی۔ ہمیشہ کی طرح نوازش نے لمبی سانس بھری اور مسکرائے۔

"کیا ہوا جانو؟"

"کیا نہیں ہوا؟" ایک دم ہی وہ رونے والے لہجے میں بولی۔

"اوں...... رونا نہیں۔" انہوں نے لہجہ نرم پاتے ہی اسے گلے سے لگا لیا۔

"چھوٹی سی بات پر اماں بی نے وہ سنائیں کہ......"

"چھوڑو...... چھوڑو سارا موڈ غارت نہ کرو۔" انہوں نے اس کی کمر کے گرد باز حمائل کر کے خود سے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔ زبیدہ سرتاپا چھوئی موئی کی طرح خود میں سمٹنے لگی۔

"کیا میں بہت بری ہوں۔" سینے میں منہ دے کر پوچھا گیا۔

"کس نے کہا؟" وہ عالم محویت میں بولے۔

"اماں بی نے۔"

"ارے چھوڑو زبیدہ جان تم کیا ہو یہ ہم جانتے ہیں۔" انہوں نے اس کی گردن پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی تو وہ بری طرح پگھل گئی۔

"اللہ چھوڑیں نا...... دروازہ تو بند کر لیں۔"

"یہ لو...... ابھی کر لیتے ہیں۔" وہ اسے لیے لیے دروازہ بند کرنے آئے اور پھر زبیدہ کے سب گلے شکوے جاتے رہے۔ زبیدہ میں مزاج کی گرمی ضرور تھی مگر شوہر کے لیے سم بجا...... بے پناہ نرمی اور اپنائیت تھی۔ ہمیشہ بڑے سے بڑے محاذ پر فتح یاب ہونے کے بعد وہ شوہر کے بازوؤں میں سمٹ جاتی تھی۔ یہ حقیقت نوازش مرزا صاحب پر اچھی طرح آشکارا تھی کہ زبیدہ بطور بیوی بہت اچھی اور تعاون کرنے والی تھی اور اس کا اعتراف وہ دل میں کرتے رہتے تھے دل سے باہر نہیں۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"کون؟ آ جاؤ......" خود ہی پوچھ کر اندر آنے کی اجازت دے دی۔

"صاحب! یہ لفافہ آپ کے لیے ہے۔" نذیر نے ادب سے ایک سفید رجسٹرڈ ڈاک کا لفافہ اسے تھما دیا۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔" صبیح احمد نے لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ نذیر چلا گیا۔ لفافے کے ایک طرف تو ان کا نام درج تھا پتہ بھی یہی تھا لیکن دوسری جانب بھیجنے والے کا نام پتہ دیکھ کر ان کے ہاتھ کانپ سے گئے۔ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ لفافہ لرزتے ہاتھوں سے میز پر رکھا پھر کچھ سوچ کر اٹھایا اور ایک طرف سے چاک کر کے اندر سے تہہ شدہ صفحہ نکال کر نگاہوں کے سامنے کیا۔

از لاہور:

۸ مئی ۲۰۰۴ء

اچھے صبیح!

آداب! امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں اور اماں خیریت سے ہیں۔ میں نے تقریباً پانچ ماہ ہوئے

اشتہاری کمپنی "ماسٹر مائنڈ" جوائن کرلی ہے گھر میں رہ کر آپ کا انتظار قیامت سے کم نہیں تھا اب دن دفتر کی مصروفیت میں گزر جاتا ہے اور رات آپ کے انتظار میں مگر صبیح اب یہ انتظار بہت طویل ہوگیا ہے اور آپ کی مسلسل خاموشی بہت سے خدشات کو جنم دیتی ہے نہ فون نہ خط اور ملاقات کو زمانے گزر گئے ہیں اپنے پرائے سب مجھ سے سوال کرتے ہیں آپ ہی بتائیے کہ میں کیا جواب دوں؟ آپ کی اور ہماری شادی ہونے والی تھی چند دن کے لیے آپ گئے تھے اب اس بات کو طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ خیر میں آپ کے جواب کا ایک ہفتہ انتظار کروں گی اور پھر کراچی آ جاؤں گی۔

سب کو سلام!

فقط

آپ کی شرمین!

خط صبیح احمد کی مٹھی میں بند ہوگیا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ ٹیلی فونز کی گھنٹیاں بجتی رہیں انٹرکام چنگھاڑتا رہا مگر وہ اس دنیا میں تھے ہی کب؟

"نہیں...... نہیں...... کچھ دیر بعد وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائے اور پھر انٹرکام پر پی اے کو لاہور کے لیے جہاز کی سیٹ کنفرم کرانے کو کہا۔ وہ شرمین سے پہلے لاہور پہنچنا چاہتے تھے۔ شاید اسے کراچی آنے سے روکنا چاہتے تھے۔ یہاں اس کا آنا بالکل نامناسب تھا۔ وہ کس طرح اس کا سامنا کرتے اور کس طرح اپنی نئی نویلی دلہن سے چھپا سکتے پورے گھر میں زلزلہ آ جائے گا۔ فاریحہ تو قیامت برپا کردے گی۔

"او خدا! کیا وہ وقت آ گیا جس کا مجھے ڈر تھا؟ کیا شرمین سے شرمندہ ہونے کی گھڑی آ گئی ہے؟ میں مجرم ہوں اس کا وہ اب تک ہماری شادی کے بارے میں سوچتی ہے حالانکہ اپنی طویل خاموشی تو کھی اس لیے کہ وہ اس سے تنگ آ کر نیا جیون ساتھی چن لے...... مگر وہ تو اب بھی میری منتظر ہے...... میں کیا کہوں گا اسے؟ کس طرح اسے اپنے اس فیصلے کے بارے میں بتاؤں گا۔ وہ بکھر جائے گی۔ ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔" وہ سر تھام کر بیٹھ گئے۔

......✿......

"کیا آپ ہمارے ساتھ ایک کپ چائے پی سکتی ہیں۔" مرزا نوازش نے انٹرکام پر پوچھا۔

"مرزا صاحب! اس وقت۔"

"اس اور اس وقت کو چھوڑیں بس ہماری خوشی کا خیال رکھیں۔" انہوں نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"جی! شام میں پی لیں گے دراصل......"

"شرمین جی! کبھی تو ہماری بات بھی مان لیا کریں پلیز...... پلیز......" ان کے لہجے میں اس قدر اصرار تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ہاں کرنی پڑی۔

"اوکے! آپ چائے بنوایئے میں آتی ہوں۔"

"بہت شکریہ! بس جلدی سے آ جایئے۔" وہ بیتابی سے بولے جبکہ وہ جل بھن سی گئی۔ مگر کیا کرسکتی تھی وہ اس قدر ڈھیٹ واقع ہوئے تھے کہ اسے ہی ہتھیار پھینکنے پڑے۔ فائل بند کی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خوش آمدید آپ آئے بہار آئی۔" مرزا صاحب نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا۔ وہ دل ہی دل میں لعنت ملامت کرنے لگی۔

"پلیز! مرزا صاحب اس طرح کیوں کرتے ہیں آپ؟"

"جی...... کیا کیا ہے ہم نے کاش ہم وہ کرسکتے جو آپ جیسی حسین خاتون کے لیے کرنا چاہیے شاید آپ آئینہ نہیں

دیکھتیں۔" اس کے سراپے پر نظریں جمائے وہ بولے۔

"اب آپ کو کیا کہوں آپ کی بیوی بھی خاصی حسین خاتون ہیں۔" وہ جان بوجھ کر جتلا گئی۔

"ان کا تو آپ ذکر جانے دیں ہم ان کے قریب جا کر بھی آپ ہی کو سوچتے ہیں۔"

"یہ تو بے ایمانی ہے مرزا صاحب آپ یہ حرکت اگر کرتے ہیں تو سخت برا کرتے ہیں۔" وہ چڑ کر بولی۔

"ہم بے قصور ہیں شرمین صاحبہ! ہمیں آپ کے علاوہ کچھ دکھائی جو نہیں دیتا' آپ کا چہرہ ہمارے حواسوں پر چھایا رہتا ہے۔"

"فار گاڈ سیک! مرزا صاحب آپ نے اگر ایسی گفتگو کے لیے مجھے بلایا ہے تو میں جا رہی ہوں۔" وہ سختی سے بولی۔

"آپ ہمیں قتل بھی کر دیں تو غم نہیں آپ کیا ہیں یہ..... آپ کو بھی پتہ نہیں۔" وہ مخمور لہجے میں بولے۔

"مرزا صاحب! آپ ایک شادی شدہ انسان ہیں اور یہ سب آپ کو بالکل بھی زیب نہیں دیتا..... آخر آپ میرے لیے ہی زحمت کیوں کرتے ہیں اس دفتر میں اور بھی کئی لڑکیاں ہیں۔" اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"شرمین! ان میں اور آپ میں کیا فرق ہے یہ ہم کیسے بتائیں؟ سب سے محبت نہیں ہوتی۔" انہوں نے چائے بنا کر اسے پیش کی۔

"مگر آپ کو کس نے کہہ دیا کہ آپ کو محبت کرنی چاہیے۔" وہ حیرت سے بولی۔

"کمال ہے یہ بتانے کی بات ہے کیا' یہ تو بس ہو جاتی ہے جیسے ہمیں آپ سے ہوئی۔" وہ جذباتی سے ہونے لگے۔

"ارے خدا کے لیے آپ ایسا ہرگز نہ کہیں' کیونکہ یہ کہنے سننے کی بات ہے عمل کرنے کی نہیں۔" در پردہ اس نے مرزا صاحب کا مذاق اڑایا۔

"کیوں عمل کرنے کی نہیں ہے آپ ایک مرتبہ محبت کا اعتراف کر کے تو دیکھیں پھر....."

"پھر یہ کہ مجھے بہت سا کام کرنا ہے پلیز یہ باتیں پھر کبھی۔" کپ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایک بات ہے کہ آپ کے سینے میں دل نہیں ہے آپ کو محبت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"محبت ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر ضرورت محبت کی محتاج ہے۔ خیر یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ خدا حافظ۔" وہ ہنس کر یہ کہتی ہوئی چلی گئی۔ مرزا صاحب حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔ انہیں ایک بار پھر اپنے اوپر شدید غصہ آیا کہ کیوں چائے کا خرچہ کیا؟ اب تک کی چائے پانی کا شرمین پر اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ آج بھی اسی قدر لاتعلق تھی جتنی آج سے چھ ماہ پہلے تھی۔ دوسرے ہی ماہ مرزا صاحب کی رپورٹ پر اس کی پروموشن ہو چکی تھی تنخواہ میں بھی اضافہ ہوا تھا' مگر اس کی نظر میں پھر بھی مرزا صاحب کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ مرزا صاحب کو اس بات کا کچھ قلق بھی ہوتا' بظاہر پتہ نہیں چلنے دیتے تھے..... گھر میں زبیدہ سے مخفی تھا دفتر میں شرمین سے پوشیدہ تھا سب کچھ..... دونوں مقامات پر اپنی مرضی کے مطابق فاؤل کھیل رہے تھے۔ شرمین پر کسی بات کا کچھ اثر ہوتا نہیں تھا..... جبکہ ہر روز وہ ایک نئی کوشش کرتے تھے۔ ہمت جواں تھی ارادہ مستقل تھا کامیابی کی امید پر قائم تھے۔

* * *

گاڑی لاک کر کے راہداری عبور کرتے ہوئے وہ گیسٹ روم کے باہر ٹھٹکی۔ گیسٹ روم کے دروازے سے کھڑکی سے بھینی بھینی پرفیوم کی خوشبو جانی پہچانی تھی۔ ایک دم ہی غیر متوقع ملنے والی خوشی سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے دروازے کو اندر کی طرف کھولا..... اور سامنے بیڈ پر دراز صبیح احمد کو دیکھ کر وہ دیوانہ وار ان کی طرف دوڑی۔

"صبیح..... صبیح!" بیقراری سے پکارا۔

"ہاں..... کیا حال ہے؟" بھاری لہجے میں پوچھا اور کہنیوں کے بل تھوڑا سا اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔

"میرے حال کا خیال آ گیا آپ کو۔" وہ دکھی دل سے بولی۔

"خیال ہی خیال ہے اور بڑی دیر لگائی آنے میں تھوڑا اتنی دیر سے آتی ہو۔" اپنے لاپروا سے انداز میں وہ ٹال گئے۔

"میرے سوال کا یہ جواب نہیں ہے۔" اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"سب سوالوں کا جواب دیں گے سانس تو لے لو۔"

"آپ کو احساس ہے کہ کس طرح بیقراری سے دن گنے ہیں میں نے لوگوں کے سوالوں کا سامنا کیا ہے آپ تو مجھے کہیں رکھ کر بھول گئے تھے۔" وہ تقریباً رو دی۔

انہوں نے حسب معمول اس کا نازک سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا لیا۔

"کچھ نہیں بھولا بس کچھ اتفاقات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان بے بس ہو جاتا ہے۔" وہ اس کے ہاتھ سے کھیلتے ہوئے بولے۔ شرمین نے غور سے ان کی طرف دیکھا' لہجے کے پردے میں کچھ تھا۔

"اب تو اتفاقات نہیں رہے نا۔"

"بھلا اتفاقات ختم ہونے کے لیے ہوتے ہیں۔ خیر چینج کر لو باہر ڈنر کریں گے اور ڈھیر ساری باتیں بھی۔"

"آپ سچ مچ میرے پاس آ گئے ہیں نا۔" یقین کر لینے کے لیے وہ ایک بار پھر پرزور لہجے میں بولی۔

"کہا نا کہ سب باتیں کریں گے فی الحال چینج کر لو ماں سے مل لو۔"

"آپ آئے کب؟"

"دوپہر میں ماں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھایا اور پھر سو گیا اب صبح کی فلائیٹ ہے مجھے واپس جانا ہے۔"

"کیا..... صبح.....؟"

"بھئی تمہارا خط پڑھ کر جلدی میں دوڑا چلا آیا ہوں وہاں کسی کو خبر نہیں کہ میں کہاں ہوں؟"

"اس کا مطلب ہے؟" اس کی ہمت جواب دے گئی۔

"اس کا مطلب بعد میں نکال لینا ابھی تو تیار ہو جاؤ' جو وقت ہے اسے تو خوش اسلوبی سے گزار لیں۔" وہ بڑے سنجیدہ سے انداز میں بولے۔ وہ ڈوبتے دل کے ساتھ تیار ہونے کے لیے باہر نکل گئی اور وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ کوئی سرا ان کے ہاتھ میں نہیں تھا' ایک طرف شرمین تھی تو دوسری طرف بیمار ضدی ماں اس کا فیصلہ جو فاریہ کی شکل میں موجود تھا۔ عجب دوراہے پر ان کی زندگی آ گئی تھی۔ سب کچھ دیکھتے ہی دیکھتے بدل گیا ان کی محبت شرمین دور ہو گئی۔ وہ واقعی بزدل بے بس بیٹے کا کردار ادا کرتے رہے۔

"میں مجرم ہوں شرمین' لیکن یہ اعتراف بھی میں تمہارے روبرو کبھی نہیں کر سکتا۔ میری انا کی چار دیواری سے یہ اعتراف' احساس جرم کبھی باہر نہیں آئے گا۔ یہ بس قسمت کا لکھا ہے اسے قبول کرنا ہے۔ میرے ساتھ تعاون کرنا ہے۔" وہ خود سے باتیں کر رہے تھے کہ وہ اداس اداس سی ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"آپ تیار نہیں ہوئے۔"

"تم گاڑی نکالو میں پانچ منٹ میں آیا۔" وہ چٹکی بجا کر واش روم میں گھس گئے۔

گاڑی میں ان کے برابر بیٹھی وہ جانے کیا کیا سوچنے لگی۔ وہ بھی گہری سوچ میں مستغرق گاڑی چلانے میں محو تھے۔ ان کے چہرے پر چھائی خاموشی اظہار تھی اس بات کا کہ وہ کچھ کہنے کے لیے مناسب الفاظ جمع کر رہے ہیں۔ بالکل ایسا ہی تھا' کچھ دیر بعد گاڑی قدرے سنسان سڑک پر ڈالتے ہوئے انہوں نے گاڑی کی رفتار کم کی اور بولنا شروع کیا۔

"شرمین! جو بات میں شروع کرنے والا ہوں اس کے لیے توقع کرتا ہوں کہ تم صبر اور تحمل کے ساتھ میری پوری بات سنو گی اور پھر کسی فیصلہ کن نتیجے پر میرا ساتھ دو گی۔"

"کوئی خاص بات ہے کیا؟" وہ تقریباً خوفزدہ سی ہوگئی۔

"جو بھی ہے...... بس بات ہے...... شاید تمہارے لیے خاص ہو اور کسی کے لیے اتنی خاص نہ ہو۔"

"اچھا! اب بول لیجیے تو سہی۔" دل کڑا کے اس نے کہا۔

انہوں نے ایک لمحے اس کی طرف دیکھا اور پھر سامنے سڑک پر دیکھتے ہوئے بولے۔

"میں جب اپنی اور تمہاری شادی کی بات کرنے گیا تھا تو امی نے کہا کہ جو رشتہ میرے اور تمہارے ابو کے درمیان ہوا تھا وہ ان دونوں کی موت پر ہی ختم ہوگیا۔ میں کسی غریب لڑکی کو اپنی بہو نہیں بناؤں گی اور میں نے بہت امیر فیملی میں تمہارا رشتہ طے کر رکھا ہے...... امی کا یہ فیصلہ میرے لیے باقی سب گھر والوں کے لیے غیر متوقع تھا۔ میں نے انکار کر دیا تو وہ بہت چیخیں چلائیں طبیعت پہلے ہی خراب تھی مزید خراب ہوگئی۔ میں نے انہیں ہسپتال لے جانا چاہا وہ اڑ گئیں کہ پہلے فاریہ سے شادی کے لیے ہاں کرو مجھے ان کی طبیعت خرابی کے پیش نظر ہاں کرنی پڑی گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں اور پھر ٹھیک پانچ ماہ پہلے میری شادی فاریہ سے ہوگئی۔" یہ بم گرا کر انہوں نے شرمین کو دیکھا۔

اس کی آنکھیں جیسے پتھرا گئی تھیں...... چہرہ زرد پڑ گیا۔

"شرمین! پلیز بی ریلیکس۔"

"آپ کہہ رہے ہیں کہ میں ریلیکس رہوں۔" وہ حیرت سے بولی۔

"بہتری اسی میں ہے۔" قدرے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ نے میری محبت کا یہ صلہ دیا اور......"

"دیکھو! اگر ایسی باتیں کرنی ہیں تو میں گاڑی سے اترنا پسند کروں گا۔" سخت ترش انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے گاڑی جھٹکے سے روک دی۔

"اوہ......! کس قدر ظلم ہے آپ اور...... لیے کچھ ہوگیا ہے تو وہ کہہ دیں۔" وہ سسکیاں لینے لگی۔ انہوں نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی۔

"ہونا جو تھا وہ ہوگیا میں نے اسے آج تک بیوی کا درجہ نہیں دیا...... ہمارے درمیان خلیج حائل ہے میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ میں دوسری شادی کبھی بھی کر سکتا ہوں فی الحال میں اسے چھوڑ نہیں سکتا کیونکہ امی کی طبیعت سخت خراب ہے وہ ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ ان کی ذرا طبیعت سنبھلے تو کچھ سوچا جائے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ مجھے انتظار کرنا ہے۔" دھیرے سے طنزیہ جملہ اس کے لبوں سے نکل گیا انہیں برا لگا۔

"نہ کرو...... میں مجبور تو نہیں کر رہا یہ فیصلہ تو میں نے تمہارے اتنے انتظار کی وجہ سے کیا ہے۔"

"کیا......؟ آپ کی اپنی کوئی خواہش نہیں؟"

"فی الحال اس قصے کو جانے دو اب یہ بتاؤ کہ میں حالات ٹھیک کر کے آؤں تو میرا ساتھ دو گی۔" وہ انتہائی پرسکون انداز میں پوچھ رہے تھے ان کے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ مارے دکھ اور صدمے کے اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"میرا خیال ہے تمہاری سمجھ میں میری بات نہیں آئی۔"

"آگئی ہے آپ گھر چلیں۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"اور تم......؟"

"بھوک ہی نہیں رہی۔"

"اگر اس طرح کا ردعمل ظاہر کرنا ہے تو میرا خیال ہے کہ میں نے بلاوجہ ہی قاریہ اور اپنے درمیان فاصلہ رکھا ہوا ہے۔" وہ گھور کر بولے۔

"تو ند کھیں فاصلہ میری اہمیت ہی کتنی ہے؟" وہ بھی چڑ سی گئی۔

"بہتر یہی ہے کہ گھر چلیں باقی جو کہنا سننا ہو وہیں کہہ لینا۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح تند سی شخصیت کا اظہار کیا۔ شرمین کو اسی رویے کی توقع تھی۔ وہ جانتی تھی کہ محبت کی داسی بن کر تو محبت کا دامن اسی نے پھیلائے رکھا ہے وہ تو خودسر خودنما شخصیت کا مالک ہی تھا۔ کبھی اپنے خودساختہ غرور اور شان سے اکڑی گردن انہوں نے نہیں جھکائی تھی۔ وہی ان کے قدموں کو بھی سجدہ گاہ بنالیتی تھی۔ ان کے سامنے سہمی سہمی جھکی جھکی سی رہنا اس کی عادت تھی۔ آج کچھ نیا تھا تو یہ کہ اس نے تھوڑا سا احتجاج کیا تھا۔ اسے ان سے محبت کی شدتوں میں کمی محسوس ہوئی تھی۔ پہلی بار اپنی محبت احمقانہ روش لگی۔ سارا راستہ اس نے باہر دیکھتے ہوئے گزار دیا۔ نہ وہ کچھ بولے اور نہ وہ...... بس طویل خاموشی تھی۔

❁

ڈائننگ ٹیبل پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے دونوں ہی خفا خفا سی لگ رہے تھے۔

اماں نے سالن کی ڈش میز پر رکھی تو صبیح احمد چونکے اور اپنی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے بولے۔

"اور کیا مصروفیت ہے آج کل۔"

"کچھ خاص نہیں۔" وہ بے دلی سے بولی۔

"کھانا تو کھاؤ۔" وہ پوری طرح اپنے کھانے میں مصروف تھے یہ ان کی ہمیشہ کی عادت تھی۔ دوسروں کی ذات سے بالکل لاتعلق بن کر اپنے کام میں مصروف رہنا۔ وہ چپ چاپ کسی سانس بھر کے نوالے توڑنے لگی۔ کھانے کا ہوش کہاں باقی تھا؟

"اور کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟"

"نہیں سب ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولی۔

"اچھی سی چائے بنواؤ کمرے میں ہی لے آ جانا۔" وہ شان بے نیازی سے کہہ کر کمرے کی طرف چلے گئے۔ اس لمحے شرمین کو وہ ذرا اچھے نہیں لگے۔ حالانکہ یہی صبیح احمد تھے جنہیں دیکھ دیکھ کر وہ جیتی تھی۔ جن کے سب انداز اسے اچھے لگتے تھے آج وہ بیزاری محسوس کر رہی تھی۔

"ہونہہ...... یہ شخص میری چاہت کو غلامی سمجھتا ہے شاید۔" اس نے تلخی سے سوچا اور اماں کو چائے کے لیے کہا۔ اماں کے چہرے پر سوالات تھے وہ خاموش تھیں خوش تھیں لیکن سمجھ نہیں سکی تھیں کہ صبیح اس بار کیا کہہ کر جائیں گے۔ کتنی دعاؤں کے بعد تو وہ لوٹ کر آئے تھے انہیں اچانک گیٹ پر دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئیں۔

"شرمین اب صبیح......؟"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

"مت پروا کریں بس چائے بنا دیں۔" وہ ہاتھ دھو کر گیسٹ روم کی طرف چلی آئی۔

انہوں نے اسے دیکھ کر اخبار تہہ کر کے رکھ دیا اور اپنا ہاتھ پھیلا کر اس بات کا اشارہ کیا کہ میرے قریب بیٹھو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھو...... مگر وہ اس پیشکش کو نظر انداز کر کے بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے ایک لمحے خفت سے اپنے ہاتھ کو گھورا پھر مسکرا کر اپنی مونچھیں ٹھیک کرنے لگے۔ یہ بھی رعونت سے بھرا فخریہ انداز تھا۔ مگر شرمین نے کوئی

نوٹس نہیں لیا۔

"میں رابطہ رکھوں گا تم خود نہ فون کرنا اور نہ ہی خط لکھنا میں حالات بہتر ہوتے ہی آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

"ایسا کرنے میں مہینہ بھی لگ سکتا ہے اور سال بھی۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"وہم نہ کرو تمہارا وہی مقام ہے جو پہلے تھا۔"

"کوئی وہم نہیں ہے۔"

"پھر فاصلہ کیوں......" انہوں نے گھور نگاہوں سے دیکھا۔

"بس ویسے ہی۔" اس نے پھر نظر انداز کر دیا۔

"گویا تبدیلی آ گئی۔ حالات بدلے تو تمہاری محبت ہوا ہو گئی۔" انہوں نے طنز کیا۔

"اچھا! اب بھی میری محبت پر شک ہے آپ کو بھی تو یہ دعویٰ تھا آپ کی محبت کیسے ہوا ہو گئی؟" لہجے کی تلخی وہ بھی چھپا نہیں سکی۔

"کچھ نہیں ہوا سب ویسا ہی ہے صرف وقتی مجبوری ہے۔"

"ہنہ آپ نے محبت کا گلا گھونٹ کر سہرا سجا لیا اور مجھے بتایا تک نہیں۔"

"سب ہنگامی حالات میں ہوا میں تو ذہنی طور پر تیار بھی نہیں تھا۔"

"چھوڑیں یہ وضاحت آپ کو اگر فرق نہیں پڑا تو مجھے بھی کچھ نہیں ہوا۔"

"وری گڈ یہی تو میں چاہتا ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ خوش دلی سے مسکرائے۔ شرمین کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اسی لمحے اماں چائے لے آئیں۔

اس نے چائے بنا کر انہیں دی اور خود پینے لگی۔ چائے [illegible] ہی وہ اٹھی۔

"مجھے ایک کلائنٹ کی فائل پر کام کرنا ہے [illegible] لیے اجازت۔" وہ تعجب سے اثبات میں گردن ہلا کر رہ گئے۔

......❁......

جہاز فضاؤں میں اڑتے ہوئے [illegible] اوجھل ہو گیا۔ وہ شکستہ وجود کے ساتھ گھر آ گئی۔ اماں نے بچپن سے اسے سنبھالا تھا۔ اس کے چہرے پر لکھی ہر تحریر بآسانی وہ پڑھ لیتی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئی۔

"شرمین!"

"ہنہ......!"

"اب اس شخص کا خیال بھی دل سے نکال دو۔"

"اماں! بتاتے تم سب کچھ کیسے جان لیتی ہو؟" اس نے پیار سے ان کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"بچپن سے اب تک ہر لمحہ تمہیں دیکھ کر گزارا ہے پھر بھی کچھ پوچھنے کی ضرورت ہے کیا؟ صبیح احمد ایک کمزور اور بزدل شخص ہے غرض کا بندہ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ اب وہ کون سے بہتر باغ تمہیں دکھا گیا ہے بس اتنا ضرور ہے کہ وہ کبھی لوٹ کر نہیں آ سکتا۔"

"اماں میرا بھی یہی یقین ہے تم نہیں جانتیں کہ اس نے میرے اعتبار کو کس طرح کرچی کرچی کیا ہے اور اس پر وہ نادم بھی نہیں ہے۔"

"یہ خودسری تو اس کی عادت ہے' اتنے عرصے اس نے اس کے گھر والوں نے پلٹ کر خبر نہیں لی' ارے جب تک یہاں اس کی ملازمت تھی تب تک ہی یہ تم سے محبتیں جتاتا رہا' جونہی کراچی جا کر کاروبار سیٹ کیا' پوچھا تک نہیں۔"

"اور بھی بہت کچھ کر چکا ہے۔"

"خیر لعنت بھیجو اب کوئی مناسب سا رشتہ دیکھ کر میں ہاں کر دوں گی' اس بے وفا کا اور انتظار نہیں کرنا۔"

"اماں میرا اپنا بھی یہی فیصلہ ہے' جس نے ایک بار اعتبار توڑا اس نے ہزار بار توڑا مجھے صبیح احمد سے محبت نہیں رہی۔"

"شاباش! کہہ دینا تھا اسے۔"

"اماں! کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس میرے لیے بہانوں کے سوا کچھ نہیں۔"

"آج آفس نہیں جانا کیا؟"

"نہیں اماں بس دل نہیں چاہ رہا میں نے آفس فون کر کے بتا دیا تھا۔"

"چلو پھر آرام کرلو میں نے مارکیٹ جانا ہے کچھ سودا لینے کے لیے۔"

"تو چلیں دونوں گاڑی پر چلتے ہیں۔"

"ارے یہ سامنے تو مارکیٹ ہے میں لے آؤں گی تم آرام کرو۔"

"میری پیاری اماں' تم پیدل کیوں جاؤ چلو ہم دونوں چلیں گے۔" وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔

"اچھا تم گاڑی باہر نکالو میں گھر اچھی طرح لاک کر دوں۔"

"اوکے۔"

جونہی اماں نے مین گیٹ لاک کیا تو اس نے فرنٹ ڈور ان کے لیے کھول دیا' اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور مین روڈ پر ڈال دی۔ مارکیٹ کے قریب خاصا تنگ راستہ تھا' گاڑیوں کا اژدھام دیکھ کر وہ رک کے سوچ ہی رہی تھی کہ گاڑی کہاں پارک کی جائے؟ عین اسی لمحے اچانک دائیں ہاتھ کی سیاہ مرسڈیز نمودار ہوئی اور اس کی گاڑی سے ٹکرا گئی۔ چھناکے سے ونڈ اسکرین دونوں گاڑیوں کی ریزہ ریزہ ہوگئیں۔ [illegible] لرز گئیں۔ شکر تھا کہ اس کے سوا کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔ وہ غیر متوقع صورت حال پر غور کر رہی تھی کہ چاروں طرف لوگ جمع ہونے شروع ہوگئے۔ متاثرہ مرسڈیز سے گرے سوٹ میں شاہانہ سی چال چلتا ہوا نوجوان اس کی طرف آیا کھڑکی کے قریب جھک کر شرمندگی سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے پہچان کر بولا۔

"آپ! آپ ماسٹر مائنڈ والی شرمین ہیں نا۔"

"جی..... اور آپ؟"

"ایم سوری...... میری غلطی تھی' پلیز آپ گاڑی یہاں چھوڑ دیں میں ورکشاپ بھجوا دوں گا۔" وہ صد درجہ شرمساری ظاہر کر رہا تھا۔

"ارے بیٹا! بہت مہربانی ہم خود گاڑی ٹھیک کرالیں گے۔" اماں نے مروت سے کہا۔

"نہ..... نہیں جی' یہ نہیں ہوسکتا میں نے نقصان کیا ہے' گاڑی تو میں ہی ٹھیک کراؤں گا۔" وہ بضد تھا۔

"پلیز! آپ زحمت نہ کریں میں خود گاڑی ٹھیک کرالوں گی۔" شرمین نے اس کی نگاہوں کی زد سے نکلنے کی کوشش کی۔

"نہیں آپ شرمندہ نہ کریں شرمین جی' پلیز میری بات مان لیں۔" وہ مسحور کن خوشبو اس کے حواسوں پر طاری کرنے کے لیے کچھ اور جھک گیا۔

"اوکے! ہم ٹیکسی لے لیتے ہیں بس۔" وہ جھٹکے سے گاڑی سے اتری اور اماں کے ساتھ پیدل چلنے کو تیار ہوگئی۔

"مجھے عارض کہتے ہیں' یہ میرا کارڈ رکھ لیں' گاڑی شام تک پہنچ جائے گی۔" وہ اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے

بولا۔ اس نے کارڈ لے کر بنا دیکھے پرس میں رکھ لیا اور ٹیکسی کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ جونہی ٹیکسی آ کر رکی وہ تیزی سے بیٹھ گئی۔ اماں نے بھی کچھ نہیں کہا۔ بنا کچھ خریدے ہی دونوں واپس آ گئیں۔

سرخ سرخ گلابوں سے سجا گلدستہ ناک کے قریب کر کے لمبی سانس اندر لے کر وہ مسرور ہو گیا۔

"پھول کس پر چڑھانے ہیں؟" صفدر نے بے تکلفی سے طنز کیا۔

"ہے ایک مہ جبین! یہ پھول تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔"

"واہ! یہ واردات کب اور کیسے ہوئی؟" صفدر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"بتاتا ہوں ایک منٹ۔" اس نے انٹرکام پر اپنے پی اے سے کہا کہ ڈرائیور کو اندر بھیجو۔" کچھ دیر بعد باوردی عطا محمد اندر حاضر ہو گیا۔

"عطا محمد! یہ پھول اور رفیق کی ورکشاپ سے گاڑی لے کر ماسٹر مائنڈ کے دفتر شرمین صاحبہ کو دے آؤ۔"

"اس وقت تو شاید دفتر بند ہو گیا ہو رات کے نو بج رہے ہیں گھر بھیج دو۔" صفدر نے وال کلاک پر نظر ڈالی۔

"لو بس! لیکن گھر کا پتہ تو مجھے نہیں معلوم۔"

"شاباش! ایسی محبت تھی کہ پتہ لینا بھول گئے ایسا پہلی بار ہوا ہے۔" صفدر نے شرارت سے آنکھ دبائی۔

"وہ شاید خود فون کرے میں نے اپنا کارڈ دیا تھا۔"

"اگر اس نے نہ کیا تو۔"

"تو پھر صبح ہی دفتر جانا پڑے گا۔ اوکے عطا محمد تم جاؤ ضرورت ہوئی تو بلا لوں گا۔" اس نے کہا۔ عطا محمد سلام کر کے چلا گیا۔ اور وہ دھم سے صفدر کے قریب صوفے پر بیٹھ گیا اور دھیرے دھیرے ساری بات صفدر کو بتا دی۔

"یار! اس حد تک تو ٹھیک ہے کہ وہ حسین و جمیل ہے جسم سنگ مرمر سے تراشیدہ ہے اس کی آنکھیں گہری جھیل سی ہیں لیکن تجھے اس سے سچا پیار ہونا بھی چاہیے اب تجھے شادی کر لینی چاہیے۔" صفدر نے کہا۔

"ہونہہ ..... ! ارادہ تو یہی ہے کہ جلد سے جلد اسے حاصل کر لوں اف کیا پری پیکر ہے وہ ....." وہ مدہوش لہجے میں بولا۔

"اف میرے خدا! یار تو کسی نوعمر عاشق کی طرح کیوں اس کی تعریف کر رہا ہے کہیں سے بھی محبوب نہیں لگ رہا۔" صفدر نے لتاڑا۔

"او سوری! بس کیا کروں وہ نظروں میں بس جو گئی ہے۔"

"یار! اگر وہ لڑکی تجھے اچھی لگی ہے تو اس سے دل لگی نہیں کرنا یہ جسمانی لطافتیں محض وقتی ہوتی ہیں۔"

"اچھا یار! بس دعا کر کہ وہ کسی اور کو پسند نہ کرتی ہو۔"

"جب بھی خان صاحب ملتے ہیں یہی شکوہ کرتے ہیں کہ یار عارض کی شادی کیوں نہیں کراتے۔ اب انہیں کون سمجھائے کہ ان کا اکلوتا فرزند ایک ہزار ایک لڑکیوں سے فلرٹ کر چکا ہے۔"

"اچھا اب بکواس بند کرو اور یہ بتاؤ کہ کہیں باہر چل کر ڈنر کریں۔"

"نہیں میں اب فوراً گھر جانا چاہتا ہوں امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ دوائی کھا کر سوتی ہیں دروازہ کھولنے کے گھنٹوں بعد تک پریشان رہتی ہیں۔" صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈرائیور سے کہتا چھوڑ آئے۔"

"میں موٹر سائیکل پر آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے پھر شام میں ملاقات ہوگی۔"
"خداحافظ۔" صفدر اس کے دفتر سے نکل گیا۔

❋ ...... ❋ ...... ❋

دروازے پر تیسری دستک ہوئی۔ جہاں آرا نے دروازہ کھول دیا۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام۔" صفدر نے دروازے کے پاس موٹر سائیکل لاک کی اور ماں کے پیچھے اندر آ گیا۔
"امی! طبیعت کیسی ہے؟"
"ٹھیک ہے بیٹا۔"
"میں آپ کی وجہ سے جلدی آیا ہوں ورنہ عارض تو باہر ڈنر کرنے کے موڈ میں تھا۔" جوتوں کے تسمے کھولتے ہوئے اس نے کہا۔
"تو اس کی بات مان لیتے۔"
"واہ! اور آپ کو نیند سے جگاتا۔"
"آج تو میں جاگ کر تیرا انتظار کرتی۔"
"آج کوئی خاص بات ہے کیا؟" وہ اٹھا اور برآمدے میں لگے واش بیسن پر جھک کر ہاتھ منہ دھونے لگا۔
"بہت خاص تو نہیں البتہ خاص کام کا آغاز کیا ہے۔" وہ بولیں۔
وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتا ہوا سیدھا ان کے تخت کے سامنے والی میز کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اٹھ کر اس کے سامنے والی کرسی پر آ گئیں۔ ہمیشہ کی طرح کھانا میز پر لگا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے ماں کی پلیٹ میں سالن ڈالا ان کے سامنے رکھا اور پھر اپنے لیے چاول پلیٹ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔
"اتنا سارا اہتمام کرتے ہوئے میری ماں تو تھک جاتی ہوں گی۔"
"اولاد کے لیے کھانا پکا کر دینا ماں کو تھکاتا نہیں بیٹا۔"
"امی! آپ ملازم یا ملازمہ کی اجازت دے دیں تو میں کسی کا انتظام کر دوں۔"
"بھئی کس لیے تمہاری ماں اتنی بوڑھی اور بیمار تو نہیں...... پھر صفائی اور کپڑے ذرا میرے لیے مشکل پیدا کرتے تھے اب یہ تو ماسی فیضاں کرتی ہے۔"
"ماسی فیضاں کو پھر آپ مستقل رات دن کے لیے رکھ لیں۔"
"ارے نہیں بچے ایسی کوئی بات نہیں ہے میں بہت جلد بہو لاؤں گی بس۔" وہ خوشی سے بولیں۔
"اوہ...... اس کا مطلب ہے کہ آپ نے کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا ہے۔" وہ ہنسا۔
"کیسا اعلان جنگ؟"
"بھئی ساس بہو ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کا نام ہیں۔"
"بکو مت میں نے تانی آپا کو اچھی پیاری سی لڑکی ڈھونڈنے کو کہا ہے۔"
"یہ تانی آپا کون ہیں؟" اس نے تحیر سے دیکھا۔
"رشتے کراتی ہیں۔ ماسی فیضاں لائی تھی۔"
"امی جان! خیال رہے یہ خواتین جرائم پیشہ بھی ہوتی ہیں۔"

"ارے نہیں بچے! وہ بیچاری شریف خاتون ہیں۔ اپنے محلے میں کئی گھروں میں اس کا آنا جانا ہے۔"

"بہرحال آپ محتاط رہیے گا۔"

"اللہ بہتری کرے گا ان شاء اللہ۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جلد رشتہ دکھائیں گی۔"

"جیسی آپ کی مرضی ویسے کون دے گا آپ کے معمولی سے کمپیوٹر انجینئر کو اپنی بیٹی۔"

"ارے واہ! میرے شہزادے پر نظر ٹھہرتی نہیں دیکھیں گے تو دیکھتے رہ جائیں گے اور اتنا قابل انجینئر سڑکوں پر پڑا نہیں ملتا۔"

"ماں ہیں اس لیے ایسا کہتی ہیں آپ۔"

"چلو یونہی کہہ لو اپنے چاند کے لیے لڑکی تو مجھے انتخاب کرنی ہے خدا کرے تمہارے لائق لڑکی مل جائے۔" جہاں آرا نے کھانا ختم کرکے کہا۔ وہ ماں کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔

"امی! آج کل لوگ شکل صورت، جسامت، شرافت کچھ نہیں دیکھتے، اسٹیٹس اور بینک بیلنس دیکھتے ہیں۔" اس نے اپنے لیے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہمارے پاس سب کچھ ہے، اپنا گھر ہے تمہاری سرکاری ملازمت ہے اور ہم دو ہی افراد ہیں بس۔"

"اچھا! دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے مقصد میں کب کامیاب ہوتی ہیں۔"

"اب آرام کرو۔"

"پہلے آپ دوائی کھالیں پھر میں آرام کروں گا۔"

"میرے پاس رکھ دو میں دو چار منٹ بعد کھالوں گی۔"

ماں کی بات سن کر اس نے ویسا ہی کیا اور پھر شب بخیر کہتا اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔

☆☆☆......

فیض کی "نسخہ ہائے وفا" بند کرکے اس نے میز پر رکھی بیڈ پر آ کر لیٹی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔ رات کے سوا بارہ بج رہے تھے۔

اس نے ریسیور کان سے لگایا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو شرمین۔"

"بولی! خیریت اتنی رات گئے سب خیریت ہے نا۔" وہ اس کے بے تکلف لہجے کو نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ چاہنے والے پر رات ہی بھاری ہوتی ہے۔"

"کیا...... کیا کہا پھر سے کہو؟" وہ سمجھنا سمجھنے کے درمیان الجھ کر بیزاری سے بولی۔

"شرمین!"

"بولی! پہلے اپنے القاب پر توجہ دو پھر بات کریں گے۔" وہ مشتعل ہوگئی۔

"اچھا یہ بتائیں کہ کل آپ کے ساتھ کون تھا؟"

"کل...... کہاں؟" وہ سچ مچ بھول چکی تھی۔

"کل آپ کے ساتھ گاڑی میں بلو شرٹ میں۔"

"وہ صبیح تھے۔"

"کون صبیح؟"
"آپ نہیں جانتے۔"
"بتائیں تو سہی۔"
"یوبی! آپ سے مطلب وہ جو بھی ہیں آشنا ہیں۔" وہ ایک دم ہی چڑ سی گئی۔
"آپ سے میرا بھی ایک تعلق ہے۔"
"ہنہ! چھوٹے بھائی کا۔" وہ بھائی پر زور دے کر بولی۔
"کوئی حق نہیں ہے آپ کو میرے جذبوں کی تضحیک کا۔" وہ چلایا۔
"یوبی! میں بہت تھکی ہوئی ہوں' پھر کبھی بات کریں گے۔" اس نے زچ ہو کر کہا۔
"نہیں ابھی بات کریں گے۔" وہ اڑ گیا۔
"یوبی! آپ کو پرابلم کیا ہے؟"
"میں آپ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"
"شٹ اپ۔"
"فون بند نہ کرنا پلیز۔" وہ منت پر اتر آیا۔
"یوبی! آپ کی یہ حرکت بہت بچکانہ اور احمقانہ ہے' غور کرو۔" اس نے کافی تحمل سے سمجھایا۔
"آپ سے محبت کرنا کس لیے بچکانہ حرکت ہے' آپ میں جو دلکشی ہے وہ مجھے سوتے میں بھی بے چین کرتی ہے۔"
"یوبی! یہ دلکشی بہت عارضی ہوتی ہے' تم پر دلکشی و رعنائی کے بہت سے موسم آئیں گے۔"
"میں اپنی بات نہیں کر رہا۔"
"بہرحال! میں فضول بات سننا نہیں چاہتی۔"
"آپ نے میری سالگرہ پر جو بلیک ساڑی پہنی تھی نا اس میں آپ بہت خوب صورت لگ رہی تھیں اور آپ کی خوب صورتی نے پہلی بار مجھے چونکایا تھا۔"
"یوبی! آپ کے لیے بہت شرم کا مقام ہے' میں آپ کی بیوہ بھابی جیسی ہوں میں اور آپ نے میرے متعلق اس طرح سوچا' کیبل اور روش نے اخلاقی طور پر آپ کو پست کر دیا ہے' مجھے گھن آ رہی ہے آپ سے۔" وہ سخت درشت لہجے میں بولی اور فون بند کر دیا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔
"یوبی کی سوچ اتنی پست ہوگی اس کا مجھے اندازہ ہی نہیں تھا۔" وہ سخت کوفت محسوس کرنے لگی' فون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی۔ بادل نخواستہ ریسیور پھر کان سے لگایا۔
"سنیں! آج نہیں تو کل میں آپ کو حاصل کر کے رہوں گا۔"
"شٹ اپ! اور آئندہ کبھی فون نہیں کرنا۔" وہ دھاڑی۔
"میں فون کرتا رہوں گا آپ سے ملنے آتا رہوں گا آپ روک سکتی ہیں تو روک کر دکھائیں۔"
"یوبی! دیکھو آپ غلط سوچ رہے ہو' یہ بات سن کر بھی شرمندگی ہوتی ہے' آپ میری عزت کا خیال رکھیں۔" ایک بار پھر اس نے نرم رویہ اختیار کیا تاکہ بات سنبھل جائے۔
"محبت سے جو عزت میرے دل میں ہے آپ اس کا خیال کریں۔"
"پھر وہی محبت' محبت یہ تکرار چھوڑ دو۔" اس نے ٹوکا۔

"ایسا ممکن نہیں ہے جناب۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔
"اچھا فی الحال آرام کرو اس موضوع پر پھر بات کریں گے۔"
"کب؟" اس نے پوچھا۔
"پھر کبھی خدا حافظ۔" اس نے جلدی سے جان چھڑائی اور اس کے خدا حافظ کہنے سے پہلے فون بند کردیا۔

......❁......

ٹیکسی سے اتر کر وہ تیزی سے آفس کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی پیچھے سے کسی نے اس کا نام پکارا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔
"آپ.....؟" اس کی گاڑی کے پاس کھڑا وہ مسکرا رہا تھا۔ ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ تھا۔
"میں شرمندہ ہوں آپ کو ٹیکسی میں آنا پڑا دراصل رات دیر ہوگئی تھی اور میں نے آپ سے گھر کا پتا بھی لیا نہیں تھا۔"
"اٹس او کے۔" وہ دھیما سا مسکرائی۔
"آپ شرمندہ کررہی ہیں۔" وہ متانت سے چلتا ہوا اس کے قریب آگیا۔
"خیر! خدا حافظ۔" وہ کہہ کر آگے بڑھنے والی تھی کہ وہ جلدی سے بولا۔
"آپ کا نمبر، میرا مطلب ہے ٹیلی فون نمبر، کوئی کام وغیرہ ہو سکتا ہے۔"
"جی! میرے آفس کا نمبر تو ہے آپ کے پاس، خدا حافظ۔" وہ بڑی مہارت سے ٹال کر آگے چلی گئی۔ وہ ہونٹ کاٹتا ہوا پیچھے آگیا۔ کچھ فاصلے پر عطا محمد اس کی گاڑی لیے منتظر تھا۔ وہ گاڑی کی طرف آگیا۔ اسی لمحے اسے خیال آیا کہ گاڑی کی چابی تو جیب میں ہی رہ گئی۔ وہ واپس لمبے لمبے ڈگ بھر کر سیڑھیاں چڑھ گیا۔
"سوری! چابی تو میرے پاس ہی رہ گئی تھی۔" اس نے شرمندہ ہو کر چابی اس کے سامنے لہرائی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔
"سوری مجھے چابی لینی نہیں بھولنی چاہیے تھی۔" وہ تڑپ کر بولی۔
"ارے آپ بیٹھنے کو نہیں کہیں گی۔" وہ بے باکی سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔
"جی! آپ تو ویسے بھی بیٹھ گئے ہیں۔" وہ جل کر بولی۔
"چلیے پھر اچھی سی چائے پلوا دیجیے۔" وہ زیادہ پھیل گیا۔
"جی ضرور۔" اخلاقاً اس نے کہا اور گھنٹی بجا کر چپڑاسی کو چائے لانے کے لیے کہا۔
جتنی دیر میں چائے آئی وہ مسلسل شوخ نگاہوں سے اسے گھورتا رہا۔ وہ بظاہر اپنے کام میں منہمک تھی لیکن اندر ہی اندر سخت کھول رہی تھی۔ جبکہ سفید کاٹن کے سادہ سے شلوار سوٹ میں تراشیدہ گھنے بالوں کے ساتھ وہ اس کے من میں ہل چل مچا رہی تھی۔ اس نے کچھ عجیب سے انداز میں گھورا اور ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔
"دیکھیے! میں تقریباً روز ہی آپ کو تنگ کیا کروں گا جس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں۔" وہ مسکرایا اور وہ چونکی۔
"میرا خیال ہے آپ نے جو زحمت کی ہے اس کا معاوضہ لے لیں۔" وہ کافی سنجیدگی سے بولی۔
"ٹھیک ہے لیکن معاوضہ میری مرضی کا ہوگا۔" وہ انتہائی تحمل سے بولا۔
"عارض صاحب! آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" اس نے آنکھیں ملا کر پوچھا۔
"سوری! آپ کو پریشان کرنا مقصود نہیں میں چلتا ہوں۔" وہ اطمینان سے چائے کی خالی پیالی رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے بھی اطمینان کی سانس لی۔

......❁......

میاں ہادی صاحب نے موٹے شیشے کی عینک اتار کر میز پر رکھی اور انگوٹھے انگلی کی مدد سے آنکھوں کے کونے ہلکے سے دبائے۔ ڈھیر سارا آرام محسوس کیا۔

سامنے بیٹھے مرزا صاحب ان کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے ..... جونہی انہیں فارغ پایا فوراً بولنا شروع کردیا۔

"سر! بہت خودسر اور منہ پھٹ لڑکی ہے۔"

"ثمرین.....؟" ہادی صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

"یقین کریں خود کو آسمانی حور سمجھتی ہے۔"

"وہ صرف ہمارے ہاں جاب کرتی ہیں اس کے علاوہ کیا!؟" ہادی صاحب کی سوالیہ نظریں اٹھیں۔

"دیکھیں نا! میں ان کا سینئر ہوں ہزار باتیں سمجھانی پڑتی ہیں مگر وہ تو الٹا تڑ تڑ کر بولتی ہیں۔"

"آپ ہی ان کی تعریف کرتے تھے۔"

"بس سر! انسانوں کو پہچاننے میں غلطی تو ہو ہی جاتی ہے۔"

"چلیں پھر گزارہ کریں۔"

"کرنا ہی پڑے گا خیر آپ فکر نہ کریں میں کوشش کروں گا کہ وہ کام میں پوری دلچسپی لیں۔"

"ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ وہ منہ پھٹ اور بدتمیز ہیں اور اب آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ کام میں دلچسپی نہیں لیتیں۔" میاں ہادی نے سوال کیا۔

"جانے دیں سر! میں ٹھیک کرلوں گا۔" مرزا صاحب نے گھما کر بات ہی پلٹ دی۔

"اچھا! آپ تقی سنز کے پراجیکٹ پر توجہ دیں حسب وعدہ ہمیں [illegible] کرنا ہے۔"

"جی بہتر سر۔" مرزا صاحب چند فائلیں بغل میں دبا کر ہادی صاحب کے کمرے سے باہر نکل آئے۔

سامنے شیشے کے کیبن میں ٹیلی فون پر بات کرتی وہ [illegible] کی طرف چلے آئے۔

"آج تو آپ آسمان سے اتری حور نظر آرہی ہیں۔"

"بس سب اللہ کا کرم ہے۔" وہ لاپروائی سے بولی۔

"ہاں! اللہ تو کرم کرتا ہی رہتا ہے بندے [illegible] کرم نہیں کرتا۔" وہ فائلیں بغل سے نکال کر میز پر اپنے سامنے رکھ کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"مرزا صاحب! اللہ اور بندے میں یہی تو فرق ہے۔ اللہ جیسا پہلے دن سے ہے ویسا ہی ہمیشہ رہے گا اور اس کے بنائے ہوئے یہ بندے پل میں تولہ اور پل میں ماشہ۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ اتنے چہرے اور بہروپ ہیں ان کے کہ اللہ کی پناہ۔" کمپیوٹر پر اپنے کام میں مگن ہوکر وہ بولی۔

"آپ کو سب بندے ایک جیسے کیوں لگتے ہیں ثمرین؟"

"کون سے بندے؟ اس وقت میرا دھیان کام کی طرف ہے۔"

"کبھی تو دھیان ہماری طرف بھی کرلیا کریں۔" وہ ہنس کر بولے پر وہ کام میں مستغرق رہی۔

"آپ تو اپنے حسن سے بھی غافل ہیں یہ حسین آنکھیں یہ دمکتا چہرہ اور ......"

"پلیز! فضول باتوں سے اجتناب کیا کریں۔" اتنی دیر میں پہلی مرتبہ اس نے ابرو چڑھا کر ناگواری سے دیکھا۔

"ہماری چاہت آپ کو ناگوار کیوں گزرتی ہے؟" وہ ڈھٹائی سے بولے۔

"مرزا صاحب! ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا کریں آپ حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے

جواب دیا۔

"ہم آپ سے گہری محبت رکھتے ہیں۔" ایک دم ہی اس کے چہرے کا رنگ متغیر سا ہوگیا۔ چہرے پر بلا کی سختی کے آثار پیدا ہوگئے۔

"کیا ہر وقت محبت محبت لگائے رکھتے ہیں آپ' جس دن میں نے محبت کا مفہوم پوچھ لیا تو کھڑے نظر نہیں آئیں گے آپ۔"

"کھڑے رہنے کے لیے تو اب آپ کو بھی سوچنا ہوگا شرمین صاحبہ' کیونکہ ہادی صاحب آپ کے کام پر کچھ زیادہ خوش نہیں ہیں۔" وہ یکلخت سانپ کی طرح کینچلی بدل کر بولے۔

"ٹھیک ہے وہ کہیں گے تو میں کام چھوڑ دوں گی۔" اس نے بھی جلا کر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اوہو! ایک تو آپ فوراً سنجیدہ ہو جاتی ہو بھئی ہم تو آپ کے کام سے بہت خوش ہیں۔ کیا ہوا؟ جو آپ کو ہماری بے کل زندگی پر رحم نہیں آتا۔" وہ مغموم سے ہو کر چلے گئے۔ شرمین نے بیزاری سے کام چھوڑا اور کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

✿......✿......✿

صبح کے دس بج رہے تھے۔

سورج کی سنہری روشنی کے ساتھ چاروں طرف نکھرا نکھرا اجالا [illegible] ایک اس کے کمرے میں جیسے سب کچھ رات کے اندھیرے میں گم تھا۔ کھڑکیوں پر پڑے دبیز پردوں نے روشنی کے درمیان پردہ کردیا تھا۔ لائٹس آف تھیں۔ ہلکا ہلکا اے سی کا شور تھا۔ کمبل میں لپٹا لو دو سانسوں کا شور وہ بج [illegible] دن [illegible] اوڑھ کر سوتا تھا۔ اس کی اس عادت سے خان دراور صاحب سخت بیزار تھے۔ سفید بوڑھے ہاتھوں سے انہوں نے کھڑکیوں کے پردے سرکائے' ایک دم سے کمرہ روشن ہوگیا۔ کمبل اس پر سے کھینچا اور بالوں میں [illegible] انگلیاں پھیرنے لگے۔

اس نے مندی مندی سی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"بابا......! آپ......"

"یار کبھی تو صبح سویرے [illegible] کرلیا کرو۔"

"اوہ! میں رات بہت [illegible] سویا تھا۔" وہ مخمور سے لہجے میں بولا۔

"کیوں کوئی مجبوری تھی کیا؟" خان صاحب نے شرارت سے سوال کیا۔

"بابا! بس باہر ڈنر کرتے ہوئے دیر ہوگئی تھی۔"

"ایسا پہلی بار تو نہیں ہوا آپ روز ہی لیٹ آتے ہو' صبح اسی طرح آدھا دن تک سوئے رہتے ہو۔" وہ بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر ٹک گئے۔

"بابا! باقی سارا دن بلکہ شام تک آفس بھی تو رہتا ہوں۔" وہ کسلمندی سے جمائیاں لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"جان عزیز! ذمہ داری اٹھانے کی صلاحیت پیدا کرو۔ اپنے دوست صفدر کو دیکھو کیسا پیارا نوجوان ہے سیلف میڈ۔"

"ہاں...... اس نے تو بے شک دن رات محنت کر کے اس نے مقام بنایا ہے۔" دوست کے لیے بھرپور تائید کی۔

"آپ بھی یہ لاپروائیاں چھوڑ دیں' ذمہ دار بیٹے بنیں۔" خان صاحب نے محبت سے چور لہجے میں سمجھایا اور اٹھ کر اس کی پیشانی پر پیار کیا۔ جواباً اس نے بھی باپ سے لپٹ کر محبت کا ثبوت دیا۔

"چلو اب جلدی سے نہا کر نیچے آجاؤ' ناشتہ لگ چکا ہے۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے۔" وہ بولے۔

"اوہ! بابا آپ ناشتہ کرلیتے؟"

"بس بس روز یہی بات کہتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ جب تمہاری ماں تمہیں دو سال کی عمر میں چھوڑ کر رخصت ہوئی تھیں تب سے لے کر اب تک میں نے تمہارے بنا کچھ نہیں کھایا۔"

"او بابا! یو آر گریٹ۔"

"تو مکھن اور تو مسکا۔ جلدی سے آجاؤ۔" وہ کہتے ہوئے اس کے کمرے سے نکل آئے۔ تب پہلی بار عارض نے باپ کی شدید محبتوں کو رگ و پے میں محسوس کیا۔

"بابا! میں واقعی بہت خراب ہوں آپ کی محبت کا کبھی ٹھیک سے جواب ہی نہیں دے سکا سچ آپ نے مجھے دیوانہ وار پیار کیا ہے۔" وہ خوشی سے جھوم اٹھا آج تک خان دلاور صاحب نے اس کی کوئی خواہش مسترد نہیں کی تھی۔

بیوی کی وفات کے بعد مانسہرہ سے مستقل طور پر لاہور آ گئے تھے۔ کبھی کبھار جائیداد کی دیکھ بھال حساب کتاب کا جائزہ لینے کے لیے مانسہرہ جاتے تھے۔ وہاں ان کا کوئی عزیز رشتہ دار تو تھا نہیں صرف علاقے کے لوگوں میں اچھی سلام دعا ہونے کے باعث ان سے مل جل آتے۔ لاہور میں انہوں نے شاہدرہ میں جدید طرز کی ماربل فیکٹری لگائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کاروبار میں ترقی ہوتی گئی اب شہر کے امراء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ فیکٹری اور عارض ان کے دو ہی مرکز و محور تھے۔ عارض نے اسی سال ایم بی اے کیا تھا اور اب کچھ وقت نکال کر وہ فیکٹری جاتا تھا۔ خان صاحب نے خود امریکہ سے ایم بی اے کیا تھا۔ اس لیے بیٹے کو بھی ایم بی اے ہی کروایا۔ وہ معاملہ فہم روشن خیال اور محبت کرنے والے نرم خو انسان ہیں۔ ہمیشہ عارض کو تنبیہ بھی بہت دھیمے اور میٹھے لہجے میں کرتے...... خود بہت وجیہہ اور خوب رو انسان تھے بیٹے کی وجاہت پر بھی صدقے واری ہوتے رہتے بس رات دن ان کی ایک ہی آرزو تھی کہ بہت پیاری سی اچھی سیرت والی لڑکی بہو بن کر گھر میں آ جائے۔ وسیع و عریض کوٹھی کی تنہائیاں خاموشیاں چھٹ جائیں۔ مگر یہ بات عارض سنجیدگی سے نہیں لیتا تھا۔ اس کے نزدیک شادی اتنی ضروری نہیں کہ انسان خود کو اس کے دائرے میں قید کرلے...... لڑکیوں سے صرف فلرٹ ہی کرتا رہتا تھا۔ ہر دوسرے ہفتے ایک نئی حسین لڑکی اس کی گاڑی میں بیٹھی ہوتی۔ لڑکیوں سے دوستی کے بارے میں خان صاحب کو علم نہ ہونے کے لیے وہ بہت محتاط رویہ رکھتا تھا۔ ایسے میں اسفند یار ان کا گہرا دوست اسے رات دن سمجھاتا رہتا۔ فطرتاً بد کردار نوجوان نہیں تھا بس موج مستی کو زندگی سمجھتا تھا۔ لڑکیاں بھی اس کی کمپنی میں خود کو آسمانی مخلوق سمجھتی تھیں۔ ان سب لڑکیوں کے چہروں پر پھیلے خوشیوں کے رنگ وہ ضرور دیکھتا اور دل ہی دل میں ہنستا کہ وقتی اور عارضی رنگینیاں ان کو کس قدر لبھاتی ہیں؟ مگر لڑکیاں تو فطری طور پر شاید دور اندیش نہیں ہوتیں عارضی اور فریبی چیزوں پر اندھا اعتبار کر لیتی ہیں...... عارض یا اس جیسے نوجوانوں کی دوستی میں رہنے والی لڑکیوں کا اعتبار تو بہت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔ اب عارض کے دل کو شرمین بھا گئی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ شرمین کے لیے اس کے دل میں کتنا مستقل اور کتنا عارضی جذبہ تھا؟

......

موسم بدل رہا تھا......!

پوری فضا میں بدلتے موسم کے اثرات محسوس کیے جا رہے تھے۔ صبح شام میں موسم کافی ٹھنڈا محسوس ہونے لگا تھا ہوا میں خنکی پیدا ہو گئی تھی۔ موسموں کی تبدیلی انسانی فطرت پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے کوئی خوش ہوتا ہے کوئی اداس ہوتا ہے کسی کی طبیعت بشاش ہوتی ہے اور کوئی چڑ چڑا بد مزاج ہوتا ہے۔ موسم شاید باہر تبدیل ہوتے ہیں اندر اگر جمود طاری ہو تو باہر کے کسی موسم کا کوئی اچھا برا اثر انسانی مزاج پر نہیں پڑتا۔ شرمین بھی شاید ان میں سے ایک تھی۔

جس کی زندگی میں پچھلے ماہ و سال میں ایسی تلخ تبدیلیاں آ گئی تھیں کہ باہر کے موسم بے اثر ہو گئے تھے۔ زندگی کیسے

گرداب میں پھنسی ہوئی تھی؟ یہ صرف وہ ہی جانتی تھی۔ سالوں پر محیط محبت وشناسائی کے لمحات ریت کی ناپائیدار بنیاد ثابت ہوئے تھے۔ جس کی ذات سے وابستہ ہوکر خودشناسی اور خودفراموشی کی منزلوں سے گزری وہ اس قدر رااتعلق نکلا۔ اس کے تو احساس میں بھی اس کے وجود کا گزر نہیں تھا۔ لوگ جانور بھی شوق سے پالتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں ان کے مرنے یا کہیں چلے جانے پر افسردہ ہوتے ہیں رنج کرتے ہیں صبیح احمد کے نزدیک تو اس کی حیثیت کسی جانور سے بھی کم تھی۔ اس نے دل میں اٹھنے والی کسک کو سختی سے دبایا۔ زندگی کا تو عنوان ہی بدل گیا تھا۔ اب کس کا انتظار ہے اور کیوں؟ اس نے سوچا۔

شدید سرد ہواؤں کی زد میں وہ نجانے اور کتنی دیر کھڑکی سے باہر دیکھتی رہتی کہ زوردار چھینک کی آواز سن کر اماں کمرے میں آ گئیں۔ وہ باریک جارجٹ سوٹ میں کھڑکی میں کھڑی تھی۔ چہرے پر گہرا اضطراب تھا۔ اماں نے شال نکال کر اس کے کندھوں پر پھیلائی اور برہمی سے بولیں۔

"موسم بدل رہا ہے باہر ٹھنڈی ہوا ہے اور تم کھڑکی کھولے کھڑی ہو۔"

وہ ہوش کی دنیا میں آئی تو کچھ جسم میں ٹھنڈک سی دوڑی۔ اماں نے کھڑکی بند کرکے پردہ برابر کیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں تم بہت کھوئی کھوئی سی رہتی ہو۔" اماں نے الماری سے سارے گرمیوں کے کپڑے باہر نکالتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں اماں۔" وہ بھی ان کی مدد کرنے لگی۔

"بس تم بیٹھ جاؤ میں کرلوں گی یہ کام۔ مجھے اپنی پریشانی بتاؤ۔"

"اماں! بس ایک جمود سا آ گیا ہے سب کچھ جیسے ٹوٹ پھوٹ گیا ہے یوں لگ رہا ہے مسافت کا مقصد ختم ہوگیا ہے۔"

"جب مسافت ہی بے مقصد ہو تو کس مقصد کے ٹوٹنے کا غم۔"

"اماں! میرے دل کو یہ یقین نہیں آ رہا کہ ایک اتنے آشنا نے مجھے یوں نظرانداز کردیا۔ جیسے اس کے لیے میرے وجود کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔"

"وہ ہمیشہ سے اپنی ذات کا دیوانہ تھا اور ہے بس اماں رہنے دیں جانے کیا تھا کیا نہیں تھا؟ اس ذکر کو جانے دو۔"

وہ چپ چاپ چھت کو گھورنے لگی۔ تو اماں شفقت اور محبت سے اس کے پاس آ بیٹھیں۔

"میری چاند! اس کا خیال بھی دل سے نکال دے اور کسی اور کے لیے دل میں جگہ پیدا کر۔"

"آج دوپہر میں زینت کا فون آیا تھا۔"

"کیا کہہ رہی تھیں؟"

"بویلی کی طرف سے کچھ پریشان تھی تمہیں آنے کو کہا ہے۔"

"اماں! بویلی اخلاقی طور پر بہت پست ہوتا جارہا ہے میرا دل نہیں چاہتا اس سے بات کرنے کو۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"ارے بچے! میں نے کہا تھا کہ اس خیال کو بھی دل سے نکال دو۔"

"اماں! میں اس خیال کی وجہ سے نہیں کہہ رہی ...... بویلی ذہنی طور پر کچھ الجھا الجھا ہے۔"

"تو میری جان زینت کی وجہ سے اسے سمجھاؤ یہ تمہارا فرض ہے۔ وہ اس کی کل کائنات ہے۔"

"بس اور کچھ۔"

"کل تمہاری چھٹی ہے زینت کی طرف چلی جاؤ اس کی بھی چھٹی ہوگی۔"

"اچھا ٹھیک ہے، لیکن اس کے بعد آپ مجھے مجبور نہیں کریں گی۔"

"بعض اوقات بچوں کو بار بار سمجھانے کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ ویسے وہ کیا کہتا ہے؟"

"ہنہ! ابھی تو اسے کچھ بھی کہنا نہیں آیا چھلانگیں لگانے کی کوشش میں ہے۔" وہ طنزیہ بولی۔

"خیر! کچھ بھی ہے زینت کو اس الجھن سے نکالنا ہے۔"

"اب آپ کھانا لگائیں بہت بھوک محسوس ہو رہی ہے۔" وہ ٹال گئی۔

"کھانا تو بالکل تیار ہے آ جاؤ شاباش۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔ ان کے پیچھے وہ بھی پیروں میں سلیپر ڈال کر نکل آئی۔

✿ ..... ✿ ..... ✿

اپنے فیورٹ پرفیومز کو اچھی طرح اسپرے کر کے..... ڈریسنگ ٹیبل پر سے گاڑی کی چابی اٹھا کر وہ پلٹا تو خان صاحب کو کھڑا پایا۔

"کہاں کی اتنی مہکتی ہوئی تیاری ہے؟"

"وہ! بابا بس یار دوست کی طرف۔" وہ ہکلایا۔

"صفدر کی طرف۔" انہوں نے شرارتی نظروں سے دیکھا۔

"اچھا جلدی آ جانا۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکلے تو اس نے اطمینان کی سانس لی۔ ورنہ اتنی جلدی اٹھ کر چھٹی والے دن کہیں جانا بابا کے لیے یقیناً مشکوک تھا۔ جب ہی موبائل بج اٹھا۔

"اوہ شٹ!" اس نے جھلا کر فون سننے کے لیے موبائل کان سے لگایا۔

"واٹ نان سینس میرا اس سے کچھ مطلب نہیں..... میں نہیں جانتا بکواس بند کرو۔ دیکھو میرا کچھ لینا دینا نہیں۔" اس نے خاصی غصیلی آواز میں کسی کو کہا اور فون بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے سگریٹ ہونٹوں میں دبائی اور لائٹر سے سلگا کر لمبے لمبے کش لیے۔ سگریٹ کے دھوئیں میں بھی اس کے چہرے پر پھیلا دھواں معدوم نہیں ہوا۔ چند منٹ پہلے جس طرح خوشی سے وہ پورے اہتمام کے ساتھ تیار ہوا تھا وہ خوشی اس کے فون سننے کے بعد دور دور تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

کمرے میں ٹہل ٹہل کر سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے وہ حد درجہ فکر مند تھا۔ پرفیوم کی مہک سگریٹ کی بو میں گڈمڈ ہو گئی تھی۔ بالکل ایسے جیسے خوشی اور غم مکس ہو جائیں۔ آنکھیں ساون برسائیں اور ہونٹ مسکرائیں۔ وہ بیکل سا اور مشتعل سا بھی غرور سے پھنکارتا اور فکر سے بے چین بھی تھا۔ پھر اس نے جوتے سے ادھ جلا سگریٹ اچھی طرح مسل کر خود کو ہر ناخوشگوار فکر سے آزاد کیا اور ایک بار پھر پرفیوم سے شرٹ مہکائی اور سیٹی بجاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر گاڑی کے قریب پہنچا ہی تھا کہ پھر موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے بے دھڑک کان سے لگایا اور ایک بار پھر انتہائی کرخت لہجے میں بولا۔

"میری بلا سے جہنم میں جاؤ آئندہ مجھے فون نہیں کرنا میں جانتا تک نہیں اوکے۔" پھر فون بند کر کے اس نے گاڑی میں بیٹھ کر فون کچھ دیر کے لیے آف کر دیا اور من پسند انگلش میوزک کی کیسٹ لگا کر زن سے گاڑی مین گیٹ سے باہر نکالی اور مطلوبہ راستے پر ڈال لی۔ میوزک کی اونچی آواز میں اس نے دل و دماغ میں اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دیا۔ وہ بالکل نارمل تھا موج مستی میں کھو آگے سیاہ تارکول کی چمکتی سڑک پر آگے ہی آگے بھاگتے ہوئے سب کچھ پیچھے چھوڑتا جا رہا تھا۔ گلشن اقبال کی گلی نمبر تین میں مستری کی تلاش کرنے میں اسے ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی۔

کال بیل کا بٹن دباتے ہوئے اس نے گھر کا باہر سے جائزہ لیا۔ سفید سادہ سے پتھروں سے بنا ہوا کوئی دس مرلے کا گھر تھا۔ جو جدید فن تعمیر کے باعث جاذب نظر تھا۔ مین گیٹ کے دائیں بائیں دیواروں سے باہر جھکی بوگن ویلیا کی بیلیں

خوبصورت لگ رہی تھیں۔ ابھی وہ کچھ اور جائزہ لیتا کہ اندر سے پوچھا گیا۔

"کون......؟"

"جی! میں عارض خان مس شرمین کے آفس سے آیا ہوں۔" گیٹ سے منہ قریب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"اوہ اچھا!" اماں نے ایک دم چھوٹا گیٹ کھول کر باہر دیکھا۔

"السلام علیکم!" اماں کا چہرہ دیکھ کر وہ بہت مؤدب انداز میں بولا۔

"ارے آپ بیٹا! وعلیکم السلام آؤ......" اماں نے کچھ حیران ہوتے ہوئے عجیب سے انداز میں اسے اندر آنے کی دعوت دی۔

"اماں جی! گاڑی اندر نہیں آ سکتی کیا؟"

"دراصل شرمین بیٹی کی گاڑی بالکل گیٹ کے ساتھ کھڑی ہے اس لیے پہلے اسے آگے کرنا ہوگا۔"

"چلیے کوئی بات نہیں باہر ہی لاک کر کے آتا ہوں۔" اماں تیز قدموں سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئیں۔ وہ کچھ دیر بعد گاڑی لاک کر کے ان کے پیچھے آ گیا۔

چھوٹے مگر نفاست سے سجے خوبصورت ڈرائنگ روم میں وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔

"میں شرمین بیٹی کو بتاتی ہوں۔" اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔ وہ بے چینی سے دروازے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ چند منٹ بعد دروازہ کھلا اور نرم قدموں سے وہ اندر داخل ہوئی۔ بلیک اور [illegible] کے سوٹ میں نیٹ کا دوپٹہ گلے میں ڈالے خوبصورت تراشیدہ بالوں کو اسکارف میں جکڑے چہرے [illegible] کی اجازت دے کر شاید اس نے فیاضی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ہلکی گلابی سی لپ اسٹک سے [illegible] اور پوچھا۔

"آپ اور یہاں...... خیریت۔" ناچاہتے ہوئے [illegible] کو چھپانہ سکی۔

"آپ سے ملنے والے آپ کے گھر ہی آتے ہوں گے۔" وہ [illegible] مانتے ہوئے بولا۔

"عزیز واقارب یقیناً گھر ہی آتے ہیں۔"

"اسی لیے میں گھر آیا ہوں۔" بڑی بے [illegible]

"مسٹر عارض! آپ کو کیا کام ہے؟" [illegible] بھینچ کر اس نے پوچھا۔

"دیکھیے اگر آپ بیٹھ کر تحمل سے میری بات سنیں تو میں آج ضروری بات کہنے آیا ہوں۔"

"اوکے!" وہ اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔"

"کوئی نئی بات نہیں ہے اور کچھ۔"

مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے۔" اپنی دانست میں اس نے بم پھوڑا مگر وہ اور زیادہ سنجیدگی سے بولی۔

"بس یا اور کچھ بھی کہنا ہے۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔ میں آپ سے فلرٹ نہیں کر رہا۔"

"اس کا مطلب ہے آپ فلرٹ کرتے ہیں۔"

"کرتا تھا شاید لیکن آپ سے محبت ہوگئی ہے۔"

"ٹھیک ہے یہ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے آپ جاسکتے ہیں۔"

"میری کوئی بات بھی آپ کے لیے نئی نہیں ہے کیا آپ بہت سے لوگوں سے یہی باتیں سن چکی ہیں۔"

"یہاں اس معاشرے میں رات دن چلتے پھرتے لڑکیاں سستی رہتی ہیں۔ ہمارے ہاں اتنی مہنگی زندگی میں سب سے زیادہ سستی محبت ہی ہوگئی ہے۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔
"نہیں محبت سستی نہیں ہوتی اگر محبت ہے تو بہت ارفع ہے اگر نہیں ہے تو پھر جو مرضی کہیں۔"
"فی الحال میں آپ کا فلسفہ محبت نہیں سن سکتی کیونکہ ہمیں کہیں جانا ہے۔" وہ لمحے کا توقف کیے بنا ہی اٹھ کھڑی ہوئی' جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ فوراً سے پیشتر چلا جائے۔
"اوکے! لیکن آپ کی طرف میری محبت نے راستہ بنالیا ہے' ملاقات ہوتی رہے گی۔" وہ بھی بڑے وثوق سے کہہ کر باہر نکل گیا۔
"ہنہ! محبت کو کاروبار بنالیا ہے سب نے۔" وہ بڑبڑائی۔
"ارے! مہمان چلا بھی گیا' اور یہ چائے۔" اماں نے چائے کی ٹرے میز پر رکھتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔
"آپ کو کس نے کہا تھا کہ چائے بنائیں؟" وہ بگڑی۔
"ارے چندا! کیا ہوگیا تمہیں' گھر آئے مہمان سے اس طرح پیش آتے ہیں کیا؟"
"وہ مہمان نہیں بلائے جان تھا۔"
"شرمین! کوئی غلطی نہ کرنا' اچھا بچہ دکھتا ہے۔" اماں کی آنکھوں میں چمک آگئی۔
"میں غلطی ہی تو نہیں کرنا چاہتی آئندہ یہ آئے تو گھر سے نکال دیں۔"
"نکالنا تھا تو اس دھوکے باز صبیح احمد کو نکالنا تھا' ...... مجھ پر نکال رہی ہو۔" اماں نے بھی کچھ تختی سے کہا۔
"میں اس کا بھی کوئی ذکر سننا نہیں چاہتی آپ ...... نکال دیتیں۔"
"اب وہ آئے گا ہی کیوں اس کے ...... نتائج کچھ ہے۔"
"اچھا! اب زینت آپا کی طرف چلنا ہے یا نہیں۔" اس نے جسر موضوع بدلا۔
"ہاں! کیوں نہیں' میں ذرا ...... کرکے چابیاں اٹھالوں۔" اماں نے کہا وہ بھی اپنا پرس اور سن گلاسز اٹھانے کے لیے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

......✿......

زینت انہیں دیکھ کر خوش ہوگئی۔ کیاریوں کی کانٹ چھانٹ کرتے مالی کو اس نے ہدایات دیں اور ان کو لیے اندر ٹی وی لاؤنج میں آگئی۔
"زینت! کیا بات ہے' بہت کمزور دکھائی دے رہی ہو۔" اماں نے بغور زینت کا جائزہ لیا۔
"ہاں! زینت آپا خیریت تو ہے۔" شرمین نے بھی اماں کی تائید کی۔
"بس! سب چلتا ہے شرمین' کبھی انسان بلاوجہ بہت خوش وخرم دکھائی دیتا ہے اور کبھی چھوٹی سی بات پر کمزور پڑ جاتا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔
"آپ چھوٹی سی بات پر کمزور پڑنے والی تو نہیں ہیں۔" شرمین نے کہا۔
"شرمین! اولاد کے معاملے میں تو مضبوط سے مضبوط ماں بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔"
"اولاد بھی وہ جسے ماں اور باپ بن کر پالا جائے۔ سارے بچی تمہاری سب مضبتیں مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔" اماں نے بڑے دکھ سے کہا۔
"تو کیا بوبی کی کوئی پریشانی ہے؟" شرمین نے دھیرے سے پوچھا۔

"ہاں! ایسا ہی ہے اس نے خود کو اپنی ذات میں قید کر رکھا ہے۔ اس کی ہنستی مسکراتی زندگی بالکل خاموش ہو گئی ہے۔"
"اللہ خیر کرے ایسا کیا ہو گیا؟" اماں کا دل ہول سا گیا۔
"نہیں معلوم کھانا پینا سب چھوڑ رکھا ہے چپ چپ کھویا کھویا سا رہتا ہے۔"
"آپ نے پوچھا نہیں کچھ۔" شرمین نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"بہت پوچھا ہے لیکن کچھ نہیں بولتا' اسی لیے تو میں نے سوچا کہ شاید شرمین کو کچھ بتا دے۔" زینت نے شرمین کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھا۔
"ہاں! میں پوچھتی ہوں اور سمجھاتی ہوں اسے۔" وہ جلدی سے یہ کہہ کر اٹھی اور بوبی کے کمرے کی طرف چل دی۔
اس کے کمرے کے دروازے پر دھیرے سے دستک دی' کوئی جواب نہیں ملا تو دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر آ گئی۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے اس نے گردن گھمائی تو جیسے ڈھیر سارے جگنو اس کی آنکھوں میں جھلملا گئے۔ لب خوشی سے پھیل گئے۔ اسے بھی بظاہر مسکرانا پڑا۔
"آج کا دن بہت مبارک ہے۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو رہا تھا۔
"کیا کر رہے تھے؟" وہ ٹال گئی۔
"آپ کو یاد..." اس نے سچ بولا۔
"اس لیے تو میں آ گئی۔" جس طرح چھوٹے بچوں کو خوش کیا جاتا ہے اسی طرح اس نے کہا۔
"سچ! آپ کے دل میں کچھ ہوا ہوگا۔"
"بوبی! یہ دل' پھیپھڑے اور جگر کی باتیں تو میں نہیں جانتی' بس اتنا [illegible] ہے کہ آپ اور زینت آپا سے ملنے دل چاہا تو آ گئے۔" شرمین نے کچھ سنجیدگی اور طنز سے کہا۔
"کیوں..... کیوں نہیں جانتی آپ میرے دل کی بات۔" وہ بڑی سنجیدگی سے روبرو ہو کر بولا۔
"آپ کا دل بہت معصوم بہت بھولا ہے۔"
"اور یہ دل آپ کے نام پر دھڑکتا ہے [illegible] آپ کے لیے بے قرار رہتا ہے۔"
"بوبی! بس بہت ہو گیا' بیکار باتیں میں [illegible] نہیں سن سکتی۔" وہ ایک دم مشتعل ہو گئی۔
"یہ باتیں نہیں ہیں' میرے جذبوں کی سچائی ہے۔" وہ جذباتی ہو گیا۔ وہ سخت ناگواری سے گھور کر بولی۔
"بچکانہ حرکتوں پر نادم ہوتے ہیں۔"
"مجھے کوئی ندامت نہیں ہے پیار کرتا ہوں آپ سے۔" وہ بولتا چلا گیا۔ شرمین کا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔ وہ پلٹی اور پھر شدید غصے سے بولی۔
"آئندہ مجھے اس طرح مخاطب کیا تو تھپڑوں سے منہ لال کر دوں گی سمجھے نادان کی نادانی برداشت کرنے کی ایک حد ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ تیز قدموں سے باہر آ گئی۔
اس کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر زینت اور اماں کو تشویش سی ہوئی۔
"کیا بات ہے شرمین؟" زینت نے پوچھا۔
"کچھ نہیں زینت آپا۔" اس نے پوز کیا۔
"کیا کہتا ہے بوبی؟" اماں نے پوچھا۔
"بوبی بچہ ہے بیوقوف سا بچہ بہرحال میں نے سمجھا دیا ہے۔" وہ ہنس کر زینت کو مطمئن کرنے کی خاطر بولی۔

"میں تو سخت پریشان تھی۔" زینت بولی۔
"آپ پریشان نہ ہوا کریں پریشانی کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتی۔"
"ہاں یہ تو ہے۔ اچھا میں کھانے کا جائزہ لے لوں جانے شیر دل بابا کیا بنا رہے ہیں؟" زینت اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی۔ شرمین نے ریموٹ کے ذریعے ٹی وی آن کیا اور الجھے ذہن کے ساتھ اسکرین پر نظریں مرکوز کردیں۔

❁ ...... ✿ ...... ❁

"زبیدہ بیگم! زبان کو لگام دو آ گئے ہیں تمہارے غلام ان کے سر پر ناچو۔" اماں بی نے مرزا نوازش کو ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھ کر شدید غصیلی آواز میں کہا۔
"یہ تو اماں کے غلام ہیں۔" زبیدہ تنک کر بولی۔
"زبیدہ! لا زبیدہ کیا بے ہودگی ہے یہ۔" مرزا صاحب نے ٹوکا۔
"اپنی اماں بی سے پوچھو جو ہر وقت لڑنے مرنے پر آمادہ رہتی ہیں۔" زبیدہ ہاتھ نچا کر بولی۔
"دیکھ رہے ہو ایسے ہی تمہاری غیر موجودگی میں ہتھیار اٹھائے رکھتی ہے۔" اماں بی نے عینک کے شیشے صاف کر کے دوبارہ لگاتے ہوئے کہا۔
"آج کون سی قیامت آ گئی ہے۔"
"اور کیا قیامت آئے گی نوازش میاں یہ آذر چلا رہا تھا کہ [illegible] فہد کی سالگرہ دھوم دھام سے منائی جائے۔ مجھ قسمت کی ماری کے منہ سے نکل گیا کہ بچوں کو بہلاتا ہے تو بس [illegible] اہتمام کرلو۔ بس یہ سننا تھا کہ آپے سے باہر ہوگئیں کہ تم بھوکے ننگے لوگ مجھے ٹکرا گئے میرے [illegible] سے تم پر فاقے ٹوٹ پڑیں گے میرے ماں باپ نے تو قسمت پھوڑ دی اور جانے کیا کیا......" اماں بی نے ایک سانس میں بریف کردیا۔
"تو کیا غلط کہا میں نے یہ تمہارے صاحبزادے جنہوں نے شادی کی رات منہ دکھائی میں چاندی کی انگوٹھی دے کر پورے خاندان میں میری بے عزتی کرائی تھی اور جو ہری بنا کر لائی تھیں وہ غریب غربا بھی نہیں لاتے۔" زبیدہ گڑے مردے اکھاڑنے لگی۔
"زبیدہ! یہ پرانی باتیں ہیں [illegible] کا وقت بیت گیا اور جو میرے پاس تھا میں نے شادی کی رات دے دیا تھا۔ اب اس کا شور مچانے سے فائدہ۔" مرزا صاحب نے جھلا کر کہا۔
"کیوں فائدہ نہیں! تم لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ ساری زندگی میں اسی طرح ترستے ہوئے گزار دوں گی۔ ایسا نہیں ہوگا۔ میرے بیٹے کی سالگرہ بہت دھوم دھام سے ہوگی اور آپ کہیں سے بھی بندوبست کریں۔" وہ چیخ چلا کر پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں اور مرزا نوازش سر تھام کر اماں بی کے پاس بیٹھ گئے۔ اماں بی بیٹے کو پریشان دیکھ کر دکھی ہوگئیں۔ فوراً سب لڑائی جھگڑا بھول گئیں اور بولیں۔
"ارے تم پریشان نہ ہو چلو ہاتھ منہ دھولو میں کھانا لاتی ہوں۔"
"اماں بی! بھوک نہیں رہی میں روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آ گیا ہوں۔" مرزا نوازش دھیرے سے بولے۔
"ارے بیٹے! اسی لیے تو بارہا کہہ چکی ہوں کہ جیسا وہ چاہتی ہے ویسا کرلو یا اسے الگ رہنا ہے تو الگ کردو۔"
"اماں بی! بچے آپ سے اپنے چاچو سے الگ ہوسکتے ہیں کیا اور پھر میں کیسے تنخواہ میں گھر چلاؤں گا؟ زبیدہ کی فرمائشیں پوری کرنا میرے بس میں نہیں۔"
"اس طرح روز روز کی لڑائیاں بھی تو ناقابل برداشت ہوگئی ہیں۔"

"بس کیا کیا جاسکتا ہے جیسا چل رہا ہے چلنے دیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولے۔
اماں بی نے پاندان کھولا اور غم و غصہ کم کرنے کے لیے پان کا ٹکڑا منہ میں رکھ لیا۔
مرزا نوازش نے ہمیشہ کی طرح اماں بی کے پاس سے اٹھ کر کمرے تک جتنے قدم اٹھائے اس میں وہ لفظ جمع کیے جن کے ذریعے زبیدہ کے دہکتے ہوئے دماغ کو ٹھنڈا کرنا تھا۔ حسب معمول وہ اس میں آج بھی کامیاب رہے۔ کمرے کے اندر قدم رکھتے ہی بیوی کو محبت پاش نظروں سے دیکھا اور قریب ہوگئے۔ اس کے کان میں محبت بھری سرگوشی کی تو حسب معمول وہ بھی بھیگ سی گئی۔ مرزا صاحب اپنے حربے میں کامیاب ہوگئے۔ محبت و نفرت کے درمیان پھنسے انسان کا بھلا کیا انجام ہوتا ہے۔ یہ مرزا صاحب شاید نہیں جانتے تھے ایک منہ پھٹ عورت کے سامنے ان کی ساری مردانگی دھری کی دھری رہ جاتی تھی۔

......٭......
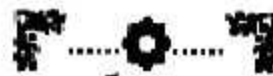
صفدر نے اخبار تہہ کر کے رکھتے ہوئے ماں کو تیار ہوتا دیکھا تو مسکرا کر پوچھا۔
"خیریت ہے امی حضور کہاں کی تیاری ہے؟"
"یہ تو واپسی پر بتاؤں گی۔ بس تم ذرا جلدی سے جاؤ اور پانچ کلو مٹھائی کی ٹوکری لے آؤ۔" جہاں آرا نے کانوں میں آویزے پہنتے ہوئے کہا۔
"ہیں! خیریت مٹھائی وہ کس خوشی میں۔" وہ تقریباً اچھل پڑا۔
"کہا نا کہ واپسی پر بتاؤں گی۔ جلدی سے جاؤ۔ تائی آپا آتی ہی ہوں گی۔"
"اوہ! یوں کہیے نا کہ تائی آپا کے جھانسے میں آگئی ہیں آپ۔"
"ارے کوئی جھانسہ وانسہ نہیں ہے کیوں منہ سے بے فضول باتیں نکالتے ہو۔"
"دیکھ لیجیے بہت فراڈ ہوتی ہیں یہ آپا جی۔"
"صفدر! بیٹا کیا چاہتے ہو کیا میری خوشی کے لیے پانچ کلو مٹھائی نہیں لاسکتا؟" جہاں آرا نے چڑ کر پوچھا۔
"ارے ارے میں آپ کے لیے مٹھائی کی دکان لاسکتا ہوں آپ حکم تو کریں۔" اس نے ماں کو بانہوں میں جکڑ کر زمین سے اوپر اٹھالیا۔
"ارے اب جلدی سے لا دیر ہورہی ہے لڑکی والوں نے پانچ بجے کا ٹائم دیا تھا۔ پانچ گھر میں ہی بج گئے ہیں۔"
"اوکے! یوں گیا اور یوں آیا۔" صفدر چٹکی بجاتے ہوئے موٹر سائیکل کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔
اس کے جاتے ہی تائی آپا آگئیں۔ جس رکشے پر آئی تھیں وہی آگے جانے کے لیے روک بھی لیا۔
"ارے جہاں آرا بیگم! صفدر بیٹے سے کہو شادی تک گاڑی تو جیسے تیسے لے ہی لے۔" تائی آپا نے گویا مشورہ دیا۔
"انشاء اللہ لے لے گا بس اللہ سے ترقی دے کامیاب کرے۔" جہاں آرا کے لہجے میں بیٹے کے لیے شکر ہی شکر جھلک رہی۔
"اللہ کامیابی ہی کامیابی دے۔ دلہن تو ایسی ڈھونڈی ہے کہ بس چودھویں کا چاند ہے۔" تائی آپا نے کہا۔
"ارے ارے بس چاند تو آسمان پر ہی اچھا لگتا ہے آپ انسان کی بات کریں۔" صفدر نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے شاید آخری جملہ سن لیا تھا۔
"ارے صفدر میاں! چاند میں بھی داغ ہیں، ماشاء اللہ وہ بچی تو ہر داغ سے پاک اور کوری ہے دیکھو تو دیکھتے رہ جاؤ گے۔" تائی آپا نے ایک بار پھر قصیدے پڑھ ڈالے۔
"اچھا! اب جائیے باہر رکشے والا انتظار کررہا ہے۔" صفدر نے ہنس کر کہا تو وہ دونوں خدا حافظ کہہ کر دروازے سے باہر

نکل گئیں۔
ان کے جانے کے بعد وہ ان دیکھی حسین لڑکی کے تصور میں کھو گیا۔ جس کی خوبصورت جھیل سی آنکھیں، گھٹاؤں جیسے بال، مرمریں تراشا ہوا بدن، مسکراتے ہونٹ اور خوشبو پھیلاتی باتیں ہوں گی۔ جس کی زلفوں کو سونگھ کر رگ و پے میں سرور اتر جائے گا۔
"اے کاش! وہ میری محبتوں کی امین ٹھہرے میری امی کی خوشیوں کا مرکز بنے۔" اس نے نہایت صدق دل سے دعا کی...... اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔

......❁......

"آپ کو مرزا صاحب آفس میں بلا رہے ہیں۔" چپڑاسی نے آ کر کہا تو اس نے انٹرکام کی لائن چیک کی۔ انٹرکام پر بلانے کے بجائے چپڑاسی کے ذریعے بلانا حیران کن تھا۔ انٹرکام بالکل خاموش تھا۔ اس کی خرابی پر مکمل یقین کر لینے کے بعد وہ اٹھی اور مرزا صاحب کے آفس میں آ گئی۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ وہ چپ چاپ ان کے دائیں ہاتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے فون بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔
"حضور! انٹرکام سہواً دانستہ اتار کر رکھا ہے یا پھر......"
"آپ چیک کر سکتے ہیں سر۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جملہ مکمل کیا۔
"ہمیں آپ کی بات پر اعتبار ہے۔"
"خیر! اور خیریت سے تو ہیں آپ خوش ہیں اداس تو نہیں۔" انہوں نے نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کرتے ہوئے ایک سوال میں بہت سے سوال کر ڈالے۔
"اللہ کا بہت احسان ہے۔"
"مگر ہم بہت ڈسٹرب ہیں۔"
"اللہ رحم کرے کیا ہوا؟" بادل نخواستہ اسے پوچھنا پڑا۔
"بس زبیدہ نے زندگی جہنم بنا رکھی ہے۔"
"ویری سیڈ آپ سمجھائیں انہیں۔"
"اس پر کسی سمجھ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ روز روز والدہ سے لڑائی جھگڑا، بچوں کو مار پیٹ۔" وہ بہت سنجیدہ ہو گئے۔
"یہ بہت افسوس ناک بات ہے۔ انہیں آپ کا خیال ہونا چاہیے۔" وہ بولی۔
"بس اپنی تو قسمت ہی ایسی ہے کسی کو بھی ہمارا خیال نہیں۔"
"ارے نہیں مرزا صاحب! مایوس نہیں ہوتے۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔"
"چھوڑیں شرمین جی! آپ کی طرف توجہ کرتے ہیں تو آپ بھی غلط سمجھتی ہیں۔"
"میرا ذکر کہاں سے درمیان میں آ گیا۔" وہ انجان بن کر بولی۔
"آپ ہی تو اب درمیان میں عافیت کا مقام ہیں۔" وہ پوری سنجیدگی سے بولے۔
"مجھے تو آپ معافی دے دیں کوشش کریں کہ آپ کے گھریلو معاملات ٹھیک ہو جائیں۔"
"مس شرمین! کیا ساری زندگی آپ کو کسی سے محبت نہیں ہوگی آپ کسی کے لیے اپنے دل میں جگہ نہیں بنائیں گی؟"
"سر! آپ نے مجھے یہ باتیں کرنے کے لیے بلایا تھا کیا؟" اس نے ابرو چڑھا کر پوچھا۔
"ہاں! ایک اچھے مخلص دوست کے طور پر اپنا غم دور کرنے کے لیے بلایا تھا۔" وہ بڑی اداکاری سے چہرے پر پریشانی

لاتے ہوئے بولے۔

"سوری سر! میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتی۔"

"مس شرمین! ٹھیک ہے آپ کٹھور ہیں ہم نہیں ہم تو آپ کو چاہتے رہیں گے۔" وہ بہت وثوق سے بولے۔

"سر! آپ یہ بیکار باتیں چھوڑ نہیں سکتے۔" اس نے چڑ کر پوچھا۔

"مس شرمین! میں آپ سے شدید محبت کرتا ہوں۔"

"خدا کے لیے بند کریں یہ خرافات۔" وہ غصے میں آ گئی۔

"آپ میرے جذبے کو خرافات کہہ رہی ہیں۔"

"تو اور کیا کہوں؟ گھر میں بیوی ہے دو بچے ہیں ان سے کیا ہے آپ کو... نفرت..... اگر نفرت ہے تو وہ آپ کے ساتھ کیوں ہیں؟ نکال باہر کیجیے اور پھر مجھ سے بات کیجیے گا۔"

وہ درشت لہجے میں کہہ کر واپس آ گئی۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لے رہی تھی کہ انٹرکام بول اٹھا۔

"سنیں شرمین آپ نے جیسا کہا ہے میں ویسا کرسکتا ہوں میرا انتظار کریں۔" مرزا صاحب نے دل کڑا کر کے کہہ دیا۔ اس نے ناگوار سا چہرہ بنا کر ریسیور پٹخ دیا۔

"ہنہ! انتظار کرو۔" وہ بڑبڑائی اور نارمل ہو کر اپنے کام میں مصروف ہوگئی اسی لمحے ریسپشنسٹ نے کال ملا دی۔ آواز پہچان کر تو وہ پھٹ ہی پڑی۔

"مسٹر عارض! میں بہت مصروف ہوں آپ سے بات نہیں کرسکتی۔"

"اوکے! میں کچھ دیر بعد فون کر لیتا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"جی! ہرگز نہیں میں کوئی بات نہیں کرسکتی۔"

"رات میں گھر فون کرلوں گا نمبر دے دیجیے۔"

"آپ گھر تک پہنچ سکتے ہیں تو کیا نمبر نہیں لے سکتے۔" اس نے طنز سے بھرا جملہ کہہ دیا۔

"محبت میں تو یہ دونوں بہت ہی معمولی کام ہیں۔" انتہائی سادگی سے کہا گیا۔

"شٹ اپ..." اس نے زچ ہو کر فون بند کر دیا اور درد سے پھٹتا سر تھام لیا۔

"یا الٰہی! لوگ کتنی آسانی سے دوسروں کو بیوقوف بنانا چاہتے ہیں۔ جسے دیکھو محبت کے نام پر کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔" اس نے تلملا کر سوچا اور پرس سے سر درد کی گولی نکالی پانی گلاس میں انڈیلا اور گولی نگل کر اطمینان سے آنکھیں موند لیں تھیں۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

✿

پہلی سی محبت
نگہت عبداللہ

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

میں نے سمجھا کہ تو ہے تو درخشاں ہے حیات
تیرا غم ہے تو غمِ دہر کا جھگڑا کیا ہے
تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

''شادی کروں گی تو کسی امیر کبیر آدمی سے جس کا بہت ہی بڑا سا بنگلہ ہوگا نوکر چاکر حکم کے منتظر پورچ میں کم از کم چار گاڑیاں ہروقت موجود اور......''

''بس آنکھیں کھول دو......'' وہ جو آنکھیں بند کیے بڑے جوش سے بول رہی تھی شجاع کے ٹوکنے پر پہلے پٹ پٹا کر آنکھیں کھولیں پھر اسے دیکھ کر دانت پیس کر بولی۔

''تم ہمیشہ بے وقت آتے ہو اور اگر آ ہی گئے تھے تو کچھ دیر خاموش رہنے سے کیا بگڑ جاتا تمہارا۔''

''میرا تو نہیں تمہارا بگڑ سکتا تھا۔'' وہ اپنی مسکراہٹ دبا کر بولا۔

''کیا......کیا بگڑتا میرا......؟''

''اتنی سی آنکھوں میں اتنے بڑے بڑے خواب...... آنکھیں پھٹی ہو جاتیں پھر امیر کبیر تو کیا کوئی غریب غرباء بھی نہ پوچھتا تمہیں۔'' شجاع نے باقاعدہ آنکھیں بھینچ کر کے گویا اسے خواب دیکھنے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

''تم کمینے ہونے کے ساتھ ساتھ اندھے بھی ہو میری اتنی بڑی بڑی آنکھوں کو اتنا سا کہہ رہے ہو فوراً چشمہ لگواؤ۔'' اس کی بات پر وہ زور زور سے ہنسنے لگا جبکہ سعدیہ نے اپنی ہنسی چھپانے کی خاطر اخبار اپنے چہرے کے سامنے پھیلا لیا تھا۔

''ہنس کیوں رہے ہو......؟'' وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

''اپنے آپ پر ہنس رہا ہوں کتنا احمق ہوں میں اتنا بھی نہیں پتا کہ آنکھوں کی چھوٹائی بڑائی کا خوابوں کی لمبائی سے کیا تعلق۔'' شجاع نے خود پر بات رکھ کر در حقیقت اس کا مذاق اڑایا تو اس بار وہ سمجھ کر تلملا اٹھی۔

''تم باز آ جاؤ ورنہ مفت میں میرے ہاتھوں جان گنوا بیٹھو گے۔''

''ارے میری جان!''

''کیا......تم نے مجھے جان کہا......؟'' وہ اپنی جگہ سے یوں کھڑی ہوئی جیسے ابھی اس پر حملہ آور ہوگی اور وہ سر کھجاتا ہوا بولا۔

''وہ کیا ہے کہ زبان پھسل گئی ورنہ دشمن جان کو بھلا میں جان کہہ سکتا ہوں۔''

''اچھا اب براہ مہربانی تم جاؤ یہاں سے......'' اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا تو سعدیہ ایک دم اخبار پھینک کر کھڑی ہوگئی۔

''ہائیں...... کس قدر بدتمیز ہو تم ثانیہ! شجی بھائی پلیز آپ بیٹھیں میں آپ کے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔''

''ہاں چائے تو میں ضرور پیوں گا۔'' وہ فوراً بیٹھ گیا اور شریر نظروں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ اس کی نقل اتار کر بولی۔

''چائے تو میں ضرور پیوں گا......اپنے گھر میں نہیں ملتی تمہیں چائے۔''

''ملتی بھی ہے تو میں نہیں پیتا۔''

''کیوں؟''

''مجھے صرف سعدیہ کے ہاتھ کی چائے اچھی لگتی ہے۔''

"بچھی بھائی! بس میں ابھی لے کر آتی ہوں۔" اپنی تعریف پر خوش ہو کر سعدیہ فوراً چائے بنانے چلی گئی تو وہ اس سے کہنے لگی۔

"تم اگر اسے مکھن نہ لگاتے تب بھی وہ تمہیں چائے ضرور پلاتی۔"

"میں نے ہرگز مکھن نہیں لگایا بالکل سچ کہا ہے واقعی سعدیہ بہت اچھی چائے بناتی ہے۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا تو اس نے یوں کندھے اچکائے جیسے کہہ رہی ہو "بناتی ہوگی" اور اس کے انداز پر وہ پھر اسے چھیڑنے پر آمادہ ہوا۔

"اور تم صرف باتیں اچھی بناتی ہو۔"

"صرف باتیں نہیں میں حجامت بھی اچھی بنا دیتی ہوں۔" اس کے جل کر کہنے پر وہ بے اختیار ہنس پڑا پھر ادھر اُدھر دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"چچی جان نظر نہیں آ رہیں کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں۔" اس نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔

"تمہیں کسی بات کا پتا بھی ہوتا ہے۔" وہ ... جھنجلایا اور وہ اتنے ہی آرام سے بولی۔

"کیوں نہیں۔" اور پھر وہ تان اسٹاپ شروع ہوگئی۔

"آج کشمیر میں دس مجاہدین شہید ہوئے اُدھر ایک فلسطینی نے ایک اسرائیلی میجر کو چاقو مار کر ہلاک کیا۔ عمران خان کے سسر کو کسی دورے میں دل کا دورہ پڑ گیا اور اُدھر سری لنکا نے ایشیا کپ بھی جیت لیا جبکہ ہمارے ہاں اتنے سے دنوں میں ہی بے چارے شریف میاں کے بال سفید ہو گئے ہیں۔"

"ایک منٹ......" وہ اسے خاموش کروا کر پوچھنے لگا۔

"یہ شریف صاحب کون ہیں؟"

"بڑے افسوس کی بات ہے اپنے وزیراعظم کو نہیں جانتے تم۔" اس نے اتنی سنجیدگی سے تاسف کا اظہار کیا کہ ایک پل کو واقعی وہ سٹپٹا گیا پھر فوراً سنبھل کر بولا۔

"تو میاں نواز شریف کہونا......"

"نہیں میں پورا نام نہیں لے سکتی۔" وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی اس ادا سے بولی کہ وہ ہائے کی آواز کے ساتھ کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا تبھی سعدیہ چائے لے کر آ گئی اور پہلی نظر میں وہ اسے نظر نہیں آیا تو اس سے پوچھنے لگی۔

"مجتبیٰ بھائی کہاں گئے؟" اس نے مسکرا کر اس کی طرف اشارہ کیا تو سعدیہ دیکھتے ہی چیخی۔

"ہائے مجتبیٰ بھائی آپ کو کیا ہوا؟" وہ فوراً قلابازی کھا کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کان پکڑ کر بولا۔

"توبہ توبہ میں نے ایسی لڑکی اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھی کیا چیز ہو تم ثانیہ احمد؟"

"بہت اونچی چیز ہوں۔" وہ گردن اکڑا کر بولی سعدیہ پریشان ہی ہو کر باری باری دونوں کو دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"آپ اس کو چپ کرانے سے پوچھو۔"

وہ گرنے والی کرسی کو پیر سے سیدھی کرتا ہوا بولا پھر بیٹھتے ہی سعدیہ کے ہاتھ سے چائے کا مگ لے کر ہونٹوں سے لگا لیا اور سعدیہ کو اس سے کچھ پوچھنے کی نسبت خاموش ہو جانا بہتر لگا کیونکہ جانتی تھی کہ وہ اصل بات ہی نہیں بتائے گی دوسرے خوامخواہ ڈانٹنے بھی لگے گی۔

❁......❁......❁

وہ شروع سے ایسی تھی چھوٹے بہن بھائی پر بلاوجہ رعب جمانا حالانکہ سعدیہ اس سے صرف ایک ہی سال چھوٹی تھی اور دیکھنے میں تو بڑی ہی لگتی تھی نہ صرف قد کاٹھ میں بلکہ عقل میں بھی۔ اس کے باوجود وہ اس پر رعب جمانا حق سمجھتی تھی۔ دوسرے اس کا دماغ بھی بہت اونچا تھا قناعت تو اس کی سرشت میں ہی نہیں تھی حالانکہ اچھا خاصا خوشحال گھرانہ تھا۔ زیادہ افراد بھی نہیں تھے تین بہن بھائی امی اور ابو۔ ابو جی ایک مقامی بینک میں منیجر تھے اور وہ خود بھی بی ایس سی کے بعد جاب کرنے لگی تھی۔

یہ الگ بات کہ اپنی ساری تنخواہ وہ صرف اپنے آپ پر خرچ کرتی تھی کبھی موڈ میں ہوتی تو بہت احسان کر کے ایک دو سوٹ سعدیہ کو دلا دیتی یا پھر عرفان خوشامد کر کے چار پانچ سو اس سے نکلوا لیتا جبکہ امی اور ابو کو تو غالباً پتا بھی

نہیں تھا کہ وہ کتنی تنخواہ لیتی ہے نہ ہی وہ اس کے پیسے پر اپنا کچھ حق سمجھتے تھے البتہ ہر مہینے اس کی ڈھیروں شاپنگ پر امی ٹوکتی ضرور تھیں جس کا وہ الٹا ہی اثر لیتی تھی یوں جیسے اس نے امی سے ضد باندھ لی تھی بلکہ ہر اس شخص سے جو اسے سمجھانے کی سعی کرتا گویا سب اس کے دشمن تھے اس سے جلتے تھے (یہ اس کی اپنی سوچ تھی) اور اپنے طور پر جلنے والے کو مزید جلا کر وہ خوش ہوتی تھی؛ عجیب سرپھری لڑکی تھی کچھ خودسر کچھ خود پسند اور خود آرا بھی۔

❁......❁......❁

تین سال پہلے جب وہ انٹر میں پڑھ رہی تھی تب اس کے لیے دو تین اچھے رشتے آئے تھے اور امی نے بہت چاہا تھا کہ اس کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں لیکن اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ ابو اور امی بھی جانتے تھے اس لیے اس کی بات مان لی گئی اس نے کہا تھا کہ کم از کم بی ایس سی سے پہلے وہ شادی نہیں کرے گی بہرحال دو سال کی بات تھی جو گزرتے پتا بھی نہیں چلا اور گزشتہ سال جب وہ امتحانوں سے فارغ ہوئی تھی تب بھی اس کے لیے دو اچھے رشتے موجود تھے جنہیں اس نے بڑے آرام سے کم حیثیت کہہ کر انکار کر دیا اور جب امی نے سمجھانے کی کوشش کی کہ ہماری حیثیت کون سی بہت اونچی ہے۔

"بہت اچھی نہ سہی لیکن اللہ کا شکر ہے ہزاروں لاکھوں سے بہت اچھے ہیں۔" اس کے مذاق اڑانے پر امی بمشکل ضبط سے بول سکی تھیں۔

"بس رہنے دیں؛ مجھے نہیں کرنی اپنے جیسے لوگوں میں شادی اگر آپ کو زیادہ ہی ارمان ہے تو سعدیہ کو بیاہ دیں۔" اس کے حتمی انداز پر امی دنگ رہ گئی تھیں۔

پھر اس کے بعد وقتاً فوقتاً امی نے اسے سمجھانے کی کوششیں کی لیکن وہ قائل ہونے کے بجائے الٹا انہیں قائل کرنے بیٹھ جاتی تھی بالآخر تنگ آ کر امی نے بظاہر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا لیکن حقیقتاً وہ اس کے لیے بہت فکرمند رہتی تھیں اور فکر کی بات بھی تھی وہ ایک اکیلی تو نہیں تھی اس کے بعد سعدیہ اور عرفان بھی تھے تو کہ وہ اپنے طور پر یہ کہہ کر بات ختم کر دیتی کہ اگر پرپوزل آپ کو پسند ہے تو سعدیہ کی شادی کر دیں لیکن امی کو یہ کسی طرح مناسب نہیں لگتا تھا۔

پھر جب اس نے جاب کرنے کا ارادہ کیا تب امی نے اس کی سخت مخالفت کی تھی لیکن وہ جو دل میں ٹھان چکی تھی؛ ابو کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو کر باقاعدہ امی کے مقابل ڈٹ گئی تھی۔

"آخر آپ منع کیوں کر رہی ہیں آمدنی میں اضافہ ہی ہو جائے گا۔" ایک طرح سے اس نے امی کو لالچ دیا جس پر وہ ناراض ہو کر بولیں۔

"نہیں چاہیے مجھے آمدنی میں اضافہ حرام سمجھتی ہوں میں بیٹی کی کمائی کو۔"

"چلیں تو پھر مجھے اپنے شوق پورے کر لینے دیں۔"

"کیسے شوق ہیں تمہارے پاس؛ اچھا کھاتی پہنتی ہو اور کیا چاہیے۔"

"بہت کچھ اور خدا کے لیے اب آپ بہت کچھ کی تفصیل مت پوچھنے بیٹھ جائیے گا۔" اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا تو امی اسے تاسف سے دیکھتی رہ گئیں۔

اور پھر اپنے پیروں پر کھڑی ہو کر تو اس کی ڈیمانڈ میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا پہلے صرف ایک گاڑی اور اب بیا اتنا بڑا بنگلہ جس کے پورچ میں کم از کم چار گاڑیاں ہر وقت موجود ہوں؛ شجاع تو سن کر بیچ چکرا گیا تھا۔

❁......❁......❁

گھر کے کام کاج سے تو اسے سرے سے دلچسپی تھی ہی نہیں حالانکہ اس کا آفس نو بجے سے تھا اگر چاہتی تو صبح جلد اٹھ کر ناشتا وغیرہ بنا سکتی تھی لیکن وہ اٹھتی ہی دیر سے تھی اور آفس سے واپس آ کر تو صاف منع کر دیتی۔ "میں پہلے ہی بہت تھکی ہوئی ہوں" اس کے باوجود اپنے کام بہت لگن سے کرتی تھی یعنی اگر کوئی ایک آدھ سوٹ میلا ہوا تو اسے اسی وقت دھو کر ڈالنا پھر اگلے دن کے لیے کپڑوں کا انتخاب انہیں استری کر کے رکھنا اور سعدیہ کیونکہ فطرتاً صلح جو تھی اس لیے امی کو بھی اسے ٹوکنے کا موقع نہیں دیتی تھی

خود ہی سارے کام نمٹا لیتی اور کسی کسی وقت امی کی ڈانٹ بھی سنتی۔

"تم نے اسے سر چڑھایا ہوا ہے آخر کیوں نہیں اسے کچھ کرنے دیتیں۔"

"کرتی تو رہتی ہے کچھ نہ کچھ....." اس وقت وہ اپنے کپڑے دھو کر ڈال رہی تھی سعدیہ نے ہنستے ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا۔

"بس اپنے جوگی ہے۔" امی بڑبڑا کر رہ گئیں کیونکہ انہوں نے شجاع کو آتے دیکھ لیا تھا۔

"السلام علیکم چچی جان!" شجاع نے قریب آ کر انہیں سلام کیا اور سعدیہ کو دیکھ کر پوچھنے لگا "کیسی ہو؟"

"سخت ناراض......" سعدیہ نے کہا تو وہ تعجب سے اپنی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"مجھ سے......؟"

"جی آپ سے......"

"کیوں بھئی......؟"

"آپ وعدے کے مطابق فرصت کر کے نہیں آئے۔"

"میں گھر سے نہیں آ رہا ورنہ اسے ضرور... لے آتا" تا کہ اس اتوار کو لے آؤں گا وعدہ رہا۔" شجاع نے سعدیہ کی ناراضگی دور کرنے کی خاطر مسکرا کر اسے یقین دلایا تبھی وہ سنتی ہوئی آ گئی۔

"تم کیسے جھوٹے ہو پتا نہیں سعدیہ تمہاری باتوں میں کیسے آ جاتی ہے؟"

"ثانیہ......" امی نے اسے تنبیہی نظروں سے گھورا۔

"یہ کیسے بات کر رہی ہو؟"

"جھوٹے کو جھوٹا کہہ رہی ہوں۔" اس پر ان کی تنبیہ کا کوئی اثر نہیں ہوا وہ ڈھٹائی سے ہنستی ہوئی بولی۔

"سعدیہ سے کہو گا تم چائے بہت اچھی بناتی ہو۔"

"تو اس میں جھوٹ کیا ہے میں واقعی چائے بہت اچھی بناتی ہوں۔" سعدیہ شجاع سے پہلے بول پڑی۔

کیونکہ جانتی تھی کہ یہی بات شجاع کے منہ سے سن کر ثانیہ یقین سے کہے گی کہ محض چائے پینے کی خاطر وہ اس کی تعریف کر رہا ہے۔

"صرف چائے نہیں سعدیہ تمام کھانے بہت اچھے بنا لیتی ہے۔" امی کہتی ہوئی اٹھ کر چلی گئیں حالانکہ انہوں نے سیدھے سادے انداز میں تعریف کی تھی لیکن اسے یوں لگا جیسے اس پر جتا گئی ہوں جب ہی اندر ہی اندر سلگ کر رہ گئی لیکن بظاہر شان سے بولی۔

"مجھے کچن کے کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"یہ کوئی قابل قبول تعریف کی بات تو نہیں ہے جو آپ اتنی شان سے بیان کر رہی ہیں بلکہ افسوس کا مقام ہے۔" شجاع اس طرح بھی طنز کرنے سے باز نہیں رہ سکا۔

"تم تو ہو ہی بور۔" وہ نخوت سے سر جھٹک کر اٹھی اور شکن سے اخبار لے کر چھت پر چلی گئی آس پاس کی چھتوں پر لڑکیاں ٹہلتی ہوئی نظر آ رہی تھیں لیکن اس کا اس وقت کسی سے بات کرنے کا موڈ نہیں تھا اس لیے فوراً ہی چارپائی پر اخبار پھیلا کر بیٹھ گئی۔ شہ سرخیوں پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد وہ پوری توجہ سے "ضرورت ہے" کے کالم دیکھنے لگی کیونکہ ابھی بھی وہ اچھی جاب کر رہی تھی لیکن وہی بات کہ قناعت نہیں کر سکتی تھی دوسرے یکسانیت سے جلدی اکتا جاتی اور اب پتا نہیں وہ کیا چاہتی تھی۔

بہرحال اس کی ساری توجہ اخبار پر تھی جبھی شجاع کے آنے کا پتا نہیں چلا اور یہ اتفاق تھا کہ جہاں وہ نظریں جمائے بیٹھی تھی اس سے ذرا اوپر "ضرورت رشتہ" کا کالم تھا۔

"اس چکر میں مت پڑو یہ سب فراڈ ہوتے ہیں۔" شجاع کی آواز پر اس نے چونک کر سر اونچا کیا اور پیشانی پر بل ڈال کر پوچھنے لگی۔

"کیا فراڈ ہوتے ہیں؟"

"یہ جو تم رشتے دیکھ رہی ہو۔" شجاع کے دونوں ہاتھوں میں چائے کے مگ تھے ایک مگ اس نے وہیں رکھ دیا جہاں جلی حروف میں ضرورت رشتہ لکھا ہوا تھا اور وہ ایک دم ہی آپے سے باہر ہو گئی۔

"دماغ تو صحیح ہے تمہارا کیا سمجھا ہے تم نے مجھے یعنی اب میں اخبار میں اپنے لیے رشتے دیکھوں گی۔ ایسی گئی گزری نہیں ہوں شجاع احمد! میرے لیے ابھی بھی بہت لوگ دامن پھیلا کر آتے ہیں۔"

"مجھے پتا ہے۔" وہ آہستہ سے کہتا ہوا اس کے سامنے بیٹھ گیا اور چائے کا مگ ہٹا کر اسے متوجہ کر کے کہنے لگا۔ "کسی کے لیے ہی سہی ابھی تم یہ کالم دیکھ رہی تھیں کہ نہیں۔"

"جی نہیں میں یہ کالم دیکھ رہی تھی۔" وہ اس کے نیچے انگلی رکھ کر بولی تو وہ دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"خیریت جاب چھوڑ دی کیا تم نے؟"

"نہیں......"

"پھر کیا پارٹ ٹائم بھی کرو گی؟"

"جی نہیں، میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہوں۔"

"ویری گڈ۔" اس نے سراہ کر اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کی اور کامیاب بھی ہو گیا۔

"پتا ہے شجاع میں چاہتی ہوں کہ مجھے کسی اچھی فرم میں جاب مل جائے ہینڈسم سیلری کے ساتھ مگر تمام سہولیات ایمان سے مزہ آ جائے ... اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں وہ دیکھ کر ... گیا۔

"کوششیں جاری رکھو مل جائے گی۔"

"بس تم دعا کرو۔"

"میری دعاؤں میں اثر ہوتا تو میں تمہیں یہاں بیٹھا نظر آتا۔" اس نے بظاہر ہلکے پھلکے انداز میں کہا اور وہ زور سے ہنسی۔

"پھر کہاں ہوتے؟"

"پتا نہیں۔" وہ ٹال گیا پھر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "دیر ہو گئی چلنا چاہیے۔"

"کوئی اتنی دور نہیں جانا تمہیں اطمینان سے جانا کھانا کھا کر۔ پتا ہے سعدیہ تمہاری فیورٹ ڈش بنا رہی ہے۔"

"وہ اخبار رول کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے بولی تو وہ شوق سے پوچھنے لگا۔

"کوفتے......" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر تو رکنا پڑے گا۔" وہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا اور قدرے توقف سے کچھ ڈرتے ڈرتے بولا۔

"سنو...... سعدیہ سے تھوڑی گھرداری تم بھی سیکھ لو کام آئے گی۔"

"مجھے کوئی شوق نہیں۔" اس نے سخت بے زاری کا مظاہرہ کیا۔

"بات شوق کی نہیں ضرورت کی ہے کل کو شادی ہو کر سسرال جاؤ گی تو......"

"بس ... ابا بننے کی کوشش مت کرو۔" وہ فوراً ٹوک کر کہنے لگی۔ "مجھے کسی ... ے غیرے سے شادی نہیں کرنی ... ایسے گھر میں جاؤں گی جہاں ہر کام میرے ایک اشارے پر ہوگا۔"

"اللہ کرے ... ایسا ہی گھر ملے پھر بھی میں کہوں گا ... خوابوں کے پیچھے اندھا دھند بھاگنے کے بجائے حقیقت پسند بنو۔" وہ اپنی نظریں دور آسمان پر بھٹکتی چھوڑ کر دھیرے سے بولا۔

"زندگی کی اصل خوشی اتنے بڑے بنگلے نوکر چاکر اور گاڑیوں سے حاصل نہیں ہوتی، میں یہ نہیں کہتا کہ خواب مت دیکھو ضرور دیکھو لیکن انہیں اس طرح خود پر طاری مت کرو زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔"

"بس یا اور کچھ......" وہ ایک لمحہ کو خاموش ہوا تھا کہ وہ بول پڑی۔ انداز سے ظاہر تھا کہ وہ اس کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دے رہی تب وہ گہری سانس کھینچ کر بولا۔

"اور کچھ نہیں۔"

"چلو پھر نیچے چلتے ہیں۔" وہ اس کی بے نیازی سے بری طرح ہرٹ ہوا تبھی اس کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔

"تم چلو میں آتا ہوں۔" اور وہ بڑے آرام سے کندھے اچکا کر سیڑھیاں اتر آئی۔

❁......❁......❁

پھر رات میں جب وہ صبح کے لیے اپنے کپڑے استری کرنے کھڑی ہوئی تو اس وقت شجاع کی باتوں کو سوچ کر اپنے آپ ہی ہنسنے لگی سعدیہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا پھر پوچھنے لگی۔

''کیا کوئی لطیفہ یاد آ گیا ہے؟''

''ہاں پورے چھ فٹ لمبا لطیفہ۔''

''کیا مطلب؟'' سعدیہ بالکل نہیں سمجھی۔

''میں شجاع کی بات کر رہی ہوں۔'' اس نے اسی طرح ہنستے ہوئے کہا تو سعدیہ منہ بنا کر بولی۔

''تمہارے مذاق اڑانے سے فجی بھائی کی پرسنلٹی پہ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''مجھے تم سے پورا اتفاق ہے چکنے گھڑے پر کیا اثر ہو سکتا ہے بھلا۔'' اس نے مزید شجاع کو چکنے گھڑے کا خطاب بھی دے ڈالا تو سعدیہ جل کر بولی۔

''میں سمجھ گئی یقیناً فجی بھائی نے تمہیں کوئی اچھی بات سمجھانے کی کوشش کی ہوگی۔''

''ہاں میں تو نا سمجھ نادان پاگل ہوں ناں۔''

''خیر یہ تو نہیں کہا میں نے۔'' اس کے ایک دم بگڑنے پر سعدیہ کچھ خائف سی ہوگئی۔

''لیکن یہ تو یقین ہے ناں کہ شجاع نے مجھے کوئی اچھی بات سمجھانے کی کوشش کی ہوگی؟ ذرا اس بات کی وضاحت کرو۔'' وہ استری چھوڑ کر سعدیہ کے سر پہ آ کھڑی ہوئی خاصا جارحانہ انداز تھا۔

''مجھے نہیں پتا۔'' سعدیہ نے ناگواری سے کہہ کر منہ موڑ لیا۔

''پھر کیا کہوں؟''

''غلطی ہوگئی بابا معاف کر دو۔'' سعدیہ نے جان چھڑانے کو ہاتھ جوڑ دیئے تو نخوت سے سر جھٹک کر بولی۔

''معاف کر دو' بڑی آئیں فجی کی چمچی۔'' پھر استری کرنے تک وہ مسلسل بڑبڑاتی رہی' اس کے بعد یہ خیال کیے بغیر کہ سعدیہ پڑھ رہی ہے' لائٹ آف کر کے لیٹ گئی۔

❀......❀......❀

چھٹی کے دن شجاع حسب وعدہ فرح کو لے آیا تو وہ اسی وقت سر درد کا بہانہ کر کے لیٹ گئی صرف اس لیے کہ سعدیہ تو فرح کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو جائے گی اور امی زبردستی کچن کا کام اس سے کروائیں گی۔ ایسے موقعوں پر وہ یہی کیا کرتی تھی سعدیہ اور امی جانتی تھیں لیکن اب انہیں سب کے سامنے تو کہنا اچھا نہیں لگتا تھا البتہ عرفان باز نہیں آتا تھا اس وقت بھی وہ شجاع کو لیے ہوئے اس کے کمرے میں آ گیا اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''دیکھئے شجاع بھائی! آپ کی اور فرح کی آمد کا سنتے ہی اسے بخار چڑھ گیا۔''

''بکواس مت کرو میرے سر میں صبح سے ہی درد ہے۔'' وہ عرفان کی بدتمیزی پر تلملا کر بولی پھر انجان بن کر شجاع سے پوچھنے لگی۔ ''فرح بھی آئی ہے کیا؟''

''جناب میں بھی آئی ہوں اور آتے ہی یہ خبر سننے کو ملی ہے کہ تمہاری طبیعت ناساز ہے۔'' فرح نے اندر آتے ہوئے کہا تو عرفان فوراً بولا۔

''یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہے' دیکھ لو اپنی آنکھوں سے کیسی ہشاش بشاش نظر آ رہی ہے۔'' غصے کے باعث اس کا چہرہ سرخ ہو گیا' بس نہیں چل رہا تھا عرفان کو دھکا دے کر کمرے سے نکال دے اور شجاع اس کی کیفیت سمجھ کر عرفان کو سرزنش کرنے لگا۔

''بری بات عرفان! آنا نیہ تمہاری بڑی بہن ہے تمہیں اس کی عزت کرنی چاہیے۔''

''ہونہہ یہ کرے گا عزت۔'' وہ نخوت سے کہتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''ایمان سے شجاع بھائی میں چاہتا ہوں کہ اس سے آپ جناب سے بات کروں لیکن یہ......''

''عرفان......!'' وہ مزید ضبط نہیں کر سکی چیخ کر بولی۔

''تم فوراً میرے کمرے سے نکل جاؤ ورنہ میں ابو سے تمہاری شکایت کرتی ہوں۔''

"دیکھ لیں یہ ہیں باجی ثانیہ! واقعی اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔" عرفان جلدی سے کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔
"بہت ہی بدتمیز ہے۔" پھر ان دونوں کو دیکھ کر کہنے لگی۔ "تم لوگ کھڑے کیوں ہو بیٹھو نا۔ آؤ فرح تم میرے پاس آ جاؤ۔"
"میں پہلے چچا جان سے مل لوں۔" شجاع بھی کمرے سے نکل گیا تب وہ تفصیل سے فرح کو اپنی طبیعت کی خرابی کا بتانے لگی۔
"حالانکہ صبح میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھی' سب کے ساتھ ناشتا کیا اس کے بعد میرا ارادہ گھر کی صفائی کرنے کا تھا لیکن اچانک سر میں درد شروع ہوگیا' ابھی ٹیبلٹ لے کر لیٹی تھی۔"
"پھر تو ہم نے تمہیں ڈسٹرب کیا۔" فرح یوں شرمندہ ہو کر بولی جیسے واقعی اس سے کوئی بہت بڑی غلطی ہوئی ہو۔
"نہیں نہیں تمہارے آنے سے میں بالکل ڈسٹرب نہیں ہوئی بلکہ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ روز شجاع سے کہتی ہوں تمہیں لے کر آئے۔" اس نے کہا تو فرح اچھل پڑی۔
"یا! شجاع بھائی روز یہاں آتے ہیں۔"
"تقریباً...... اصل میں آفس سے واپسی پر پہلے ہمارا گھر آتا ہے اس لیے وہ یہاں سے ہو کر جاتا ہے۔" اس نے بہت سرسری انداز میں بتایا جیسے شجاع کی آمد اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور فرح نے خاص طور سے اس بات کو نوٹ کیا' جبھی موضوع بدلتی ہوئی پوچھنے لگی۔
"تمہاری جاب کیسی جا رہی ہے؟"
"فرسٹ کلاس۔" حالانکہ خود مطمئن نہیں تھی پھر بھی اترا کر بولی' جبھی سعدیہ چائے لے کر آ گئی اور چائے پینے تک وہاں بیٹھی اس کے بعد یہ کہتی ہوئی اٹھی کہ وہ اب دوپہر کا کھانا پکائے گی۔ فرح سے اس نے پوچھا کہ وہ اگر کوئی خاص چیز کھانا چاہے بتا دے۔
"میں مہمان نہیں ہوں جو تم خاص طور سے ہمارے لیے اہتمام کرو گی' چلو میں بھی تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔"
سعدیہ نے بہت منع کیا لیکن فرح اس کے ساتھ ہی کچن میں چلی آئی اس پر بھی اسے احساس نہیں ہوا بلکہ بڑے آرام سے دوبارہ لیٹ گئی اور کچھ دیر بعد سو بھی گئی۔
پھر دوپہر کے کھانے پر پتا نہیں کسی نے اسے اٹھایا نہیں یا وہ اٹھانے سے ہی نہیں اٹھی' بہرحال جب خود سے اٹھی تو چار بج رہے تھے اور گھر میں ایک دم سناٹا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اسی طرح لیٹی کوئی آواز سننے کی کوشش کرتی رہی اور پھر اٹھ کر پہلے منہ ہاتھ دھویا اس کے بعد کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کا رخ کیا۔ اس کا خیال تھا سب وہیں موجود ہوں گے لیکن کوئی بھی نہیں تھا وہ کچھ متعجب ہوئی اور اپنے آپ سوچتی قیاس کرتی ہوئی کچن میں آ گئی اپنے لیے کھانا [illegible] اور چائے کا پانی [illegible] چولہے پر رکھ کر وہیں کھڑی ہو کر کھانا کھانے لگی کو کہ سعدیہ نے کھانے میں اہتمام کیا تھا لیکن اب اس نے پلیٹ میں تھوڑا سا سالن اور ہاتھ میں آدھی روٹی لے لی تھی اور وہ بھی اس سے کھائی نہیں جا رہی تھی' تب اسے سب کے ساتھ اور اکیلے کھانے کا فرق تو سمجھ میں آیا لیکن اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے سب گھر والوں پر غصہ آنے لگا کہ کسی نے اسے اٹھایا کیوں نہیں۔ بڑی مشکل سے ہاتھ میں دبی روٹی ختم کی پھر مگ میں چائے ڈال کر لاؤنج میں آ بیٹھی' کچھ دیر بعد امی اپنے کمرے سے نکلیں تو انہیں دیکھتے ہی وہ پوچھنے لگی۔
"سعدیہ کہاں ہے امی؟"
"یہ سب لوگ شاید کلفٹن گئے ہیں۔" امی کہنے لگیں۔ "تم بے وقت سو گئیں ورنہ ان کے ساتھ چلی جاتیں میں نے کہا بھی تھا سعدیہ سے کہ تمہیں اٹھا دے۔"
"نہیں اچھا ہوا مجھے نہیں اٹھایا۔" وہ حقیقتاً بری طرح تلملا گئی تھی لیکن ظاہر یوں کیا جیسے اسے جانا ہی نہیں تھا۔
"کھانا کھایا تم نے؟"
"جی آپ چائے پئیں گی؟"
"ابھی نہیں یہ لوگ آ جائیں پھر بنا دینا۔" امی اگر اپنے لیے کہتیں تو وہ بنا دیتی لیکن ان سب کے لیے چائے

بتانے کا کہہ کر تو امی نے گویا اس کے غصہ کو ہوا دے دی' بمشکل ضبط کرتی ہوئی اٹھی اور چائے کا خالی مگ کچن میں رکھ کر پھر اپنے کمرے میں آ گئی۔

❁ ❁ ❁

شام ڈھل چکی تھی اور رات کی سیاہی دھیرے دھیرے پر پھیلا رہی تھی تب ان چاروں کی واپسی ہوئی' ایک دم سے خاموش فضا میں ہلچل مچ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ سیدھے امی کے پاس آئیں گے اور یقیناً اپنی تفریح کے مزے لے لے کر بیان کریں گے اس لیے ان کی آوازیں سنتے ہی وہ فوراً اٹھی اور استری کا پلگ لگا کر خود کو بہت مگن و مصروف ظاہر کرنے لگی۔

"ثانیہ کہاں ہے؟" اسے فرح کی آواز سنائی دی اور امی کے بتانے پر عرفان چیخا تھا۔

"ہائیں ابھی تک سو رہی ہے۔" امی نے پتا نہیں کیا کہا اس کے بعد وہ چاروں اس کے کمرے میں چلے آئے اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا وہ تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

"اتنی جلدی آ گئے تم لوگ۔"

"دل تو نہیں چاہ رہا تھا آنے کو ایمان سے کیا سماں تھا اتنا مزہ آیا اور شجاع بھائی نے تو آ... حاتم طائی کی قبر پر لات مار دی۔ گول گپے' آئس کریم... چاٹ پھر فرائی مچھلی اور......" عرفان ایک ہی سانس میں اتنی ساری چیزوں کے نام گنوانے کے بعد کچھ تھکے تھکے انداز میں بیڈ پر گرتا ہوا بولا۔ "بس ایک چائے نہیں پی وہ تم پلا دو۔"

"مجھ سے کہہ رہے ہو؟" وہ قصداً چونک کر پوچھنے لگی۔

"جی اتنی دیر سے میں آپ ہی سے مخاطب ہوں۔" عرفان اس کے انجان بننے پر جل کر بولا۔

"اچھا میں نے سنا نہیں کیا کہہ رہے تھے تم؟"

"اب میں دوبارہ اتنی چیزوں کے نام گنوانے سے رہا' بس تم چائے پلوا دو۔"

"سوری میں اپنا کام نہیں چھوڑ سکتی تمہیں اگر چائے ضرور پینی ہے تو خود جا کر بنا لو۔" وہ صاف انکار کر کے اپنی استری شدہ شرٹ ہینگ کرنے لگی پھر اسے الماری میں لٹکا کر پلٹی تو باری باری فرح' سعدیہ اور شجاع کو دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"تم لوگ خاموش کیوں بیٹھے ہو؟"

"بہت تھک گئے۔" فرح نے کہا تو وہ بے اختیار بولی۔

"اسی لیے تو میں نہیں گئی۔"

"ہاہاہا......" عرفان بہت زور سے ہنسا۔ "یوں کہہ رہی ہے جیسے ہم نے اس کی بہت خوشامد کی تھی۔"

"ہم ضرور اصرار کرتے اگر یہ سو نہ رہی ہوتی۔" شجاع نے اس کی سائیڈ لی لیکن وہ اس پر بھی جتا کر بولی۔

"میں سوئی نہیں' اس لیے تھی کہ میں نے تم لوگوں کا پروگرام سن لیا تھا۔"

"پھر تو تمہیں چلنا چاہیے تھا۔" شجاع نے جیسے اس کی بات کا یقین نہ کیا' جبھی امی چائے لے کر آ گئیں تو سعدیہ ... ہو کر بولی۔

"آپ نے کیوں بنائی امی! میں آ ہی رہی تھی۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا ویسے تو میرا خیال تھا پہلے تم لوگ کھانا کھا لیتے لیکن ابھی روٹی پکانی باقی ہے۔"

"کھانے کی گنجائش بالکل نہیں ہے اور چچی جان ہمارے لیے روٹی پکایئے گا بھی نہیں۔" شجاع نے منع کرتے ہوئے فرح کو چلنے کا اشارہ بھی کیا۔

"کیوں بیٹا؟"

"بس چچی جان اب ہم چلیں گے امی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"کوئی فکر کی بات نہیں ہے اپنے ہی گھر آئے ہو کھانا کھا کر جانا۔" امی کہتی ہوئی چلی گئیں تو اس بار سعدیہ اسے ٹوکے بغیر نہ رہ سکی۔

"ثانیہ! استری بعد میں کر لینا' دیکھو امی اب روٹی پکانے کھڑی ہو جائیں گی۔" اس نے خاموشی سے پلگ نکالا اور کمرے سے نکل آئی۔

پھر جب کھانے کے بعد شجاع فرح کو لے کر چلا

گیا تب وہ ابو کے سامنے عرفان کی شکایات کا دفتر کھول کر بیٹھ گئی۔

"بہت بدتمیزی کرتا ہے' ہر وقت میرا تمسخر اڑاتا ہے خاص طور سے دوسروں کے سامنے تو ضرور میری بے عزتی کرتا ہے۔"

ابو نے عرفان کو بہت ڈانٹا وہ بے چارہ احتجاج کرتا رہ گیا کہ ثانیہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتی لیکن اس کی شنوائی نہیں ہوئی اور وہ ایک طرح سے بدلہ لے کر بہت خوش اپنے کمرے میں آئی اور سعدیہ کو سنا کر بولی۔

"اب کبھی مجھ سے بدتمیزی کر کے دیکھے۔" سعدیہ نے کوئی توجہ نہیں دی بیڈ کی چادر ٹھیک کرنے میں لگی رہی پھر اسی خاموشی سے اپنی جگہ پر لیٹ گئی تو وہ کچھ تعجب سے پوچھنے لگی۔

"اتنی جلدی سو رہی ہو؟"

"ہاں تھک گئی ہوں ویسے اتنی جلدی بھی نہیں ہے ساڑھے دس ہو رہے ہیں اور پلیز اگر تمہیں کوئی کام نہیں کرنا تو لائٹ بند کردو۔" سعدیہ نے آنکھوں پر بازو رکھتے ہوئے کہا تو کچھ دیر کھڑی غالباً کام سوچتی رہی پھر لائٹ آف کر کے لیٹ گئی۔

سارا دن سوئی تھی اب اتنی جلدی نیند آنے کا سوال ہی نہیں تھا' کچھ دیر تک اندھیرے میں ادھر ادھر تکتی رہی پھر سعدیہ کو ہلا کر بولی۔

"سنو مجھے تو ابھی نیند نہیں آئے گی۔"

"ظاہر ہے سارا دن سوئی جو ہو۔" سعدیہ نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسے دیکھنے کی کوشش کی۔

"پھر اب کیا کروں؟"

"کوئی کتاب پڑھ لو۔"

"اوں ہوں پڑھنے وڑھنے کا موڈ نہیں ہے۔" اسے سعدیہ کا مشورہ پسند نہیں آیا منہ بنا کر بولی تو سعدیہ نے خاموشی اختیار کرلی یوں بھی اسے نیند آ رہی تھی قدرے توقف سے وہ پھر پوچھنے لگی۔

"صبح کالج جاؤ گی؟"

"ہاں اور کل تو میرا ٹیسٹ بھی ہے۔"

"لیکن تم نے تیاری تو کی نہیں سارا دن گھومنے میں گزار دیا اور ابھی بھی سو رہی ہو۔"

"صبح دیکھ لوں گی۔" سعدیہ سمجھ گئی کہ جب تک اسے خود کو نیند نہیں آئے گی اسے بھی نہیں سونے دے گی۔ اس لیے ایک انگڑائی لے کر اس نے پہلے خود کو پوری طرح بیدار کیا اور پھر اس کی طرف کروٹ لے کر بولی۔

"ایک بات کہوں ثانیہ برا تو نہیں مانو گی۔"

"کہو......" خلاف عادت اس نے کوئی سوال نہیں اٹھایا اور فوراً اسے کہنے کی اجازت دے دی تب بھی سعدیہ کچھ رک کر بولی۔

"مجھے لگتا ہے کہ شجاع بھائی تمہیں پسند کرتے ہیں۔"

"مجھے [illegible] نہیں وہ تمہیں پسند کرتے ہیں ہر وقت تمہاری تعریف کرتا رہتا ہے۔"

"میری نہیں میرے کام کی تعریف کرتے ہیں جبکہ تمہیں چاہنے لگے ہیں۔" سعدیہ نے تصحیح کرتے ہوئے کہا تو [illegible] کے ساتھ بولی۔

"یہ کیا منطق ہے' کچھ کہا اس نے تم سے؟"

"نہیں میں نے خود اندازہ لگایا ہے پہلے کئی بار مجھے شبہ ہوا اور آج تو یقین آ گیا۔" سعدیہ نے اس کا طنز محسوس نہیں کیا تھا جبھی خوش ہو کر بولی۔

"کیوں آج کیا ہوا؟" اس نے پوچھا تو سعدیہ اسی طرح خوش ہو کر بتانے لگی۔

"آج جب ہم کلفٹن جا رہے تھے تو شجاع بھائی کی شدید خواہش تھی کہ تم بھی ساتھ چلو بلکہ تمہارے بغیر تو وہ جانے پر آمادہ ہی نہیں ہو رہے تھے۔ کئی بار مجھ سے کہا کہ تمہیں اٹھا دوں لیکن ہر بار عرفان نے سخت مخالفت کی پھر وہاں جا کر بھی وہ بہت بور ہوئے الگ تھلگ بیٹھے رہے اور دو تین بار کہہ بھی گئے کہ اگر تم ساتھ ہوتیں تو اچھا لگتا۔ ایسے میں ان کی آنکھوں میں تمہارے لیے میں نے ان گنت جذبوں کے رنگ دیکھے تو مجھے بہت اچھا لگا' خوشی ہوئی ایمان سے ثانیہ! کتنا اچھا ہو جو شجاع بھائی اور تم......"

"شٹ اپ....." وہ انتہائی ناگواری سے ٹوک کر بولی۔ "کبھی ایسا سوچنا بھی مت۔"

"کیوں کیا برائی ہے اس میں؟" سعدیہ کا سارا جوش سرد پڑ گیا۔

"برائی یہ ہے کہ وہ مجھے کچھ بھی نہیں دے سکتا جبکہ مجھے بہت کچھ چاہیے۔" اس کا تنفر سعدیہ کو سخت ناگوار گزرا۔

"خیر یہ تو نہ کہو کہ وہ تمہیں کچھ نہیں دے سکتے اگر تم اپنے دماغ کو ساتویں آسمان سے نیچے اتار کر سوچو تو تمہیں شجاع بھائی کے پاس وہ سب کچھ نظر آئے گا جس کی کوئی بھی لڑکی تمنا کر سکتی ہے۔"

"میں کیوں نیچے اتروں جسے میری تمنا ہے اسے میری سوچ تک آنا ہوگا اور میں سمجھتی ہوں شجاع تو کبھی بھی اتنی اونچائی تک نہیں پہنچ سکتا۔" وہ اتنی ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی سے بولی کہ سعدیہ کو دل چاہا پہلے اسے اپنے گریبان میں جھانکنے کو کہے لیکن نامناسب خیال کرتی ہوئی خاموش ہو رہی۔

"میرا خیال ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ شجاع [illegible] بہت اچھی طرح جانتا ہے کہ میں کیا چاہتی ہوں اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اس جیسے کتنے [illegible] ہونز [illegible] کر چکی ہوں۔" سعدیہ نے کوئی [illegible] وہ اس کا کندھا ہلا کر بولی۔

"سو گئیں.....؟"

"ہوں....." سعدیہ نے قصداً ایسی آواز نکالی جیسے سو رہی ہو پھر کروٹ ہی بدل لی تو نئے سرے سے اس کی باتوں پر غور کرنے کے بعد گزرے ماہ و سال پر نظر ڈالنے لگی لیکن اسے کوئی ایسا لمحہ یاد نہ آیا جب اس نے شجاع کو اپنی طرف مائل محسوس کیا ہو تب اس نے سوچا سعدیہ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے اور اگر نہیں تو شجاع کی پیش رفت سے پہلے وہ اس پر اس کی حیثیت واضح کر دے گی گویا اس کے نزدیک محبت و چاہت کی کوئی اہمیت نہیں تھی دوسرے لفظوں میں اسے مادہ پرست کہا جا سکتا تھا۔

❀.....❀.....❀

اس وقت اس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا کیونکہ اچانک ابر چھا جانے سے موسم بہت خوشگوار ہو گیا تھا اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ چھٹی لے کر گھر چلی جائے۔ کچھ دیر بعد اس نے فائلیں سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیں اور باس کے کمرے میں جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ شجاع کا فون آ گیا اس کی آواز سنتے ہی کہنے لگا۔

"ثانیہ! ذرا باہر نظر ڈالو کیا غضب کا موسم ہے۔"

"ہاں دیکھ رہی ہوں۔"

"پھر کیا پروگرام ہے؟" شجاع نے پرشوق انداز سے پوچھا۔

"سوچ رہی ہوں چھٹی لے کر گھر چلی جاؤں۔"

"گھر جا کر کیا کرو گی؟"

"پھر....."

"[illegible] چھٹی [illegible] کر باہر نکلو میں آ رہا ہوں پھر ساحل پر چلیں گے۔" [illegible] تو وہ خوش ہو کر چہکی۔

"[illegible]....." پھر صبر کر کے فون رکھ دیا اور ادھر ادھر دیکھنے [illegible] کی طرف سے کوئی متوجہ نہیں تھا۔ تب اٹھ کر باس کے کمرے میں گئی اور وہاں سے چھٹی لے کر باہر نکل آئی تقریباً پندرہ منٹ کے انتظار کے بعد اسے شجاع کی بائیک نظر آئی اور جیسے ہی اس نے قریب آ کر بائیک روکی وہ اچک کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔

"مجھے آنے میں زیادہ دیر تو نہیں ہوئی؟" شجاع نے بائیک آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا تو وہ بے پروائی سے بولی۔

"نہیں میں خود ابھی آفس سے نکلی ہوں۔"

"تھینکس گاڈ ورنہ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ۔"

"اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض نہیں ہوتی۔"

"مجھے پتا ہے۔" وہ جتا کر ہنسا اور اسپیڈ بڑھا دی۔

ساحل پر کافی رونق تھی غالباً ویک اینڈ کے باعث وہ بس دور ہی سے سمندر کا نظارہ کرتی رہی۔ شجاع نے

بہت کہا تھوڑی دور گیلی ریت پر چلو لیکن وہ تیار نہیں ہوئی۔ پتا نہیں کس موڈ میں تھی سی ویو پر بنے ریسٹورانٹ میں سنگی بینچ پر پیر سمیٹ کر بیٹھ گئی مجبوراً اسے بھی بیٹھنا پڑا ورنہ چاہتا تھا اس کے ساتھ لہروں کا تعاقب کرتا ہوا بہت دور نکل جائے۔

"اچھا لگ رہا ہے ناں۔" وہ اسے محو دیکھ کر پوچھنے لگا اور وہ چونک کر بولی۔

"کیا.....؟"

"میرا ساتھ۔" شریر مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کہا تو پہلے اس نے کچھ حیران ہو کر دیکھا پھر یقین سے بولی۔

"میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں بلکہ میں تو سرے سے یہاں ہوں ہی نہیں۔"

"پھر.....؟"

"میں اپنی ہی دنیا میں بھٹک رہی ہوں جہاں سارے خوب صورت موسم ایک ساتھ اترتے ہیں اور وسیع لان میں میں تتلی کی مانند اڑتی پھر رہی ہوں۔" وہ لہروں کو دیکھتی ہوئی پھر اپنے خیال میں کھو کر بولی۔

"سنو تمہاری دنیا میں کہیں میں بھی ہوں....." وہ بڑی آس سے پوچھنے لگا اور وہ بڑی بے رحمی سے اس کی آس توڑ گئی۔

"نہیں....."

"کیوں خود پر ظلم کر رہی ہو ثانیہ! جو تم سوچتی ہو وہ تمہیں نہیں مل سکتا۔" وہ اس کی بے دردی پر سلگ کر چیخا۔

"کیوں..... کیوں نہیں مل سکتا۔ میری خواہشیں انہونی تو نہیں ہیں۔" وہ تنک کر بولی۔

"انہونی بے شک نہیں ہیں لیکن ان خواہشوں نے تمہیں اتنا خود غرض بنا دیا ہے کہ تمہیں کسی کا احساس ہی نہیں رہا۔ بنگلہ گاڑیاں نوکر چاکر دولت کی فراوانی کیا یہ سب میری محبت سے زیادہ اہم ہے۔"

"محبت....." وہ طنزیہ ہنسی۔ "تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟"

"ہاں اور بہت بڑے دعوے نہیں کروں گا لیکن تمہیں خوشیوں سے بھرپور زندگی دینے کا وعدہ کر سکتا ہوں۔"

"خوشیوں سے بھرپور....." اس کا انداز ہنوز تھا۔

"نہیں شجاع! میرا خیال ہے تم میری ایک خوشی بھی پوری نہیں کر سکتے اور میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ میرا خیال چھوڑ دو کیونکہ ہمارے راستے بالکل الگ ہیں۔"

"راستے الگ نہیں ہیں ثانیہ تم نے....."

"بس مجھے قائل کرنے کی کوشش مت کرو۔" وہ ٹوکتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور جیسے ہی مڑی سگریٹ کے بے تحاشا دھوئیں نے اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر دیں۔

"لاحول ولا....." وہ بے حد جھنجلائی اور سانس روک کر آگے آئی تو سگریٹ پینے والے کو باقاعدہ گالیاں دینے لگی۔

"کیا ہوا.....؟" شجاع کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کس پر چڑ رہی ہے۔

"ارے بدتمیز نہیں ہے راستے میں دھواں چھوڑتے ہیں۔ وہ تو اچھا ہوا میں نے سانس روک لیا۔" وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی تو شجاع نے پلٹ کر پیچھے دیکھا پھر اسے لے کر وہاں سے نکل آیا۔

"آئس کریم کھاؤ گی؟"

"نہیں بس اب گھر چلو سعدیہ کے ہاتھ کی چائے پئیں گے۔" وہ اپنی بات پر خود ہی ہنسی پھر اس کے پیچھے بائیک پر بیٹھی تو قریب کھڑی گاڑی کو دیکھ کر کہنے لگی۔ "کیا شاندار گاڑی ہے۔"

شجاع نے ایک جھٹکے سے بائیک آگے بڑھا دی تو وہ زور سے ہنس پڑی اور کچھ دیر بعد اسی گاڑی کو آگے دیکھ کر اسے چڑانے کی خاطر کہنے لگی۔

"سنو میں خوابوں کے پیچھے نہیں بھاگ رہی بلکہ خواب میرے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں۔" وہ پہلے سمجھا نہیں مرر میں گاڑی پر نظر پڑی تو تاسف سے بولا۔

"یہ ہیں تمہارے خواب..... خوابوں کی ایک جھلک۔" وہ اس کے کندھے کے اوپر سے مرر میں دیکھ رہی

تھی مسکرا کر بولی تو اس نے یہ سوچ کر بائیک کی اسپیڈ کم کردی کہ گاڑی آگے نکل جائے گی تب وہ اس کے پیچھے بائیک دوڑاتا ہوا کہے گا کہ اب تم خوابوں کے پیچھے بھاگ رہی ہو لیکن گاڑی والا جانے کس موڈ میں تھا اس کی اسپیڈ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور وہ جتنا اندر ہی اندر جھنجلا رہا تھا وہ اسی قدر محظوظ ہو رہی تھی۔

❁......❁......❁

رات میں اس نے مزے لے کر سعدیہ کو یہ واقعہ سنایا اور شجاع کی خجالت بتاتے ہوئے ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں پانی آ گیا آخر میں کہنے لگی۔

"بے چارا سارا وقت گاڑی کو راستہ دینے میں لگا رہا لیکن گاڑی والے نے بھی جیسے اس کے ساتھ ضد باندھ لی تھی۔"

"ہوگا کوئی لوفر۔" سعدیہ کو اس کا شجاع پر ہنسنا بالکل اچھا نہیں لگا جبھی بے نیازی سے کہہ کر بات ختم کرنی چاہی۔

"لوفر ہو یا کوئی بھی میں بہرحال اس کی ممنون ہوں۔"

"ممنون......" سعدیہ نے اسے تاسف سے دیکھا پھر بھی وہ دھڑلے سے بولی۔

"بالکل ورنہ اس وقت میرے ساتھ [illegible] ہوتا اور اس وقت تم بھی اس کے ساتھ [illegible]۔" [illegible] نہیں کہہ رہی تھی جبھی سعدیہ نے خاموشی اختیار کرلی۔

❁......❁......❁

پھر زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس روز آفس سے واپسی پر جب وہ بس کے انتظار میں کھڑی تھی وہی گاڑی اس کے قریب آن رکی۔ اس نے پہلے شوق سے دیکھا پھر کچھ ٹھٹک کر پیچھے ہٹنا چاہتی تھی کہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص نے اس کی طرف کا دروازہ کھول دیا اور جھک کر اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"آیئے میں آپ کو ڈراپ کردوں۔" وہ ان سنی کر کے دوسری طرف دیکھنے لگی تب وہ اتر کر اس کے پاس آ گیا۔

"میں آپ سے مخاطب ہوں مس ثانیہ!"

"جی......" وہ اچھل پڑی۔ "آپ کو میرا نام کیسے معلوم؟"

"صرف نام میں پورا بائیوڈیٹا بتا سکتا ہوں۔" اس کے یقین سے کہنے پر وہ جز بز ہو کر بولی۔

"لیکن میں آپ کو نہیں جانتی۔"

"میں فراز علی ہوں۔" باقی تفصیل راستے میں۔" وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ وہ اس کا اشارہ نظر انداز کر کے اپنے ذہن کو کھنگالنے میں لگ گئی یہ نام کہیں نہیں تھا نہ ہی اس کی صورت جانی پہچانی تھی وہ الجھنے لگی کہ آخر وہ اسے کیونکر جانتا ہے۔

"دیکھیں [illegible] لوگ متوجہ ہو رہے ہیں راستے میں آرام سے میرے بارے میں سوچتی رہیے گا۔" وہ اسے الجھتے دیکھ کر جلدی سے بولا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے آپ کے بارے میں سوچنے کی۔" وہ [illegible] کر بولی۔

"چلیں یہ کام بھی [illegible] کرلوں گا آپ بیٹھیں تو......"

[illegible] کہا تو وہ [illegible] کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو کر گاڑی کو دیکھنے [illegible] سامنے کھڑی مرسڈیز میں بڑی کشش تھی اس کے لیے پھر بھی وہ خاصی محتاط کھڑی تھی تب وہ جیسے زچ ہو کر بولا۔

"آپ بے شک میرا اعتبار نہ کریں اپنے آپ پر تو اعتبار ہونا چاہیے آپ کو۔" وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بیٹھ گئی اور جیسے ہی اس نے گاڑی بڑھائی تو وہ پوچھنے لگی۔

"آپ کیسے جانتے ہیں مجھے؟"

"اس فرم میں جہاں آپ جاب کرتی ہیں میرے شیئرز ہیں اور عنقریب ہم شراکت سے ایک نیا پروجیکٹ شروع کرنے والے ہیں اس سلسلے میں میرا اکثر یہاں آنا ہوتا ہے۔" اس نے بتایا تو وہ حیران ہو کر بولی۔

"لیکن میں نے تو کبھی آپ کو آفس آتے جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"اس میں قصور کس کا ہوا میرا؟" وہ اسے دیکھ کر دلکشی

سے مسکرایا پھر آہ بھر کر کہنے لگا۔

"ہاہاہا..... میں تو اب تک خاصا خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ آپ میری منتظر رہتی ہوں گی لیکن آپ نے تو سرے سے مجھے قابل اعتبار ہی نہیں سمجھا یعنی اس قدر گیا گزرا ہوں میں۔"

"نہیں خیر اتنے....." وہ فوراً نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی گاڑی جانے کن راستوں پر دوڑ رہی تھی اسے جب احساس ہوا تو فوراً پوچھنے لگی۔

"یہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"آپ کو کہاں جانا ہے؟" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگا وہ جھنا کر بولی۔

"کیوں آپ کو نہیں معلوم آپ تو میرا سارا بائیو ڈیٹا جانتے ہیں۔" وہ محظوظ سے انداز میں اثبات میں سر ہلا کر ذرا سا ہنسا پھر کہنے لگا۔

"بہت ذہین ہیں آپ بہر حال مجھے اپنے گھر میں بس دو منٹ کا کام ہے اس کے بعد میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔" پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔ "آپ کو جلدی تو نہیں ہے؟"

"نہیں....." وہ خوب صورت اور وسیع رقبوں پر بنے بنگلوں کو اشتیاق سے دیکھتی ہوئی بولی اور جس بنگلے کے سامنے اس نے گاڑی روکی اسے دیکھ کر تو اس کا سانس رکنے لگا۔

"بس دو منٹ....." وہ کہتا ہوا اتر کر اندر گیا تو اس کے پیچھے سے کھلے گیٹ سے اندر نظریں دوڑاتے ہوئے اسے لگا جیسے قسمت کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی ہے۔ یہی اس کی منزل ہے اس کے خوابوں کی تعبیر..... وہ اس قدر مگن تھی کہ اس کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا اس کی آواز پر چونکی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔

"سوری دو سے چار منٹ ہو گئے۔" وہ کچھ نہ بولی اور پہلی بار اسے غور سے دیکھا اس کے بعد جانے کن سوچوں میں گم ہو گئی تھی۔

❁.....❁.....❁

تیسری ملاقات میں ہی جب فراز علی نے اسے پرپوز کیا تو وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھنے لگی پھر بھی اس کے سامنے بہت ضبط کا مظاہرہ کرگئی یعنی کوئی خاص تاثر نہیں دیا لیکن گھر آتے ہی سعدیہ کو کندھوں سے تھام کر پہلے دو تین چکر دیئے پھر دونوں بازو دائیں بائیں پھیلا کر بولی۔

"سب کچھ میری جھولی میں آن گرا ہے خود بخود۔" سعدیہ نے خود کو سنبھال کر اسے دیکھا خوشی سے دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ گردن اکڑائے کھڑی تھی۔

"سب کچھ کی وضاحت کرو گی؟" سعدیہ نے بغیر دلچسپی لیے کہا۔

"وہی سب کچھ جو میں نے چاہا بنگلہ گاڑی نوکر چاکر وغیرہ وغیرہ....." اس کے شاہانہ انداز پر سعدیہ قصداً انجان بن کر بولی۔

"تمہاری جھولی میں کیسے سما سکتا ہے۔"

"پاگل ہو تم....." وہ چڑ گئی۔ "اتنا بھی نہیں سمجھتیں کہ میرا کہنے کا مطلب کیا ہے؟"

"کیا..... کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"یعنی یہ سب کچھ مجھے حاصل ہو رہا ہے بغیر کسی تردد کے وہ امیر کبیر شخص فراز علی ہے ناں اس نے مجھے پرپوز کیا ہے۔" اس نے بتا کر یوں سعدیہ کو دیکھا جیسے خود اس نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہو اور اب داد چاہ رہی ہو جبکہ سعدیہ کے منہ سے چیخ نما آواز نکلی۔

"کیا.....؟" پھر ایک دم اپنی آواز پر قابو پا کر سوچنے لگی۔ "تمہارا مطلب ہے وہ فراز علی جو اس دن تمہیں ڈراپ کر گیا تھا۔"

"ہاں وہی۔" وہ خوش ہو کر بولی۔

"لیکن ثانیہ اتنی جلدی..... میرا مطلب ہے ایک ہی ملاقات میں انہوں نے تم سے شادی کا فیصلہ کر لیا اور تمہارے خیال میں کیا یہ مناسب ہے؟"

"اس میں نامناسب کیا ہے؟" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگی انداز خاصا تیکھا تھا جس سے سعدیہ سمجھ گئی کہ وہ اس

سلسلے میں کوئی اعتراض سننا ہی نہیں چاہتی جب ہی کچھ رک کر بولی۔

"نامناسب تو خیر کچھ نہیں بس یہ ہے کہ فراز علی کم سے کم تم سے دس سال ضرور بڑے ہوں گے۔"

"بارہ سال......" وہ بڑے آرام سے بولی تو سعدیہ کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر پوچھنے لگی۔

"شادی شدہ ہیں؟"

"نہیں اور تمہارے اگلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جس لڑکی سے محبت کرتے تھے اس سے شادی نہیں ہو سکی اور اس کے سوگ میں اتنے سال گنوا دیے ورنہ اب تک چار بچوں کے باپ ہوتے۔" اس نے از خود سعدیہ کا سوال جان کر اس قدر بے پروائی سے جواب دیا کہ سعدیہ تعجب سے پوچھنے لگی۔

"تمہارے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں؟"

"میرے نزدیک اہم یہ ہے کہ وہ میری ہر خواہش پوری کر سکتے ہیں اور بس۔ مجھے ان کی گزشتہ زندگی سے کوئی سروکار نہیں سب ہی ناکام عشق کرتے ہیں اس کے باوجود سیج پر بیٹھی دلہن سے پہلا جملہ یہی بولتے ہیں کہ تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔" آخر میں وہ محظوظ ہو کر خود ہی ہنسی اور سعدیہ بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

"بھئی واہ یہاں تو بڑا خوشگوار ماحول ہے۔" شجاع نے اندر آتے ہوئے کہا تو اس نے فوراً سعدیہ کو اشارے سے کچھ بھی بتانے سے منع کیا پھر شجاع کو دیکھ کر کہنے لگی۔

"ہمارے ہاں اکثر ماحول خوشگوار ہی رہتا ہے بس کبھی کبھار دوسروں کی مداخلت اثر انداز ہوتی ہے۔"

"تمہارا اشارہ اگر میری طرف ہے تو میں چلا جاتا ہوں۔"

"ارے نہیں شجی بھائی۔" سعدیہ فوراً بول پڑی۔ "آپ کوئی دوسرے تھوڑی ہیں۔"

"یہ تو تمہاری محبت ہے سعدیہ جو تم مجھے اپنا سمجھتی ہو ورنہ ثانیہ کا بس نہیں چلتا میرا یہاں داخلہ بند کروا دے۔" وہ سعدیہ کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔

"دیکھا...... میں نے غلط تو نہیں کہا اچھا خاصا موڈ خراب کر دیتا ہے یہ اب اس سے پوچھو میں کیوں اس کا داخلہ بند کراؤں گی بلکہ اسے بتا دو کہ مجھے اس کے آنے نہ آنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ کہتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تو شجاع اپنی جگہ چور سا بن گیا جبکہ سعدیہ بمشکل شپٹائی بلکہ نادم ہو کر بولی۔

"سوری شجی بھائی یہ تو بس یونہی ہر وقت لڑنے کو تیار رہتی ہے۔"

"مجھے پتا ہے اور میں اس کی کسی بات کا برا نہیں مانتا۔" اس نے سعدیہ کی ندامت دور کرنے کی خاطر ہنس کر کہا اور پھر اپنی بات سچ ثابت کرنے کے لیے اسے کتنی دیر وہاں بیٹھنا پڑا تھا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ فوراً اٹھ کر چلا جائے۔

❀......❀......❀

پھر زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ فراز علی نے اس کے لیے باقاعدہ پیغام بھیج دیا ان کے والدین حیات نہیں تھے بس ایک بڑی بہن تھیں وہ اپنے میاں کے ساتھ آئیں اور پہلی ہی بار میں اسے انگوٹھی پہنانے کے ساتھ شادی کی تاریخ دینے پر اصرار کرنے لگیں اس وقت امی خود کو کافی بے بس محسوس کر رہی تھیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کریں کیونکہ سعدیہ کے ذریعے وہ ان سے کہلوا چکی تھی کہ اس رشتے سے انکار نہ کریں اور امی ابو نے انکار تو نہیں کیا پھر بھی انہیں کچھ وقت چاہیے تھا یعنی فراز علی کے بارے میں وہ اطمینان کرنا چاہتے تھے لیکن ان کی بہن ہتھیلی پر سرسوں جمانے بیٹھی تھیں۔

"والدین کے انتقال کے بعد فراز بالکل اکیلا رہ گیا ہے اب خدا خدا کر کے شادی پر آمادہ ہوا ہے اس کا گھر بس جائے تو میں مطمئن ہو جاؤں گی بس آپ کوئی قریبی تاریخ دے دیں۔" ان کی ہر بات اسی جملے پر ختم ہو رہی تھی آخر امی کو کہنا پڑا۔

"تیاری میں کچھ وقت تو لگے گا۔"

"ہمیں کچھ نہیں چاہیے اللہ کا دیا فراز کے پاس سب کچھ ہے اور اس نے خاص طور سے کہا ہے کہ آپ کسی قسم کا

کوئی تردد نہ کریں۔"

"پھر بھی ہم اپنی خوشی تو ضرور پوری کریں گے ماشاء اللہ خاصا بڑا خاندان ہے ہمارا اور ثانیہ کے تایا' ماموں وغیرہ سے مشورے کے بعد ہی ہم شادی کی تاریخ رکھ سکیں گے۔"

امی کو اچانک جواب سوجھ گیا اور پھر انہوں نے یوں ظاہر کیا جیسے تایا' ماموں سے مشورے کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھا سکتیں۔ اس موقع پر ابو نے ان کا بھرپور ساتھ دیا تب کہیں جا کر فراز علی کی بہن کو دبنا پڑا ورنہ وہ بضد تھیں کہ اسی وقت تاریخ لے کر جائیں گی بہرحال ان کے جانے کے بعد جہاں امی نے اطمینان کا سانس لیا وہاں یہ خدشہ بھی تھا کہ آخر وہ شادی کی اتنی جلدی کیوں کررہی تھیں۔

"کیوں کیا امی کو میری شادی کی جلدی نہیں تھی۔" سعدیہ کی زبانی امی کا خدشہ سن کر وہ تنک کر بولی۔ "جب میں انٹر میں تھی اس وقت جب کوئی رشتہ آتا تھا تو امی ہاں کرنے کو تیار ہوتیں ان کا بس نہیں چلا ورنہ کب کی مجھ سے فارغ ہوچکی ہوتیں۔"

"خیر یہ کوئی اچنبھے کی بات تو نہیں بڑے دعوے کرتے ہی ہیں اور ایسی صورت میں کہ فراز علی بالکل غیر اور انجان شخص ہیں۔" سعدیہ نے دیر سے کہا تو وہ بے نیازی سے بولی۔

"میرے لیے وہ انجان نہیں ہیں۔" سعدیہ نے حیرت سے اسے دیکھا اور قصداً خاموشی اختیار کرلی۔

❀......❀......❀

پھر ابو اپنے طور پر فراز علی کی جو چھان بین کرسکتے تھے انہوں نے کی اور حقیقتاً انہیں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوئی جو ان کے دل میں ذرا سی بھی کھٹک بیدار کرتی۔ ساتھ ہی گھر میں شادی کی تیاری شروع ہوگئی لیکن اس کی ساری دلچسپی اس گھر سے زیادہ فراز علی کے گھر میں ہونے والی تیاریوں میں تھی روزانہ شام میں فراز علی اسے اپنے ساتھ لے جاتے اور شہر کی مہنگی ترین دکانوں سے اس کے لیے قیمتی چیزیں خریدتے اور ظاہر ہے ان کے مقابلے میں اپنے ہاں کی چیزیں کہاں اس کی نظر میں سما سکتی تھیں۔ امی اور سعدیہ کی شاپنگ اور ان کے اشتیاق سے پوچھنے پر سرسری انداز میں دیکھ کر نخوت سے کہتی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" سعدیہ کو اس کا یہ انداز سخت برا لگتا لیکن اب کیونکہ وہ کچھ دنوں کی مہمان تھی اس لیے بڑے تحمل سے برداشت کی جاتی تھی۔

❀......❀......❀

اس وقت وہ بہت اہتمام سے تیار ہوکر فراز علی کا انتظار کررہی تھی جب سعدیہ نے بظاہر مذاق میں کہہ دیا۔

"میرا خیال ہے ثانیہ! اب تمہیں فراز بھائی سے پردہ کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟" وہ چیکھی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اس لیے کہ شادی میں بس کچھ ہی دن رہ گئے ہیں۔"

"تم اپنے پاس رہنے دو یہ مڈل کلاس والوں کی باتیں اگر فراز نے سن لیا تو بہت مذاق اڑائیں گے۔" اس نے ناگواری سے سعدیہ کو ٹوک دیا تبھی فراز کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو وہ گیٹ کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"فراز آگئے ہیں امی سے کہہ دو میں جارہی ہوں۔"

"پہلے انہیں اندر تو آنے دو چائے وغیرہ......" اس نے سعدیہ کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور باہر نکل آئی فراز نے اسے دیکھتے ہی گاڑی کا دروازہ کھول دیا تو بیٹھنے سے پہلے اس نے پلٹ کر دیکھا کہ شاید سعدیہ گیٹ تک آئی ہو لیکن وہ نہیں تھی تب اپنے آپ میں کچھ شرمندہ سی ہوکر بیٹھ گئی۔

فراز نے کل ہی اس سے کہا تھا کہ آج وہ اسے اپنے بنگلے پر لے جائیں گے تاکہ وہ سیٹنگ وغیرہ دیکھ لے اور اگر تبدیلی کروانا چاہے گی تو وہ اس کی پسند کے مطابق تبدیلی کروادیں گے اور وہ بہت خوش تھی لیکن کچھ بے پروا سی بنی رہی البتہ بنگلے میں داخل ہوتے ہی وہ بالکل بے اختیار ہوگئی خوش رنگ پھولوں سے سجا وسیع لان دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور بے اختیار کہہ گئی۔

"میرے خوابوں کی حسین تعبیر۔" فراز علی اس کی

دیوانگی سے قصداً نظریں چرا کر آگے بڑھ گئے تو قدرے توقف سے احساس ہونے پر وہ تیز قدموں سے ان کے پیچھے چلی آئی اور اندر آ کر وہ پھر خود پر قابو نہیں رکھ سکی۔

"میری ہمیشہ سے یہی تمنا تھی اتنا بڑا گھر ویل ڈیکوریٹڈ اور مجھے یقین تھا میری خواہش ضرور پوری ہوگی جبکہ باقی سب میرا مذاق اڑاتے تھے۔"

"مذاق کیوں اڑاتے تھے؟" فراز علی نے اس کے دمکتے چہرے پر نظر ڈال کر پوچھا۔

"شاید ان کا مقصد میرے دل سے اس خواہش کو مٹانا تھا لیکن میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ ہرگز کسی ایرے غیرے سے شادی نہیں کروں گی۔" اس کا سارا دھیان امپورٹڈ ڈیکوریشن پیسز کی طرف تھا۔

"اچھا......" وہ ذرا سانس لینے کو رکے پھر پوچھنے لگے۔ "اور اگر ہماری ملاقات نہ ہوتی تب؟"

"تب بھی میرا فیصلہ نہیں بدل سکتا تھا میں انتظار کرتی۔"

"کس کا میرا......؟" جس طرح انہوں نے چونک کر پوچھا وہ بھی چونک کر دیکھنے لگی پھر ایک دم کھلکھلا کر ہنسی کے درمیان بولی۔

"آپ کا۔" وہ کچھ دیر اس کی ہنسی کی جلترنگ سنتے رہے پھر موضوع بدلتے ہوئے کہنے لگے۔

"تمہیں یہ سب ٹھیک لگ رہا ہے یا کوئی تبدیلی چاہتی ہو۔"

"فی الحال سب ٹھیک بلکہ بہت اچھا ہے پھر بھی موڈ بدلا تو سیٹنگ بھی بدل دیں گے۔" اس نے کہا تو وہ ذرا سے کندھے اچکا کر رہ گئے۔

"سنو کیا سب لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں؟" واپسی میں وہ اس سے پوچھ رہے تھے۔ "تمہاری طرح خواب دیکھنے والی؟"

"ہاں لیکن تعبیر ہر ایک کو نہیں ملتی۔" اس نے اعتراف کے ساتھ گردن اکڑائی۔

"اور جنہیں تعبیر نہیں ملتی ان کا کیا قصور ہوتا ہے؟"

"وہ بزدل ہوتے ہیں یا پھر جلد باز انتظار نہیں کرتے۔ پھر...... مجھے نہیں پتا۔" وہ آخر میں جھنجلا گئی تو وہ اسے ذرا سا ہنسے لیکن کچھ کہا نہیں پھر اسے گھر کے سامنے اتار کر جانے لگے تو وہ روک کر بولی۔

"اندر چلیں ناں...... سعدیہ آپ کو بہت اچھی چائے پلائے گی۔"

"کیوں تمہیں چائے بنانی نہیں آتی۔"

"آتی ہے لیکن بناؤں گی نہیں کیونکہ مجھے کچن کے کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں۔" اس نے فخریہ بتایا اور انہیں اندر آنے پر آمادہ نہ دیکھ کر خدا حافظ کہتی ہوئی وہ اپنے کمرے میں چلی آئی لاؤنج میں عرفان کے ساتھ شجاع کو دیکھ کر وہ اپنے کمرے میں جاتے جاتے پلٹ کر انہی کے پاس آ بیٹھی۔

"کیسے ہو شجاع؟" اس کے پوچھنے پر وہ متوجہ ہوا اور مسکرا کر بولا۔

"تم سناؤ کہاں سے آ رہی ہو؟" وہ ابھی جواب دینا چاہتی تھی کہ سعدیہ چائے لے آئی اور اسے دیکھ کر کچھ تعجب سے بولی۔

"ہائیں...... تم نے فراز بھائی کو باہر ہی سے رخصت کر دیا۔"

"کہا تھا میں نے کہ تمہارے ہاتھ کی چائے پی کر جائیں لیکن وہ چلے گئے۔" اس نے بے نیازی سے کہہ کر ٹرے میں سے چائے کا ایک مگ اٹھا لیا تو اس کی ڈھٹائی پر عرفان تو کسمسا ہوا بولا۔

"دیکھو جب سعدیہ چائے بنانے گئی تھی اس وقت تم یہاں موجود نہیں تھیں اس لیے یہ چائے واپس رکھ دو۔"

"کیوں تم اگر نہیں پیو گے تو کون سی قیامت آ جائے گی۔" اس نے مروتاً بھی عرفان کا خیال نہیں کیا بلکہ فوراً مگ ہونٹوں سے لگا لیا تب سعدیہ اپنا مگ اس کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

"تم یہ لے لو عرفان میں اور بنا لوں گی۔"

"نہیں بس اب میں جا رہا ہوں۔" عرفان اپنی کتابیں

اٹھا کر باہر نکل گیا تو کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی پھر سعدیہ محض اس خیال سے کہ کہیں اب وہ شجاع کو بھی ناراض نہ کردے اس کا پسندیدہ موضوع چھیڑتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"آج کیا شاپنگ کی تم نے؟" اور وہ جیسے انتظار میں تھی فوراً کہنے لگی۔

"آج کوئی شاپنگ نہیں کی اصل میں فراز بہت دنوں سے اصرار کررہے تھے کہ میں ان کا بنگلہ دیکھ لوں۔" پھر وہ خاص طور سے شجاع کو سنا کر کہنے لگی۔ "مجھے یقین نہیں آرہا سعدیہ کہ میں واقعی اتنی خوش قسمت ہوں اتنا بڑا گھر جس کی سجاوٹ دیکھ کر تو میں دنگ رہ گئی اس پر بھی فراز کہہ رہے تھے کہ کسی چیز کی کمی ہو تو بتاؤ۔" سعدیہ نے کچھ پریشان ہوکر شجاع کو دیکھا جس کا اندرونی اضطراب اس کے چہرے پر ظاہر ہورہا تھا اور وہ محسوس کرنے کے باوجود براہِ راست اسے مخاطب کرکے بولی۔

"شجاع! اب ذرا میری آنکھوں میں دیکھو۔" اس نے چونک کر دیکھا تو کہنے لگی۔

"بھینگی تو نہیں ہو گئیں البتہ خوابوں کو [illegible] روشن ضرور ہوگئی ہوں گی...... ہے ناں۔" وہ افسردگی سے مسکرایا اور دھیرے دھیرے اثبات میں سر ہلانے لگا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"کم از کم مبارک باد ہی دے دو۔"

"ضرور دوں گا لیکن اس وقت جب میں تمہیں خوش دیکھوں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیوں ابھی میں تمہیں خوش نظر نہیں آرہی؟" اس نے تنک کر پوچھا لیکن وہ ان سنی کرتا وہاں سے چلا گیا تب وہ سعدیہ کو دیکھ کر بولی۔

"جل گیا......"

"جی نہیں...... وہ کیوں جلنے لگے۔" سعدیہ ناگواری سے کہہ کر چائے کے خالی مگ ٹرے میں رکھنے لگی پھر اسے دیکھ کر بولی۔

"وجی بھائی کا دل بہت بڑا ہے پتا ہے ابھی تمہارے آنے سے پہلے وہ یہی بات کررہے تھے کہ تم بہت لکی ہو اور اس پر خوشی کا اظہار بھی کررہے تھے۔"

"اچھا......" اس کی ہنسی میں تمسخر تھا تب سعدیہ ٹرے اٹھا کر چلی گئی۔

❁......❁......❁

رات کو جب وہ سونے کے لیے لیٹی تب بھی اس کا دھیان فراز علی کے گھر کی طرف تھا کبھی وہ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ سوچتی تھی، کبھی لاؤنج، کبھی لان اور کبھی بیڈ روم۔ اتنی نفاست اتنی خوب اس کے تصور سے بڑھ کر تھی، جب سعدیہ آ کر اپنی جگہ پر لیٹی تب وہ اپنے خیال سے نکل کر اسے چھیڑتی ہوئی بولی۔

"تمہارے کام ابھی تک ختم نہیں ہوئے؟"

"تمہاری شادی تک تو کام بڑھتے ہی جائیں گے اسی لیے میں نے فرح کو بلوایا ہے وہ آ جائے گی تو سہولت ہو جائے گی۔"

"[illegible] آنے کو کہا ہے اس نے؟" وہ سعدیہ کی طرف کروٹ بدل کر پوچھنے لگی۔

"وہ تو آنے کو تیار ہے اب دیکھو وجی بھائی کب لے کر آتے ہیں۔"

"ہاں شجاع کا اپنا دل چاہے گا تو ابھی لے آئے گا اور اگر ہم کہیں گے تو......"

"نہیں خیر ابھی تو وجی بھائی کو پتا ہے کہ ہم صرف محبت میں اسے نہیں بلا رہے بلکہ ضرورتاً بلا رہے ہیں اور شام میں مجھ سے وعدہ بھی کر گئے۔"

"پھر تو ضرور لے آئے گا کیونکہ شجاع میں کوئی اور خوبی ہو نہ ہو وعدہ ضرور نبھاتا ہے۔"

"چلو تم نے کسی ایک خوبی کا اعتراف تو کیا۔" اس کی بات پر وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی پھر غالباً اپنی صفائی پیش کرنے کے خیال سے کہنے لگی۔

"دیکھو سعدیہ! میرا شجاع سے کوئی جھگڑا نہیں ہے میں اس کی بہت قدر کرتی ہوں وہ بہت مخلص اور ایماندار ہے۔"

"پھر تم نے ان کی محبت کو کیوں ٹھکرایا؟" سعدیہ کے فوراً پوچھنے پر وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"اب میں تمہاری اس بات کا کیا جواب دوں۔"

"شاید تمہارے پاس جواب نہیں ہے۔"

"ہے لیکن میرا جواب تمہیں مطمئن نہیں کرے گا اس لیے اس بات کو یہیں ختم کردو اور آئندہ بھی میرے سامنے اس کی یکطرفہ محبت کا ذکر مت کرنا۔" اس کے لہجے کی تنبیہ نے سعدیہ کو خاموش کردیا اور قدرے توقف سے وہ خود ہی کہنے لگی۔

"میں اپنی زندگی جینا چاہتی ہوں شجاع کی محبت قبول کر کے کیا ملتا مجھے اور سچ تو یہ ہے سعدیہ کہ محبت خود فریبی کا دوسرا نام ہے اندر سسکتی ہوئی خواہشوں پر یہ کہہ کر مرہم رکھا جاتا ہے کہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے بتاؤ یہ خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔"

"اپنی اپنی سوچ ہے تم اگر ایسا سمجھتی ہو تو میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" سعدیہ نے خود کو اختلاف سے روکنے کی خاطر دامن بچایا لیکن وہ پوچھنے لگی۔

"اور تم کیا سمجھتی ہو؟"

"اس کائنات کی سب سے خوب صورت اور اٹل حقیقت محبت اور صرف محبت ہے مجھے اگر محبت حاصل ہوجائے تو اس کے لیے میں ساری دنیا چھوڑ سکتی ہوں لیکن ساری دنیا کے لیے محبت نہیں چھوڑ سکتی۔" سعدیہ نے صاف گوئی اور سادگی سے اپنا خیال بتایا تو وہ بیزاری سے بولی۔

"وہی اسی فیصد لڑکیوں والی سوچ۔"

"یونہی سہی کیوں تم بتاؤ کیا تمہیں فراز بھائی سے محبت نہیں ہے؟" سعدیہ نے اچانک جیسے اسے کٹہرے میں لا کھڑا کیا۔

وہ حیران ہوگئی لیکن لاجواب ہونے والوں میں سے نہیں تھی فوراً سنبھل کر بولی۔

"محبت بھی میں نے سوچ سمجھ کر کی ہے۔"

"سوچ سمجھ کر محبت نہیں ہوتی۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔" وہ کہہ کر کروٹ بدل گئی کیونکہ اب واقعی لاجواب ہورہی تھی۔

❀......❀......❀

پھر چند دن جیسے پر لگا کر اڑے وہ سب کچھ پالینے کے احساس سے سرشار بابل کی دہلیز چھوڑ آئی۔

لاؤنج تک فراز علی اس کے ساتھ ساتھ تھے اس کے بعد پتا نہیں کہاں چلے گئے ان کی بہن اسے حجلۂ عروسی میں لے گئیں اور آرام سے بٹھانے کے بعد کہنے لگیں۔

"چلو بھئی اب میرا کام ختم بہت اطمینان ہوگیا ہے مجھے۔ فراز اکیلا تھا میں ہر وقت اس کی فکر میں رہتی تھیں حالانکہ نوکر چاکر سب موجود ہیں اور وہ کوئی بچہ بھی نہیں ہے لیکن عورت کے بغیر بھی بھلا کوئی گھر ہوتا ہے میں فراز سے یہ بات کہتی تھی تو وہ ہنستا تھا اب سمجھے گا کہ میں ٹھیک کہتی تھی یا غلط۔" پھر اس کی ٹھوڑی چھو کر بولیں۔

"ماشاء اللہ بھئی بہت پیاری ایسے ہی تو نہیں میرا بھائی تم پر مرمٹا اور یہیں کا ہو کے رہ گیا۔" انہوں نے اپنے پیچھے دیکھا پھر آہستگی سے بولیں۔

"میں سمجھتی ہوں اسے اور دیکھو ابھی میں گھر جارہی ہوں میری ساس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ورنہ دو چار دن ضرور تمہارے پاس رکتی خیر پھر آتی جاتی رہوں گی کوئی فکر کی بات نہیں اب یہ تمہارا گھر ہے۔" وہ بہت دھیمی مسکان ہونٹوں پر سجائے انہیں دیکھ رہی تھی بلکہ ان کے جانے کا انتظار کررہی تھی اور جیسے ہی وہ کمرے سے نکلیں اس نے پہلے اپنی اکڑی ہوئی کمر کو تکیے کا سہارا دیا پھر آرام سے بیڈ کی پٹی پر سر رکھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگی خاصا کشادہ کمرا تھا۔ وال ٹو وال سرخ کارپٹ ہم رنگ پردے مشرقی دیوار کے ساتھ ایک صوفہ سیٹ درمیان میں فل سائیڈ بیڈ کے باوجود باقی جگہ خالی تھی شاید فراز کو بیڈ روم میں زیادہ سامان پسند نہیں تھا۔

وہ اُدھر سے دھیان ہٹا کر اپنے زیورات دیکھنے لگی دونوں انگلیاں انگوٹھیوں کی قید میں تھیں اسے اپنے ہاتھ بہت خوب صورت لگے ایک ایک انگوٹھی چھونے کے بعد

اس نے اپنی ہتھیلیاں دعا کے انداز میں سیدھی کیں تو پھر کتنی دیر تک مہندی کے دلفریب ڈیزائن پر نظریں جمائے بیٹھی رہی شاید اندر کہیں یہ خواہش بھی تھی کہ ایسے ہی لمحوں میں فراز آ کر اس کے ہاتھ تھام لیں۔ دھیرے دھیرے جب یہ خواہش شدت اختیار کرنے لگی تب اسے کتنا وقت گزرنے کا احساس ہوا اور فراز ابھی تک نہیں آئے تھے۔ اس نے حیران ہو کر دروازے پر نظریں جمائیں اور کوئی آواز سننے کی کوشش کرنے لگی لیکن ہر سو گہری خاموشی تھی۔

اس نے چند لمحے سوچنے میں صرف کیے پھر اپنا بھاری دوپٹہ سنبھالتی بیڈ سے اتر کر دروازے تک آئی اور ذرا سا کھول کر دیکھا لاؤنج کی تیز روشنیاں بجھ چکی تھیں زیرو پاور کی مدھم روشنی میں خواب ناک ماحول گہری خاموشی کی لپیٹ میں خوفناک محسوس ہو رہا تھا وہ اگر چاہتی بھی تو وہیں سے فراز کو نہیں پکار سکتی تھی اور اس کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے واپس پلٹنا چاہتی تھی کہ فراز بہت جلدی میں سیڑھیاں اترتے نظر آئے وہ بے اختیار بڑھ آئی۔

"فراز......" اس کی پکار پر انہوں نے چونک کر دیکھا لیکن رکے نہیں لاؤنج کی ٹیوب لائٹ آن کر کے فون کی طرف بڑھ گئے اور بہت عجلت میں نمبر ڈائل کرنے لگے اس اثناء میں وہ قریب آ کر پوچھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں تم جاؤ آرام کرو۔" ان کے روکھے انداز پر ایک لمحہ کو وہ سن سی ہو گئی پھر ایک دم کریڈل پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"کس سے؟" ان کا ریسیور والا ہاتھ کندھے پر آن ٹھہرا اور بہت سرسری نظروں سے اسے دیکھا جبکہ وہ ہوش اڑا دینے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔

"اس خاموشی اور سناٹے سے۔"

"یہاں تو ہمیشہ سے ایسی ہی خاموشی ایسا ہی سناٹا ہے خیر دھیرے دھیرے عادی ہو جاؤ گی۔" انہوں نے کہتے ہوئے کریڈل پر سے اس کا ہاتھ ہٹا کر دوبارہ نمبر ڈائل کرنے لگے تو اپنے نظر انداز ہونے پر بری طرح سلگ کر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ وہ بول پڑے۔

"رات بہت ہو گئی ہے جاؤ سو جاؤ۔"

اس اجنبی انداز پر حیرت سے زیادہ احساس توہین نے اسے مار ڈالا اگر اولین شب کی دلہن ہونے کا خیال نہ ہوتا تو وہ اسی وقت یوں اجنبی ہو جانے کا سبب پوچھتی بہت ضبط سے اس وقت وہ اپنے اس روپ کی لاج رکھ گئی اور کمرے میں آتے ہی پہلے اس نے خود کو بھاری زیورات کے بوجھ سے آزاد کیا پھر لباس تبدیل کر کے نرم بستر پر لیٹی تو فراز کے رویے کو سوچتی ہوئی سو گئی۔

❁ ❁ ❁

صبح وہ جلدی اٹھنے کی عادی نہیں تھی لیکن شاید نئی جگہ کے باعث معمول سے پہلے اس کی آنکھ کھل گئی اور اٹھتے ہی اسے پہلا خیال فراز کا آیا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی کہیں ان کا آس پاس کوئی نشان نہیں تھا وہ کچھ الجھن میں گرفتار ہو کر پھر ان کے بارے میں سوچنے لگی تھی کہ دروازے پر دستک کے بعد ملازمہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آ گئی اسے سلام کیا پھر کھڑکی سے پردے سمیٹنے لگی تو کچھ دیر کو اس کا دھیان فراز کی طرف سے ہٹ گیا اور وہ بہت شوق سے ملازمہ کو اپنے لیے چائے بناتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"چینی کتنی ڈالوں بی بی!" ملازمہ کے پوچھنے پر وہ چونک کر بولی۔

"ایک چمچ۔" ملازمہ نے چائے بنا کر کپ اسے تھمایا پھر جاتے جاتے پوچھنے لگی۔ "آپ کے لیے ناشتا بنا دوں۔"

"ابھی نہیں میں ناشتا دیر سے کروں گی۔"

وہ کہتی ہوئی اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا پھولوں سے مہک چرائی ہوئی اس نے گہری سانس لی اور منظر کی دلکشی کو سراہتے ہوئے اس پر سب کچھ پا لینے کا احساس غالب آ گیا پھر چائے پینے تک وہ وہیں کھڑی رہی اس کے بعد کمرے سے نکلی تو

ملازمہ لاؤنج میں بکھری پھولوں کی پتیاں سمیٹتی نظر آئی۔

"فراز کہاں ہیں؟" بغیر سوچے سمجھے اس نے بلا ارادہ ہی پوچھ لیا تو ملازمہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا جس پر وہ جز بز ہو کر خوامخواہ اس پر بگڑنے لگی۔

"جلدی سمیٹو یہ سب ابھی کوئی مہمان آ گیا تو کتنا عجیب لگے گا۔" پھر وہ وہاں رکی نہیں تھی واپس اپنے کمرے میں آ گئی اور بے حد جھنجلا کر فراز کے بارے میں سوچنے لگی کہ آخران کا مقصد کیا ہے اچانک رنگ کیوں بدل لیا ہے انہوں نے یوں لگ رہا ہے جیسے کسی پرانی دشمنی کا بدلہ لے رہے ہوں۔

"لیکن مجھ سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے انہیں؟" وہ ادھر ادھر ٹہلتی ہوئی سوچ رہی تھی تبھی ملازمہ نے آ کر بتایا کہ اس کے گھر سے کچھ لوگ آئے ہیں فوری طور پر وہ کچھ بھی نہیں حیران ہو کر پوچھنے لگی۔

"کون ہے؟"

"پتا نہیں جی دو لڑکیاں ہیں ساتھ ایک مرد ہے۔" ملازمہ نے لاعلمی ظاہر کرنے کے ساتھ بتایا تو وہ [illegible] رخ کرتی ہوئی بولی۔

"تم انہیں بٹھاؤ میں تیار ہو کر آتی ہوں۔" تیاری میں اس نے [illegible] منٹ لگائے اس کے بعد ڈرائنگ روم میں آئی تو شجاع کے ساتھ سعدیہ اور فرح کو دیکھ کر مایوسی سے بولی۔

"اوہ تم لوگ ہو میں بھی پتا نہیں کون ہے؟"

"کیا مطلب؟ کیا تمہیں ہمارے آنے کی خوشی نہیں ہوئی۔" فرح نے برا مناتے ہوئے کہا تو وہ آگے بڑھ کر اسے گلے لگاتی ہوئی بولی۔

"یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"اگر مجھے تمہارا پتا ہوتا تو میں ایسے ہی آ جاتی خوامخواہ تیاری میں لگ گئی اور تمہیں انتظار کرنا پڑا۔" اس نے وضاحت کی تو فرح سرتاپا اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"اچھی لگ رہی ہو رات تو تم قیامت ڈھا رہی تھیں۔"

"اچھا......" وہ ہنسنا چاہتی تھی لیکن پھیکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو کر دم توڑ گئی فوراً ان کی طرف سے رخ موڑ کر ملازمہ کو پکارا پھر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں نے ابھی ناشتا نہیں کیا چلو سب ساتھ کرلیں گے۔"

"نہیں ہم اب چلیں گے۔" شجاع کے بولنے پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا مطلب کیا صرف مجھے دیکھنے آئے تھے۔"

"صرف دیکھنے نہیں تمہارے لیے ناشتا لے کر آئے ہیں امی اور تائی جی کا اصرار تھا کہ اس وقت ناشتا ہمارے ہاں سے جائے گا اور اسی بہانے تمہیں دیکھ بھی لیا۔" سعدیہ نے اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے کہا تو وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"عجیب رواج ہیں۔"

"عجیب ہیں یا غریب تم جلدی سے فراز بھائی کا دیدار کراؤ پھر ہم چلتے ہیں۔" فرح نے کہا تو وہ بظاہر بڑے آرام سے بولی۔

"فراز ابھی کسی کام سے نکلے ہیں ان کے دیدار کے لیے تمہیں انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کتنا انتظار؟"

"یہی کوئی دو تین گھنٹے۔" کہیں فرح ہامی نہ بھر لے شجاع فوراً بول پڑا۔

"نہیں پھر سہی ابھی تو ہمیں اجازت دو چلو فرح سعدیہ۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کم از کم چائے تو پی لو ورنہ پھر کہو گے......"

"میں کچھ نہیں کہوں گا۔" وہ درمیان ہی میں بات اچک کر باہر نکل گیا تو وہ سعدیہ اور فرح کے ساتھ ہی برآمدے تک آئی اور وہیں رک کر انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد فراز کی تلاش میں اس نے ایک ایک کمرہ دیکھ ڈالا سارے گھر میں وہ کہیں نہیں تھے جس پر پہلے اسے تعجب ہوا پھر غصہ آنے لگا کہ اگر انہیں کہیں جانا ہی تھا تو

بتا کر جاتے وہ کون سا انہیں روک لیتی۔

❁.....❁.....❁

دوپہر تک اس کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا تھا اور مشکل یہ تھی کہ وہ ملازموں سے ان کے بارے میں پوچھ بھی نہیں سکتی تھی' اپنے آپ ہی تلملاتی رہی اور یونہی شام پھر رات ہوگئی۔ ایک ایک کرکے سب ملازم رخصت ہوگئے' وہ چاہنے کے باوجود ملازمہ کو روک نہیں سکی اور اس کے جانے کے بعد سب دروازے بند کرکے وہ ٹی وی آن کرکے بیٹھ گئی۔ سارا دن کی سوچوں نے اس کے ذہن کو بری طرح متاثر کیا تھا اور اب تو اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر روئے لیکن رونے کو وہ ہمیشہ سے بزدلی سمجھتی تھی اس لیے ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ اپنا دھیان ادھر اُدھر بٹانے کی کوشش کرنے لگی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی تب اپنے دکھتے ہوئے سر کو صوفے کی پشت سے ٹکا کر پلکیں موندیں تو آپ ہی آپ کناروں سے پانی چھلکتا چلا گیا۔

کتنی دیر بعد اسے احساس ہوا کہ وہ رو رہی ہے اور اپنی بے بسی پر اسے اور شدت سے رونا آیا تو خود کو کوستی ہوئی ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ٹی وی کا بٹن آف کررہی تھی کہ گلاس وال سے فراز کی گاڑی گیٹ سے داخل ہوتی نظر آئی اس نے پہلے وال کلاک پر نظر ڈالی پھر جلدی سے دروازے کا لاک کھول کر دوبارہ وہیں جا کر بیٹھ گئی بظاہر انجان لیکن ان کا ایک ایک قدم شمار کررہی تھی وہ قریب آئے تو اسے بیٹھے دیکھ کر تعجب سے بولے۔

"ارے تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

اور یہ سچ ہے کہ وہ دبو قسم کی لڑکی نہیں تھی لیکن ایسی منہ پھٹ اور بدلحاظ بھی نہیں تھی جو یہ کہہ دیتی کہ آپ کے انتظار میں جاگ رہی ہوں اور پھر رات انہوں نے اپنی ذات کا مان بھی نہیں بخشا تھا جو اس کے ہونٹوں پر شرمیلی مسکان سجا دیتا اس کے برعکس اسے بڑا عجیب سا لگا نظریں چراتی ہوئی بولی۔

"دوپہر میں بہت دیر تک سوئی اس لیے اب نیند نہیں آرہی۔"

"ایک بج رہا ہے سو جاؤ۔" وہ گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بولے اور جانے لگے تھے کہ وہ ایک دم اپنی جگہ کھڑی ہوکر پوچھنے لگی۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے؟"

"کیوں؟" ان کی سوالیہ نظروں سے وہ سٹپٹا گئی لیکن پھر فوراً سنبھل کر کہنے لگی۔

"میرا مطلب ہے آپ کو بتا کر جانا چاہیے تھے' صبح سعدیہ اور فرح آئی تھیں مجھے ان سے جھوٹ بولنا پڑا کہ آپ ابھی کہیں نکلے ہیں۔"

"اگر میں بتا کر جاتا تب بھی تمہیں یہی جھوٹ بولنا پڑتا۔" انہوں نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اسے سناٹے میں چھوڑ کر بیڈ روم کی مخالف سمت کمرے میں چلے گئے اور جاتے ہوئے قصداً دروازہ بند ہونے کی آواز پر ایک دم سناٹے سے نکلی اور بے اختیار ان کے پیچھے گئی لیکن چند قدم کے بعد ہی رک گئی پھر وہیں سے پلٹ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

خود پر ضبط کرنا مشکل ہورہا تھا یوں بھی وہ ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہوجاتی تھی اور یہ ذرا سی بات نہیں تھی رات سے وہ شخص اس کی توہین کررہا تھا بنا کسی قصور کے سارا دن بھی وہ یہی سوچتی رہی تھی اور اب تو اس کا سر پھٹنے لگا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گی فراز علی! مجھ میں سچ بولنے کا حوصلہ ہے لیکن تمہاری حقیقت جاننے کے بعد۔" وہ کسی نتیجے پر پہنچنے کے بعد سوئی تھی۔

صبح وہ بہت دیر سے اٹھی سر بھاری ہورہا تھا اس لیے چائے سے پہلے اس نے شاور لیا پھر لاؤنج میں آبیٹھی' ملازمہ ناشتے کا پوچھنے آئی تو اس نے منع کردیا پھر بظاہر سرسری انداز میں اس سے پوچھنے لگی۔

"فراز کس وقت گئے تھے؟"

"جی۔" ملازمہ کی حیرت بھری جی پر وہ پیشانی پر بے شمار شکنیں ڈال کر بولی۔

"میں فراز کا پوچھ رہی ہوں آفس کس وقت

گئے تھے۔"

"صاحب کہیں نہیں گئے بی بی! وہ گھر پر ہیں ابھی مجھ سے چائے منگوائی تھی۔" اس کے بگڑنے پر ملازمہ مسکین سی شکل بنا کر بولی تو وہ اپنی جگہ چور سی بن گئی عجیب مشکل تھی وہ اندر ہی اندر جھنجلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ملازمہ کو جانے کا کہا پھر اپنے کمرے میں آنے لگی تھی کہ فون کی بیل پر بڑھ کر ریسیور اٹھالیا دوسری طرف سعدیہ تھی اس کی آواز سنتے ہی کہنے لگی۔

"تو تمہاری صبح ہوگئی؟"

"کیا مطلب؟" وہ دھیان سے سعدیہ کی بات سن نہیں سکی تھی کیونکہ اسی وقت فراز کمرے سے نکلے تھے اور اس کا کچھ دھیان اُدھر منتقل ہوگیا تھا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے میں نے فون کیا تھا معلوم ہوا کہ تم سو رہی ہو۔" سعدیہ نے بتایا۔

"ہاں وہ......"

"بس بس صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں [illegible] ہے بڑے آدمیوں کی صبح بارہ بجے ہوتی ہے۔" سعدیہ نے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا پھر پوچھنے لگی۔ "فراز بھائی کہاں ہیں؟"

"جہاں ہونا چاہیے۔" فراز اس کے قریب سے گزر رہے تھے اس لیے اس نے گول مول سا جواب دیا۔

"کہاں ہونا چاہیے؟" اُدھر سعدیہ شوخی سے پوچھ رہی تھی لیکن اس نے سنا ہی نہیں۔ فراز کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی جب ان کی گاڑی گیٹ سے باہر نکل گئی تب جیسے ہوش میں آ کر بولی۔

"ہاں کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

"پہلے یہ بتاؤ تم کہاں کھوئی تھیں۔"

"نہیں کہیں نہیں ملازمہ کی بات سننے لگی تھی۔"

"اچھا خیر میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ آج شام تم اور فراز بھائی ہمارے ہاں آؤ گے امی زبردست اہتمام کر رہی ہیں اور سنو ذرا جلدی آنا۔" سعدیہ نے اصل بات بتاتے ہوئے تاکید کی تو وہ فوراً کوئی جواب نہیں دے سکی۔

"لگتا ہے ابھی بھی تم نیند میں ہو جاؤ سو جاؤ باقی باتیں شام میں ہوں گی۔" سعدیہ نے کہہ کر فون بند کردیا اور وہ پریشان سی ہوگئی۔ ظاہر ہے فراز ابھی اس کے سامنے نکل کر گئے تھے اور ان کی واپسی کا بھی کچھ پتا نہیں تھا۔ دوپہر تک وہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہی پھر ان کے آفس فون کر ڈالا اور جب انہیں بتایا کہ شام میں امی کے ہاں جانا ہے تو وہ بڑے آرام سے بولے۔

"ہاں چلی جانا۔"

"میں......" وہ ٹپٹا گئی۔ "میں کیسے جاؤں؟"

"کیوں کیا پرابلم ہے ڈرائیور سمیت گاڑی موجود ہے اور کیا چاہیے تمہیں۔"

"آپ...... میرا مطلب ہے آپ بھی مدعو ہیں۔" وہ [illegible] امکان [illegible] پر قابو پا کر بولی۔

"ظاہر ہے انہوں نے اکیلے تمہیں تو بلایا نہیں ہوگا۔" ان کا انداز جتانے والا تھا جس پر وہ تلملا کر بولی۔

"لیکن جاؤں گی میں اکیلی ہی۔" اس کے ساتھ ہی ریسیور پٹخ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

❁......❁......❁

شام میں وہ بہت اہتمام سے تیار ہوئی اور اسے یقین تھا کہ سب اسے بہت سراہیں گے لیکن اسے اکیلے دیکھ کر ایک ہی سوال کرنے لگے۔

"فراز کہاں ہیں...... آئے کیوں نہیں؟" اور وہ پہلے ہی تایا جی کے سب گھر والوں کو دیکھ کر کچھ پریشان سی ہوگئی تھی۔ سعدیہ نے بتایا تو تھا کہ امی بہت اہتمام کر رہی ہیں لیکن اس طرف اس کا دھیان نہیں گیا تھا کہ اور لوگ بھی مدعو ہوں گے صرف امی اور سعدیہ کو تو کسی طرح مطمئن کیا جاسکتا تھا یا وہ صاف لفظوں میں یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ فراز یہاں آنا نہیں چاہتے کیونکہ وہ بہت کم کوئی بات خود پر رکھتی تھی لیکن تائی جی اور فرح کی موجودگی میں اسے پھر جھوٹ کا سہارا لینا پڑا۔

"فراز میٹنگ میں مصروف تھے اگر جلدی فارغ ہوگئے تو آ جائیں گے۔"

"اچھی لگ رہی ہو۔" کتنی دیر بعد فرح نے فقط اتنا کہا تو وہ چیخ کر بولی۔

"صرف اچھی......"

"بہت اچھی......" شجاع اچانک مسکراتا ہوا سامنے آ گیا پھر فوراً پوچھنے لگا۔ "فراز کہاں ہیں؟"

"کیوں تمہیں ان سے کوئی کام ہے؟" اس کے تیز لہجے پر ایک پل کو وہ ٹھٹکا گیا پھر فوراً سنبھل کر بولا۔

"بڑے آدمی ہیں کام ہو بھی سکتا ہے۔"

"اس کے لیے پہلے تمہیں اپائنٹمنٹ لینا پڑے گا وہ بھی مجھ سے۔"

"پھر تو کبھی ان سے ملاقات ہو ہی نہیں سکتی۔" شجاع نے برجستہ کہا تو وہ ہنس پڑی۔

"نہیں خیر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے کزن ہونے کے ناطے میں تمہاری جلد ان سے ملاقات کروا دوں گی۔"

"شکریہ۔" وہ آداب بجا لایا۔

پھر جب سعدیہ اور فرح کھانا لگا رہی تھیں امی نے بار بار اس سے کہا کہ وہ فراز کو فون کرے اور انہیں آنے کو کہے لیکن اس کا ایک ہی جواب تھا وہ فارغ نہیں ہوں [illegible] وقت آ جائے اور یہ کتنی عجیب بات تھی کہ جس [illegible] تھا اہتمام کیا گیا تھا وہی نہیں تھا۔ سب نے [illegible] وہ اندر ہی اندر تلملاتی رہی گویا اب اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ فراز ساتھ ہوں گے تو اسے پذیرائی ملے گی ورنہ تو لفٹ۔ کھانے کے دوران ابو اور تایا جی مسلسل فراز کے نہ آنے پر افسوس کرتے رہے اور جب وہ آ رہی تھی تو شجاع نے بہت دھیرے سے پوچھ لیا۔

"سنو سب کچھ پا کر خوش تو ہو ناں؟"

"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟" وہ کچھ تفاخر سے اسے دیکھنے لگی تو وہ قدرے رک کر بولا۔

"مجھے تو تم خالی خالی سی لگ رہی ہو۔"

"کیا......؟" وہ اپنے آپ پر نظر ڈالنے لگی۔

"اوں ہوں! ادھر دیکھو میری طرف۔" اس نے ٹوکا اور اس کے دیکھنے پر کہنے لگا۔ "تمہاری آنکھیں بھیگی ہوئی ہیں۔"

"تم......" وہ بُری طرح تلملائی اور بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ فوراً پلٹ گیا۔

❁......❁......❁

"نان سینس......" تمام راستہ وہ دل ہی دل میں اسے گالیاں دیتی رہی گھر آئی تو فراز کو اطمینان سے بیٹھے دیکھ کر اس کا مزید دماغ گھوم گیا لیکن بولی کچھ نہیں ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ کر ایک کے بعد ایک زیور اتار کر پھینکنے کے انداز میں ٹیبل پر رکھنے لگی اور وہ کوئی نوٹس لیے بغیر کہنے لگے۔

"سوری میری وجہ سے تمہیں جھوٹ بولنا پڑا۔"

"جی نہیں میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ صاف بتا دیا ہے کہ آپ [illegible] نہیں چاہتے۔" ان کی بات پر وہ چڑ کر بولی۔

"[illegible] نہیں [illegible] یقین نہیں آیا۔"

"[illegible] کریں۔" اس نے قصداً بے نیازی کا مظاہرہ کیا [illegible] جانے لگی کہ انہوں نے پکار کر ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

"سنو...... یہ سب بہت شوق سے خریدے تھے تم نے انہیں سنبھال کر رکھو۔" اس نے خاموشی سے زیورات اٹھائے اور اپنے کمرے میں چلی آئی گو کہ فراز نے کچھ جتایا نہیں تھا لیکن اسے ایسا ہی محسوس ہوا دونوں ہاتھوں میں پکڑے بیش قیمت زیورات کو دیکھتے ہوئے وہ جانے کیا سوچنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

پھر کتنے دن گزر گئے وہ جو سب کچھ حاصل کر کے اپنی زندگی جینا چاہتی تھی ایک فراز کی لاتعلقی اس کی ہر خوشی کے راستے میں دیوار ہو گئی تھی۔ شادی سے پہلے انہوں نے اسے ڈھیروں شاپنگ کرائی تھی اس وقت وہ کتنی خوش تھی اور اب ہر شے جوں کی توں رکھی تھی۔ ڈرائیور ہمہ وقت اس کے حکم کا منتظر رہتا لیکن اس کا کہیں جانے کو دل ہی نہیں

چاہتا تھا اور سارا وقت گھر میں رہ کر اس پر کبھی بیزاری اور کبھی جھنجلاہٹ سوار ہو جاتی۔ اپنے طور پر اس نے بہت کوشش کی کہ فراز کی لاتعلقی پر کڑھنے کے بجائے وہ ویسی ہی خوش باش زندگی گزارے جیسی وہ چاہتی تھی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی نہ ہی وہ فراز کے رویے کو سمجھ سکی اس کا سارا وقت یہی سوچنے میں گزرتا تھا کہ آخر انہوں نے کس مقصد کے تحت اس سے شادی کی۔

ان سے پہلی ملاقات سے اب تک کے واقعات سوچتے ہوئے اسے لگا جیسے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسے گھیرا گیا ہو اور پھر اسی نہج پر سوچتے ہوئے اسے یقین ہونے لگا کہ واقعی ایسا ہے لیکن اس کے بعد پھر سوالیہ نشان تھا کہ آخر کیوں؟ اور وہ اس کیوں میں الجھ رہی تھی کہ ان کی آواز نے چونکا دیا۔

"ہیلو......" یوں جیسے راستے میں آ جانے والے کسی شناسا سے رواداری نبھائی جائے ان کا انداز ایسا ہی تھا پھر سامنے بریف کیس کھول کر بیٹھ گئے تو وہ بالکل غیر ارادی طور پر انہیں دیکھے گئی ان کی شخصیت کا وقار اور رعب... محسوس کیا جانے والا سکون اس کی ساری تلخی ... کر رہا تھا لیکن وہ کچھ ہٹ دھرم واقع ہوئی تھی ... جن شکوک نے اس کے اندر ... باوجود وہ انہیں جھٹکنے کو تیار نہیں ہوئی بلکہ انہی کا عکس ... سوچنے لگی تو وہ اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"تم نے خود کو اتنا پابند کیوں کر لیا ہے اس گھر تک محدود؟ مانا کہ یہ گھر آئیڈیل ہے لیکن یہ کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا۔"

"اف......" وہ پوری جان سے سلگ گئی لیکن بظاہر دھیرج سے بولی۔ "مجھے اس کے بھاگ جانے کا خوف نہیں ہے۔"

"پھر کہیں آتی جاتی کیوں نہیں ہو؟"

"مثلاً کہاں......؟" وہ ان پر حاوی ہونے کی کوشش میں براہ راست ان کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"کہیں بھی اپنے والدین کے گھر کوئی دوست یا پھر شاپنگ کے لیے۔"

"ہاں جا تو سکتی ہوں لیکن میں ایک وقت میں ایک ہی کام کرتی ہوں۔" اس کی معنی خیز مسکراہٹ سے واقعی وہ الجھ گئے۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ابھی میں اس گھر کے اسرار سمجھنے میں لگی ہوئی ہوں اس کے بعد کسی اور طرف توجہ دوں گی۔"

"اس گھر میں کیا اسرار ہیں؟"

"آپ کو نہیں معلوم؟" اس کا انداز ان کی بے خبری پر مذاق اڑانے والا تھا وہ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے یوں جیسے سچ مچ کوئی اسرار پوشیدہ ہو اور وہ ہنستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو بیٹھو۔" انہوں نے فوراً اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"سوری مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ ان کی بات رد کر کے اپنے کمرے میں آ گئی اور کچھ دیر تک اپنے آپ خوش ہوتی رہی یوں جیسے بدلہ لے آئی ہو لیکن پھر جلد ہی جھنجلانے لگی تھی۔

صبح ناشتے کی ٹیبل پر انہیں اپنے انتظار میں دیکھ کر وہ حیرت کے ساتھ اچنبھے میں پڑ گئی ان تینوں ہفتوں میں کسی ایک وقت بھی کھانے یا ناشتے میں انہوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا جب ہی اس کی حیرت فطری تھی بیٹھتے ہی پوچھنے لگی۔

"میں جلدی اٹھ گئی ہوں یا آپ کو دیر ہو گئی ہے؟" وہ سمجھ گئے لیکن کوئی جواب نہیں دیا تب وہ ان کے سامنے سے اخبار کھینچتی ہوئی بولی۔

"خبریں وہی ہیں جو کل آپ نے پڑھی ہوں گی اس لیے ناشتا کریں۔" انہوں نے اسے اخبار رول کرتے ہوئے دیکھا پھر ناشتے میں مصروف ہو گئے۔

"آپ کی بہن کافی دنوں سے نہیں آئیں فون بھی نہیں کرتیں۔" کچھ دیر بعد وہ یونہی بات کرنے کی غرض سے بولی۔

''ان کی ساس ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔'' انہوں نے بتایا تو وہ تاسف سے بولی۔

''آپ نے پہلے نہیں بتایا؟''

''کیوں تم کیا کرتیں؟''

''آپریشن......'' وہ چڑ کر بولی۔

''ہوچکا......''

''ہا میں......'' وہ اچھل پڑی۔ ''کیا کہہ رہے ہیں آپ؟''

''آپی کی ساس کا آپریشن ہونا تھا ہوگیا اب تم کون سا آپریشن کروگی۔'' وہ بظاہر بہت سنجیدہ ہوکر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے تو وہ پھر الجھ کر بولی۔

''آپ کو پہلے بتانا چاہیے تھا۔'' پھر اپنے آپ بڑبڑانے لگی۔ ''کیا سوچتی ہوں گی وہ میں ایک بار بھی دیکھنے نہیں گئی۔''

''میں شام میں جاؤں گا' چلنا چاہو تو تیار رہنا۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھ گئے اس کے جواب کا انتظار بھی نہیں کیا تب وہ خاموشی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

❁......❁......❁

شام میں آپی کی ساس کی عیادت کے بعد وہ [illegible] ساحل پر لے آئے حالانکہ ان کا موڈ [illegible] سے چلتے ہوئے اکھڑے اکھڑے [illegible] چہرے پر سنجیدگی کی گہری چھاپ تھی اس کی سمجھ [illegible] آیا اتنے خراب موڈ میں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی جیسے اس پر احسان کررہے ہوں اور وہ واقعی جتا کر بولے۔

''میں نے سوچا تمہیں تھوڑی تفریح کرادوں' ہر وقت گھر میں بند رہتی ہو۔''

''اس نوازش کے لیے شکریہ نہیں کہوں گی۔'' اس نے کہا تو وہ فوراً بولے۔

''حق سمجھتی ہو۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور کچھ کہے بغیر ان کی طرف سے رخ موڑ کر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔ قدرے توقف سے اسے اپنے قریب ہی ان کی آواز سنائی دی۔

''تم نے جواب نہیں دیا۔''

''حقوق و فرائض کی بات چھڑ گئی تو ساری فضا مکدر ہوجائے گی اور ابھی مجھے فضا میں بکھرے رنگ بہت اچھے لگ رہے ہیں۔'' وہ کہیں بہت دور اترتے سورج کو دیکھ کر بولی تو کچھ دیر کے لیے وہ خاموش ہوگئے پھر دیوار پر دونوں بازو رکھ کر قدرے جھک کر کھڑے ہوئے اور ایک نظر اس پر ڈال کر بولے۔

''پہلی بار میں نے تمہیں یہیں دیکھا تھا۔''

''یہاں......'' اس نے حیران ہوکر اپنا چہرہ ان کی طرف موڑا اور ان کی اگلی بات سننے کو بے چین ہوگئی جیسے وہ کہیں گے تم [illegible] مجھے اچھی لگیں اور اسی وقت میں نے...... لیکن وہ [illegible] کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

''تم وہاں [illegible] تمہارے ساتھ شجاع تھا۔'' اس کا دل [illegible] دھڑکا لیکن خائف نہیں ہوئی بلکہ کھوجتی [illegible] دیکھنے لگی جو بظاہر سیدھے [illegible] کہہ رہے تھے۔

''[illegible] یہیں اسی جگہ کھڑا تھا تم نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا کیونکہ اس وقت تم شجاع سے الجھ رہی تھیں۔ وہ تمہیں خوشیوں سے بھرپور زندگی دینے کا وعدہ کررہا تھا لیکن تم نے بڑی نخوت سے اس کی محبت کو ٹھکرادیا اس وقت تم مجھے دنیا کی بدصورت ترین لڑکی نظر آئیں اور میرا دل چاہا میں تمہیں اٹھا کر سمندر میں بہت دور پھینک دوں۔'' وہ یوں ہونٹ بھینچ گئے جیسے اندر اٹھتے ابال کو روکنے کی کوشش کررہے ہوں جبکہ وہ سناٹے میں آگئی تھی' کتنی دیر بعد وہ پھر کہنے لگے۔

''اسی وقت میں نے تم سے شادی کا فیصلہ کیا تھا اور تمہارا حصول کوئی مشکل بات نہیں تھی کیونکہ میرے پاس وہ سب کچھ تھا جو تم چاہتی تھیں اور میں نے سوچا تھا تمہیں تمہارے خوابوں کی جھلک دکھا کر کسی کال کوٹھڑی میں بند کردوں گا کیونکہ محبت کا مذاق اڑانے اور دلوں سے کھیلنے والوں کی سزا اس سے بھی سنگین ہونی چاہیے لیکن جانے

کیوں بہت چاہنے کے باوجود میں تمہیں کوئی کڑی سزا نہیں دے سکا اس سے یہ مت سمجھنا ثانیہ کہ میرے دل میں تمہارے لیے کوئی نرم گوشہ ہے نہیں...... ہرگز نہیں۔" اس کی ذات کی تختی سے نفی کر کے انہوں نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور دو تین گہرے کش لینے کے بعد کہنے لگے۔

"تم نے جھوٹ بولا تھا کہ تم گھر کے اسرار سمجھنے میں لگی ہوں اصل بات یہ ہے کہ تم میری ذات کے اسرار پانا چاہتی ہو لیکن تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے جو تم چاہتی تھیں وہ سب کچھ تو تمہیں حاصل ہو گیا۔ ویسے اطمینان رکھو میں بہت فیئر انسان ہوں اپنی محنت سے یہ سب بنایا ہے اور اس کے لیے بارہ سال بن باس کاٹا ہے لہٰذا مجھ پر شک کرنے کا کوئی فائدہ نہیں سمجھ رہی ہو ناں۔" آخر میں اچانک اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو وہ جو گم سم سی کھڑی ہوئی تھی بہت دھیرے دھیرے چہرہ موڑ کر لہروں کی سرکشی دیکھنے لگی اس کے اندر کی لڑکی بھی ایسی ہی سرکشی پر آمادہ ہو رہی تھی۔ کتنی دیر اسے سمجھانے میں لگی پھر ان کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"اصل بات تو آپ نے بتائی نہیں شجاع کو آپ کب سے جانتے ہیں؟" وہ اس کا مطلب بالکل نہیں سمجھے جبھی سرسری انداز میں بولے۔

"اسی روز تمہارے ساتھ دیکھا تھا۔"

"پھر اس سے اتنی ہمدردی؟" اس کے طنزیہ لہجے پر انہوں نے چونک کر دیکھا۔ "حالانکہ شجاع نے تو محسوس بھی نہیں کیا۔"

"غلط سمجھتی ہو تم قیامت ٹوٹی تھی اس کے دل پر تم کیا جانو تم نے کبھی محبت کی ہو تب ناں۔" وہ اچانک جذباتی ہو کر اسے جھنجوڑنا چاہتے تھے لیکن اس کے پیچھے ہٹنے پر ایک دم سنبھل کر کہنے لگے۔

"میں جانتا ہوں اس لیے کہ میں ایسے ہی کرب سے گزر چکا تھا اسی جگہ تمہاری ہی طرح کی وہ لڑکی سمیرا خان میری محبت کو اپنے پیروں تلے روند گئی تھی۔" وہ ایک نظر ان پر ڈال کر منہ موڑ گئی بولی کچھ نہیں اور وہ اگر دیکھ لیتے تو شاید خاموش ہو جاتے لیکن اس کی طرف متوجہ نہیں تھے جبھی اپنی کہے گئے۔

"میں اس وقت شجاع ہی کی طرح سادہ شخص نوجوان تھا یونیورسٹی کے دو سال سمیرا نے میرے ساتھ محبت کی آنکھ مچولی کھیلتے گزارے۔ میں نے کبھی اس کی محبت پر شک نہیں کیا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ چھوٹے سے گھر کی باتیں کیا کرتی تھی اگر کبھی میں اسے بہت کچھ دینے کی بات کرتا تو وہ روٹھ کر کہتی کہ اسے میری محبت کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ بہت حسین لگتی تھی وہ اس وقت جب میرا ہاتھ تھام کر مجھ سے وعدہ لیتی تھی کہ میں ہمیشہ اسی طرح اسے چاہوں گا۔ بہت جلد بیت گئے تھے وہ دن۔" وہ خاموش ہو گئے ان ہی دنوں میں کھو گئے اور وہ یونہی چپ کھڑی رہی کوئی سوال نہیں کیا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے خیال سے نکلے اور اسے چلنے کا کہہ کر تیز قدموں سے آگے نکل پڑے۔ وہ ان کے پیچھے نہیں بھاگی بلکہ قصداً سست روی اختیار کر گئی پھر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بس ایک بار کن انکھیوں سے انہیں دیکھا۔

بہت مضطرب نظر آئے تھے اور ان کا اضطراب وہ جانتی تھی لیکن وہ کتنے بے خبر تھے اسے بہت دکھ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسے غلط سمجھتا ہے کیا واقعی وہ ایسی ہی تھی۔ اس نے سوچا اور گزرے ماہ و سال پر نظر ڈالنے لگی تھی کہ اچانک وہ اسے مخاطب کر کے بولے۔

"تم نے پوچھا نہیں کہ پھر کیا ہوا؟" وہ بس انہیں دیکھ کر رہ گئی تو قدرے توقف سے وہ خود ہی کہنے لگے۔

"یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد میں جاب کی تلاش میں لگ گیا اس وقت میرے والدین حیات تھے اور وہ چاہتے تھے کہ میں دو تین سال کے لیے مڈل ایسٹ چلا جاؤں کیونکہ اس وقت ہمارے پاس اپنا گھر نہیں تھا اور آپی کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی اس لیے اماں چاہتی تھیں پہلے آپی کی شادی ہو پھر اپنا گھر بن جائے۔ اس کے بعد میں اپنے بارے میں سوچوں اور یہ اسی صورت ممکن تھا کہ میں باہر

سے پیسہ کما کر بھیجوں لیکن میں سمیرا کو چھوڑ کر جانے پر تیار نہیں ہوا۔ مجھے ڈر تھا کہ اس کے والدین اسے کہیں اور نہ بیاہ دیں اس خدشے کا اظہار سمیرا نے بھی مجھ سے کیا تھا جبھی میں نے والدین کی خواہش رد کردی اور شاید مجھے اسی کی سزا ملی کہ میں بہت خود غرض ہوگیا تھا بوڑھے والدین کا خیال نہ بڑی بہن کا صرف اپنے بارے میں سوچا کہ جلد سے جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر سمیرا کو بیاہ لاؤں لیکن......" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے ایک پل کو خاموش ہوئے پھر کہنے لگے۔"انسان جو سوچتا ہے ہمیشہ وہ نہیں ہوتا میں ایک سال تک نوکری کے لیے دھکے کھاتا رہا اور مجھے پتا ہی نہیں چلا اس دوران کب سمیرا نے راہیں بدل لیں وہ جو چھوٹے سے گھر کی باتیں کرتی تھی اور اسے میری محبت کے سوا کچھ نہیں چاہیے تھا وہ بہت کچھ کی تمنا کرنے لگی۔ اتنا بڑا بنگلہ گاڑیاں نوکر چاکر اور اس وقت میں اسے یہ سب نہیں دے سکتا تھا البتہ دل میں محبتوں کا جہان بسائے میں نے اسے خوشیوں سے بھرپور زندگی دینے کا وعدہ ضرور کیا لیکن اسے ایسی خوشیاں نہیں چاہیے تھیں اور اس روز جب تم نے شجاع سے......"

"بس کریں فراز علی! مجھے اس سے آگے نہیں سننا۔" اس کا ضبط جواب دے گیا تھا تختی سے لب کاٹتے ہوئے باہر دیکھنے لگی اور ان کا ذرا سا جھنپنے کا انداز "آئینہ ان کو جو دکھایا تو برا مان گئے" والا تھا۔

گھر آ کر وہ اپنے کمرے میں بند ہوگئی حقیقتاً اس وقت سخت غصے میں تھی دل چاہ رہا تھا ہر شے تہس نہس کر ڈالے یعنی سمیرا خان کی بے وفائی کا بدلہ لینے کی خاطر فراز نے اس سے شادی کی ورنہ وہ ان کی نظر میں دنیا کی بدصورت ترین لڑکی تھی۔ اُف وہ سوچ سوچ کر پاگل ہونے لگی اتنی تذلیل کبھی کسی نے نہیں کی تھی سب مذاق اڑاتے تھے۔ شجاع سعدیہ عرفان لیکن فراز نے بہت بھیانک مذاق کیا تھا وہ ہرگز انہیں نہیں چھوڑے گی۔

"کیا سمجھتے ہیں اپنے آپ کو۔" وہ ادھر سے اُدھر ٹہلتی ہوئی تلملا کر سوچ رہی تھی جبھی ملازمہ نے دروازے پر دستک دینے کے بعد اسے کھانے کے لیے بلایا تو وہ اسے بری طرح جھڑک کر پھر ٹہلنے لگی کچھ دیر بعد دستک کے ساتھ فراز پکار کر بولے۔

"ثانیہ! دروازہ کھولو۔"

"کیوں......؟" اس کی خودسری عود کر آئی اور دوسری طرف غالباً وہ ٹپٹا کر بولے۔

"میں کہہ رہا ہوں۔"

"آپ کے کہنے سے بھی نہیں۔" وہ نخوت سے بولی۔

"پھر کس کے کہنے سے؟"

"جب میرا دل چاہے گا اور اپنے دل کے آگے میں کسی کی نہیں سنتی۔" اس کی بدتمیزی پر وہ غصے سے بولے۔

"تم حد سے بڑھ رہی ہو ثانیہ!"

"میری حد مقرر کرنے والے آپ کون ہوتے ہیں؟"

وہ غالباً جواب نہیں دے پا رہی تھی چیخ کر بولی تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی وہ کچھ دیر انتظار کرتی رہی پھر بیڈ پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

❁......❁......❁

صبح وہ اپنے معمول کے مطابق اٹھی تھی لیکن کمرے کا دروازہ اس وقت کھولا جب اسے فراز کے آفس چلے جانے کا یقین ہوگیا۔ ملازمہ لاؤنج میں چمکتی ہوئی چیزوں کو مزید چمکانے میں مصروف تھی اسے دیکھتے ہی چائے اور ناشتے کو پوچھنے لگی۔ وہ منع کرتی ہوئی فراز کے کمرے میں آ گئی اور کچھ دیر کھڑی یونہی ادھر اُدھر دیکھتی رہی گو کہ رات وہ طے کر کے سوئی تھی کہ اس وقت اسے کیا کرنا ہے اور جو وہ سوچ لیتی تھی اس سے ہٹنا اس کی سرشت میں نہیں تھا نہ ہی کوئی طاقت اسے اس کے ارادے سے باز رکھ سکتی تھی بس ذہنی انتشار نے کچھ تھکا ڈالا تھا اس لیے ان کے کمرے میں آ کر فوری طور پر یاد نہیں آیا کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے کھڑی سوچ رہی تھی کہ ملازمہ آ کر کہنے لگی۔

"بی بی! صاحب کا فون ہے آپ کو بلا رہے ہیں۔" وہ چونک کر اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"ان سے کہہ دو میں گھر پر نہیں ہوں پوچھیں تو کہہ دینا

کہ تمہیں کچھ پتا نہیں۔"

ملازمہ حیران ہوتی ہوئی چلی گئی تب وہ فوراً آگے بڑھی اور کارنر پر رکھے پیڈ پر جلدی جلدی قلم چلانے لگی۔

"فراز صاحب!

میں اپنے کسی فعل پر شرمندہ نہیں ہوں خواب دیکھنے پرنہ ان کی تعبیر پانے پر اس لیے کسی صفائی کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ بس اتنا کہوں گی کہ میں نے کبھی شجاع سے محبت نہیں کی لہٰذا آپ سمیرا خان کی بے وفائی کا بدلہ لینے کے لیے کسی ایسی لڑکی کو تلاش کریں جس نے اسی کی طرح محبت کی آنکھ مچولی کھیلی ہو ویسے کوئی اور کیوں؟ سمیرا خان کیوں نہیں۔" اس کے بعد اس نے چند لائنیں مزید گھسیٹیں لیکن پھر غیر ضروری خیال کر کے کاٹ دیں اور آخر میں اپنے جانے کا لکھ کر وہاں سے نکل آئی۔

❁.......❁.......❁

اس سے پہلے کہ امی اور سعدیہ اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتیں اس نے کہہ دیا کہ وہ فراز کا گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ آئی ہے۔ امی اپنی جگہ ٹھٹک گئیں سعدیہ بھی [illegible] پریشان لیکن اس کی خود سری سے واقف تھیں اس لیے زیادہ سوال و جواب کے بجائے امی [illegible] اتنا کہہ سکیں۔

"یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔"

"اور وہ سب تو بہت اچھا [illegible] ہے جو میرے ساتھ کیا جاتا ہے۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"کیا کیا جاتا ہے تمہارے ساتھ؟"

"انجان نہیں ہیں آپ سب جانتی ہیں۔" وہ اتنے یقین سے بولی کہ امی سعدیہ کو دیکھنے لگیں اس نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر اس کے پاس آ کر بولی۔

"بھئی اگر تمہارا فراز بھائی سے کوئی جھگڑا ہو گیا ہے تو ان کا غصہ ہم پر تو مت نکالو۔"

"میرا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔"

"اچھا ٹھیک ہے تم اندر چلو میں تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔"

"صرف چائے نہیں کھانے کو بھی لاؤ میں نے رات سے کچھ نہیں کھایا۔" وہ کہتی ہوئی سعدیہ کے کمرے میں چلی گئی اور سعدیہ کچن میں جانے لگی کہ امی اسے روک کر بولیں۔

"سنو اس سے معلوم کرو کہ کیا معاملہ ہے۔"

"بتا دے گی ابھی غصے میں ہے آپ پریشان نہ ہوں۔" سعدیہ امی کو تسلی دے کر کچن میں آ گئی اس کے لیے ناشتا بنایا پھر ٹرے میں رکھ کر کمرے میں آئی تو وہ دیکھتے ہی بولی۔

"جلدی لاؤ بہت بھوک لگی ہے۔"

"لڑائی جھگڑا اپنی جگہ بندے کو کھانے سے منہ نہیں موڑنا چاہیے۔" سعدیہ نے ٹرے اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور بیٹھ کر چائے بنانے لگی جبکہ وہ ان سنی کر کے کھانے میں لگ گئی۔

سعدیہ نے چائے کا کپ اس کے آگے کھسکایا پھر تنہا اسے اکیلا چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی کچھ دیر بعد واپس آئی تو وہ ناشتے سے فارغ ہو کر آرام سے لیٹی تھی۔

"اور چائے لو گی؟" سعدیہ نے پوچھا تو وہ منع کرتی ہوئی بولی۔

"نہیں میں اب سوؤں گی۔"

"رات سے سوئی بھی نہیں ہو کیا؟" سعدیہ نے ٹرے اٹھاتے ہوئے کن انکھیوں سے اسے دیکھا اور وہ کوئی جواب دیئے بغیر کروٹ بدل گئی۔

❁.......❁.......❁

سعدیہ اور امی کی طرح شام میں ابو نے بھی اس سے بہت پوچھا کہ فراز سے جھگڑا ہوا ہے کیا اور اس کا ایک وہی جواب تھا۔

"کوئی جھگڑا نہیں۔"

"جب کوئی جھگڑا نہیں تو پھر گھر چھوڑ کر آنے کا کیا مقصد ہے؟"

اس کے بار بار ایک ہی بات دہرانے پر ابا آخر امی کو غصہ آ گیا۔

"ضرور تمہاری غلطی ہو گی ذرا ذرا سی بات پر آپے سے

باہر ہو جاتی ہو آخر ایسا کیا کہہ دیا فراز نے جو تم گھر چھوڑ آئی ہو۔" اس نے امی کی بات اچک لی اور غصہ سے بولی۔

"اگر آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا تو چلی جاتی ہوں لیکن فراز کے گھر نہیں جاؤں گی۔"

"بری بات بیٹا' اتنا غصہ نہیں کرتے۔" ابو نے امی کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے نرمی سے اسے سمجھایا پھر کہنے لگے۔

"یہ بھی تمہارا اپنا گھر ہے جب تک چاہے یہاں رہو۔"

"ثانیہ! تمہارا فون ہے۔" سعدیہ نے دروازے میں آ کر کہا تو وہ ناگواری سے پوچھنے لگی۔

"کون ہے؟"

"فراز بھائی۔" فراز کے نام پر اس کی پیشانی کی شکنوں میں اضافہ ہو گیا جبکہ امی نے مطمئن ہو کر ابو کو دیکھا تو وہ فوراً اس سے بولے۔

"جاؤ بیٹا دیکھو فراز کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ جز بز ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ لابی میں آ کر ریسیور کان سے لگایا تھا کہ ادھر سے وہ بول پڑے۔

"سنو ثانیہ! جس طرح گئی ہو اسی طرح واپس آ جاؤ۔" ان کے رعب پر اس نے سلگ کر ریسیور رکھ دیا اور آ کر لاؤنج میں بیٹھ گئی' کچھ دیر بعد امی ادھر سے گزریں تو بظاہر سرسری انداز میں پوچھ لیا۔

"کیا کہہ رہے تھے فراز؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے جواب دے کر ریموٹ سے ٹی وی کی آواز تیز کر دی۔

بہر حال فراز کا فون آ جانے سے امی کو اطمینان ہو گیا تھا کہ ان کی طرف سے کوئی ناراضگی نہیں اور اس کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ جب تک غصے میں ہے کسی کی کوئی بات نہیں سنے گی لیکن سعدیہ کو ایک کرید سی لگی ہوئی تھی۔ رات میں اس کے ساتھ سونے کے لیے لیٹی تو گھما پھرا کر پوچھتی رہی لیکن وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی کچھ بتا کے نہیں دیا۔

یہاں میں وہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی دیکھا اور کچی اڑان اڑنے کا نتیجہ اور خود اس نے دیکھ لیا تھا پھر بھی وہ نہیں اپنی غلطی ماننے کو تیار نہیں تھی اور کیوں مانتی یہ صحیح ہے کہ وہ کچھ خود سر خود غرض اور ہٹ دھرم واقعی ہوئی تھی لیکن کسی کو نقصان تو نہیں پہنچایا تھا۔ اپنے بارے میں جو سوچا چاہا اس کا حصول ممکن یا ناممکن ہر دو صورتوں میں وہ اپنی سوچ بدلنے کو تیار نہیں ہوئی تو اس میں بھی کسی کا نقصان نہیں تھا۔ وہ خود ذمہ دار تھی پھر جب تک شادی نہیں ہوئی تھی تو یہاں سب وقتاً فوقتاً اس کی خواہشات کو غلط قرار دینے کی سعی کرتے رہے اور فراز نے بھی اپنے رویے سے اس پر یہی جتانا چاہا اسے دکھ اسی بات کا تھا کہ سب نے اسے مذاق [illegible] اور فراز نے تو حد کر دی' صرف مذاق نہیں بلکہ [illegible] کی تذلیل کر رہے تھے۔

"[illegible] تمہارا آئیڈیل ہے لیکن یہ کہیں بھاگا تو نہیں جا [illegible]" طنزیہ لہجے میں جتایا۔

[illegible] وہ سب کچھ تو تمہیں حاصل ہو گیا اور کیا چاہیے تمہیں؟"

"تمہارا حصول کوئی مشکل بات تو نہیں تھی کیونکہ میرے پاس وہ سب کچھ تھا جو تم چاہتی تھیں۔"

"اور تم دنیا کی بدصورت ترین لڑکی...... میرا دل چاہا تمہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں۔"

یہ ساری باتیں اس نے اس وقت بھی محسوس کی تھیں اور اب یہ جان کر کہ انہوں نے اس سے شادی ہی اس مقصد کے تحت کی تھی کہ اپنی محرومیوں کا بدلہ لیتے ہوئے مسلسل اسی طرح اس کی تذلیل کرتے رہیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر ڈالے گر اول روز وہ اپنی داستان غم سنا دیتے تو وہ اسی وقت ہر شے کو ٹھوکر مار آتی اب بھی وہ سب چھوڑ آئی تھی اور دوبارہ جانے پر تیار بھی نہیں تھی۔

❀......❀......❀

تیسرے دن شام میں فراز خود آ گئے وہ اس وقت برآمدے میں کھڑی تھی ان کی گاڑی کی آواز سنتے ہی بھاگ کر کمرے میں بند ہو گئی۔

"کہاں ہے وہ تمہاری نک چڑھی بہن؟" انہوں نے امی کو سلام کرنے کے بعد سعدیہ سے پوچھا تو وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"ابھی تو یہیں تھی آپ بیٹھیں میں بلاتی ہوں اسے۔" اس کے ساتھ ہی سعدیہ اپنے کمرے کی طرف آئی اور دروازہ بند دیکھ کر سمجھ گئی کہ اسے فراز کی آمد کی خبر ہوگئی ہے آہستہ سے دستک دے کر آواز دبا کر بولی۔

"ثانیہ باہر نکلو فراز بھائی آئے ہیں۔"

"مجھے ان سے نہیں ملنا۔" اندر سے اس کی تیز آواز آئی تو سعدیہ نے گھبرا کر پہلے پیچھے دیکھا پھر دروازے سے سر لگا کر بولی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے' کیا سوچیں گے وہ۔"

"جو ان کا دل چاہے سوچیں تم میری طرف سے صاف لفظوں میں ان سے کہہ دو کہ میں ان سے ملنا نہیں چاہتی نہ آئندہ کبھی انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا تو سعدیہ پریشان سی ہوگئی کیونکہ جانتی تھی کہ اس کی ہٹ ناں میں نہیں بدل سکتی۔

پھر واقعی امی نے بھی ہر طرح کی کوشش کر ڈالی اسے سمجھایا ڈانٹا لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا اس کی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث امی فراز کے سامنے بہت شرمندگی محسوس کررہی تھیں اور سعدیہ ان سے معذرت کرنے لگی کہ وہ ٹوک کر بولے۔

"کوئی بات نہیں اسے اپنی من مانی کرنے دو۔" اس کے ساتھ ہی وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو سعدیہ جلدی سے بولی۔

"کچھ دیر رک جائیں فراز بھائی! ابو آنے والے ہیں ان کے کہنے سے وہ ضرور باہر نکلے گی۔"

"نہیں کوئی زبردستی نہیں' میں پھر آؤں گا۔" وہ چلے گئے اور ان کے جاتے ہی سعدیہ نے بری طرح اس کا دروازہ پیٹ ڈالا۔

"چلے گئے فراز بھائی اب نکل آؤ۔" وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر بولی۔

"تو اتنا چلا کیوں رہی ہو؟"

"آخر تمہیں اتنی بدتمیزی کا مظاہرہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"بس خوامخواہ مجھ سے الجھنے کی کوشش مت کرو۔" وہ سعدیہ کو دھکیلتی ہوئی باہر نکل آئی تو امی نے اسے دیکھتے ہی منہ موڑ لیا یہ ان کی ناراضگی کا واضح اظہار تھا وہ بڑبڑاتی ہوئی آنگن میں آ بیٹھی۔ عجیب منطق تھی اس کی کہ وہ جو کررہی ہے وہی ٹھیک ہے اور باقی سب کو اس کی تائید کرنی چاہیے اور ظاہر ہے ایسا اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جب وہ اصل بات بتاتی وہ تو کچھ بتانے کو بھی تیار نہیں تھی اور چاہتی تھی سب اسے صحیح مان لیں اور شاید اسی لیے اپنے آپ میں تنہا ہوتی جارہی تھی۔ امی اور سعدیہ نے اس روز کے بعد سے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ شام کو ابو آتے تو جتنی دیر ٹی وی دیکھتے وہ ان کے پاس بیٹھی رہتی تھی۔ عرفان سے وہ خود زیادہ بات نہیں کرتی تھی بلکہ اس کے خیال میں وہ پہلے سے زیادہ بدتمیز ہوگیا تھا اس وقت شجاع کے ساتھ آرہا تھا اسے دیکھا تو سنا کر شجاع سے کہنے لگا۔

"آپ کو پتا ہے شجی بھائی! دنیا بھر کے سائنس دان آج کل ایک عجیب و غریب مخلوق پر ریسرچ کررہے ہیں۔" شجاع سمجھا نہیں اور وہ بری طرح تپ کر بولی۔

"اور وہ مخلوق تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتی۔"

"دیکھ لیں شجی بھائی پھر آپ کہتے ہیں بڑی بہن کی عزت کیا کرو ابھی میں نے اس سے کچھ کہا ہے۔" عرفان نے بڑی معصوم سی شکل بنا کر شجاع سے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی شجاعت مشکل سے مسکراہٹ روک کر بولا۔

"بہت غلط بات ہے۔" پھر فوراً اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"کیسی ہو ثانیہ!"

"بے چاری کو عالی شان بنگلہ اور آسائشات راس نہیں آئیں پھر اپنی اوقات پر آ گئی۔" عرفان نے کہا اور فوراً

بھاگ کر اپنے کمرے میں چلا گیا تو شجاع نے پریشان ہو کر اسے دیکھا غصے کے باعث اس کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں وہ خود سے اسے مخاطب کرنے کی ہمت نہیں کر سکا کچھ دیر بعد اسے دیکھ کر بولی۔

"کھڑے کیوں ہو بیٹھو۔"

"چچی جان اور سعدیہ کہاں ہیں؟" اس نے بیٹھنے سے پہلے پوچھا اسے بتا کر قرحی مارکیٹ گئی تھیں پھر بھی اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ بے اختیار بولا۔

"تمہیں کسی بات کا پتا ہوتا ہے۔" وہی پرانا انداز تھا جسے محسوس کر کے وہ بولی۔

"نہیں۔"

"پیار کیا کرو اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ کو دوسرے کی ذات سے کتنی دلچسپی ہے۔"

"دوسرے خواہ پسند کریں نہ کریں آپ دلچسپی لیے جائیں۔" وہ طنزیہ ہنسی تب وہ موضوع بدلتا ہوا بولا۔

"خیر چھوڑو تم اپنی سناؤ کب آئیں فراز کیسے ہیں؟"

وہ جواب دینے کے بجائے کھوجتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تو وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔ "کیا بات ہے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"دیکھ رہی ہوں تم واقعی اتنے انجان ہو یا بننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں فراز کا گھر چھوڑ آئی ہوں۔" اس نے ایک ہی جملے میں گویا سب کچھ کہہ دیا اور یوں کہ کوئی ملال بھی نہیں تھا۔ وہ کتنی دیر حیرت کی تصویر بنا بیٹھا رہا پھر تاسف سے کہنے لگا۔

"تم نے زندگی کو مذاق سمجھ لیا ہے ثانیہ! کتنے آرام سے کہہ دیا کہ فراز کا گھر چھوڑ آئی ہو آخر تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو کس بات کا زعم ہے تمہیں کہ اپنے سوا تمہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ ارے لڑکیاں تو اپنے چھوٹے سے گھر کے لیے سو دکھ جھیلتی ہیں اور تم۔"

"میں بڑے گھر کے سکھ چھوڑ آئی ہوں یہی ناں۔" اس نے نخوت سے کہہ کر سر جھٹکا۔

"بہت پچھتاؤ گی۔"

"میں نے پچھتانا نہیں سیکھا۔"

"سیکھا کیا ہے تم نے صرف......"

"بس شجاع......" وہ تیز لہجے میں ٹوک کر بولی۔

"مجھے میری خوبیاں مت گنواؤ اپنے آپ سے میں خود بہت اچھی طرح واقف ہوں۔"

"پھر تو تمہیں ہر قدم بہت سوچ کر اٹھانا چاہیے۔" اس کے جتانے پر وہ چیخ کر بولی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"یہ کہنے کا مقصد ہے تو سنو تم جیسی لڑکیاں جو دنیا کو ٹھوکر پر رکھنا چاہتی ہیں وہ خود ٹھوکروں میں آ جاتی ہیں۔" وہ اسے آئینہ دکھانے کے موڈ میں تھا لیکن اس سے پہلے ہی وہ استہزائیہ ہنسی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم سب اپنی اپنی فکر کرنے کے بجائے میرے لیے کیوں پریشان ہوتے ہو؟"

"اس لیے کہ ہم سب تم سے محبت کرتے ہیں تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں لیکن تم بہت خود غرض ہو ثانیہ! قصداً ایسی حرکتیں کر کے ہمیں پریشان کرتی ہو کیونکہ تمہیں اپنی ذات سے ہم سب کی وابستگی کا خوب اندازہ ہے اور تمہاری خود پسندی کی انتہا یہ ہے کہ تم ہمہ وقت سب کو اپنی طرف متوجہ رکھنا چاہتی ہو جس میں بڑی حد تک تم کامیاب بھی ہو۔" وہ جو بلاارادہ ہی توجہ سے اس کی باتیں سننے لگی تھی اس کے خاموش ہونے پر دبی ہوئی سانس لے کر بولی۔

"یہ محبت ہے ہمیشہ میرا مذاق اڑایا تم سب نے۔"

"مذاق اڑایا نہیں مذاق کیا تم نے سمجھا غلط۔"

"اور اب تم مجھے کیا سمجھانا چاہتے ہو۔" وہ معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی جس پر اس نے قصداً خاموشی اختیار کر لی قدرے توقف سے محض موضوع بدلنے کی خاطر پوچھنے لگی۔

"سنو تم شادی کب کر رہے ہو؟"

"تم سفارش کر دو۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"کس سے؟" اس کے پوچھنے پر وہ بے حد متعجب ہوا۔

"کیا مطلب تمہیں نہیں پتا؟" اس نے نفی میں سر ہلایا تو افسوس سے بولا۔

"تمہیں واقعی کسی سے دلچسپی نہیں۔"

"یہ ہر بات کی تان مجھ پر کیوں ٹوٹتی ہے اس کے چڑنے پر وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔"

"سنو سعدیہ سے کہنا میں اسے خوشیوں سے بھرپور زندگی دینے کا وعدہ نہیں کرتا لیکن کوشش ضرور کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی وہ تیز قدموں سے باہر نکل گیا اور وہ سناٹے میں بیٹھی رہ گئی۔

اب اسے دکھ نہیں اپنے آپ پر شرم محسوس ہو رہی تھی کس قدر بے خبر تھی اور یہ بے خبری ثابت کر رہی تھی کہ اسے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں اور سعدیہ نے بھی اسے نہیں بتایا تھا نہ امی نے شاید اسی [illegible] الگ تھلگ رکھتی تھی۔

❁ ❁ ❁

رات میں جب سعدیہ [illegible] تو وہ اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس کو [illegible] پوچھنے لگی۔

"سنو تم شجاع سے شادی سے انکار کیوں کر رہی ہو؟" سعدیہ نے چونک کر دیکھا تو کہنے لگی۔

"صرف اس لیے کہ تم سے پہلے وہ مجھ سے....."

"نہیں....." سعدیہ فوراً ٹوک کر بولی۔ "مجھے شجی بھائی ہمیشہ سے اچھے لگتے ہیں اور میں نے شادی سے انکار تو نہیں کیا۔"

"پھر....."

"بس میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتی۔" اس کی طرف کروٹ بدلتے ہوئے سعدیہ بہت سیدھے سادے انداز میں کہنے لگی۔ "مجھے امی کا خیال ہے وہ اکیلی ہو جائیں گی جب تک عرفان کسی قابل نہیں ہو جاتا میں....."

"عرفان کو ابھی بہت دیر ہے۔" وہ درمیان میں بول پڑی۔ "اور پھر امی کے پاس میں ہوں۔"

"تم..... تمہارا ہونا نہ ہونا برابر ہے تم کب تک ہو فراز بھائی جب چاہیں تمہیں لے جاسکتے ہیں۔"

"میری مرضی کے بغیر نہیں لے جاسکتے خیر تم میری بات چھوڑو اپنی بات کرو۔" وہ پہلے تنک کر بولی پھر فوراً سنبھل کر اصل بات کی طرف آ گئی تو سعدیہ کچھ الجھ کر بولی۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ میں شجی [illegible] سے شادی کرنا بھی چاہتی ہوں کہ نہیں۔"

"کیا مطلب [illegible] نے تعجب سے کہا تو سعدیہ اپنی جگہ [illegible] کر گود میں رکھتی ہوئی بولی۔

[illegible] اصل بات بتاؤں ثانیہ! جب تایا اور تائی [illegible] پوزل لے کر آئے تھے تو اسی وقت انہوں نے [illegible] عرفان کی بات بھی چھیڑ دی تھی اور امی ابو کی تو جیسے من کی مراد بر آئی تھی۔ بہت خوش تھے سب امی ابو عرفان اور شاید اپنے گھر میں فرح بھی اور جب امی نے مجھ سے شجی بھائی کے بارے میں پوچھا تو اس وقت ان کا چہرہ اچانک مل جانے والی خوشیوں سے دمک رہا تھا۔ میں پریشان ہو گئی بلکہ بہت مشکل میں پڑ گئی تھی مجھے لگا اگر میں نے انکار کیا تو یہ خوشی سے دمکتے ہوئے چہرے بجھ جائیں گے۔ کاش میں بھی تمہاری طرح تھوڑی خود غرض ہوتی ثانیہ! کسی کی پروا نہ کرتی لیکن مجھ سے یہ نہیں ہو سکا ان سب کی خوشیوں کی خاطر میں نے اپنے دل کا دیا بجھا دیا۔"

"تم....." وہ جو غور سے سن رہی تھی اس کی آخری بات پر چونک کر کچھ کہنا چاہتی تھی تو سعدیہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا۔

"نہیں ثانیہ وہ کون تھا کا سوال مت اٹھانا بڑی مشکل سے خود کو سمجھا پائی ہوں۔"

"لیکن تم اپنے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔" اس نے زور دے کر احساس دلانا چاہا تو سعدیہ دھیرے

سے مسکرائی۔

"دوسروں کی نسبت اپنے ساتھ کی گئی زیادتی کم تکلیف دیتی ہے اور پھر دوسرے کوئی غیر تو نہیں سب میرے اپنے ہیں ان کی خاطر دل کیا جان بھی دی جاسکتی ہے یہ تو پھر......" وہ اچانک گم صم سی ہوکر اسے دیکھے گئی تب سعدیہ اس کا ہاتھ دبا کر ہنس کر بولی۔

"ارے جب میں خوش ہوں تو تمہیں افسوس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"تم خوش ہو۔" ایسے ہی گم صم سے انداز میں بولی تو جواب میں سعدیہ نے شوخی سے جتایا۔

"دیکھ لو تم پاکر خوش نہیں ہو اور میں کھوکر بھی خوش ہوں۔"

"لیکن میں نے کیا پایا کھویا بھی کچھ نہیں۔" وہ غائب دماغی سے کہہ کر غالباً اسی نہج پر سوچنے میں لگی۔ تبھی دروازے میں فراز کا چہرہ نمودار ہوا تو سعدیہ انہیں دیکھ کر چونک گئی فوراً اسے متوجہ کرنا چاہتی تھی کہ انہوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر ایک دم اس کے سامنے آ کر بولے۔

"ہیلو......" وہ یونہی خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"مجبوراً چوروں کی طرح آنا پڑا کیونکہ تم نے دروازہ بند کرلو ویسے تو میں سب دروازے توڑنے کا تہیہ کرکے چلا تھا۔" انہوں نے کہا تو سعدیہ ہنس کر بولی۔

"دھاندلی۔"

"اس کے ساتھ سب جائز ہے۔"

"نہیں فراز بھائی......"

"تم خاموش رہو بلکہ یہاں خاموش بیٹھ کر کیا کرو گی جاؤ چائے بنا لاؤ۔" انہوں نے سعدیہ کو وہاں سے کھسکانا چاہا لیکن وہ سمجھ کر شرارت سے بولی۔

"نہیں میں یہیں خاموش بیٹھوں گی بس آنکھیں کھلی رکھوں گی کیونکہ مجھے لڑائی کے بعد صلح کا منظر دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

"لیکن ہماری تو کوئی لڑائی نہیں ہوئی کیوں ثانیہ!" وہ کچھ جزبز سی ہوکر ان کی طرف سے منہ موڑ گئی تو وہ سر کھجاتے ہوئے سعدیہ کو دیکھنے لگے۔

"میں چائے لاتی ہوں۔" سعدیہ ہنستی ہوئی اٹھ کر چلی گئی تو وہ اسے کندھا مار کر بولے۔

"چلو بہت من مانی کرلی تم نے۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا" وہ ان کے قریب بیٹھنے پر اپنے آپ میں سمٹ کر بولی۔

"میں کہیں کی نہیں اپنے گھر کی بات کررہا ہوں۔"

"آپ کے گھر بھی نہیں۔" اس کے آپ کا گھر کہنے پر وہ خاموش ہوگئے پھر قدرے توقف سے کہنے لگے۔

"دیکھو میں مانتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کرگیا ہوں لیکن تمہیں اس طرح اپنا گھر چھوڑ کر نہیں بیٹھنا چاہیے چلو اٹھو۔" وہ نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہتے تھے لیکن اس کے پیچھے ہٹنے پر انہوں نے جھپٹنے کے انداز میں اس کا ہاتھ اپنی مٹھی میں دبا لیا اور اسے اپنی طرف کھینچ کر بولے۔

"آرام سے چلوگی یا اٹھا کر لے جاؤں؟"

"کیوں...... کیوں لے جانا چاہتے ہیں آپ مجھے جب آپ کو مجھ سے......" وہ تیز لہجے میں بولی اور ایک دم خاموش بھی ہوگئی تو وہ سمجھ کر بولے۔

"محبت ہے تب ہی تو چاہنے کے باوجود تمہیں کوئی کڑی سزا نہیں دے سکا۔"

"آپ کی لاتعلقی سے بڑھ کر کوئی کڑی سزا ہوسکتی ہے۔" وہ بے اختیار کہہ گئی اس کے بعد ان کی بے اختیاریوں پر بند باندھنے کے لیے اسے فوراً ان کے ساتھ چلنے کا وعدہ کرنا پڑا ساری خفگی بھلا کر ورنہ کون روک سکتا تھا انہیں۔

❁

Digest.pk
ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 21

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

عادلہ کی بے قراری اور بچے کے لیے اس کی تڑپ دیکھ کر رابعہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ دونوں فریقین میں سے کسی ایک پر اعتبار کرنا اسے بے حد مشکل لگتا ہے جب ہی وہ ہادیہ سے مدد مانگتی ہے لیکن ہادیہ ابوبکر نامی لڑکے کو لے کر پہلے ہی ٹینشن کا شکار ہوتی ہے اس کا دل آج بھی اس شخص کے لوٹ آنے کی گواہی دیتا ہے۔ دوسری طرف شہوار بابا صاحب کے ہمراہ گاؤں چلی جاتی ہے اس کا ارادہ تابندہ بوا سے بات کرکے رخصتی رکوانے کا ہوتا ہے لیکن تابندہ بوا اس معاملے میں اس کی مدد کرنے سے صاف انکار کردیتی ہیں۔ بابا صاحب کے کمرے میں ایک پرانی تصویر شہوار کو چونکا دیتی ہے تصویر میں موجود بچہ اسے جانا پہچانا معلوم ہوتا ہے جبکہ بابا صاحب تصویر اس کے ہاتھ سے لیتے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ مصطفیٰ شہوار کے اس اقدام پر خائف ہوتا اسے لینے فوراً ہی پہنچ جاتا ہے جس پر وہ ناچار مصطفیٰ کے ہمراہ لوٹ آتی ہے۔ وہ مصطفیٰ سے اپنی رخصتی کو فی الحال ملتوی کرنے کی بات کرتی ہے لیکن مصطفیٰ اس کی بات پر برہم ہوتا اس کی ایک نہیں سنتا۔ احسن اور روشی کے ہنی مون پر جانے کے بعد گھر میں بالکل سناٹا ہوجاتا ہے ایسے میں ولید انا کو ڈنر کرانے باہر لاتا ہے وہیں کاشفہ ولید کو دیکھ کر بنا کسی تکلف کے ان کی ٹیبل پر آجاتی ہے ضیا صاحب بھی ولید کی اس نئی دوست کو دیکھ کر خاموش ہوجاتے ہیں جبکہ انا تو [illegible] ہوجاتا ہے۔ وہ فوراً ہی واپسی کا ذکر کرتی اٹھ جاتی ہے گھر آکر بھی اس کا موڈ برہم ہی رہتا ہے کاشفہ کی یوں آنے پر ولید کا پراسرار انداز اسے مزید تپا دیتا ہے ولید کاشفہ کی برتھ ڈے پارٹی میں انا کو اپنے ساتھ چلنے کی درخواست کرتا ہے دل کے ہاتھوں مجبور انا آتو جاتی ہے لیکن مکس گیدرنگ اور کاشفہ کا انداز اسے مشتعل کیے دیتا ہے۔ کچھ ہی ملاقاتوں میں عادلہ کا اصل چہرہ اس وقت رابعہ کے سامنے آجاتا ہے جب وہ کچھ پیپرز پر عباس کے سائن لینے پر رابعہ کو مجبور کرتی ہے رابعہ کے انکار پر وہ دھمکی آمیز رویہ اپناتے ویڈیو کے ذریعے رابعہ کو رسوا کرنے کی دھمکی دیتی ہے جبکہ رابعہ اس کا یہ روپ دیکھ کر بھونچکا رہ جاتی ہے۔ رابعہ کا واضح انکار عادلہ کو مشتعل کردیتا ہے دونوں میں اچھی خاصی تلخ کلامی ہوجاتی ہے۔ ادھر سہیل کے کسی دوست ابوبکر کا رشتہ رابعہ کے لیے آتا ہے جبکہ رابعہ فی الحال اپنی ہی الجھنوں میں گرفتار کوئی فیصلہ نہیں کرپاتی۔ ادھر عائشہ زبردستی شہوار کو شاپنگ کی غرض سے مارکیٹ لاتی ہے جبکہ شہوار یہاں عدم تحفظ کا شکار رہتی ہے اس کا خوف اس وقت اس کے سامنے آتا ہے جب لیزا اسے تنہا پا کر اچانک اس کے روبرو ہوتا ہے اور خوف کے مارے شہوار کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁.....❁.....❁

"حرام زادی۔" عادلہ بہت غصے میں آ گئی۔
"دیکھنا میں تمہارا حشر نشر کردوں گی۔" وہ بہت طیش کے عالم میں رابعہ کی طرف بڑھی۔
"کیا ہورہا ہے یہ؟" سائیڈ سے نکل کر ایک دم وہ شخص سامنے آیا تھا۔ عادلہ وہیں رک گئی تھی رابعہ نے دیکھا وہ کوئی اور نہیں اس کے سامنے ابوبکر کھڑا تھا۔
"کیا ہوا ہے..... کون ہیں یہ خاتون؟" وہ شاید ساری کارروائی دیکھ چکا تھا اسی لیے رابعہ سے پوچھا۔
"ہے ایک پاگل گھمنڈی عورت جسے اپنی بے پناہ دولت اور حسن پر حد سے زیادہ غرور ہے، مگر بھول گئی ہے کہ جب نمرود جیسے لوگوں کے سروں میں نمرود کا کیڑا آ سماتا ہے تو اس کا علاج اللہ مچھر جیسے حقیر سے کیڑے سے کرتا ہے۔ عادلہ بیگم اس بھول میں مت رہنا کہ میں تم سے ڈر گئی کبھی کبھی پاؤں کی جوتی بھی سر پر لگ جاتی ہے۔" رابعہ بہت غصے اور تنفر سے کہہ کر وہاں سے پلٹ جاتی ہے۔
"اوکے..... ایسا ہے تو ایسا ہی سہی تم بھی اب اس حرکت کے نتیجے کے لیے تیار رہنا۔" عادلہ پھنکارتی گاڑی میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا ہوئی۔
"کون تھیں یہ محترمہ؟" ابوبکر نے پوچھا تو اس نے ایک گہرا سانس خارج کرتے اسے دیکھا۔
"کیا کریں گے جان کر بس سمجھ لیں ایک پاگل عورت تھی۔" ابوبکر نے اسے بغور دیکھا اور پھر ایک رکشے کو ہاتھ دے دیا۔
"آپ بیٹھیں مجھے یہاں اسٹیٹ ایجنسی میں کام تھا باہر نکلا تو آپ دونوں کو الجھتے دیکھا تو چونک گیا اب واپس پر مجھے بھی گھر ہی جانا ہے۔" رابعہ سر ہلا کر رکشے میں بیٹھ گئی جب ابوبکر کسی اور شہوار کے ساتھ نک گیا تھا۔

❁.....❁

"تم کیا سمجھتی تھی کہ میں تا عمر مصطفیٰ کے لاک اپ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ میں تو اس دن سے تمہارے پیچھے لگا ہوا تھا اور آج مجھے تم سے براہ راست بات کرنے کا آخرکار موقع مل ہی گیا۔" ایاز اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا آنکھوں میں وحشیانہ سی چمک تھی، شہوار ساکت سی ہوگئی تھی۔
"آج دیکھنا بھرے بازار میں تمہارا تماشا لگاتا ہوں، مصطفیٰ اور اس کا وہ خبیث ریٹائرڈ باپ ہاتھ ملتے نہ رہ گئے تو کہنا۔" وہ خباثت سے مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہوا تھا۔ شہوار نے سختی سے چادر تھام لی تھی۔
"انکل تمہیں چھوڑیں گے نہیں اور نہ ہی مصطفیٰ، اگر تم نے میرے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تو.....!" خود کو سنبھالتے اس نے کہا اردگرد لوگ شاپنگ میں مصروف تھے اس کا جی چاہا کہ چیخ چیخ کر لوگوں کو مدد کے لیے پکارے مگر وہ ایسا نہیں کرسکتی تھی۔
"ہاہاہا۔" ایاز نے قہقہہ لگایا۔
"جب تک تمہارا وہ نام نہاد شوہر اور اس کا باپ ایکشن میں آئیں گے تم اپنے انجام کو پہنچ چکی ہوں گی خبردار اب کوئی حرکت کی تو آرام سے سیدھی چلتی جاؤ۔" ایک دم پینترا بدلتے اس نے جیب سے پسٹل نکال کر شہوار کے بازو پر رکھ دیا تھا۔ پسٹل دیکھ کر شہوار بالکل نڈھال سی ہوگئی۔
"تم نے جو کرنا ہے کرلو، میں کہیں نہیں جاؤں گی، میں اکیلی نہیں ہوں میں چیخ چیخ کر لوگوں کو اکٹھا کرلوں گی۔"
"بڑی خوش فہمی ہے تمہیں، تمہارے وہ دونوں باڈی گارڈز اس وقت یہاں موجود نہیں اور یہ پسٹل دیکھ کر لوگوں کی ہمت نہیں ہوگی کہ تمہاری مدد کرسکیں اسی لیے اب خاموشی سے چلتی رہو۔" اس نے پسٹل اس کے بازو میں گھسا کر کہا۔

شہوار نے دیکھا ٹریگر پر اس کی انگلی نہیں تھی اس نے دونوں ہاتھوں سے پسٹل تھام رکھا تھا ارد گرد لوگ حیران ہو کر دونوں کو دیکھ رہے تھے پسٹل دیکھ کر کسی کے اندر ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ آگے بڑھ سکے۔ شہوار نے ہاتھ میں تھاما شاپنگ بیگ کھینچ کر اس کے ہاتھ پر مارا تو وہ لڑکھڑا گیا۔

پسٹل اس کے بازو سے ہٹ گیا تھا اس نے دوبارہ شاپنگ بیگ اس کے منہ پر مارا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا وہ شاپنگ بیگ پکڑ کر بھاگی اسی ایاز کے ہاتھ سے پسٹل گر گیا تھا وہ کچھ نہیں سمجھ پایا تھا اس نے فوراً پسٹل اٹھایا اور سنبھل کر فائر کر دیا۔ ہوائی فائر تھا وہ اندھا دھند سیڑھیوں کی طرف بھاگی تھی چادر اس کے چہرے اور سر سے اتر چکی تھی، بیگ کندھے پر تھا اور ہاتھ میں شاپنگ بیگ۔ ایاز نے ایک اور اسٹیٹ فائر کیا اور بلٹ اس کے بہت قریب سے گزرا جبکہ وہ سیڑھیاں پھلانگتے جو پہلی دکان نظر آئی اس میں گھس گئی۔

یہاں لوگوں کا رش تھا ایاز اب فائر نہیں کر رہا تھا وہ شاید پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ لوگوں کو چیرتے ایک آنچو کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ ایاز نے اسے اس دکان سے گھستے دیکھا بھی ہے یا نہیں دکاندار حیران تھے مگر خاموش تھے۔ اسی طرح پانچ منٹ گزر گئے تھے وہ کچھ دیر بعد وہاں سے اٹھی تو دروازے کی طرف لپکی۔

''ایک منٹ بیٹا' آپ ادھر سے نکل جاؤ یہ ڈور باہر روڈ کی طرف کھلتا ہے ابھی باہر گولی چلی ہے شاید کوئی ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے۔ آپ کو اس طرف خطرہ ہوگا۔'' بارعب دکاندار نے کہا تو وہ سر ہلاتے دوسرے دروازے کی طرف لپکی تھی۔

وہ چادر خود پر درست کرتے بیگ کو مضبوطی سے تھامے سڑک کے دوسری طرف کھڑی اپنی گاڑی کی طرف جانے کو جیسے ہی سڑک کی طرف بڑھی تھی مخالف سمت سے آتے رکشے سے بری طرح ٹکرا کر بیچ سڑک پر گر پڑی تھی۔ وہ جو پہلے ہی نڈھال اور خوف سے بے حال تھی اس ٹکر نے اس کے حواس کو پوری طرح مفلوج کر دیا تھا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں۔'' مکمل طور پر بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے رکشے سے ایک مرد اور عورت کو تیزی سے نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا تھا۔

❁ ..... ◉ ..... ❁

وہ آفس میں مصروف تھا جب اس کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے اسکرین دیکھی عائشہ کا نمبر تھا۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام مصطفیٰ بھائی میں عائشہ بول رہی ہوں میں، ورد یہ اور شہوار کو لے کر آج شاپنگ کے لیے آئی تھیں نا......'' عائشہ تیزی سے بتا رہی تھی۔

''ہاں تو پھر؟''

''یہاں ایک ایمرجنسی ہوگئی ہے یہاں کچھ لوگوں نے فائرنگ کی ہے جس کی وجہ سے بہت افراتفری پھیل گئی ہے اصل صورت حال کیا ہے پتا نہیں چل رہا ہم سے شہوار بچھڑ گئی ہے ہم کتنی دیر سے تلاش کر رہے ہیں مگر کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔''

''کیا؟'' وہ ایک دم سے سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''شاید کوئی چور تھے لوگ بتا رہے تھے کہ کسی عورت سے کچھ چھیننے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر وہ عورت بھاگ نکلی تو ان لوگوں نے فائرنگ شروع کر دی۔''

''شہوار کے نمبر پر کال کر کے پتا کرو وہ کہاں ہے۔''

''میں کال کر رہی ہوں مگر وہ ریسیو ہی نہیں کر رہی، ورد یہ بھی کوشش کر رہی ہے مگر نو رسپانس۔''

"او کے ڈونٹ وری میں پتا کرتا ہوں ٹریسر چپ لوکیشن تو بتا دے گی کہ وہ اس وقت کہاں ہے میں پتا کرتا ہوں۔" مصطفیٰ نے اسے تسلی دی اور پھر اگلے پانچ منٹ میں لوکیشن کا علم ہو چکا تھا وہ اس کے نمبر پر کال کر رہا تھا مگر کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی وہ فوراً آفس سے اپنی گاڑی لے کر نکلا پڑا۔

❁......◉......❁

شہوار کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کلینک میں موجود پایا اور ایک مہربان خاتون کا چہرہ اس پر جھکا ہوا تھا اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔

"میں کہاں ہوں۔" وہ جو ایاز کے خوف سے بھاگی تھی ان اجنبی خاتون کو دیکھ کر سب یاد آیا تو بے اختیار اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر خوف سمٹ آیا تھا۔

"یہ کلینک ہے، تم ہمارے رکشے سے ٹکرا گئی تھی چوٹ کوئی نہیں آئی بس تم بے ہوش ہو گئی تھی اور کچھ معمولی سی خراشیں ہیں بس۔"

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟" اس عورت نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔

عورت کی بات سن کر وہ قدرے پرسکون ہوئی کہ وہ غلط ہاتھوں میں نہیں ہے۔

"میرا بیگ کہاں ہے؟" اس نے پوچھا کمرے میں ایک ڈاکٹر اور نرس بھی تھی۔

"یہ رکھا۔" خاتون نے ایک طرف رکھا بیگ اٹھا کر اسے تھما دیا۔ اس نے جلدی سے کھول کر موبائل نکالا۔

کالج میں عائشہ کی کال سننے کے بعد اس نے موبائل سائلنٹ پر لگا دیا تھا اور اس وقت عائشہ، دریہ بھابی، گھر، مصطفیٰ اور انکل سب کے نمبرز سے بے شمار مسڈ کالز تھیں۔

وہ محسوس کر سکتی تھی کہ اس کو وہاں شاپنگ مال میں نہ پا کر عائشہ پر کیا گزری ہوگی اور پھر عائشہ نے سب کو اطلاع کر دی ہوگی۔ ابھی وہ مسڈ کالز دیکھ رہی تھی کہ مصطفیٰ کی کال آنے لگی۔ اس نے فوراً ریسیو کی۔

"ہیلو۔"

"کال پک کیوں نہیں کر رہی تھیں؟" اس کی آواز پہچان کر مصطفیٰ نے تیزی سے پوچھا۔

"موبائل سائلنٹ پر تھا اور میں....." وہ بتاتے بتاتے ایک دم رک گئی اس کے ذہن میں ایک دم مصطفیٰ کا وہ جنون تازہ ہو گیا جب ایاز نے ہوٹل میں اس کو مارا تھا اور اب......!

"تمہارے گھر سے کال ہے؟" خاتون پوچھ رہی تھی اس نے سر ہلا دیا۔

"شہوار بول کیوں نہیں رہیں کدھر ہیں آپ؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"آپ پلیز بتا دیں کہ یہ کون سی جگہ ہے۔" اس نے موبائل خاتون کو تھما دیا۔

وہ خاتون مصطفیٰ سے بات کرنے لگیں تھی۔ جبکہ ڈاکٹر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ ابھی کال بند ہی ہوئی تھی کہ مصطفیٰ کلینک میں داخل ہوا تھا وہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟" مصطفیٰ فوراً بے اختیار اس کی طرف لپکا۔

شہوار جو پچھلے تھوڑے سے وقت میں اتنا کچھ دیکھ اور محسوس کر چکی تھی نجانے اللہ نے کس کی نیکی کے عوض اسے اس شیطان کے ہاتھوں میں جانے سے بچا لیا تھا۔ مصطفیٰ کو دیکھتے ہی وہ بے اختیاری سے بستر سے اتر کر اس کی طرف بڑھی اور اگلا لمحہ مصطفیٰ کو بھی اپنی جگہ ساکت کر دینے والا تھا۔

شہوار اس کے ہاتھ مضبوطی سے تھام کر بے اختیار رو پڑی تھی۔ مصطفیٰ پہلے تو حیرت سے گنگ رہ گیا اور پھر ایک دم

اس کے گرد اپنے بازو کا حصار مضبوط کر دیا۔

"ایم سوری۔" آنسوؤں کے تواپنی جذباتیت کا احساس ہوا تو وہ ندامت سے ہاتھ چھوڑتے بستر کے کنارے پر بیٹھ گئی تھی دوپٹا آہستگی سے سر پر ڈالتے وہ چہرہ جھکا گئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا۔ سرخ چہرہ لیے ہونٹ کچلتی وہ سر جھکا گئی تھی۔

مصطفیٰ نے اطراف میں دیکھا یہ تین چار کمروں والا اسٹیبلش سا کلینک تھا کمرے میں ایک درمیانی عمر کی خاتون کے علاوہ ایک نرس بھی تھی۔

"آپ تو عائشہ کے ساتھ شاپنگ پر نکلی تھیں پھر یہاں کیسے پہنچیں؟" مصطفیٰ نے دوبارہ شہوار کو دیکھا جس کی گھبراہٹ میں کچھ کمی واقع ہوگئی تھی۔

"میری طبیعت خراب تھی سر چکرا رہا تھا میں گاڑی میں جا کر بیٹھنے کے لیے شاپنگ مال سے نکلی ہی تھی کہ رکشے سے ٹکرا گئی اس کے بعد مجھے نہیں پتہ۔" وہ ایاز کی حرکت کو گول کرتے سر جھکائے بتا رہی تھی۔

"یہ ہمارے رکشے سے ٹکرائی تھیں میرے ساتھ میرا بھائی بھی تھا ہم ان کو یہاں لے آئے تھے بھائی کو کام تھا تو وہ باہر سے ہی چلے گئے تھے میں بچی کے پاس رک گئی تھی زیادہ چوٹ نہیں آئی بس بچی بے ہوش ہوگئی تھی ڈاکٹر نے انجکشن لگایا تو فوراً ہوش آ گیا۔" خاتون نے بتایا تو مصطفیٰ نے ایک پرسکون سانس لیا ورنہ پچھلے چند منٹس سے وہ بے انتہا پریشان ہو چکا تھا عائشہ کے بتانے کے فوراً بعد اسے ایاز کا خیال آیا تھا پھر لوکیشن چیک کرنے پر جو لوکیشن ٹریس ہو رہی تھی وہ کچھ اور ہی شو کر رہی تھی وہ فوراً آفس سے نکلا تھا راستے میں شہوار نمبر بھی ملا رہا تھا اور شکر ہے کہ مطلوبہ جگہ پہنچنے سے پہلے ہی شہوار نے کال پک کر لی تھی۔

"موبائل کی ٹون تو بند وہ آن رکھتا ہے واضح تھا سب۔ کس قدر پریشان ہیں عائشہ نے بھی کو کال کر دی تھی آپ کو وہاں مال میں نہ پا کر۔" شہوار خاموش رہی۔

"اور ہاں وہاں جو فائرنگ ہوئی تھی وہ کیا سلسلہ تھا؟" شہوار نے چونک کر دیکھا۔

"تو کیا عائشہ لوگوں کو پتا چل گیا ہے؟" اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

"فائرنگ؟"

"ہاں عائشہ بتا رہی تھی شاید کوئی لڑائی ہونے والی تھی جو نا کام ہوگئی۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ پرسکون ہوئی۔

"مجھے نہیں علم میں باہر نکل آئی تھی۔ میرے بعد میں کچھ ہوا ہو تو کنفرم نہیں۔"

"آپ کی تو ابھی کال آئی تھی آپ پہلے سے ادھر موجود تھے جو فوراً یہاں پہنچ گئے تھے۔" اس نے ٹالتے ہوئے بات بدلی تھی۔

"ہوں..... آپ کے موبائل میں موجود چپ کی مدد سے لوکیشن ٹریس کی تھی۔" شہوار نے سر ہلا دیا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" مصطفیٰ نے خاموش کھڑی خاتون سے پوچھا۔

"ثریا بیگم۔" خاتون نے مسکرا کر بتایا۔

"اور جو آپ کے ساتھ صاحب تھے۔"

"فیضان۔"

"آپ اسی علاقے کی ہیں؟"

"نہیں ہم یہاں کسی کام سے آ رہے تھے کہ رستے میں بچی سے رکشہ ٹکرا گیا میں تو اس کے پاس کلینک میں رک گئی

فیضان کو کام تھا وہ چلا گیا۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ان کا اتنا خیال رکھا اور ساتھ دیا۔"

"شکریہ کی کیا بات ہے بیٹا یہ میری بچی کی طرح ہے ہمارے رکشے سے ٹکرائی تھی اسے بیچ سڑک پر تو نہیں چھوڑ سکتی تھی نا۔" خاتون محبت سے کہہ رہی تھیں۔

"میں ڈاکٹر سے مل لوں پھر چلتے ہیں اور آپ کو میں خود ڈراپ کروں گا جہاں بھی آپ نے جانا ہوگا۔" وہ کہہ کر روم سے نکل گیا۔

❀......◉......❀

"وہ عورت کیا کہہ رہی تھی؟" وہ ابوبکر کو چائے دینے آئی تو اس نے پوچھا' سارا رستہ دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی تھی اور اب وہ پوچھ رہا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بس ویسے ہی۔"

"وہ آپ کو دھمکیاں دے رہی تھی۔" چائے کے سپ لیتے ابوبکر نے بغور دیکھا وہ کچھ پریشان سی لگ رہی تھی مگر ظاہر نہیں ہونے دے رہی تھی۔

"اگر مناسب سمجھیں تو مجھ پر اعتماد کر سکتی ہیں شاید وہ عورت آپ کو ہراساں کر رہی ہے اور شاید بلیک میل بھی۔" رابعہ ابوبکر کے اتنے درست اندازے پر حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"حیران مت ہوں مجھے فیس ریڈنگ آتی ہے میرے والد پولیس میں تھے ان کے ساتھ رہتے مختلف جگہوں پر ٹرانسفر ہوتے ان سے میں نے بہت کچھ سیکھا تھا۔" ابوبکر نے ... سے بتایا تو وہ چونکی۔

"آپ کے والد' آپ نے کبھی اپنی فیملی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا میں سمجھتی رہی کہ شاید آپ کا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں۔"

"نہیں رشتے تو سبھی موجود ہیں ماں باپ بھی بہن بھائی بھی اور گھر بھی۔" ابوبکر شاید اچھے موڈ میں تھا سو بتا رہا تھا وہ حیران ہو کر دیکھنے لگی۔

"تو پھر آپ یہاں کیوں رہ رہے ہیں؟"

"میرے اپنی فیملی کے ساتھ کچھ ایشوز ہیں ایک عرصہ ہوا ان کو اللہ حافظ کہا ہوا ہے کم عمری اور جذباتیت کی پیداوار وہ ایشوز اب دوبارہ لوٹنے نہیں دیتے اس لیے سب سے کٹ کر خود کو سزا دے رہا ہوں۔" ابوبکر کے الفاظ پر وہ سر ہلا گئی۔

"مجھے چھوڑیں آپ بتائیں کیا مسئلہ ہے آپ کے اور اس عورت کے درمیان اور وہ ہے بھی کون؟"

"وہ میرے باس کی وائف ہے دونوں میں علیحدگی ہو چکی ہے مگر ابھی باقاعدہ ڈائی ورس نہیں ہوئی میں ان کے آفس میں کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتی ہوں اور یہ خاتون چاہتی ہیں میں اپنے باس سے بلینک پیپر پر کچھ دستخط لے کر ان کو دوں وہ ان کا کیا کریں گی مجھے نہیں علم جس کی پے منٹ وہ منہ مانگی کرنے کو تیار ہیں جبکہ میں نے انکار کر دیا ہے تو وہ اب دھمکیاں دے رہی ہے۔" رابعہ نے آرام سے ساری بات بتادی۔

"وہ...... کس قسم کی دھمکیاں دے رہی ہیں وہ خاتون؟" ابوبکر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے کی ایک بار غلطی کر چکی ہوں اور چند بار ان کی فون کالز ریسیو کر چکی ہوں اس کے علاوہ وہ ہمارے گھر میں آئی تھیں تو میں ملی تھی شاید وہ میری وائس کنورسیشن اور گاڑی میں بیٹھنے کی حماقت کو مس یوز کرنا چاہ رہی ہیں۔ گاڑی میں اس عورت نے کوئی کیمرہ سیٹ کیا ہوا تھا اب میری ویڈیو اس کے پاس ہے جو وہ مس یوز کر رہی

ہے۔" رابعہ نے تفصیل سے بتایا تو ابوبکر حیرت سے دیکھے گیا۔

"اوہ..... پھر تو یہ عورت واقعی کافی خطرناک ہے۔"

"مگر اس کی دھمکیوں کے باوجود میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں میں نہیں پھنس سکوں گی مگر اس کی دھمکیوں کے بعد سمجھ نہیں آتی کہ اس پرابلم سے کیسے نکلوں گھر میں کسی سے ذکر نہیں کرسکتی کہ امی اور بھائی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی اور ماموں وہ ان کرمنلو مائنڈ لوگوں سے اکیلے نہیں نبٹ سکتے اور تیسرا کوئی آپشن دکھائی نہیں دے رہا سوائے اس کے کہ میں یہ جاب چھوڑ دوں۔" ابوبکر اس کی ساری بات سن کر کچھ دیر خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔

"اچھا اگر آپ کو میں اچھا سا مشورہ دوں تو کیا اس کو قبول کریں گی؟" رابعہ اس کے انداز پر مسکرا دی۔

"جی بالکل بشرطیکہ وہ اچھا مشورہ ہوا تو؟"

"آپ کے باس کیسے انسان ہیں؟" رابعہ کو آفس کے اولین دنوں سے لے کر اب تک کی ہر بات یاد آنے لگی۔

"انفرادی اختلافات ایک طرف مگر کرداری لحاظ سے وہ ایک اچھے انسان ہیں۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تو ابوبکر نے سر ہلا دیا۔

"او کے تو پھر آپ ایسا کریں کہ ان سے پہلی فرصت میں یہ سب ڈسکس کریں اور ان کو کہیں کہ اپنی وائف کو جیسے مرضی ہینڈل کریں مگر آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔" ابوبکر نے [illegible] تو وہ [illegible] میں پڑ گئی۔

"اور اگر اس سلسلے میں میری کوئی بھی مدد درکار ہو تو میں حاضر ہوں۔" ابوبکر نے خلوص دل سے کہا تھا وہ بس مسکرا دی اور پھر کمرے سے نکل آئی۔

❁ .... ❁ .... ❁

مصطفیٰ نے پہلے ان خاتون کو گھر ڈراپ کیا اور ان خاتون کے اصرار کے باوجود وہ دونوں گھر کے اندر نہیں گئے تھے۔

وہ دونوں جب گھر پہنچے تو سبھی متفکر ان دونوں کے منتظر تھے گو مصطفیٰ نے فون کرکے اطلاع تو دے دی تھی کہ وہ لوگ پریشان نہ ہوں مگر اس کے باوجود [illegible] جب گھر پہنچی اور اس کی ہلکی پھلکی بینڈ یج دیکھ کر الجھ گئے تھے۔

وہ سب کو وہی سب [illegible] مصطفیٰ نے کہہ چکی تھی ماں جی اسے اس کے کمرے میں لے آئی تھیں۔

"جب ہم نے تمہیں کہا تھا کہ ادھر رکو تو تم ہمیں کم از کم میسج ہی کردیتی اور جب فائرنگ کی آواز سن کر اور لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر ہم وہاں پہنچیں سمجھو تمہیں نہ پا کر میرے تو پاؤں سے زمین ہی نکل گئی تھی اوپر سے ہم کال پر کال ملا رہی تھیں اور تم ریسیو ہی نہیں کررہی تھیں۔" عائشہ نے فکرمندی سے کہا تو وہ ذرا سا مسکرائی مرد حضرات اپنے اپنے روم میں چلے گئے تھے۔

"مجھے وہاں کھڑے کھڑے چکر سے آنے لگے تو میں باہر نکل آئی تھی کہ گاڑی میں بیٹھتی ہوں مگر رکشے سے ٹکرا گئی اور پھر پتا ہی نہ چلا ہوش آیا تو کلینک میں تھی۔" نظریں چراتے اس نے یہ سب کہا تو ماں جی پرسکون ہوگئیں۔

"اللہ بھلا کرے ان لوگوں کا میرا تو دل ہول رہا تھا کہ پتا نہیں کہاں ہو تم۔ دل ایسا خوفزدہ تھا کہ پہلا دھیان ہی ایاز کی طرف گیا تھا۔" ماں جی نے بھی کہا تو وہ لب بھینچ گئی وہ اس وقت اپنے بیڈ روم میں بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"یہ ایاز کون ہے اور یہ کیا معاملہ ہے؟" ردبہ نے پوچھا تھا وہ ایاز والے معاملے سے یکسر بے خبر تھی اب یہ نام سن کر فوراً پوچھنے لگی۔

"کچھ بھی نہیں ہے ایک شخص.....!" لائبہ نے فوراً ٹالا۔

"ویسے تمہاری طبیعت خراب تھی تو بتادیتی خوامخواہ ہمارا پروگرام خراب کردیا۔" دریہ نے نخوت سے کہا۔

"پروگرام خراب ہونے کی کیا بات ہے شاپنگ ہی تو ہے پھر کسی دن ہوجائے گی۔" لائبہ کو اس کی بات بے حد چبھی تھی فوراً کہا۔

"یچی یہاں آکر میں بہت بور ہورہی ہوں کوئی بھی ایکٹی ویٹی نہیں۔ سبھی اپنی اپنی لائف میں بزی ہیں میرے لیے کسی کے پاس ٹائم ہی نہیں۔" دریہ نے کہا۔

"ہمارے ہاں تفریح بھی موقع محل دیکھ کر کی جاتی ہے بلاوجہ منہ اٹھا کر کوئی بھی کہیں نہیں چل دیتا۔ ویسے بھی مصطفیٰ کی شادی ہورہی ہے اس کی تیاریاں چل رہی ہیں اگر تمہیں گھومنے جانا ہے تو گاؤں چلی جاؤ۔" لائبہ نے جل کر کہا۔

"مائی گاڈ، بابا صاحب سے میں مل چکی ہوں اگر گاؤں جاؤں گی تو صرف انہی سے ملنے کیوں جاؤں وہاں کون ہے ہمارا سوائے بابا صاحب کے اور گاؤں میں کوئی تفریحی جگہ تھوڑی ہے۔" دریہ نے طنزیہ انداز میں کہا تھا ماں جی اور عائشہ کے سامنے یہ گفتگو لائبہ کا پارہ بڑھا رہی تھی۔

"وہاں بابا صاحب کے علاوہ بوا جی بھی ہیں ان سے مل آتیں وہ کئی بار تمہارا پوچھ چکی ہیں ان سے مل کر تم بہت خوش ہوتیں۔" عائشہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"بوا جی سے کون سا کوئی خونی رشتہ ہے ہمارا جو میں اتنا سفر کرتی۔" اس کی بات پر شہوار کا چہرہ زرد ہوا تھا باقی تینوں خواتین کو بھی دریہ کی بات اچھی نہ لگی تھی۔

"ضروری نہیں رشتے خون کے ہوں بعض رشتے خلوص، محبت اور وفا کے بھی ہوتے ہیں جو خون کے رشتوں سے بڑھ کر ثابت ہوتے ہیں۔" ماں جی نے دھیمے سے ٹوکا تو دریہ کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

"میں کہوں گی کسی کو تمہیں کہیں گھمانے لے جائے۔ تم ہماری مہمان ہو ہمیں بھی خیال نہ آیا کہ تمہیں یہاں کی سیر کرا دی جائے خیر اب تو مصطفیٰ کی شادی کا سلسلہ چل رہا ہے جیسے ہی فرصت یا درمیان میں وقت نکلا تو ہم کوئی پروگرام رکھ لیں گے۔" ماں جی تحمل سے کہتے وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔

"اوکے۔" دریہ بھی اپنے روم میں چلی گئی تھی۔

"دیکھا تم نے دریہ کا رویہ۔" لائبہ نے فوراً عائشہ کو متوجہ کیا۔

"ہاں۔"

"بالکل عادلہ بھابی والا انداز ہے۔" لائبہ نے مزید کہا شہوار خاموشی سے آنکھیں بند کرگئی۔

پلکوں کے دوسری طرف آج شام ہونے والا واقعہ یاد آیا تو اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"مجھے خود حیرت ہورہی ہے دریہ کا ایٹی ٹیوڈ دیکھ کر ماں جی کا بھی ذرا لحاظ نہیں کیا۔" عائشہ حیران تھی۔

"اچھا بس کریں میرے سر میں درد ہورہا ہے۔" دریہ کے ٹاپک کو لمبا ہوتے دیکھ کر شہوار نے ناگواری سے ٹوک دیا۔

"کیوں بس کریں عائشہ یہ دریہ کی نیت مجھے ٹھیک نہیں لگتی کئی بار میں اپنے کانوں سے مصطفیٰ کو شہوار کے خلاف زہر اگلتے سن چکی ہوں۔" لائبہ نے کہا عائشہ نے حیرت سے دیکھا شہوار لب بھینچ گئی۔

"واقعی۔"

"تو اور کیا اور اسے کوئی پروا نہیں شادی ہورہی ہے اور اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی سمجھاؤ اسے مصطفیٰ اس کا شوہر ضرور ہے مگر اب اتنی بھی بے پرواہ ہوجائے کہ کسی دن دریہ ہی لے اڑے۔" لائبہ کا تبصرہ دل دہلا دینے والا

تھا شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اللہ نہ کرے مصطفیٰ بھائی کو انسانوں کی پہچان ہے اگر ایسی ویسی ہی پسند ہوتی تو باہر سے ساتھ لے کر آتے یہاں ہماری چوائس پر ہاں نہ کرتے۔"

"بھابی...... دریہ اگر زہر اگلتی ہے تو کچھ غلط نہیں کہتی وہ حقیقت بیان کرتی ہے میرے متعلق اور میرے بیک گراؤنڈ کے متعلق۔" شہوار نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں ہوتی تو منہ توڑ دیتی خوامخواہ دوسری عادلہ بھابی سر پہ آ کر بیٹھ گئی ہے۔" لائبہ تو سر سے پاؤں تک بھری بیٹھی تھی۔

"میں ماں جی سے بات کروں؟" عائشہ نے دونوں کو دیکھا۔

"نہیں۔" شہوار نے فوراً ٹوک دیا۔

"میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کوئی بات بڑھے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو اتنے میں دروازے پر دستک دیتا مصطفیٰ اندر داخل ہوا تھا مگر کمرے میں عائشہ اور لائبہ کو دیکھ کر رک گیا۔

"یہ میڈیسن گاڑی میں ہی رہ گئی تھیں۔" مصطفیٰ نے ہاتھ میں پکڑے شاپر کی طرف اشارہ کیا تو عائشہ نے اٹھ کر شاپر لے لیا۔

"زخم کیسے ہیں۔"

"ٹھیک ہوں اتنے گہرے زخم نہیں ہیں بس ہلکی پھلکی خراشیں ہیں ایک دو دن میں کور ہو جائیں گی وہ تو بس پیکٹ سے ٹکرا کر بے ہوش ہو گئی تھی ورنہ چوٹ تو کوئی خاص نہیں آئی۔" مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا اور پھر سر ہلا کر پلٹا تھا جبھی دریہ بھی سنوری فریش موڈ میں دروازے کے پار آ رکی تھی۔

"چلیں مصطفیٰ۔" اس نے کہا تو تینوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کہاں کا ارادہ ہے؟" لائبہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں بور ہو رہی تھی آنٹی سے لانگ ڈرائیو کی پرمیشن لی ہے۔" دریہ چہک کر کہہ رہی تھی لائبہ نے گھور کر دیکھا۔

"ابھی تو تم شاپنگ سے لوٹی ہو پھر بھی بور ہو رہی ہو۔"

"شاپنگ تو بورنگ کام ہے میں فریش ہونے کے لیے ڈرائیو پر ہی جاتی ہوں مصطفیٰ فارغ ہی تھا ویسے بھی سوچا مصطفیٰ کو ہی ساتھ لے جاؤں۔" شہوار نے ایک گہرا سانس لے کر پلکیں موند لی تھیں وہ سمجھ گئی تھی کہ دریہ محض اسے چڑانے آئی ہے۔

"چلیں مصطفیٰ۔" شہوار کو دریہ کی چہکتی آواز اپنے دل و دماغ پر ہتھوڑے کی طرح محسوس ہوئی تھی۔ دونوں چلے گئے تھے لائبہ اور عائشہ دونوں نے شہوار کو دیکھا وہ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی پلکیں لرز رہی تھیں۔

"دیکھا کیسی چالباز لڑکی ہے۔" لائبہ ایک دم پھر شدید غصہ آ گیا تھا اور عائشہ نے منہ پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کرتے شہوار کی طرف دیکھا تو لائبہ چپ ہو گئی تھی۔

"شہوار کھانا کھاؤ گی بھوک تو لگی ہوگی نا۔" عائشہ نے محبت سے پوچھا تو شہوار نے آنکھیں بند کیے ہی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"میں کھانا لے کر آتی ہوں تم شہوار کے پاس ہی رکو۔" عائشہ لائبہ کو اشارہ کرتے باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ عباس کے آفس تک لے کر آئی تھی عباس نے چونک کر دیکھا اسے

چند دن سے رابعہ بہت الجھی الجھی لگ رہی تھی اور آج کچھ عجیب سی بھی۔

"جی فرمائیے۔"

"مجھے آپ سے آپ کی وائف کے بارے میں بات کرنی ہے۔" عباس نے حیرت سے رابعہ کو دیکھا وہ سر جھکائے ہوئے تھی عباس نے فائل بند کردی۔

"کیا بات کرنی ہے؟" اس کا انداز ایک دم سنجیدہ ہوگیا تھا۔

رابعہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر اس نے ابوبکر کی ہدایت کے مطابق شروع سے لے کر آخر تک سب کہہ سنایا اور عباس حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"مائی گاڈ...... آپ یہ سب کچھ برداشت کرتی رہیں اور مجھ سے کیوں نہ کہا۔" رابعہ خاموش رہی تھی۔

"اس عورت سے اسی قسم کے گھٹیا پن کی امید کی جاسکتی ہے۔" عباس کھڑا ہوگیا تھا۔

"وہ مجھے مسلسل دھمکا رہی ہیں اور اس آخری ملاقات کے بعد تو واضح طور پر دھمکی بھی دی گئی ہے مجھے اس سے کسی بھلائی کی کوئی امید نہیں۔" رابعہ نے تلخی سے کہا تو عباس نے لب بھینچ لیے۔

"مجھے بہت افسوس ہے کہ ہماری وجہ سے وہ عورت آپ کے ساتھ اس طرح پیش آرہی ہے آپ نے بہت اچھا کیا جو سب کچھ مجھ سے کہہ دیا اب اس پرابلم کو حل کرنا ہمارا کام ہے آپ [illegible] فری رہیں۔" عباس نے اسے بیٹھنے کو کہا۔

"اور وہ جو دھمکیاں دے رہی ہیں۔"

"میں ہینڈل کرلوں گا کہا نا آپ پریشان نہ ہوں۔" عباس [illegible] سے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

"آپ نے ذکر کیا کہ وہ آپ کے گھر آچکی ہے [illegible] یہ سب جانتی ہے؟" رابعہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"او کے اس کرپٹ عورت کو ہینڈل کرنا اب میری [illegible] ہے۔" عباس نے تسلی دی تو رابعہ نے سر ہلا دیا۔

وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گئی تو عباس کچھ دیر سوچتا رہا پھر اٹھ کر نچلے فلور پر آیا جہاں شاہزیب صاحب کا آفس تھا اس نے ان سے تمام بات ڈسکس کی تو ان کا بھی عباس جیسا ہی ری ایکشن تھا۔

"او تو یہ عبدالقیوم کی فیملی اخلاقی [illegible] حد تک دیوالیہ ہوچکی ہے کہ بیٹا تو ایک طرف اب بیٹی بھی ہر حد عبور کرچکی ہے افسوس وہ ہمارے خاندان کا حصہ [illegible]۔" شاہزیب صاحب نے بہت افسوس سے کہا۔

"اس نے جو کرنا تھا کرچکی ہے اب سوال یہ ہے کہ مس رابعہ کو وہ جس طرح مس یوز کرنے کی دھمکیاں دے رہی ہے ان دھمکیوں کو کیسے ہینڈل کیا جائے بہر حال رابعہ یہ سب کچھ ہماری وجہ سے ہی سہہ رہی ہے۔"

"ہاں سب سے پہلے تو مس رابعہ کو اس پریشانی سے نکالنا ہی اصل ٹاسک ہے۔ میں وکیل صاحب کو بلواتا ہوں اور کوئی حل ڈھونڈتا ہوں تم ایسا کرو عادلہ کو کال کرو، اس سے اس کے ارادوں کو جاننے کی کوشش کرو تاکہ علم ہوسکے وہ ہمیں ٹارگٹ پر رکھتے رابعہ کے معاملے میں کس حد تک گرسکتی ہے۔ وہ اس سلسلے میں کوئی عملی قدم بھی اٹھائے گی یا محض رابعہ کو ڈرا دھمکا کر اپنا مقصد حاصل کرنا ہے۔" شاہزیب صاحب نے رائے دی تو عباس نے سر ہلا دیا۔

چند مزید باتوں کے بعد وہ اپنے آفس میں واپس آگیا تھا۔ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے عادلہ کے نمبر پر کال ملائی۔

"ہیلو۔" عادلہ نے کال ریسیو کی۔

"عباس بول رہا ہوں۔" عباس نے تلخی سے کہا۔ دوسری طرف عادلہ حیران ہوئی تھی۔

"تم؟"

"کیوں کال کی ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"کال تو تمہیں بہت کچھ سنانے کے لیے کی تھی مگر اس وقت سب سے اہم سوال کروں گا تم رابعہ کو کس مقصد کے لیے استعمال کررہی ہو؟" دوسری طرف عادلہ ایک دم چونک اٹھی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"اب یہ مت کہنا کہ کون رابعہ، تم اسے میرے آفس میں آ کر بہت سنا کر ہمارے سامنے دھمکا کر گئی تھی رابعہ کو تو اچھی طرح جانتی ہوگی۔" عباس نے تلخی سے کہا۔

"رابعہ کے گھر جانا اسے میرے خلاف بھڑکانا، فون کالز کرنا، بلینک پیپرز پر دستخط وہ بھی میرے لینے کا کہنا، دھمکانا، ہراساں کرنا اور اب اسے بلیک میل اس سب کی تفصیل میں بتاؤں کہ تم بتاؤ گی۔"

"میں کسی رابعہ کو نہیں جانتی۔" عادلہ نے تیزی سے کہا۔

"تم اسے اچھی طرح جانتی ہو یہ وہی رابعہ ہے جس کی تم بابا کے آفس میں آ کر انسلٹ کر کے گئی تھی اور فون کالز بھی کرتی رہی تھی۔" عباس کا لہجہ سپاٹ تھا۔ دوسری طرف بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔

"عادلہ بیگم ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو تم اور تمہارے باپ کے پاس چاہے جتنا بھی اختیار اور پیسہ ہو وہ کبھی بھی میری مالی حیثیت یا میری فیملی کے اسٹیٹس کو چیلنج نہیں کرسکتے اور نہ ہی اس کے اس طرح کے اوچھے ہتھکنڈے ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" عباس نے سختی سے کہا۔

"اور تم جو بھی کرنا چاہتی ہو الٹا تمہیں ہی نقصان پہنچے گا تم بار... تمہارے ساتھ میں نے جتنا بھی عرصہ گزارا ہے اس نے مجھے یہی سکھایا ہے کہ تم کبھی بھی قابل اعتبار انسان نہیں ہو، تمہاری رگ رگ سے واقف ہو چکا ہوں میں یاد رکھنا رابعہ صرف ہماری ورکر نہیں بلکہ وہ ہماری عزت کی ساکھ ہے اگر اسے کچھ ہوا تو تمہارا حشر بھی بہت برا ہوگا۔" عباس نے سرد انداز میں کہا۔

"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو ایک معمولی لڑکی کی وجہ سے ڈرانا چاہتے ہو؟" وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"نہیں آسان زبان میں سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں سمجھ جاتی ہو تو تمہارا فائدہ ہے نہ سمجھو گی تو نقصان اٹھاؤ گی، رابعہ کو ہماری وجہ سے کوئی نقصان پہنچتا ہے یا پھر اس کے کریکٹر پر کوئی حرف بھی آتا ہے تو پھر سب سے پہلے تمہیں انجام تک پہنچانے میں آؤں گا ایک ایسا انجام جہاں سے تمہارا بچ نکلنا ناممکن ہے۔" عباس نے غصے سے کہا۔

"میں تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرنے والی تم سے کہہ کر وہ مڈل کلاس لڑکی سمجھتی ہوگی کہ وہ تمہیں ڈھال بنا کر بچ جائے گی تو غلط فہمی ہے میں بھی اب اسے مزہ چکھا کر رہوں گی۔" عادلہ نے تنفر سے کہا۔

"تو پھر تم بھی سنگین نتائج کے لیے تیار رہنا یہ بھی مت بھولنا کہ اس مڈل کلاس لڑکی کی بیک پر ہم ہوں گے۔" عباس کا لہجہ برف کی طرح سرد ہو گیا تھا۔

"تمہاری لڑائی یا بگاڑ ہم سے ہے تو ڈائریکٹ ہم پر حملہ کرو کسی اور کو مس یوز کرو گی تو ہم بھی اچھی طرح نبٹ لیں گے۔"

"مائی فٹ...... کیا کرلو گے تم۔" دوسری طرف وہ چیخی تھی۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہم کیا کرسکتے ہیں کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔" عباس نے کہہ کر فون بند کردیا تھا۔

❀......❀......❀

وہ دو دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ہاتھ میں ڈرنک کا گلاس تھا۔

"تم اب اسے بھول کیوں نہیں جاتے وہ لڑکی آخری لڑکی تو نہ تھی دیکھو وہ لیلیٰ زبیری اتنی بار تمہارا پوچھ چکی ہے تم اس کی کال بھی ریسیو نہیں کرتے نہ ہی اس سے مل رہے ہو۔" اس کے دوست شہزاد نے کہا۔

"میں نہیں بھول سکتا وہ لڑکی اب میری ضد بن گئی ہے جب تک اسے اس کے انجام تک نہیں پہنچا دیتا اب کسی اور لڑکی کی طرف نہیں دیکھوں گا۔" ایاز نے طیش میں گلاس ٹیبل پر پٹختے ہوئے کہا۔ تینوں دوستوں نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔

"تم نقصان اٹھاؤ گے یاد رکھنا ہم تمہارے دوست ہیں تمہیں مشورہ دے رہے ہیں ابھی صرف ضمانت پر رہا ہوئے ہو کیس ختم نہیں ہوا تمہارا جو لوگ تم پر کاروادات کا کیس ڈال سکتے ہیں وہ کل کو تم پر قتل کیس ڈال کر ساری عمر کے لیے جیل کی سلاخوں میں بھی قید کر سکتے ہیں۔" احسن نے سمجھانا چاہا۔

"مائی فٹ۔" ایاز نے ہاتھ مار کر گلاس زمین پر پٹخ دیا۔

"میں اس مصطفیٰ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا تم لوگ دیکھنا حشر نشر کروں گا اس کا اور وہ اگر سخت سیکیورٹی میں نہ ہوتی تو کب کا اس کا حشر بگاڑ چکا ہوتا۔" سب نے کندھے اچکائے جیسے اسے سمجھانا بے سود ہو۔

"اور شاپنگ سینٹر میں تو وہ تنہا تھی تمہارے پاس پسٹل بھی تھا مگر تم پھر بھی [illegible] وہ تمہارے ہاتھوں سے بچ نکلی۔" احسن نے تمسخر سے کہا تو ایاز نے سرخ نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

"آخر کب تک بچ نکلے گی میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا اسے [illegible] کہ ساری عمر یاد رکھے گی کہ کس سے پالا پڑا ہے۔"

"ہونہہ تم کچھ نہیں کرنے والے بلکہ اپنی خیر مناؤ وہ [illegible] جو کرے گا اس کو یاد کرو۔" اس نے سنگ کر کہا تو کامران نے اسے گھورا۔

"تم میرے دوست ہو یا اس مصطفیٰ کے؟" ایاز نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"دوست تو تمہارا ہی ہوں مگر مشورہ [illegible] رہا ہوں مان لو گے تو فائدہ نہ مانو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔" احسن نے سنجیدگی سے کہا پر ایاز اسے گھورتا ہی رہا تھا۔

"تم اس کو گھورنا بند کرو اس کا ہی نہیں ہم سب کا یہی مشورہ ہے کہ اس لڑکی کو بھول جاؤ جس طرح وہ لڑکی مضبوط پناہ گاہ میں ہے تم کچھ نہیں کر سکتے۔ تم اس وقت انتقام میں اندھے ہو رہے ہو مگر عقلمندی کا تقاضا ہے کہ ابھی کچھ مت کرو اور جب موقع ملے تو وار کر دینا۔" کامران نے بھی مشورہ دیا۔

"کامران ٹھیک کہہ رہا ہے بلکہ جو بھی پلان بناؤ ہمیں بتا کر بناؤ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں مگر اس وقت بالکل کول ہو جاؤ یقیناً مصطفیٰ تم سے بے خبر نہیں ہوگا وہ تو اس لڑکی کی خوش قسمتی کہ وہ بچ نکلی ورنہ اسے کچھ ہو جاتا تو تم مارے جاتے۔" شہزاد نے بھی سمجھایا۔

"یقیناً اب تک وہ لڑکی اپنے گھر میں بتا چکی ہوگی اور مصطفیٰ نے اس کی بربادی کی تیاریاں بھی کر رکھی ہوں گی جب تک یہ تمہارے پاس ہے تو سیدھے باہر نکالو گیا۔" اس نے بھی کہا تو وہ لب بھینچ گیا۔

وہ واقعی بے بس تھا اس دن تو خوش قسمتی سے شہوار نظر آ گئی تھی اور اس نے فوراً پسٹل نکال لیا تھا بلکہ شاپنگ سینٹر میں اس کا پیچھا کرتا رہا تھا اور جیسے ہی تنہا ملی اس نے حملہ کر دیا تھا مگر اس کے پاس پسٹل ہونے کے باوجود وہ ڈرے بغیر بچ نکلی تھی اور وہ ابھی تک اس ہار کا ماتم کر رہا تھا جان بوجھ کر اس نے ہوائی فائر کیے تھے خیال تھا کہ لوگ اس سے ڈر کر اس کو

پکڑنے کی کوشش نہ کریں گے اور پھر شہوار کا تعاقب کرنے کے بجائے وہ بھاگ آیا تھا اور اب مسلسل ایسے منصوبے بنا رہا تھا جس سے شہوار کو نقصان پہنچایا جاسکے۔

"بلکہ میرا تو مشورہ ہے اس وقت کسی بھی ایکٹیویٹی میں ملوث مت ہوں اپنے فادر کو کہو جیسے بھی ممکن ہو تمہیں ایسی جگہ بھیج دیں جہاں مصطفیٰ یا اس کے ساتھیوں کی تم پر نگاہ نہ ہو کچھ عرصہ پرسکون رہو تب تک تمہارا کیس بھی ختم ہو جائے گا پھر کوئی حملہ کرنا۔" کامران نے مشورہ دیا تو اس کے انتقام کے لیے مچلتے دل پر کچھ سکون کے چھینٹے پڑے اور اس کا دماغ کچھ اور سوچنے کے قابل ہوا تھا۔ اس نے پرسوچ نظروں سے ان سب کو دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس خارج کیا تھا۔

❀……◉……❀

مصطفیٰ آفس میں تھا جب اسے اس کے ایک ماتحت نے آ کر کچھ اطلاعات دی تھیں وہ سنتے ہی ایک دم چونکا تھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ کل ایاز شاپنگ سینٹر میں تھا۔" اس نے دہرایا۔

"یس سر میں نے اس کے تعاقب میں جو لوگ چھوڑے ہیں ان کی یہی اطلاع تھی۔"

"ٹائمنگ کیا تھی؟" مصطفیٰ نے اپنا شک رفع کرنا چاہا۔

"شام کے بعد کی۔"

"مائی گاڈ۔" مصطفیٰ کو ایک دم عائشہ کی کال اور شہوار کی گمشدگی کی اطلاع یاد آ گئی تھی۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو شہوار ذکر تو کرتی۔ اس نے ماتحت کو گھورا تھا۔

"خبر بالکل سچ ہے؟"

"یس سر۔" ماتحت پر یقین تھا مصطفیٰ کا رنگ ہی بدل گیا۔

"مجھے ابھی ڈیٹیل چاہیے فوراً۔" اگلے ہی پل مصطفیٰ کا چہرہ پتھریلا ہو گیا تھا۔ "تو پھر اتنی لیٹ کیوں اطلاع ملی ہے مجھے۔"

"یس سر میں ابھی ان دونوں آدمیوں کو بلا لیتا ہوں انہوں نے جیسے ہی اطلاع دی میں نے آپ کو بتا دیا۔" وہ چلا گیا اور مصطفیٰ نے بہت اضطراب سے ہاتھ میں [illegible] اب وہ شدت سے ماتحت کی واپسی کا منتظر تھا۔

کچھ دیر بعد مصطفیٰ کو شاپنگ سینٹر میں جو بھی تمام کارروائی کی تفصیل مل چکی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی کے ابھی ایاز کا حشر بگاڑ دے اس نے امجد خان کو کال کر کے کچھ ہدایات جاری کی تھیں اور پھر آفس سے اٹھ آیا۔

کل والے حادثے کے بعد شہوار اپنے کمرے میں ہی بند تھی صبح وہ کالج بھی نہیں گئی تھی۔ وہ گھر آ کر سیدھا شہوار کے روم میں ہی چلا آیا۔

وہ کوئی بک پڑھ رہی تھی اردگرد سلیبس کی بکس موجود تھیں اسے دیکھ کر چونکی۔

"آپ……؟" وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

مصطفیٰ نے دروازہ بند کیا اور شہوار اس کے انداز پر ٹھٹک گئی تھی۔

"خیریت؟"

"کل شاپنگ سینٹر میں کیا ہوا تھا؟" وہ شہوار کو بغور دیکھتے پوچھ رہا تھا شہوار کا دل ایک لمحے کو ساکت ہوا تھا یعنی اسے خبر ہو گئی تھی۔ وہ فوراً نظریں چرا گئی تھی۔

"میں تفصیل بتا چکی ہوں۔" دھیمے سے کہہ کر وہ بستر سے اتر آئی تھی۔

"میں اس وقت صرف سچ سننا چاہتا ہوں جھوٹ نہیں۔" مصطفیٰ نے سختی سے کہا تو شہوار کا رنگ بدلا۔

"کیسا جھوٹ؟"

"میں نے ایاز کے تعاقب میں کچھ آدمی چھوڑ رکھے تھے اس کے پل پل کی رپورٹ مجھے مل رہی ہے مجھے افسوس ہے کہ یہ اطلاع مجھے لیٹ ملی میں نے امجد خان کو کہہ دیا ہے وہ کچھ دیر میں اریسٹ ہوجائے گا اور اس بار اس کی ضمانت بھی نہیں ہوگی۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار لب بھینچ کر واپس بستر پر بیٹھ گئی۔

"کیوں چھپایا یہ سب؟" مصطفیٰ نے قریب آ کر سنجیدگی سے پوچھا شہوار خاموش ہی رہی تھی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں شہوار؟" مصطفیٰ نے سنجیدگی و سختی سے کہا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں اپنی وجہ سے کوئی خون خرابہ نہیں چاہتی۔" اس نے دھیمے سے کہا۔

"اور اگر تمہیں کچھ ہوجاتا تو پھر؟" مصطفیٰ اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ شہوار نے سر اٹھا کر دیکھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ لوگ اس سے الجھیں کوئی مسئلہ ہو، میں نہیں چاہتی وہ شخص مزید کسی خوفناک سی ایکشن پر اتر آئے۔" اپنی نمی کو اندر ہی اندر اتارتے شہوار نے سنجیدگی سے کہا۔

مصطفیٰ نے چند پل بغور شہوار کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

"مجھے تمام ڈیٹیل سننی ہے۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے ساتھ سیلئے تمام باتیں تفصیل سے بتادیں مصطفیٰ سنجیدگی سے سن رہا تھا۔

"ہم سے چھپا کر بہت برا کیا اس بار وہ شخص قطعی نہیں بچ سکتا جان سے مار ڈالوں گا اسے یہ دوسری بار ہوا ہے اس نے ایسی حرکت کی ہے۔" مصطفیٰ تو غصے سے ایک دم اٹھا تھا شہوار اس کا قصد دیکھ کر ایک دم گھبرا گئی تھی وہ اسی لیے اسے کچھ بتانا نہیں چاہ رہی تھی۔

"میں بچ گئی ہوں کچھ نہیں ہوا مجھے پلیز اس بات کو رہنے دیں۔" اس نے گھبرا کر کہا تو مصطفیٰ نے اسے گھورا۔

"اسے جانے دوں تاکہ کل کو پھر وہ کوئی حرکت کرے اب کی بار تو اسے ایسی جگہ ڈالوں گا کہ اس کا باپ بھی اس کی شکل نہیں دیکھ سکے گا۔" مصطفیٰ غصے سے کہہ کر پلٹا تھا۔ شہوار گھبرا کر اس کے سامنے آگئی تھی۔

"پلیز اس طرح دشمنی کی بنیاد پڑ جائے گی میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے اس خاندان کو کوئی نقصان پہنچے۔" اس نے لجاجت سے کہا تھا۔

"کول تو اب اس کے اندر اتنی ہمت نہیں رہنے دوں گا کہ وہ ہمارے خاندان کے سامنے آسکے۔ دوسرا شہوار آپ ہمارے خاندان کا حصہ ہیں ہماری عزت ہیں اور ہم اپنی عزت کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔" مصطفیٰ نے تلخی سے کہا تو وہ مٹھیاں بھینچ گئی۔

"میں بار بار سب کے سامنے تماشا بننے کی ذلت نہیں سہہ سکتی۔ ٹھیک ہے میں نے چھپایا مگر میرا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی کا میری وجہ سے کوئی نقصان نہ ہو، آپ پلیز کسی سے ذکر نہیں کریں گے یہاں سب جانتے ہیں مگر دریہ نہیں جانتی، وہ پہلے ہی مجھے بہت کچھ سناتی رہتی ہے میں اب کسی اور کی زبان سے ذلت بھرے الفاظ نہیں سن سکتی۔" شہوار نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

"میں آپ کے خاندان کا کبھی بھی حصہ نہیں رہی ہاں آپ لوگوں کو مجھ جیسی لڑکی کو ایک اعلیٰ مقام نوازنے کا حوصلہ ہے مگر میں اپنی حیثیت اچھی طرح جانتی ہوں میں ایاز والے معاملے کو نظر انداز کر رہی ہوں تو وہ صرف اس لیے کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ بغیر مصطفیٰ کی طرف دیکھے کمرے سے نکل گئی تھی۔ مصطفیٰ بھی بہت غصے سے

اس کے پیچھے باہر آیا تھا۔
"شہوار بات سنیں۔" مصطفیٰ نے پکارا تو وہ ان سنی کرتے لاؤنج میں داخل ہونے لگی تھی جب مصطفیٰ نے ایک دم طیش میں آتے اس کا بازو پکڑا۔
"اسٹاپ اٹ شہوار۔" شہوار رک گئی تھی۔
"ہماری شادی طے ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ احساس کمتری اب تک دماغ سے نکل جانا چاہیے۔" مصطفیٰ نے سختی سے کہا۔
"ایک مجبور کو بے بس کرکے کہا جائے کہ وہ زندگی کی خواہش کرے اور آپ کی خواہش کے مطابق زندہ رہے اگر اس کو احساس کمتری کہتے ہیں تو ٹھیک ہے میں اسی کمپلیکس میں رہنا چاہتی ہوں تو رہنے دیں آپ لوگوں نے چاہا شادی ہو تو ہو رہی ہے میں کب انکار کر رہی ہوں۔" بہت سختی سے اس نے مصطفیٰ کے ہاتھ سے اپنا بازو چھڑایا۔
"کیا ہو رہا ہے تم دونوں لڑ رہے ہو؟" اس سے پہلے کہ مصطفیٰ اس کے جواب میں کچھ کہتا دریہ ایک دم سامنے آئی تھی حیرانی سے دیکھ کر پوچھا۔ شہوار نے ناگواری سے اسے دیکھا۔
"تم ہر وقت ہماری مخبری کرنے کے بجائے اپنی خیر خبر رکھ لو تو زیادہ بہتر ہوگا۔" مصطفیٰ کی پروا کیے بغیر بہت غصے سے اس نے دریہ کو سنایا تو دریہ حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔
اسے جیسے شہوار سے ایسی بدتمیزی کی امید نہ تھی۔
"کیا مطلب ہے تمہارا میں تمہاری انویسٹی گیشن کر رہی ہوں کیا؟" ایک دم بھڑک کر اس نے کہا۔
"یہ تو تمہیں ہی علم ہوگا کہ تم کیا کر رہی ہو ہم لوگ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں تمہیں کیا پرابلم ہے جو تم ہر وقت بیچ میں گھس آتی ہوں۔" اپنے اندر کا سارا ابال اس نے ایک دم دریہ پر نکالا تھا۔
"کیا ہوا شہوار؟" لائبہ بھابی بھی ادھر آ گئی تھی۔
شہوار کو ایک دم احساس ہوا کہ وہ اس وقت کہاں کھڑی ہے۔
"کچھ نہیں۔" اس نے دیکھا مصطفیٰ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
شہوار ایک تیکھی نگاہ دریہ پر ڈال کر کچن کی طرف بڑھ گئی مصطفیٰ نے اسے جاتے دیکھا تھا تبھی مصطفیٰ کا موبائل بجنے لگا تو وہ پاکٹ سے موبائل نکال کر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔
"ہاں امجد خان بولو کیا رہی پروگریس۔" امجد خان کا نام دیکھ کر مصطفیٰ فوراً اٹینشن ہوا تھا۔
"سوری سر! ایاز اپنے تمام ٹھکانوں پر موجود نہیں اس کے گھر میں بھی چکر لگایا ہے وہ وہاں سے بھی کل سے غائب ہے۔ شاپنگ سینٹر سے نکلنے کے بعد سے وہ غائب ہے۔" امجد خان مزید بتا رہا تھا۔
"کیسے غائب ہوسکتا ہے وہ مجھے ہر حال میں چاہیے۔ کہیں سے بھی پتا کرو اس کے دوستوں کے ٹھکانوں پر ریڈ کرواؤ۔"
"سر مجھے لگتا ہے اسے ہماری ریڈ کا اندازہ تھا وہ کہیں چھپ گیا ہے اس کا موبائل بھی بند ہے ہم نے ہر جگہ دیکھ لیا ہے جہاں پایا جاسکتا تھا۔" امجد خان بتا رہا تھا مصطفیٰ نے بہت غصے سے دیوار پر ہاتھ مارا۔
"امجد خان کہیں سے بھی اسے دریافت کرو وہ مجھے ہر حال میں چاہیے۔" مصطفیٰ نے سختی سے کہہ کر موبائل بند کردیا۔

تابندہ بی کب سے شہوار کا نمبر ملا رہی تھیں مگر ہر بار موبائل بند مل رہا تھا۔ انہوں نے آخری بار کوشش کی اور اس بار کال مل گئی تھی جب سے شہوار ل کر گئی تھی وہ ان سے بات نہیں کر رہی تھی انہوں نے شادی کی تاریخ بھی طے کر دی تھی مگر تب بھی شہوار نے کوئی ری ایکشن شو نہیں کیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ شہوار ان سے بہت خفا ہے ان کا دل اس کی خفگی جان کر دکھ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" ان کی توقع کے برعکس آج کال ریسیو کر لی تھی بھیگی سی آواز ان کا دل کٹنے لگا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو؟" اس کی آواز سن کر وہ ایک دم خوش ہو گئی تھیں۔

"آپ کی توقع کے برعکس بہت خوش ہوں۔" تلخی سے کہا تابندہ بی کی ساری خوشی ماند پڑ گئی تھی۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش و خرم اور شاد و آباد رکھے میں روز کال کرتی تھی مگر تم اٹینڈ ہی نہ کرتی تھی۔" انہوں نے شکوہ کیا۔

"بات ان سے کی جاتی ہے جن سے کوئی تعلق ہو آپ نے تو مجھ سے ہر تعلق ختم کر ڈالا ہے اب بار بار ان دروازوں پر کیوں دستک دے رہی ہیں جن کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے بند کیا تھا۔" اس کی تلخی ہنوز تھی۔

"میرے دل سے نہ کھیلو میں مجبور ہوں۔" انہوں نے نم لہجے میں کہا۔

"میں نے ہر بار پوچھا لیکن اس بار نہیں پوچھوں گی کہ مجھے اپنی مجبوری بتائیں۔" دوسری طرف کی تلخی و سرد پن اسی طرح تھا۔

"شادی کی تیاریاں کر رہی ہو؟" انہوں نے پوچھا۔

"اتنے حسب نسب والے امیر جاگیردار لوگوں میں بیٹی بیاہ رہی ہیں آپ نے ان کے لیے پیسہ عام سی بات ہے کر رہے ہوں گے تیاریاں بھی۔" شہوار کی تلخی اسی طرح تھی اس نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی۔

"بہت زیادہ ناراض ہو؟ لیکن مجھے یقین ہے تم بہت جلد حقیقت کو قبول کر لو گی۔ تم بہت خوش رہو گی ایک عمر لگا کر میں نے ان لوگوں کو پرکھا ہے۔ ان کا انتخاب کیا ہے۔ بس چند دن اور پھر تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔" انہوں نے ایک عزم سے کہا تو دوسری طرف شہوار خاموشی سی رہی تھی۔

"میں کچھ رقم بھیجوں گی جو چیز اچھی لگے اپنی پسند کی۔" انہوں نے مزید کہا۔

"مجھے کچھ نہیں چاہیے جو چاہیے تھا وہ آپ نے نہیں دیا اب دل میں کسی اور چیز کی طلب نہیں رہی۔" انہوں نے لب بھینچ لیے شہوار کی خفگی انتہا پر تھی۔

"اب جو بھی ہے قبول تو تمہیں کرنا ہی ہوگا تاریخ طے کر دی ہے میں نے زبان دے کر زبان پھرنے والے لوگ نہیں۔ خوش رہنے کی کوشش کرو مجھے یقین ہے یہ لوگ تمہارے حق میں بہت اچھے ثابت ہوں گے۔ رخصتی تو حویلی سے ہی ہوگی یہ بابا صاحب کی خواہش ہے۔" انہوں نے مزید کہا تو دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی تھی انہوں نے ریسیور کو دیکھا آنکھوں کی نمی رخساروں پر آ ٹھہری۔

"کیا واقعی میں نے یہ گھاٹے کا سودا کیا تھا؟" ان کے اندر لاتعداد سوالات اٹھنے لگے تھے ہاتھ اضطراب سے کانپنے لگے تھے۔

"اگر میں حقیقت بتا دوں تو کون یقین کرے گا اور بابا صاحب......" انہوں نے دکھ سے سوچا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ بے حد اضطراب اور گھبراہٹ میں وہ بابا صاحب کے کمرے کی طرف آ گئی تھیں دروازہ کھلا ہوا تھا۔

بابا صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے گود میں کتاب دھری ہوئی تھی اور وہ خود آنکھیں بند کیے کسی گہری سوچ میں گم تھے۔

"مجھے کسی ایک کو تو سب کچھ بتا دینا چاہیے تھا شاید بابا صاحب کو ہی......" بغور بابا صاحب کو دیکھتے ان کا ذہن الجھ رہا تھا۔ "نہیں...... شاید پھر یہ لوگ مجھے حویلی میں کبھی رہنے نہ دیتے اور شہوار......" وہ لب دانت تلے دبا کر بڑے خستہ حال قدموں سے واپس لوٹ آئی تھیں۔

❀......◉......❀

"میں نے آج عباس صاحب کو سب بتا دیا۔" ابوبکر صحن میں بیٹھا ہوا تھا تو وہ بھی ادھر آگئی تھی۔ ابوبکر نے چونک کر اسے دیکھا وہ بھی دوسری طرف بیٹھ گئی تھی۔

"پھر کیا کہا اس نے؟"

"بہت اعتماد دلایا ہے انہوں نے کہہ رہے تھے اب یہ ہمارا پرابلم ہے میں ٹینشن فری ہو جاؤں۔ سچی بات یہ ہے میں ان سے بات کر کے بہت مطمئن ہو گئی ہوں اب جیسے بھی وہ ہینڈل کرتے ہیں ان کا مسئلہ ہے۔"

"یہ بہت اچھی بات ہوئی پھر تو......"

"میں خود بہت دن بعد ریلیکس فیل کر رہی ہوں ورنہ وہ عورت ایک خوف کی طرح میرے اعصاب پر سوار تھی۔"

"کیا بات ہو رہی ہے۔" بھابی بھی ادھر ہی آ رکی تھیں۔ دونوں نے پلٹ کر دیکھا وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھیں۔

"کچھ نہیں بس آفس کی بات ہو رہی تھی۔" رابعہ نے فوراً کہا مبادا ابوبکر کچھ نہ کہہ دے۔

"آپ جو جگہ دیکھ رہے ہیں پسند آئی۔" وہ اب ابوبکر سے مخاطب تھیں جو ان کے لیے اپنا گھر دیکھ رہا تھا۔

"ہاں ایجنٹ نے ایک دو جگہ دکھائی تو ہیں ایک گھر پسند بھی آیا ہے کوشش کر رہا ہوں بس سودا میری مرضی کا ہو جائے۔" ابوبکر نے بتایا تو وہ شعوری طور پر اسے دیکھنے لگی۔ اچھی عادات کا مالک سلجھا ہوا مہذب نوجوان تھا۔ ماموں اس سے مسلسل اس کے متعلق رائے مانگ رہے تھے۔ ابوبکر سے بات کرتے اس نے سوچا کہ وہ آج ماموں کے پوچھنے پر ضرور اپنی رائے دے دے گی۔ ابوبکر کے متعلق اس کے کوئی خاص نظریات نہ تھے بس اچھا اور سلجھا ہوا ہو۔

وہ ان کے گھر رہ رہا تھا مہذبانہ انداز تھا، عزت سے بات کرتا تھا اور ان جیسے گھروں میں کسی مرد کے انتخاب میں شرافت اور کردار کی پختگی ہی تو دیکھی جاتی تھی۔ ابوبکر کو دیکھتے وہ ایک حتمی فیصلے پر پہنچ چکی تھی۔

"آپ لوگ بات کریں میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" ماموں بھی ان کے ساتھ آ بیٹھے تو اس نے کہا اور پھر اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ آج بہت دنوں بعد وہ خود کو فریش محسوس کر رہی تھی۔

❀......◉......❀

ایاز روپوش تھا وہ کہیں بھی نہیں مل رہا تھا، مصطفیٰ نے اس واقعے کا ذکر شاہزیب سے نہیں کیا تھا مگر وہ مسلسل ایاز کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ شاید اسے بھی خبر ہو گئی تھی جو وہ کہیں چھپ گیا تھا، اس کے گھر والے بھی اس کی طرف سے لاعلم تھے۔

جیسے ہی چند دن گزرے مصطفیٰ کی ٹینشن بڑھنے لگی شہوار کالج جا رہی تھی مگر اس نے اس کے اردگرد سیکورٹی مزید سخت کروا دی تھی۔ گھر میں شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں اس دن کے بعد شہوار دوبارہ شاپنگ پر نہیں گئی تھی۔ صبا بھی شادی کی سلسلے میں یہیں آ گئی تھی۔

شہوار کا انداز اس طرح برقرار تھا، مصطفیٰ نے ولید کی فیملی روشانے اور احسن کو ڈنر پر بلایا تھا۔ وہ ان کو ان کی شادی کی دعوت دینا چاہتا تھا پہلے وہ لوگ ہنی مون پر چلے گئے تھے بعد میں ولید فارغ نہیں ہو رہا تھا۔ اتنے دنوں بعد ولید نے

ہاں کہیں تو مصطفیٰ نے گھر والوں کو بھی بتا دیا تھا۔

اگلی صبح شہوار کالج جانے کے لیے کمرے سے باہر نکلی تو ماں جی نے اطلاع دی، وہ حیران ہوئی وہ بے خبر تھی۔ مصطفیٰ آفس جا چکا تھا اس وقت صرف خواتین تھیں یا شاہ زیب انکل۔

"تم کالج مت جاؤ کھانے پینے کا اچھا سا مینیو طے کرنا ہیں گے ویسے مصطفیٰ نے باہر سے منگوانے کی آفر کی تھی مگر جب گھر میں ہم پانچ چھ خواتین موجود ہیں تو پھر باہر سے منگوانے کی بھلا کیا ضرورت؟" ماں جی نے مزید بتایا تو وہ خاموشی سے سر ہلا گئی۔

وہ خاموشی سے کمرے میں آئی اور انا کو اپنے نہ جانے کا بتانے کو وہ اسے کال ملانے لگی تھی سلام دعا کے فوراً بعد اس نے اصل بات کی۔

"تم لوگ آج ہمارے ہاں ڈنر پہ آ رہے ہو؟"

"اچھا مگر مجھے تو علم نہیں تمہیں کس نے کہا؟"

"آنٹی بتا رہی تھیں کہ مصطفیٰ نے ولید روشی اور احسن بھائی کو شادی کی دعوت پر بلوایا ہے آج رات۔"

"مجھے تو نہیں بتایا کسی نے۔" وہ حیران ہو رہی تھی۔

"ہوسکتا ہے ان دونوں دوستوں میں اچانک پروگرام سیٹ ہوا ہو۔"

"اچھا کون کون انوائٹڈ ہے۔" انا نے پوچھا۔

"آنٹی تو ساری فیملی کا ہی ذکر کر رہی تھیں اسی لیے تو میں آج چھٹی کر رہی ہوں کالج سے آف کر رہی ہوں۔"

"اوہ...... مگر میں تو بس نکلنے لگی تھی۔"

"تم چلی جانا میری وجہ سے اپنا حرج مت کرو ویسے بھی پہلے ہی میں اور تم چھٹیاں کرتا رہیں۔" شہوار کے منہ سے نکلا تھا۔

"کیوں خیریت؟" انا اس کی شہوار کی بہت کلوز ہو جانے والی بات سے بے خبر تھی شہوار خاموش رہی تھی۔

وہ اب اسے کیا بتاتی جس طرح کے حالات تھے لیاز کی اس حرکت کے بعد تو وہ اب کالج جاتے ہوئے بھی بہت خوفزدہ ہوتی تھی۔ وہ تو انکل ہی پک اینڈ ڈراپ کرتے تھے مگر کالج کی چار دیواری میں داخل ہوتے ہسپتال کی طرف جاتے اسے ایسے لگتا تھا جیسے کوئی مسلسل اسے نوٹ کر رہا ہے وہ اندر ہی اندر خوفزدہ ہو چکی تھی۔

کبھی دل چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گاؤں چلی جائے کم از کم وہ اس خوف کی زندگی سے تو باہر نکلے گی۔

اس نے انا سے مزید چند اور باتوں کے بعد کال ڈراپ کی اور پھر کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

❁......●......❁

وہ شہوار کی کال بند ہونے پر باہر نکلی ولید کو دیکھ کر فوراً اس کی طرف آئی۔

"مجھے آج ڈراپ کر دیں گے؟" ولید آفس جانے کے لیے بس نکل ہی رہا تھا اس کے کہنے پر مسکرا کر دیکھا۔

"آج ڈرائیور کے ساتھ جانے کا پروگرام نہیں ہے کیا؟"

"میں نے سوچا آج کے دن آپ کو ہی ڈرائیور بنالوں کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے مجھے اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے۔" ولید کی مسکراہٹ پر اس نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اتنا ہینڈسم بندہ تمہیں ڈرائیور لگ رہا ہے۔" ولید نے گھورا تو وہ ہنس دی۔

"بڑے خود پسند ہیں آپ ہر وقت اپنی تعریفوں میں رطب اللسان رہتے ہیں۔" ولید کے ساتھ اس کی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔

"اس کو خود پسندی نہیں خود شناسی کہتے ہیں میڈم!" ولید نے گاڑی ڈرائیو کرتے مزید کہا۔
"میں نہیں جانتی۔" اس نے ناک سکیڑی' انا کا موڈ بہت فریش تھا' ولید مسکرا دیا۔
"آج صبح صبح موڈ بہت فریش ہے خیریت ورنہ اکثر تمہارا موڈ آف ہوتا ہے۔" ولید نے اسے بغور دیکھا تھا' کالج جانے والے مخصوص حلیے میں بھی بلکہ اب کچھ دنوں سے وہ اچھی خاصی زندہ دل لگنے لگی تھی اس کے موڈ میں یہ خوشگوار تبدیلی ولید کو بڑی اچھی لگ رہی تھی۔
"ابھی شہوار کی کال آئی تھی وہ بتا رہی تھی آپ روشی اور احسن بھائی' مصطفی بھائی کے ہاں آج رات ڈنر پر انوائٹڈ ہیں۔" ولید نے مسکرا کر دیکھا۔
"ہاں تمہیں بتانا یاد نہیں رہا تھا' کل ہی مصطفی نے انوائٹ کیا تھا اس نے تو پوری فیملی کو انوائٹ کیا ہے مگر بابا' انکل اور پھوپو نے چلنے سے انکار کر دیا ہے اب تم بتاؤ تم ہمارے ساتھ چل رہی ہو؟" ولید نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔
"شہوار کے ہاں جانے میں مجھے تو کوئی حرج نہیں ذرا دیکھیں مناسب رہے گا اتنے سارے افراد کا جانا؟ انہوں نے پوری فیملی کہا تو ضروری نہیں ہم سبھی چل دیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔
"ہم چاروں ہی تو جا رہے ہیں' کون سا سب لوگ ہیں۔"
"او کے جیسے آپ کی مرضی۔" انا نے کندھے اچکا دیئے۔
"مغرب سے پہلے وہاں پہنچنا ہے' میں اور احسن وقت پر گھر آ جائیں گے تم اور روشی وقت پر تیار رہنا۔" سگنل پر گاڑی روکتے ولید نے کہا تھا' انا نے گاڑی سے باہر دیکھا تو چونکی۔
کاشفہ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھی اور اس کے ساتھ کوئی اور لڑکا ساتھ والی سیٹ پر موجود تھا' دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ کاشفہ کی نظر انا پر پڑی تو اس کی مسکراہٹ ختم ہوگئی تھی۔ وہ انا کے بعد ولید کو دیکھ رہی تھی جو سامنے سگنل کو دیکھ رہا تھا۔
"یہ کاشفہ کے ساتھ کون ہے؟" انا نے کہا تو ولید نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ کاشفہ نے مسکراہٹ پاس کی تھی اور ہاتھ ہلایا تھا۔
"میں نہیں جانتا۔" ولید نے کہا' تبھی کاشفہ بلند آواز میں بولی۔
"ہیلو کیسے ہو تم دونوں؟"
"فائن آپ سنائیں؟" انا خاموش رہی تھی ولید نے ہی جواب دیا۔
"کہاں کی تیاری ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی' انا کو صبح صبح اس کا مخاطب ہونا ذرا بھی اچھا نہیں لگا تھا۔
"آفس...... اینڈ یو؟" ولید نے بھی سرد سا کہا۔
"ہاں میں ایک کام سے جا رہی ہوں' او کے بائے پھر بات ہوگی۔ میں کال کروں گی۔" فوراً سگنل کھل گیا تھا' کاشفہ نے تیزی سے کہا تھا۔ ان کی گاڑی آگے بڑھ گئی تھی ولید نے بھی گاڑی ٹرن کر لی تھی۔ انا اب خاموش تھی ولید نے اسے دیکھا۔
"اب کیا ہوا؟"
"مجھے یہ لڑکی بالکل اچھی نہیں لگتی آپ اس سے رابطہ ختم کیوں نہیں کر لیتے۔" بہت الجھ کر اس نے کہا تھا۔
"ہیں...... تمہیں اچھی کیوں نہیں لگتی۔"
"بہت بے باک انداز ہوتا ہے اس کا پتا نہیں مجھے یہ لڑکی باقی لڑکیوں جیسی نہیں لگتی کچھ بگڑی ہوئی' کچھ کریکٹر لیس

وغیرہ ہو جیسے......'' اس نے صاف کہہ دیا تھا۔

''اُف اچھی خاصی لڑکی ہے خوامخواہ تم اسے مشکوک کریکٹر بنا رہی ہو۔''

''میں مشکوک نہیں بنا رہی آپ کی اس کے ساتھ دوستی مجھے مشکوک بناتی ہے۔'' وہ ابھی تک کاشفہ کی برتھ ڈے پارٹی کو نہیں بھولی تھی وہاں بے باک انداز میں لوگوں سے ملنا' ہاتھ ملانا...... اسے قطعی اچھی نہ لگی تھی اور پھر سب سے بڑھ کر ولید کو حد سے زیادہ امپورٹنس دینا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس لڑکی کی طرف سے بدظن ہو چکی تھی۔

''وہ صرف میری دوست ہے یار! خوامخواہ پریشان مت ہو۔'' اسے یوں الجھتے دیکھ کر ولید نے مسکرا کر کہا تو وہ ایکدم کنفیوژ ہو گئی۔ وہ ولید کے سامنے کاشفہ کے متعلق اس واضح ناگواری کا اظہار کر کے اپنے جذبات دکھا رہی تھی۔ نجانے ولید کیا سوچ رہا تھا' وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

''میں کیوں پریشان ہوں گی' بس جو محسوس کیا' کہہ دیا۔'' اس نے خود کو بے پروا ظاہر کرنا چاہا۔

''لیکن مجھے کچھ جلنے کی بو آ رہی ہے۔'' ولید نے ہنس کر کہا۔

''اونہیں......خوامخواہ......'' اس نے گھورا تو ولید ہنس دیا' تبھی اس کا کالج آ گیا تھا' انا نے تشکر کا سانس لیا ورنہ نجانے ولید مزید کیا کچھ کہتا۔

''کالج سے جلدی آف کر لینا اور گھر جا کر روشی کو بھی ریڈی کروا دینا۔ ہم مغرب سے پہلے جائیں گے۔'' ولید نے کالج کے گیٹ کے سامنے گاڑی روکی تھی۔ ولید نے کہا تو وہ سر ہلا کر اللہ حافظ کہہ کر گاڑی سے اتر گئی اور ولید نے چند پل اسے مسکراتی نگاہوں سے گیٹ سے اندر داخل ہوتے دیکھا' پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔

❁ ❁ ❁

تین بجے تک سب کچھ ریڈی تھا' مصطفیٰ [illegible] کے پوچھ چکا تھا' انا سے بھی شہوار ایک دو بار بات کر چکی تھی' ان لوگوں نے مغرب سے پہلے پہنچنا تھا۔ [illegible] تھی چونکہ انا آ رہی تھی سو وہ دل سے خوش تھی' آج سارا دن موڈ بہت خوشگوار رہا تھا' عصر کی نماز پڑھ کر وہ لیٹ گئی تھی چونکہ سارا دن بزی رہی تھی سو جلدی آنکھ لگ گئی تھی' وہ پتا نہیں کب تک سوئی رہتی اگر عائشہ [illegible] آ کے اسے اٹھا نہ دیتی۔

''توبہ مہمان گھر سے نکل چکے ہیں اور تم سو رہی ہو' مصطفیٰ گھر آ چکا ہے۔'' عائشہ نے کہا تو وہ مسکرا کر اٹھ گئی۔

''آپ چلیں میں بس ابھی [illegible] اپ ہو کر آتی ہوں۔''

''صرف ڈریس اپ ہی نہیں ہونا ہلکا پھلکا میک اپ بھی کر لینا اگر ہم کچھ اچھے اور خوب صورت دکھائی دے جائیں تو ذرا ٹھیک نہیں لگتا۔'' عائشہ نے جاتے جاتے کہا تو وہ ہنس دی۔

وہ فٹافٹ کپڑے لے کر واش روم میں گھس گئی اور نہا کر لباس بدل کر وہ باہر آئی تو وہ فوراً بال سلجھائے تبھی گیٹ پہ ہارن بجنے لگا تھا' یقیناً وہ لوگ آ چکے تھے۔

وہ فوراً دوپٹہ سیٹ کرتی کمرے سے باہر نکل آئی' وہ راہداری میں آئی تو دوسری طرف لاؤنج سے مصطفیٰ بھی نکل رہا تھا' وہ اپنے دھیان میں تھی' اچانک مصطفیٰ سے ٹکرا گئی تھی۔

''اُف......'' اس نے غصے سے مصطفیٰ کو دیکھا تھا۔ ''دیکھ کر نہیں چلا جاتا۔'' مصطفیٰ کو دیکھ کر اس نے کہا اور اپنے بازو سے مصطفیٰ کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہوئی تھی جبکہ مصطفیٰ ساکت میں اسے دیکھ رہا تھا۔

موتیوں سے سجا بلیک لباس اور اس پر شہوار کا جگمگاتا حسین دوپٹہ گلے میں تھا۔ لمبے گھنے بالوں کا آبشار آگے پیچھے پھیلا ہوا تھا' ورنہ تو اس کے سامنے بھی بغیر دوپٹہ کے نہیں آتی تھی' بڑا ترتیب والا حلیہ ہوتا تھا۔

شہوار ایک دم اس کی محویت توٹ کرگئی تھی۔ کچھ بھی تھا ان کے درمیان ایک بڑا خوب صورت سا رشتہ تھا' وہ فوراً سر جھکا گئی تھی' چہرہ شرم وحیا سے سرخ ہوگیا تھا۔ وہ وہاں سے فوراً باہر نکل تھی مصطفیٰ بھی ایک گہرا سانس لیتا پیچھے آیا تھا۔ وہاں مہمانوں کے استقبال کے لیے آنٹی' عائشہ صبا' بھی لوگ تھے۔ وہ بھی آنٹی کے ساتھ جا کھڑی ہوئی تھی۔

گاڑی گیٹ کے اندر جا کر گیراج میں رکی تھی تو مصطفیٰ آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ لوگ باہر آئے تو مصطفیٰ آگے بڑھ کر گلے ملا تھا۔ انا اور روشی سے حال چال پوچھا تھا' وہ ان کو لے کر آگے آیا جہاں وہ سب سیڑھیوں پر کھڑی تھیں شہوار بے اختیار آگے بڑھ کر انا کے گلے لگ گئی۔

''ریئلی تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہورہی ہے۔'' انا کے کان میں کہا تھا' وہ روشانے سے بھی ملی تھی۔

سبھی خواتین نے ان کا ویلکم کیا تھا' مصطفیٰ ولید اور احسن کو لے کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا تھا جبکہ وہ دونوں ان سب کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھی تھیں۔ روشانے نئی دلہن کی طرح جی سنوری بہت پیاری لگ رہی تھی' جبکہ انا بھی ہلکے پھلکے لباس اور میک اپ میں دل کو چھو رہی تھی۔

''میں تو کئی بار مصطفیٰ کو کہہ چکی تھی کہ تم لوگوں کو انوائٹ کرے مگر پہلے تم لوگ ہی یہاں نہ تھے پھر بعد میں ولید فارغ نہ تھا۔ ہم نے تو ساری فیملی کو کہا تھا مگر مجھے گلہ ہے گا ہم شادی میں سب آئے تھے اور آپ میں سے صرف آپ لوگ ہی آئے ہو۔ انا بیٹا آپ کی امی کو تو ضرور آنا چاہیے تھا۔'' ماں جی نے روشانے اور انا دونوں سے کہا تھا' روشانے تو مسکرا دی۔

''ماما پاپا اور ماموں کو چھوڑ کر نہیں آسکتی تھیں پھر وہ بوتیک سے مغرب کے بعد فارغ ہوتی ہیں جبکہ پاپا کسی میٹنگ میں مصروف تھے ماموں کم ہی کہیں آتے جاتے ہیں۔'' انا نے سہولت سے کہا۔

پہلے ورد یا اپنے کمرے میں تھی اب وہ بھی وہیں چلی آئی تھی۔ روشانے کے ساتھ باتوں میں لگ گئی تھی جبکہ شہوار اور صبا نے مل کر کولڈ ڈرنک سرو کی تھی۔

''شہوار کے نکاح والے دن ملاقات ہوئی تھی اور اب ہورہی ہے مجھے تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔'' انا صبا سے بات کر رہی تھی جب کہ اس نے مسکرا کر کہا۔

''اب اس کی شادی کے سلسلے میں آنی ہوئی ہیں۔ لائبہ کی تو طبیعت ایسی ہے شادی کی تیاری ہم لوگ ہی کر رہی ہیں۔'' عائشہ نے بھی کہا تو انا چونکی۔

''کس کی شادی......؟''

''شہوار کی اور کس کی؟'' انا نے حیران ہو کر شہوار کو دیکھا وہ سر جھکا گئی تھی۔

''مائی گاڈ...... شہوار کی شادی ہورہی ہے اور مجھے بتایا بھی نہیں۔'' اس نے شہوار کو فوراً آڑے ہاتھوں لیا۔

''بس دو ہفتے بعد کی تاریخ ہے اب تو کارڈز بھی پرنٹ ہو کر آنے والے ہیں۔'' انا نے سخت غصے سے شہوار کو دیکھا۔

''مجھے یاد نہیں رہا ورنہ ضرور بتاتی۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا تو انا سب کی موجودگی کی وجہ سے خاموش ہوگئی تھی۔

''شادی ادھر ہی ہوگی یا گاؤں میں؟'' روشانے نے بھی پوچھا۔

''گاؤں میں ہی ہوگی سارا انتظام وہیں ہوگا' ہاں ولیمہ ادھر شہر میں ہی ہوگا۔'' ماں جی نے بتایا۔ وہ لوگ پھر باتوں میں لگ گئی تھیں' مصطفیٰ کے دونوں بھائی اور والد صاحب بھی آگئے تھے وہ ڈرائنگ روم میں ہی چلے گئے تھے۔

انا کو ان کے گھر کا یہ ماحول بہت اچھا لگا تھا اور انہی سا ماحول اور انداز رکھا ہوا' سلیقہ خواتین نے ڈنر علیحدہ کیا تھا جبکہ مرد حضرات نے ڈرائنگ روم میں کیا تھا۔

کھانا بہت پرتکلف تھا بڑے خوشگوار موڈ میں کھایا گیا تھا۔

کھانے کے بعد عائشہ اور صبا ماں جی کے کہنے پر شادی کے سلسلے میں کی گئی تیاری دکھانے لگیں تھیں۔ بری کے ملبوسات زیورات اور دیگر چیزیں۔ ہر چیز اس قدر پیاری اور خوب صورت تھی اور سب سے بڑھ کر جس قدر محبت سے تیار کی گئی تھی انا اور روشانے دل سے متاثر ہوئی تھیں جبکہ شہوار کا رویہ انداز خاموش اور سنجیدہ تھا۔

اس کی خاموشی انا کے اندر مختلف سوالات اٹھانے لگی مگر وہ یہ سوال پھر کسی وقت کے لیے اٹھا کر خاموش رہی۔

"چلو آؤ ذرا کچھ دیر لان میں ٹہلتے ہیں۔" شہوار انا کی خاموشی اور ناراضگی محسوس کر رہی تھی سو خود ہی اسے آفر کی۔ انا بھی اٹھ کر اس کے ساتھ باہر آ گئی تھی جبکہ باقی سبھی اندر ہی تھیں۔

"مجھے تم سے بہت گلہ ہے۔" اس کے ساتھ چلتے انا نے خفگی سے کہا تو شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں جانتی ہوں مگر میرے اندر اتنی ہمت نہیں ہو رہی کہ میں اس ٹاپک پر تم سے ڈسکس کرتی۔" انا نے رک کر دیکھا بلیک موتیوں سے سجے سوٹ کے ہمرنگ دوپٹہ لیے وہ خاصی پیاری لگ رہی تھی۔ انا نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔

"تم ایسا کیوں سوچتی ہو نبی پاز یٹو یار! اس قدر محبت کرتے ہیں یہ لوگ تم سے اس قدر خلوص اور محبت سے یہ سب کر رہے ہیں اور پھر مصطفیٰ بھائی جیسا قدر دان تمہیں تو مطمئن ہو جانا چاہیے۔" وہ دونوں چلتے ہوئے لان میں رکھے ہوئے تخت پر آ بیٹھی تھیں لکڑی سے بنا منقش تخت بہت پیارا تھا۔

"دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔" شہوار مسکرائی تو انداز طنزیہ تھا۔

"میں اب بہت ماروں گی تمہیں کیوں تمہارا کوئی حق نہیں ان خوشیوں پر دل سے ہر بات نکال کر ان لمحوں کو انجوائے کرو زندگی میں یہ پل صرف ایک بار ہی آئیں گے۔" انا نے ڈپٹا۔

"انا میں بہت ڈسٹرب ہوں ہو سکتا ہے اب آنے والے دنوں میں کالج نہ آ سکوں یا شاید میں اسٹڈی چھوڑ دوں۔ میں امی کی وجہ سے مجبور ہو گئی ہوں اور سب سے بڑھ کر پاپا مرنے کے خوف سے ورنہ میں کبھی بھی اس تعلق کو قبول نہ کرتی۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں جو مجھے تم جیسی دوست ملی ان لوگوں جیسا گھرانہ ملا خیر ایک بات تو طے ہے کہ میں کسی بھی طرح سے ان لوگوں کے قابل نہیں ہوں یہ لوگ مجھے عزت دیتے ہیں محبت جتاتے ہیں مجھے مان دیتے ہیں اور میں ان کی محبتوں کے سامنے خود کو بے بس پاتی ہوں۔ امی کے سامنے جا کر لڑ لیتی ہوں مصطفیٰ کے سامنے غصہ نکال لیتی ہوں مگر ان لوگوں کے سامنے آ کر میری زبان سل جاتی ہے۔ کاش تم اندازہ لگا سکو میں اس وقت کس اذیت سے گزر رہی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں نمی آ ٹھہری تو انا نے بہت محبت سے اس کے گرد بازو پھیلا لیا۔

"میں جانتی ہوں میں مصطفیٰ کے ساتھ غلط کر رہی ہوں مگر میں کیا کروں وہ سامنے آتا ہے تو میرے اندر کی ساری کشمکش غصے کی صورت نکلنے لگتی ہے ہر بار میں سوچتی ہوں کہ اس کے ساتھ بدتمیزی نہیں کروں گی مگر میں ہر بار خود کو بے بس پاتی ہوں۔" وہ اتنے دنوں سے خود اندر ہی اندر گھل رہی تھی اب اسے کوئی کندھا ملا تو وہ دل کا سارا بوجھ اتارتی چلی گئی تھی۔

"پلیز ٹینشن نہ لو بس جو ہو رہا ہے ہونے دو ذہن کو نارمل کرو ورنہ یہ رشتہ خراب ہو جائے گا۔" انا نے ہاتھ تھام کر محبت سے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

"ہاں میں بہت کوشش کرتی ہوں مگر ہر بار ناکام ہو جاتی ہوں مجھے اپنے جذبات و احساسات پر کوئی اختیار نہیں رہتا اب لے دے کے ایک مصطفیٰ ہی بچتا ہے یا امی ان دونوں کے سامنے دل کی بھڑاس نکال دیتی ہوں۔ امی میرے

غزل

پھیلی ہوئی تھی رات چاندنی کی
ہر طرف تھی بات چاندنی کی
تھی ٹھنڈی ہوا رقص میں مگن
بھا رہی تھی دل کو ذات چاندنی کی
جانے کتنے ہوئے اس رات میں پاگل
دیکھ کے برسات چاندنی کی
اس رات توڑا کسی نے دل میرا
پھر مسکرا رہی ہے مجھ پر بارات چاندنی کی

ارم خان ...... ڈیرہ غازی خان

رویوں پر دکھی ہوتی ہیں اور بعد میں پچھتاتی ہوں۔ ان کا میرے علاوہ اور کون ہے میں جانتی ہوں مگر پھر غلطی کر جاتی ہوں۔" شہوار نے کہا تو انا مسکرائی۔

"تم ان دونوں سے اپنے رویوں کی معافی مانگ لو یہ دونوں تم سے محبت کرتے ہیں' تمہیں نظر انداز نہیں کریں گے بس اپنے ذہن کو مختلف سوچوں کی آماجگاہ بننے سے بچالو پھر سب نارمل ہونے لگے گا۔" انا نے رسانیت سے کہا۔

"تمہیں بتاؤں جب سے یہ حدیہ پاکستان آئی ہوئی ہے اس کی باتیں' اس کے طنز بہت تکلیف دیتے ہیں۔ میں جب بھی سب کچھ بھول کر آگے بڑھنے کا سوچتی ہوں یہ کوئی ایسی بات کر جاتی ہے کہ میں اپنی جگہ فریز ہو جاتی ہوں۔" شہوار نے مزید بتایا تو انا حیران ہوئی۔

"مطلب......؟"

"عادلہ بھابی والا سیم ایٹی ٹیوڈ ہے اس کا بھی اور اکثر وہ مصطفیٰ کی طرف دلچسپی رکھتی ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"مائی گاڈ...... شکل سے تو اچھی خاصی اور مہذب لگتی ہے پھر ایسی حرکتیں کیوں کر رہی ہے۔"

"وہ میری نیچر کا اندازہ لگا چکی ہے شاید وہ چاہتی ہو میں پیچھے ہٹ جاؤں' ویسے بھی وہ پاکستان اسی لیے آئی ہے کہ کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر بات چلائی جائے۔"

"اوہ...... تو اس نے مصطفیٰ بھائی کو ہی اپنا آسان ہدف سمجھ کر کوششیں شروع کر دی ہیں۔" شہوار محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"تو تم کیوں خاموش رہتی ہو جب بھی وہ کوئی ایسی چیپ حرکت کرے تم بھی جواب دیا کرو اور مصطفیٰ بھائی سے جائز رشتہ ہے آگے بڑھ کر احساس دلاؤ کہ تم ان کی زندگی میں کتنی اہم ہو؟"

"کاش میں دلا سکتی' بس اسی پوائنٹ پر آ کر میری ہمتیں دم توڑ دیتی ہیں جب وہ مجھے میرے خاندان یا بے نام و نشان ہونے کا طعنہ دیتی ہے۔"

"اوہ......" انا کو شدید دکھ ہوا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ ایسی صورت حال میں شہوار کا ری ایکشن کیا ہوتا ہوگا۔

"میں اپنی وجہ سے کوئی لڑائی نہیں چاہتی' کوئی جھگڑا نہیں چاہتی' ہاں بس ذہنی سکون چاہتی ہوں۔" شہوار نے کہا تو انا نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیا بات ہے تم دونوں تو ادھر آ کر جم سی گئی ہوں۔" وہ دونوں باتوں میں مصروف تھیں جب صبا چلی آئی دونوں کھڑی ہوگئی تھیں۔

"ہم آنے لگی تھیں بس۔" وہ دونوں صبا کے ساتھ اندر چلی آئی تھیں۔

ولید اور احسن واپسی کا کہہ رہے تھے وہ اندر آئیں تو ماں جی منتظر تھیں انہوں نے کچھ تحائف اس کے اور روشانے

کے حوالے کیے تھے۔

"ارے آنٹی جی بھلا ان کا کیا تکلف......" اُنا نے فوراً انکار کیا۔

"تم لوگ ہمارے گھر دعوت پر آئے تھے اور یہ ہماری رسم ہے ہم نو بیاہتا جوڑے کو تحفے دے کر رخصت کرتے ہیں چونکہ تمہاری منگنی بھی ہوئی ہے تو اس کا بھی تحفہ بنتا ہے ہم پر اور تحفوں سے انکار نہیں کرتے۔"

"مگر آنٹی جی......" روشانے نے بھی کچھ کہنا چاہا۔

"بس...... یہ تم لوگوں نے لے کر جانے ہیں انکار نہیں سنوں گی۔" انہوں نے محبت سے کہتے منع کیا تو دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

"اچھا آپ احسن یا ولید بھائی سے پوچھ لیں اگر وہ مان گئے تو ہم لے لیں گے۔" روشانے نے جھجکتے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم ان سے بھی بات کرلیں گے۔" وہ کہہ کر ڈرائنگ روم کی طرف چلی گئی۔ مہر النساء نے ان دونوں سے خود بات کی تھی نجانے انہوں نے کیا کہا تھا ولید کو انکار کے باوجود ان سے تحائف قبول کرنے پڑے تھے۔ ان لوگوں کو رخصت ہوتے ہوئے رات کے بارہ بج گئے تھے۔

"آپ سب کے آنے کا میں شکر گزار ہوں مگر انکل اور باقی لوگوں سے نہ ملنے پر خفا بھی ہوں۔" وقتِ رخصت مصطفیٰ نے روشانے اور اُنا کو دیکھ کر کہا تو وہ لوگ ابھی واپسی کے لیے باہر نکلی تھیں۔

"ہم لوگ آنٹی جی کو ایکسکیوز کر چکے ہیں۔" اُنا نے مسکرا کر کہا تھا شہوار ان کو رخصت کرنے باہر آئی تھی۔ باقی لوگوں نے اندر سے ہی اللہ حافظ کہہ دیا تھا۔

"ویسے آپ سے گلہ ہے آپ کی شادی کی ڈیٹ فائنل ہو گئی ہے اور ہمیں خبر تک نہیں۔" اُنا نے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"تو پھر یہ غلطی آپ کی دوست کی ہے میری نہیں ولید کو بتا دیا ہے۔" مصطفیٰ نے کہا تو اُنا نے ولید کو دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔

"مگر انہوں نے بھی مجھ سے ذکر نہیں کیا۔"

"مجھے یہ لگا کہ شاید تمہیں علم ہو شہوار نے ذکر کیا ہو۔" شہوار شرمندہ ہو گئی تھی اُنا ہنس دی۔

"اس سے تو پتا نہیں کون کون خفا ہے آنٹی بھی اسے کہ تمہارے گردش میں ہیں۔"

"زندگی سے خفگی اچھی خوبی نہیں بعض اوقات یہ ہمیں اپنوں سے بہت دور بھی کر دیتے ہیں۔ گلے شکوے کرنا فطرت انسانی ہے اور اس سے انحراف موت کی طرف قدم بڑھانا کہلاتا ہے۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تھا شہوار کو بغور دیکھا تھا تو وہ نظر چرا گئی تھی۔ شہوار خاموش رہی وہ سمجھ رہی تھی مصطفیٰ اسے کیا سمجھانا چاہ رہا ہے۔

"او کے آپ کی شادی کے لیے نیک دعائیں رات کافی ہو گئی ہے اب چلنا چاہیے۔" روشانے نے کہا۔

مصطفیٰ نے سر ہلا دیا تھا اُنا اور روشی دونوں شہوار سے گلے ملی اور محبت و خلوص کا مظاہرہ کرتے وہ لوگ رخصت ہوئے تھے ان کی گاڑی گیٹ سے نکلتے ہی شہوار اندر کی طرف بڑھ گئی تھی مصطفیٰ نے بہت سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

❁......◉......❁

وہ آفس میں تھی جب اسے ایک کوریئر سے پیکٹ موصول ہوا تھا آفس کے ایڈریس پر اس نے بہت تعجب سے اپنے نام آنے والے اس پیکٹ کو دیکھا تھا جو آفس بوائے اسے پکڑا گیا تھا۔ اس نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا بھیجنے والے کا نام درج نہیں تھا۔ اس نے پیکٹ چاک کیا تو اندر سے نکلنے والی چیز نے اس کے اوسان خطا کر ڈالے تھے وہ حیرت و اضطراب سے اپنے ہاتھوں میں موجود تصاویر کو دیکھ رہی تھی۔

کچھ سوال

مرے پیارے وطن!
تجھے کس کی لگی ہے نظر؟
تیرے کھیتوں کو کس نے برباد کیا؟
تیرے شہروں کو کس نے مسمار کیا؟
تیرے لوگوں کو کس نے دکھیار کیا؟
مرے وطن محبت
کس نے تیرے یہ
پھول بکھیرے ہیں؟
کیوں یہ نغمے
درد کے چھیڑے ہیں؟
کس نے اس ملک کو کھایا ہے؟
کس نے پھر آگ لگائی اس میں؟
کس نے پھر لوٹ لی مائیں اس کی؟
کس نے بیٹوں کو غلط راہ پر لگایا ہے؟
اے وطن عزیز
اب تیری بنیادیں
سلامت رکھے

ثوبیہ نواز اعوان...... کنڈان

چہرہ بلاشبہ اس کا تھا مگر تصاویر اس کی نہ تھیں اور ان تصاویر میں اس کے ساتھ موجود جو انسان تھا وہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ رابعہ کو لگا اس کے وجود پر ایک قیامت سی ٹوٹ پڑی ہے تصاویر کے ساتھ ایک کاغذ کا ٹکڑا بھی تھا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے اس کاغذ کو کھولا تھا۔

"یہ تصاویر جسٹ ایک ٹریلر ہے اپنے انجام کی فکر کرو [illegible] ہے۔ میرے اگلے اسٹیپ کے لیے ریڈی رہو مجھ سے بگاڑ کر بہت برا کیا تم نے اب بھگتو بھی۔" رابعہ [illegible] کی۔

بینا قابل اعتراض حد تک لی گئیں تصاویر بالکل جھوٹ [illegible] نے اب اس عورت کا اگلا قدم کیا ہوگا۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ تصاویر [illegible] آنسو بہاتے تصاویر کو دیکھ رہی تھی جب ایک دم فون کی گھنٹی بجی تھی اس نے وزدیدہ نظروں سے فون کو دیکھا تھا۔

"ہیلو......" خود کو سنبھالتے اس نے ریسیور اٹھایا تھا۔

"مل گئیں تصاویر؟" دوسری طرف وہی عورت تھی۔

"یو چیٹر...... جھوٹ... جھوٹ ہے بکواس ہے۔" وہ ایک دم چیخ اٹھی تھی۔

"یہ تم جانتی ہو یا ان تصاویر میں تمہارے ساتھ موجود شخص۔" دوسری طرف وہ ہنسی تھی رابعہ نے لب دانت تلے دبا لیے۔

"بتا دینا اس شخص کو میں ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر چڑھا رہی ہوں وہ بدنام ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تم بھی...... تم اس کو بتا کر سمجھ رہی تھیں کہ جیسے تم کسی پناہ میں آ گئی ہو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔" وہ کہہ کر کال بند کرگئی تھی رابعہ اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی اس کے آنسو تک ٹھہر گئے تھے۔

"کیا بات ہے کیا ہوا؟" ہادیہ کسی کام سے اس طرف آئی تھی اسے اپنے کیبن میں یوں ساکت دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی بہت پریشانی سے پوچھا تھا۔ رابعہ نے اسے دیکھا کچھ سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے۔ اس نے ٹیبل پر بکھری تصاویر کو دیکھا تو ہادیہ نے بھی دیکھا تھا اس کی رسوائی کا ثبوت سب کے سامنے کھلا پڑا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" ہادیہ نے دو تین تصاویر ایک ساتھ اٹھائی تھیں۔

"مائی گاڈ......" وہ بھی ساکت سی رہ گئی تھی۔ رابعہ سر جھکا کر پھر شدت سے رو دی۔

"یہ..... یہ..... کیا ہے..... یہ تمہاری اور سر عباس کی تصاویر؟" وہ ششدرہ کھڑی پوچھ رہی تھی۔ رابعہ نے ٹیبل پر اپنا چکراتا سر رکھ دیا تھا۔

وہ عادلہ کی طرف سے کسی سنگین کارروائی کی ہی منتظر تھی مگر وہ ایسا وار کرے گی اس کے ذہن کے کسی بھی گوشے میں نہ تھا اسے اپنے حواس جاتے محسوس ہورہے تھے۔

"رابعہ..... رابعہ..... " بادیہ اسے پکاررہی تھی۔

رابعہ کی آنکھیں خود بخود بند ہوتی چلی گئی تھیں اس کے ذہن کے لیے یہ جھٹکا بہت بڑا تھا وہ جو ہمیشہ سوچ سوچ کر قدم اٹھانے کی قائل تھی کو ایجوکیشن میں پڑھنے کے باوجود وہ اعلیٰ کردار اخلاق کی مالک رہی تھی اب اس کی ذات پر یہ حملہ اس کے حواس پر ایک کاری ضرب لگا گیا تھا۔

"رابعہ..... " بادیہ کچھ بھی نہ سمجھ پارہی تھی اس نے رابعہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو ایک دم گھبرا گئی۔ رابعہ بے ہوش ہوچکی تھی۔

بادیہ کے ایک دم ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے اس نے فوراً رابعہ کو چیئر پر سیدھا کیا اور ٹیبل پر بکھری تمام تصاویر اس نے جلدی سے رابعہ کے بیگ میں ڈالی اور خود انٹرکام پر آفس بوائے کو جلدی سے پانی لانے کا کہہ کر رابعہ کے ہاتھ مسلنے لگی تھی۔

❁.....◉.....❁

"اسے زمین کھا گئی ہے یا آسمان نگل گیا ہے حد ہے اس کا کہیں کوئی بھی سراغ نہیں مل پارہا۔" امجد خان مصطفیٰ کے سامنے تھا اور وہ برہم ہورہا تھا۔

"اسے اطلاع مل چکی ہے کہ ہم اسے تلاش کررہے ہیں وہ روپوش ہوچکا ہے آخری اطلاع کے مطابق وہ شاپنگ سینٹر میں دیکھا گیا تھا اور اس کے بعد وہ جب سے روپوش ہوا تو کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔ اس کی مخبری پر مامور افراد بھی بے خبر ہیں۔" مصطفیٰ نے بہت برہمی سے امجد خان کو دیکھا تھا۔

"تو پھر اب ایک ہی حل ہے اس کے باپ کو پکڑا جائے۔" مصطفیٰ نے کہا تھا۔

"ہم اس پر بغیر کسی ثبوت و شواہد کے ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔"

"اور وہ الارخ والا کیس وہ کب کام آئے گا۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"وہ ثبوت ناکافی ہیں بہت کچھا بھی مخفی ہے میں ایک عرصے سے اس کیس پر کام کررہا ہوں محض اپنے مفروضوں کی بنیاد پر اسے گرفتار نہیں کرسکتا۔" مصطفیٰ نے چند پل امجد خان کو دیکھا تھا۔

"اوکے میں خود اب اس کیس کو ہینڈل کرنا چاہتا ہوں مجھے اس کے متعلق تمام تفصیلات اور میٹریل درکار ہے آپ تمام فائلز کی ایک ایک کاپی مجھے دے دیں میں اب ان لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتا' عبدالقیوم اگر مجرم ہے تو اس کا سارا خاندان اس کے نقش قدم پر چل رہا ہے یقیناً وہ بھی اسی کی لائن پر ہوں گے اب ان کو معاف نہیں کرنے والا۔"

"اوکے پھر میں تمام فائلز ریڈی کروا دیتا ہوں۔" امجد خان نے فوراً سر ہلا دیا۔

"اور ایاز کو تلاش کرنے کا کام بند کردیں چند دن گزرنے دیں وہ اگر باخبر ہے تو اسے اطمینان حاصل کرنے دیں کہ ہم اسے بھول چکے ہیں اور پھر جیسے ہی وہ اپنے بل سے باہر نکلے اس پر حملہ کردیں وہ ہر صورت میں مجھے زندہ گرفتار حالت میں چاہیے۔" مصطفیٰ نے بہت سرد لہجے میں کہا تھا امجد نے اثبات میں سر ہلایا۔

❁.....◉.....❁

ہادیہ رابعہ کو ہوش لائی اور رابعہ اپنے اردگرد آفس کے اسٹاف کو دیکھ کر چونک گئی تھی' شاہ زیب صاحب اور عباس صاحب دونوں اس کی کیبن میں موجود تھے وہ صدمے کی وجہ سے کچھ دیر کے لیے بے حواس ہوئی تھی اور ہادیہ نے اس کی حالت سے پریشان ہوکر فوراً عباس کو بتایا تھا اور پھر شاہزیب صاحب بھی آ گئے تھے۔

وہ تو شکر ہے کہ اسے چند منٹ بعد ہوش آ گیا تھا مگر ہوش میں آتے ہی اسے پھر وہ تصاویر اور عادلہ کی کال یاد آئی تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

"رابعہ بیٹا آپ ٹھیک ہیں؟" شاہزیب صاحب پوچھ رہے تھے۔ رابعہ نے ان کو خالی نگاہوں سے دیکھا۔

"میرے خیال میں ان کی حالت ابھی بھی بہتر نہیں' ہادیہ آپ ان کو میرے آفس میں لے چلیں' وہاں آرام سے لٹائیں میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔" عباس نے کہا تو رابعہ کی آنکھوں میں پھر نمی آنے لگی اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں ٹھیک ہوں سر! میں بس گھر جانا چاہتی ہوں۔" اس پر جو بیتی تھی وہ کسی سے کہنے سننے والی بات نہ تھی آنکھوں سے آنسو بے حد بہے تھے وہ سخت ہراساں ہوگئی تھی' عباس نے اسے بغور دیکھا تھا۔

ہادیہ بھی الجھی ہوئی تھی تاہم اس وقت اس کی حالت کے بارے میں فکر مند تھی۔

"اوکے میں ڈرائیور کو کہتا ہوں' ہادیہ! آپ ان کو گھر لے جائیں۔" شاہزیب صاحب نے کہا تو ہادیہ نے فوراً سر ہلا دیا۔

کچھ دیر بعد وہ ہادیہ کے ساتھ شاہزیب صاحب کی گاڑی میں موجود تھی۔ وہ بھی گم صم تھی' ہادیہ نے بھی ڈرائیور کی موجودگی کی وجہ سے کچھ بھی کہنے سننے سے گریز کیا تھا۔

گھر پہنچنے پر گھر میں رابعہ کی والدہ اور بھابی ہی تھیں' دونوں پریشان ہوگئی تھیں تاہم رابعہ نے ان کو اطمینان دلایا تھا گھر آ کر اس کے حواس قدرے سنبھل چکے تھے۔ ... سامنے ... پر وہ خود کو نارمل کر چکی تھی۔

"یہ سب کیا ہے یار! میں بہت پریشان ہو رہی ...۔" وہ رابعہ کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گئی تھی' رابعہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"یہ تصاویر...... یہ سب کیا ہے؟" وہ بہت الجھی ہوئی تھی۔

"یہ تصویریں عادلہ نے بھجوائی ہیں۔" رابعہ نے کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"تمہارا مطلب ہے... سر عباس کی وائف عادلہ نے؟" رابعہ نے سر ہلایا۔

"پر کیوں؟" وہ حیرت زدہ تھی۔ رابعہ نے لب بھینچے۔

"تم بیٹھو میں تمہیں ساری بات بتاتی ہوں۔" رابعہ نے آہستگی سے اسے سب کچھ کہہ ڈالا تھا۔

"اوہ نو...... " تمام صورت حال سن کر وہ سخت ہراساں ہو چکی تھی۔ "سر عباس اور ان کی وائف کے جھگڑے میں تم تو خوامخواہ ہی پھنس گئی ہو' تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا یہ عورت تو ایک نمبر کی فراڈ ہے۔ مائی گاڈ......" رابعہ خاموش رہی تھی وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی تھی۔

"وہ تصاویر بھیج چکی ہے اس کا مطلب ہے وہ ان تصاویر کو استعمال ضرور کرے گی' وہ صاف کہہ بھی چکی ہے' اب کیا کرو گی؟"

"میں کیا کروں گی یار! میں تو کسی کے سامنے سر نہیں اٹھا سکوں گی۔ لالا جی کو پتا چل گیا تو میں مر جاؤں گی' میری اماں بہت مذہبی خاتون ہیں۔ انہوں نے بڑی مشکل سے اس جاب کی اجازت دی تھی۔" وہ خود پریشان تھی۔

"تم سر عباس سے بات کرو' یہ تصاویر ان کو دکھاؤ اور کہو وہ تمہارا یہ پرابلم حل کریں آخر انہی کی وجہ سے تو وہ عورت

تمہارے پیچھے پڑی ہے ان کی بیوی ہے جیسے مرضی ہینڈل کریں۔"

"یہ اتنی واہیات تصاویر یہ ان کو دکھانے کے قابل ہیں بھلا میں تو شرم سے ڈوب مرنے والی ہوں۔ بھلا ان کے سامنے جا کیسے سکتی ہوں اور وہ عورت اس نے مجھے نتھی کیا بھی کس کے ساتھ؟ سر عباس کا تو میں نام بھی نہیں سوچ سکتی' میں اب ان کے سامنے بھی نہیں جا سکتی۔" وہ سخت اذیت میں تھی رونے لگی تو ہادیہ نے ساتھ لگا کر تسلی دی۔

"او کے تم مت کرنا بات میں آفس واپس جاتی ہوں تو جاتے ہی یہ تصاویر سر کے سامنے رکھتی ہوں' یہ شو کروں گی کہ مجھے علم نہیں ہے بس جا کر پیکٹ ان کو تھما دوں گی کہ یہ تم نے دیا تھا پھر وہ خود ہی معاملہ سمجھ جائیں گے' نہ بھی سمجھیں تو بھی تصاویر کے سلسلے میں فوراً رابطہ تو کریں گے' سامنے ہو کر بات کرنے کی بجائے موبائل پر بات کر لینا زیادہ مناسب رہے گا۔ تم اپنا موبائل آن رکھنا' او کے۔"

رابعہ نے سر ہلا دیا اسے ہادیہ کا مشورہ پسند آیا کم از کم اس طرح وہ عباس صاحب کی سامنے کبھی جانے والی ذلت سے تو بچ جائے گی نا۔

❀……◉……❀

ہادیہ واپس آفس آ گئی تھی آتے ہی وہ عباس صاحب کے روم میں چلی آئی۔

"اب کیسی ہیں مس رابعہ؟" عباس صاحب نے پوچھا۔

"وہ بہتر ہے اب لیکن کچھ پریشان تھی۔ اس نے مجھے لفافہ دیا تھا کہ آپ کو دے دوں۔" سنجیدگی سے کہتے عباس صاحب کو لفافہ بڑھایا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" عباس نے تعجب سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم بس اس نے کہا تھا کہ آپ کو دے دوں۔" عباس نے تعجب سے لفافہ تھام لیا' وہ لفافہ دیکھنے لگے تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی تھی۔

"میں جاؤں سر۔" عباس نے سر ہلا دیا وہ باہر نکل گئی تھی۔ عباس نے لفافہ کے منہ پر اسٹیپلر سے لگی پنوں کو اتارا اور لفافے کا منہ پہلے کسی نے چاک کیا ہوا تھا پھر دوبارہ اسٹیپلر سے پن اپ کیا ہوا تھا۔ عباس نے لفافے کو ٹیبل پر الٹ دیا۔ اس میں سے نکلنے والی تصاویر عباس کو ساکت کر گئی تھیں' رابعہ اور عباس کی تصاویر وہ بھی اس قدر غیر اخلاقی۔ عباس کو اپنے خون کھولتا محسوس ہوا تھا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟" عباس نے تصاویر پھینک دی تھیں۔ "مائی گاڈ۔" وہ غصب بھری نگاہوں سے تصاویر کو دیکھ رہا تھا اس نے فوراً انٹرکام اٹھایا تھا۔

"مس رابعہ کے موبائل پر کال کریں اور مجھ سے ابھی بات کروائیں۔" غصے سے کہہ کر ریسیور پٹخ دیا تھا' وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا تھا جب انٹرکام بجا تھا اس نے فوراً ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"مس رابعہ لائن پر ہیں بات کریں۔" عباس نے لب بھینچ لیے تھے۔

"ہیلو……" رابعہ کی آواز سنائی دی تو غصے کا گراف بڑھنے لگا۔

"یہ تصاویر کس مقصد کے تحت بھجوائی گئی ہیں؟"

"یہ میں نے نہیں آپ کی وائف نے بھجوائی ہے آج صبح جب میں آفس میں تھی۔ اس لفافے کے اندر ایک صفحہ بھی ہو گا وہ دیکھیں پتہ چل جائے گا کہ کیا مقصد تھا۔" رابعہ کی آواز رندھی ہوئی تھی یوں جیسے وہ کافی دیر تک روتی رہی ہو۔ عباس کا سارا غصہ اڑنچھو ہوا تھا۔ وہ بڑے بے بس انداز میں کرسی پر گرا تھا۔

پاکستان

وقاص مجید

اک نیا نوحہ سنا رہا ہے
کہ تیرے شہر کے لوگوں میں
کیسی بے حسی پھیلی ہوئی ہے
ہر شخص کو اپنی فکر پڑی ہے
کہنے کو تو ہو تم شاعرہ
وطن پیارے تو
تم نے کوئی نظم نہیں لکھی ہے
سنو! یہ کوئی نئی بات تو نہیں
لکھنے والوں سے تو
یہ دنیا بھری پڑی ہے
کر ہمت اٹھا اپنا قلم کر فکر چمن

اور دیکھ اپنا وطن
ہر طرف یہ کیسی
بو بارود کی پھیلی ہے
دیکھو ذرا اپنی نئی تہذیب کو
ہوس دنیا میں جو کھوئی ہوئی ہے
بٹے ہوئے ہیں لوگ تیری قوم کے
فرقوں میں قبیلوں میں
ذات، رنگ اور نسلوں میں
انہیں بتا ذرا
پہچان سب کی انسان ہوتی ہے
پانے کے واسطے جنت
ضرورت تقویٰ کی ہوتی ہے

فاطمہ خالق خاقی ... فیصل آباد

"او تو وہ عورت اس حد تک چلی گئی ہے۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

"سر میں بدنام ہو جاؤں گی، عادلہ کی کال آئی تھی وہ کہتی ہے مجھے بدنام کر دے گی وہ ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر لگا دے گی، سر پلیز ان سے بات کریں میرا آپ دونوں کی زندگی میں بھلا کیا قصور ہے جو وہ مجھے بے گناہ اپنے جرم میں شریک کر رہی ہیں۔" وہ پھر رونا شروع ہو گئی تھی اور عباس پہلی بار شرمندہ ہوا تھا۔ عادلہ ایسی غیر اخلاقی حرکت کر سکتی تھی وہ خود بھی حیرت زدہ تھا۔

"ایم سوری..... ایم سوری۔" عباس نے شرمندگی سے لہجے میں کہا۔ دوسری طرف وہ رو رہی تھی۔

"سر میں ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں ہمارے جیسے گھروں میں عزت و کردار ہی سب کچھ ہوتا ہے اس پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جاتا ہے۔ سر میں بدنام ہو جاؤں گی۔"

"اوکے..... آپ پلیز حوصلہ رکھیں اور پریشان نہ ہوں۔ میں عادلہ سے رابطہ کرتا ہوں خود بات کرتا ہوں۔ ہم دونوں جانتے ہیں یہ تصاویر فیک ہیں۔ میں ابھی کچھ کرتا ہوں، پلیز ٹیک اٹ ایزی۔" اس کے آنسوؤں اور الفاظ نے شاید اضطراب کا شکار کیا تھا۔

ایک لڑکی اس کی وجہ سے رسوا ہو رہی تھی اگر یہ تصاویر واقعی سوشل میڈیا پر چڑھا دی جاتیں تو کس حد تک رسوائی ہو سکتی تھی۔ دوسری طرف رابعہ نے کال بند کر دی تھی، عباس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔ کچھ دیر تو وہ بے حس و حرکت کرسی پر بیٹھا سوچتا رہا تھا اور پھر ایک دم ایک حتمی فیصلہ کرتے وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

تمام تصاویر واپس لفافے میں ڈالی اور اس میں سے پیپر نکال کر پڑھا تو رگوں میں خون کی جگہ شرارے دوڑنے لگے تھے۔

"عادلہ بی بی! بہت لحاظ کر لیا میں نے تمہارا اب تم بھی اپنے انجام کے لیے تیار رہو۔" عباس بہت نفرت سے سوچتے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

❁⋯⋯❁⋯⋯❁

وہ آج کالج سے جلدی نکل آئی تھی اسے کچھ چیزیں اور اسٹڈی سے ایک کتاب کی تلاش تھی وہ اردو بازار کی طرف آ گئی تھی آج ڈرائیور ساتھ نہیں تھا اسے کتاب تلاش کرنے کے لیے دو تین دکانوں پر جانا پڑ گیا تھا۔ ایک دکان پر وہ مطلوبہ کتاب کی چٹ دکاندار کو تھما کر اپنے سبجیکٹ سے متعلقہ کچھ اور کتابیں دیکھنے لگ گئی تھی۔ کتابیں دیکھتے وہ دوسری رو میں آ گئی تھی بھی وہاں کچھ سی ڈیز چیک کرتے وجود کو دیکھ کر انا کا موڈ ایک دم خراب ہوا تھا' کاشفہ اسی چند دن پہلے والے لڑکے کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ بھی انا کو دیکھ کر رکی تھی۔

"ہائے' تم بھی ادھر؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"بس مجھے ایک کتاب چاہیے تھی تو آنا پڑا۔" انا کو مروتاً بات کرنا پڑی۔

"آج ولید تمہارے ساتھ نہیں؟" اردگرد دیکھتے اس نے پوچھا۔

"نہیں' وہ اس وقت اپنے آفس میں بزی ہوتا ہے۔"

"اوہ..... وہ اکثر تمہارے ساتھ ہوتا ہے تو میں نے پوچھ لیا۔" کاشفہ کا انداز کچھ عجیب سا تھا انا کو کھٹکنے لگا۔

"ویسے تمہاری اپنے کزن سے خاصی بے تکلفی لگتی ہے؟" وہ جیسے تمام کام چھوڑ کر بالکل فارغ ہو کر اس سے بات کر رہی تھی' انا کو اس کی بات سے تپ چڑھ رہی تھی۔

"ہاں بالکل بہت بے تکلفی ہے' تمہیں شاید ولید نے بتایا نہیں ہم صرف کزنز ہی نہیں فیانسی بھی ہیں۔" اس نے جھینپتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا.....؟" وہ اپنی جگہ ایکدم ساکت ہو گئی تھی۔

"تم ولید کی فیانسی ہو؟" وہ بے یقین تھی۔

انا نے اپنا بایاں ہاتھ اس کے سامنے کیا اور تیسری انگلی میں موجود رنگ اس کی آنکھوں کے سامنے کی تھی' کاشفہ کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"یہ رنگ ہماری منگنی کی ہے' ہم ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔ یہ رشتہ ہماری پسند سے طے پایا ہے۔" کاشفہ کے رنگ بدلتے چہرے نے انا کو بہت لطف دیا تھا اس کے جلانے کو اس نے مزید بڑھا چڑھا کر کہا تھا۔

"لیکن ولید نے تو مجھ سے کوئی ذکر نہیں کیا.....؟" اس کی آواز میں بے یقینی تھی۔

"ہو سکتا ہے خیال نہ رہا ہو ویسے ہماری شادی پر ضرور آنا۔ ماموں کا تو بہت جلد موڈ بن رہا ہے ہماری شادی کروانے کا۔" انا نے آج دل کھول کر اس لڑکی کے ارادوں کو ملیامیٹ کرنے کا ارادہ باندھ لیا تھا۔

اس کے الفاظ پر وہ ہونٹ کچلنے لگی تھی' وہ آنکھوں میں ایکدم نفرت لیے دیکھنے لگی تھی۔

"اوکے میں چلتی ہوں' سی یو۔" انا اسے کہہ کر کاؤنٹر کی طرف آ گئی تھی۔ اس کی مطلوبہ کتاب دکاندار نے نکال رکھی تھی اس نے پے منٹ کی تھی اور جانے سے پہلے پلٹ کر کاشفہ کو دیکھا تھا۔

وہ اسی طرح کھڑی تھی' انا کے ہونٹوں پر ایکدم مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"تھینکس کم جہاں پاک..... تھینکس اب کم از کم وہ ولی کی جان تو چھوڑ دے گی۔" وہ اپنے کارنامے پر بہت خوش اور مطمئن تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

آج سحری کے بعد اماں کو نیند نہیں آئی تھی وہ مسلسل بڑبڑائے جارہی تھیں کیونکہ ابا نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ روما اور شفاء کو بھی نیند کیسے آتی ان کو اماں کی مسلسل بڑبڑاہٹ سے کوفت ہورہی تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی جہاں کہیں صولت پھوپو کا ذکر آتا اماں کو جیسے پتنگے لگ جاتے۔ اماں کو تو صولت پھوپو سے اللہ واسطے کا بیر تھا وہ دونوں سونے کی ناکام کوشش کرنے لگیں۔

ویسے تو صولت بیگم اور شمسہ بیگم ایک زمانے میں بہت گہری دوست تھیں دونوں کے گھر بھی قریب تھے دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتی تھیں۔ شمسہ بیگم اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھیں جب کہ صولت بیگم کے ایک بڑے بھائی رضی الدین تھے۔ صولت بیگم کو اپنی عزیز ترین سہیلی شمسہ بہت اچھی لگتی تھی شمسہ تھی بھی بہت خوب صورت گوری چٹی دراز قد اور لمبے گھنے بال..... صولت بیگم نے شمسہ بیگم کو اپنی بھاوج بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

رضی الدین ایک دفتر میں کلرک تھے سیدھے سادے اور شریف انسان تھے۔ شمسہ بیگم کے والدین کو بھی اس رشتے پر کوئی اعتراض نہ تھا یوں کافی کم عمری میں ہی میٹرک کے بعد شمسہ خاتون اور رضی الدین کی شادی ہوگئی۔ صولت بیگم بہت خوش تھیں کیونکہ ان کی پیاری دوست ان کی بھابی بن کر ہمیشہ کے لیے ان کے گھر آگئی تھی۔ رضی صاحب کم گو بہت خیال کرنے والے اور پیار کرنے والے انسان تھے انہوں نے اپنے ساتھ ساتھ اپنے گھر کی ذمہ داری اور گھر کی مکمل حکمرانی شمسہ بیگم کے ہاتھ میں دے دی اور شمسہ بیگم چھوٹے سے گھر پر راج کرنے لگیں۔ شمسہ بیگم کبھی کبھی اپنے رشتے کا غلط فائدہ بھی اٹھا لیتیں اور کچھ زیادتی کر جاتیں مگر صولت بیگم بالکل برا نہیں مانتی تھیں۔ شمسہ بیگم کی شادی کو ایک سال ہونے کو آیا تھا اور ابھی تک ان کی گود خالی تھی رضی صاحب نے کبھی کچھ نہ کہا بلکہ اللہ کی مصلحت کہہ کر مطمئن ہوجاتے۔

صولت بیگم کے لیے رضی صاحب کے کسی دوست

کے توسط سے بہت اچھا رشتہ آیا لڑکا دبئی میں تھا دیکھنے میں بھی بہت اسمارٹ تھا' ان کی فیملی اچھی تھی۔ فیملی بھی دبئی میں سیٹل تھی رضی صاحب بہت خوش تھے لیکن شمسہ بیگم کے دل میں ہلکی سی گرہ پڑ گئی تھی اپنے آپ سے موازنہ کیا تو انہیں لگا کہ ابرار ہر لحاظ سے صولت سے بہتر ہے اور پھر اچھا خاصا دولت مند بھی ہے۔ انہیں اپنا آپ کمتر محسوس ہونے لگا کیونکہ وہ بذات خود کافی حسین تھیں اور رضی صاحب عام سی شکل اور معمولی سی ملازمت کرنے والے انسان...... ابرار اور رضی صاحب کا موازنہ کیا تو ابرار آسمان اور رضی صاحب زمین دکھائی دینے لگے۔ چھوٹے' معمولی اور کم حیثیت انسان......

❁......❁......❁

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے شمسہ کہ اس نے ابرار جیسا رشتہ ہماری صولت کے لیے بھیجا ہے۔" رضی صاحب نے پرمسرت لہجے میں شمسہ کو مخاطب کیا۔

"ہاں' مگر رشتے باہر سے آئیں تو دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں کسی غلط اور غیر قانونی کاروبار میں تو نہیں اور پھر اکثر ایسے لوگ شادی شدہ بھی نکلتے ہیں۔" شمسہ بیگم کا لہجہ خاصا کڑوا تھا۔

"اللہ نہ کرے۔" رضی صاحب بے ساختہ بولے انہیں اپنی بیوی کی بات بری لگی تھی۔ "میں نے ساری تحقیقات کروائی ہیں الحمدللہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ اماں اور ابا کے گزر جانے کے بعد میں نے صولت کو بیٹی کی طرح پالا ہے' خدا کرے کہ ہماری بچی ہمیشہ خوش رہے۔" رضی صاحب کا لہجہ گلوگیر ہوگیا تھا۔

"ہنہہ......" شمسہ بیگم کپڑے تہہ کرتے ہوئے بیزارگی سے بولیں۔ رضی صاحب نے قدرے چونک کر بیوی کو دیکھا اس وقت وہ کہیں سے بھی صولت کی عزیز ترین سہیلی نہ لگیں' جسے صولت بڑے ارمانوں اور خوشی خوشی بیاہ کر لائی تھی اور جس کی ہر بات وہ آنکھ بند کرکے مان لیتی تھی۔

"شمسہ تم کچھ پریشان ہو؟" آخر رضی صاحب پوچھ بیٹھے۔

"پریشانی کیسی......؟ مجھے تو حیرت ہورہی ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی شمسہ بیگم کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

"حیرت...... کیسی حیرت؟" رضی صاحب کچھ نہ سمجھے انہیں شمسہ کی باتیں عجیب اور الجھی ہوئی لگ رہی تھیں۔

"مطلب یہ کہ ہم نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ صولت جیسی عام سی شکل وصورت والی اور ہم جیسے کم حیثیت لوگوں کے گھر اتنا اچھا اور اتنی امیر فیملی کا رشتہ آئے گا۔" لہجے میں طنز کے ساتھ نہیں احساس کمتری بھی چھپا تھا۔

رضی صاحب نے قدرے چونک کر شمسہ کو دیکھا انہیں شدید دھچکا لگا۔ شمسہ بیگم نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنے احساسات کا اظہار کیا تھا وہ بھی منفی احساسات۔

"ہاں شمسہ یہ سب نصیبوں کی بات ہے اللہ تعالیٰ جس کا نصیب جہاں لکھے وہ قادر مطلق ہے بہتری چاہنے والا بس ہر لڑکی کا نصیب اچھا ہو۔" رضی صاحب نے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ سب تو رب کے راز رب ہی جانے' کہیں اچھے بھلے لوگوں کے نصیب میں دال روٹی اور چولہا چکی تو کہیں معمولی صورتیں عیش وعشرت کے مزے لوٹ رہی ہیں سب نصیبوں کے چکر ہی تو ہیں۔" شمسہ بیگم کا لہجہ ہنوز طنز میں ڈوبا ہوا تھا' رضی صاحب نے تاسف سے اپنی حسین بیوی کو دیکھا جو اپنے دل میں نہ جانے کیسے کیسے خرافات پال رہی تھی۔

"خدایا میری معصوم بہن کو ہمیشہ خوش رکھنا۔" اپنے دل میں کہتے ہوئے وہ وضو کرنے چل دیے۔

رضی صاحب سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ شمسہ بیگم ایسی باتیں سوچ سکتی ہیں وہ اپنا اور صولت کا یوں موازنہ کریں گی؟ شمسہ بیگم بھی تو اپنے گھر پر راج ہی کررہی تھیں ہاں روپے کی فراوانی نہ تھی مگر اتنی تنگی بھی نہ تھی۔

❁......❁......❁

صولت بیگم کا رشتہ پکا ہوگیا اور شادی چھ ماہ بعد طے پائی ابرار صاحب کی فیملی نے جہیز کے نام پر کچھ بھی نا لینے

کا فیصلہ کیا تھا کہ ویسے بھی شادی کے بعد صولت بیگم کو دبئی شفٹ ہو جانا تھا پھر بھی رضی صاحب اپنے طور پر تھوڑی بہت تیاری کر رہے تھے۔ شمسہ بیگم بھی بے دلی سے حصہ لے رہی تھیں مگر لگتا ہے ہر بگا ہے کوئی نہ کوئی ایسا جملہ پھینک دیتیں کہ صولت بیگم اور رضی صاحب ان کی سوچ پر افسوس کر کے رہ جاتے۔

صولت کو حیرت ہوتی کہ شمسہ بیگم کو پتا نہیں کیا ہو گیا تھا کہ وہ شمسہ بیگم جو کبھی عزیز ترین سہیلی تھیں نئے رشتے میں بندھ کر صرف بھاوج بن گئی تھیں۔ وہ جتنا ان کے قریب ہونے کی کوشش کرتی شمسہ بیگم اتنی ہی روکھی اور جلی کٹی باتیں کرتیں اور صولت چپ چاپ وہاں سے اٹھ جاتی۔

پھر صولت کی شادی کی رسومات شروع ہو گئیں، بری میں آنے والے کپڑے لتے زیور اور دیگر سامان جب آیا تو شمسہ بیگم کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، اتنا قیمتی اور حسین سامان تھا کہ دیکھ کر آنکھیں پھٹی جارہی تھیں۔ معمولی شکل وصورت والی صولت پر اتنی خوب صورت چیزیں اور کپڑے کیسے لگیں گے؟

"کاش..... کاش یہ چیزیں میں پہنتی۔" عجیب و غریب خواہش دل میں لیے وہ بے چین ہونے سے اپنی دلی کیفیت بھی ظاہر کر دیتیں۔ صولت بیگم کو بھاوج پر ترس آنے لگا تھا اس لیے وہ کسی بھی بات کا برا نہیں مناتیں بلکہ سنی ان سنی کر دیتیں۔

صولت بیگم رخصت ہو کر کچھ عرصے کسی سسرالی رشتہ دار کے گھر رہیں پھر دبئی کے لیے روانہ ہو گئیں، بہت مضمحل اور آبدیدہ تھیں وہ جاتے وقت کہ بھائی سے اتنی دوری اور بھاوج کے دل میں اپنی طرف سے آنے والی بدگمانیوں کو یونہی چھوڑ کر جارہی تھیں۔

❁.....❁.....❁
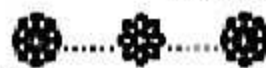
دن یونہی گزرتے رہے صولت بیگم برابر بھائی بھاوج کی خیر خبر لیتی رہتیں، صولت کی شادی کو دو ماہ ہی گزرے تھے کہ شمسہ بیگم پر مزید افتاد آپڑی جب انہیں خبر ہوئی کہ صولت بیگم امید سے ہیں شمسہ بیگم کی شادی کو تین سال [illegible] تھے مگر دور دور تک ایسی خوشخبری کے آثار دکھائی نہ دیتے تھے وہ تو رضی صاحب سیدھے تھے تو جو اللہ کی رضا سمجھ کر چپ رہتے ورنہ کوئی اور آدمی ہوتا تو طعنے مارنا شروع کر دیتا۔

ڈھیر سارے دن گزرے اور پھر صولت بیگم کو اللہ تعالیٰ نے دو جڑواں بیٹوں سے نوازا جبکہ شمسہ خاتون ابھی تک خالی گود لیے بیٹھی تھیں۔ صولت بیگم کے سسرال میں خوب خوشیاں منائی گئیں، رضی صاحب بھی بہت خوش تھے شمسہ بیگم نے بھی دنیا دکھاوے کو مبارکباد دی۔ صولت بیگم بھی بہت خوش تھیں مگر انہیں اس بات کا ملال تھا کہ بھائی کا آنگن ابھی تک سونا پڑا تھا۔

شادی کے چار سال بعد تین سال کے بیٹوں کو لے کر صولت بیگم پاکستان آئی تھیں، بھاوج کا وہی اکھڑا اکھڑا اور طنز آمیز رویہ تھا اور رضی صاحب شرمندہ ہوئے جاتے تھے انہیں یہ سب اچھا نہ لگا حالانکہ وہ بھائی بھاوج کے لیے تحفے تحائف لے کر آئی تھیں، صولت بیگم جلد ہی واپس لوٹ گئیں۔

صولت بیگم کے دونوں بیٹے مناف اور اوصاف چار سال کے ہوئے تو شمسہ بیگم کے گھر پہلی بچی رومہ پیدا ہوئی۔

کورا کاغذ

کاغذ کے ایک سفید ورق نے کہا میں بے داغ بنایا گیا ہوں اور ہمیشہ بے داغ ہی رہوں گا اور میں جل کر سفید راکھ میں تبدیل ہونا زیادہ پسند کروں گا بجائے اس کے کہ سیاہی مجھے چھوئے اور داغ میرے قریب آئے۔ جو کچھ سفید کاغذ نے کہا دوات نے سنا اور اپنے تاریک دل میں ہنس دی لیکن کے اس کے قریب جانے کی جرأت نہ کی۔ رنگ برنگی پنسلوں نے بھی سنا وہ بھی اس کے نزدیک نہ پہنچ سکیں اور کاغذ کا سفید ورق اسی طرح بے داغ رہا، بے داغ اور صاف لیکن "کورا"۔ (خلیل جبران)

وجاہا شمی — فیصل آباد

"ہائے اللہ...... پہلوٹی کی بیٹی۔" شمسہ بیگم نے دل ہی دل میں سوچا۔

رضی صاحب بہت خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت سے نوازا تھا صولت بیگم بھی خوش ہوئیں۔ بھائی اور بھاوج کو فون کرکے مبارکباد دی ابھی رومالسال بھر کی بھی نہ ہوئی تھی کہ شفاء بھی آ گئی اب تو شمسہ بیگم نے باقاعدہ واویلا مچادیا۔

"ہائے یہ کیا ہوگیا اوپر تلے کی دونوں بیٹیاں...... وہ بھی آج کل اس مہنگائی کے دور میں۔ کیسے کھیرے ککڑی کی طرح بڑھ جائیں گی دونوں ایک ساتھ ہی اور پھر شادی...... اُف شادی کرنا بھی آسان نہیں ہے وہ بھی ایسے گھر میں جہاں سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ارے میاں ذرا ہاتھ پیر مارو کچھ کمانے کے لیے دو دو بیٹیوں کا بوجھ آن پڑا تمہارے کاندھوں پر۔ کل کو انہیں بیاہنا بھی ہے۔" ان کا سارا غصہ رضی صاحب پر اترا۔

"شمسہ بیگم! کیسی اول فول بولے جارہی ہو اس خوشی کے موقع پر؟ اللہ تعالیٰ عمر دراز کرے ان کے نصیب اچھے کرے اللہ تعالیٰ خود ہی اسباب بنائے گا۔ وہی سب کچھ کرنے والا ہے تم کاہے کو واویلا کرتی ہو۔" رضی صاحب نے دھیمے لہجے میں سمجھایا۔

"ہاں ہاں کہتے تو تم ٹھیک ہو اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کرنے والا ہے مگر اب ہر کسی کا نصیب صولت بیگم جیسا تو نہیں ہوتا ناں؟" ان کی تان پھر وہیں آ کر ٹوٹی۔ "دیکھو روپیہ پیسہ عیش آرام نوکر چاکر سب ہی کچھ تو ہے ان کے نصیب میں اور اللہ تعالیٰ نے دو دو بیٹے بھی انہیں ہی دیئے۔" روما کے منہ میں فیڈر ٹھونستے ہوئے وہ عادتاً طنز سے بولیں۔

"لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔" رضی صاحب دل ہی دل میں کوفت زدہ ہوتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئے۔

روما اور شفاء کے بعد شمسہ بیگم کو کوئی اولاد نہ ہوئی اور ایک بیٹے کی خواہش دل ہی میں رہ گئی۔

روما اور شفاء رضی صاحب کی جیسی تھیں ویسا ہی معمولی سا ناک نقشہ اور ویسی ہی گندمی رنگت جس کا قلق شمسہ بیگم کو صد درجہ تھا۔ وہ دونوں عادتاً بھی رضی صاحب جیسی تھیں متحمل مزاج' نرم خو صابر اور سنجیدہ۔ وہ دونوں چار اور پانچ سال کی تھیں جب ایک بار پھر صولت بیگم پاکستان آئی تھیں اپنے گورے چٹے خوب صورت بیٹوں مناف اور اوصاف کے ساتھ' جن کی عمریں اس وقت آٹھ سال کی تھیں۔ شمسہ بیگم نے حتی الامکان ماں اور بیٹوں کی بے عزتی کی تھی۔

"اے میاں! اپنے من من بھر کے جوتے لیے قالین پر مت بیٹھو ہمارے یہاں کام کے لیے نوکر نہیں' یہاں قالین کی صفائی بھی ہم خود کرتے ہیں۔" مناف کو جوگرز سمیت قالین پر بیٹھے دیکھ کر وہ ترش لہجے میں بولیں۔ وہ بے چارا ممانی کی شکل دیکھتا رہ گیا' رضی صاحب نے جلدی سے آگے بڑھ کر بھانجے کے جوتے اپنے ہاتھ سے اتار دیئے صولت بیگم ان سنی کرکے روما اور شفا کو چاکلیٹ کھلانے لگیں۔

ابھی روما کے چلتے اوصاف نے اپنے ساتھ لائی ہوئی منرل واٹر کی بوتل سے پانی نکال کر شفا کو پلا دیا' شمسہ بیگم کی نظر پڑی تو کچن سے ہی آواز لگائی۔

"اے بچے!" اوصاف نے بُری طرح چونک کر انہیں دیکھا۔ "یہ عادت ہماری بیٹیوں کو مت ڈالو ہمارے یہاں ایسی نزاکتوں کی لیے فالتو پیسے نہیں ہیں' ہمیں اسی حال میں جینا ہے بنا ایسے چونچلوں کے۔ ہمارے یہاں نلکوں کا پانی پیا جاتا ہے۔" صولت بیگم نے تاسف سے بھاوج کو دیکھا' قدم قدم پر احساسِ کمتری کا شکار' احساسِ محرومی میں جلا اس عورت پر انہیں بے انتہا ترس آیا۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں۔

کچھ دن رہ کر صولت بیگم واپس دبئی لوٹ گئیں اور شمسہ بیگم نے سکھ کا سانس لیا۔

❁......❁......❁

روما اور شفا وقت کے ساتھ ساتھ تعلیمی مدارج طے کرتی رہیں' ادھر صولت بیگم بھی اپنی زندگی میں مصروف

ہوگئیں۔ وہ عید بقرہ عید اور خاص مواقعوں پر بھائی بھاوج اور بھتیجیوں کو گفٹ اور عیدی وغیرہ بھی دینا نہ بھولتی تھیں۔

روما اور شفاء عام سی شکلوں والی مگر نہایت سلیقہ مند اور تمیز والی بچیاں تھیں۔ روما نے بی اے کرلیا تھا جبکہ شفا بی اے کے لاسٹ ائیر میں تھی۔ شمسہ بیگم نے اپنے ملنے جلنے والوں میں روما اور شفاء کے رشتے کے لیے کہہ رکھا تھا مگر آج کل کی ڈیمانڈ کی مطابق دونوں ہی معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں نہ خوب صورت نہ گورا رنگ نہ دراز قد اور نہ ہی لاکھوں کا جہیز۔ شمسہ بیگم ہر وقت ایک ہی راگ الاپتی رہتیں کہ ہماری بچیوں کے نصیب میں کوئی ایمار کیوں نہیں آجاتا۔

اس روز بھی کسی محلے کی خاتون کے حوالے سے رشتے والی خواتین آنے والی تھیں شمسہ بیگم دونوں بیٹیوں کو ہی دکھایا کرتیں کہ کسی کا بھی رشتہ ہوجائے۔ بچیوں نے گھر صاف ستھرا کردیا اور خود بھی نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن لیے آنے والی خواتین کے لیے رضی صاحب تھوڑا بہت ناشتے کا سامان لے آئے۔ پھر وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا آیا تھا۔ آنے والی خواتین کو عام سی شکلوں والی اور معمولی گھر میں رہنے والی تمیز دار کم گو اور شریف بچیاں پسند نہ آئیں انہوں نے برملا اظہار بھی کردیا تھا۔

"ہائے اللہ تو نے یہ کیسا عذاب ڈال رکھا ہے۔" ان لوگوں کے جاتے ہی شمسہ بیگم نے بھرآئی ہوئی آواز میں کہا۔ "ان کی عمروں کی ساری لڑکیوں کی شادیاں ہوگئی ہیں سب کے نصیب کھل گئے ہیں ہمارے گھر تو جیسے دامادوں نے نہ آنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ صغرا شائستہ وجیہہ کنول ساری لڑکیاں اپنے اپنے سسرالوں میں عیش کررہی ہیں اور تم دونوں...... میرے سینے پر مونگ دل رہی ہو۔ جانے کب تک یہ بوجھ میرے وجود کی دھجیاں اڑاتا رہے گا نہ جانے ہم سے کون سی غلطی ہوگئی ہے کب تک یہ بوجھ دھرا رہے گا؟ میرے مولا...... معاف کردے ہمارے گناہوں کو بخش دے۔" وہ باقاعدہ بین کرنے لگیں۔

غزل

میں نے ساجن کو عید کا چاند لکھ دیا
حنائی ہاتھوں سے اسے اک پیغام لکھ دیا
پوچھا جو دل سے کہ انتظار کس کا ہے تجھے
دل نے چپکے سے ساجن کا نام لکھ دیا
یوں لگا کہ چاند رات تاروں نے مل کر
میرے ساجن کو میرا سلام لکھ دیا
کان کے جھمکے نے پوچھی جھک کر کوئی خواہش
میں نے شرما کر ساجن سے کلام لکھ دیا
پوچھا لہرا کر آنچل نے کہ یہ کس بات کا ہے صلہ
میں نے ساجن کو رب کا انعام لکھ دیا

مدیحہ کنول سرور۔ چشتیاں

روما اور شفاء نے دکھی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور اماں کی سوچ پر ٹھنڈی سانس لے کر کمرے کی جانب چل دیں تب ہی قسمت کے مارے رضی صاحب بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ گھر کا مکدر ماحول اور بیوی کا واویلا...... یہ ان کے سمجھنے کے لیے کافی تھا کہ آج بھی حسب سابقہ نتیجہ نکلا ہوگا۔

"کیا ہوگیا نیک بخت! کیوں پریشان ہوتی ہو؟" انہوں نے ان کے قریب تخت پر بیٹھتے ہوئے ملائمت سے کہا۔

"پریشان...... ارے یہ پریشانی تو میں نصیبوں میں لکھوا کر لائی ہوں رضی الدین! خود بھی ساری زندگی ترس ترس کر گزاری اولاد کے نام پر بھی پیدا ہوئیں تو بیٹیاں وہ بھی دو دو اور قسمت کی ماری گئیں بھی تو تم پر۔ بیس اور اکیس کی ہوگئیں اور ابھی تک دونوں کے رشتے کے لیے میں ٹھوکریں کھا رہی ہوں۔ میری شادی کو پانچ برس ہوگئے تھے جب میں روما کی عمر کی تھی۔ ارے میں کہتی ہوں کیا میری اولاد ہے یہ میں ہی مرجاؤں ان کے لیے میں ہی ٹھوکریں کھاؤں؟ رضی الدین تم کب تک لکیر کے فقیر بنے رہو گے تمہیں یہ کیوں سمجھ نہیں آتا کہ ہمارے گھر

کو دیکھ کر آنے والے بیٹیوں کو دیکھنے سے پہلے ہی بدک جاتے ہیں' تمہیں کیوں احساس نہیں ہوتا؟ زیادہ کمانے اور گھر کو بہتر بنانے کے لیے ہاتھ پیر کیوں نہیں مارتے؟ جب عام سی شکلوں والی بیٹیاں پیدا کی ہیں تو کیوں ان کے لیے اچھے جہیز کی جدوجہد نہیں کرتے؟" وہ کسی بھی مقام پر کبھی بھی میاں اور بیٹیوں کو طنز کا نشانہ بنانے سے باز نہ آتیں۔

"شمسہ بیگم تم تو حد کرتی ہو کیسی ماں ہو تم' کیسی عورت ہو کبھی تو ان معصوموں کو ممتا کی نظر سے دیکھو۔ یہ صرف میری نہیں تمہاری بھی بیٹیاں ہیں' جنہیں تم نے پیدا کیا ہے۔ جیسی بھی ہیں ہمارے دل کا ٹکڑا ہیں یہ دونوں۔ ہمارے گھر کی رونق' گھر کا اجالا' تم ہمیشہ کڑوا بولتی اور کڑوا سوچتی ہو ان دونوں کے لیے مگر ایک بات یاد رکھنا شمسہ بیگم! بیٹیاں بہت نازک دل رکھتی ہیں یوں بات بات پر طنز کے تیر نہ چلایا کرو ان پر۔ آج یہ ہمارے آنگن میں ہیں کل یہ ہمیں چھوڑ جائیں گی کسی اور کے آنگن میں یہ پرائی امانت ہیں۔ یوں بات بات پر انہیں برا بھلا مت کہا کرو' کبھی تم نے سوچا ہے ان معصوموں کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی وہ جو پہلے ہی بار بار ٹھکرائے جانے کی تکلیف سے دوچار ہوتی ہیں اس تکلیف سے زیادہ وہ تمہارے اس رویے کی وجہ سے بکھر جاتی ہوں گی کتنا دکھ پر اثر لیتی ہوں گی؟ کس طرح خود کو سنبھالتی ہوں گی؟ خدا کے لیے شمسہ بیگم کبھی ایک ماں بن کر بھی سوچ لیا کرو۔" رضی صاحب کا لہجہ آبدیدہ ہو گیا اور آواز بھرا گئی۔

وہ زندگی میں پہلی بار بیوی کے سامنے تن کے اور تیز آواز میں بولے تھے کمرے میں رومااور شفاء کی آنکھیں بھی بھر آئیں رضی صاحب اٹھ کر غسل خانے کی طرف چل دیئے۔ شمسہ بیگم حیرت سے منہ کھولے میاں کو دیکھ رہی تھیں جو آج ان کے سامنے بولے تھے۔

"ہونہہ......" انہوں نے منہ بنا کر کاندھے اچکائے اور پاندان گھسیٹ کر پان لگانے لگیں۔ لگتا تھا رضی صاحب کی ساری باتیں سر کے اوپر سے گزر گئی ہوں۔

❁......❁......❁

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا تھا سب لوگ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت میں مصروف ہو چکے تھے۔ رمضان المبارک کی زندگی بھی ایک روٹین کی طرف مصروف ہو چکی تھی اس میں شمسہ خاتون کو بولنے اور چخ چخ کرنے کا موقع ذرا کم ہی ملتا تھا۔

سحری سے فارغ ہو کر نماز اور قرآن پاک پڑھتے اور پھر سو جاتے تھے پھر اٹھ کر روما اور شفاء تو گھریلو کام کاج میں مصروف ہو جاتیں۔ نماز اور افطار کی تیاریاں شروع ہو جاتیں شمسہ بیگم زیادہ سے زیادہ عبادت کرتی رہتیں۔ افطار کے بعد نماز پڑھتے اور پھر عشاء سے پہلے کھانا کھایا جاتا۔ یوں ایک خوشگوار روٹین تھی۔

یوں ہی رمضان المبارک کا مہینہ آگے بڑھتا جا رہا تھا خاموشی سے اسی کے ساتھ شاید دن گزرتے رہتے مگر ایک دن صولت بیگم کے سحری میں آنے والے فون نے اماں کے منہ پر لگے خاموشی کے قفل ایک دم ہی کھل گئے۔

ہوا یہ کہ اس روز وہ لوگ سحری سے فارغ ہو کر چائے پی رہے تھے کہ رضی صاحب کا سیل فون بجنے لگا صولت بیگم بات کر رہی تھیں بات اسٹارٹ ہوئی اور اماں کے چہرے کے زاویے بدلنے لگے ان کی چھٹی حس نے کسی خطرے کا الارم بجا دیا تھا کیونکہ رضی صاحب کے چہرے کے تاثرات اور جوابات سے وہ سمجھ گئی تھیں کہ بات کیا ہو رہی ہے روما اور شفاء کے چہروں پر دھیمی دھیمی مسکراہٹ تھی۔ صولت نے بھاوج سے بھی بات کرنا چاہی مگر شمسہ بیگم نے منہ بنا کر ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

"تمہاری بھاوج واش روم میں ہیں۔" رضی صاحب نے نہ چاہتے ہوئے بھی جھوٹ کہہ دیا۔

"جی...... کیا کہہ رہی تھیں بہنا؟" رضی صاحب نے فون بند کیا تو شمسہ بیگم نے قدرے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"اس بار صولت کا ارادہ پاکستان میں عید کرنے کا ہے۔" رضی صاحب نے کہا۔

"واہ جی اب یہ خرچہ اور برداشت کروُ اتنا تو سوچنا چاہیے اسے کم از کم کہ ہم کس مشکل سے اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھے ہوئے ہیں اب ان لوگوں کے اللے تللے برداشت کرنے کی ہمت کہاں سے لائیں گے۔" روما اور شفاء یہ سن کرایک دم خوش ہوگئیں۔ کتنے سالوں بعد وہ اپنی پھپھو کو دیکھیں گی۔

"کب آرہی ہیں پھپھو؟" روما نے پوچھا۔

"پچیسویں روزے کو۔" رضی صاحب بولے تب ہی سحری کا وقت ختم ہوگیا اور سب لوگ کلی کرنے اٹھ گئے مگر شمسہ بیگم کی بڑبڑاہٹ کسی ریموٹ والے کھلونے کی طرح آن ہوگئی تھیں جیسے کسی نے ریموٹ کا بٹن دبا کے چھوڑ دیا تھا۔

رضی صاحب وضو کرکے مسجد چلے گئے روما اور شفاء اپنے کمرے میں نماز اور قرآن پاک پڑھنے چلی گئیں۔ وہ دونوں حقیقت میں بہت خوش تھیں۔

شمسہ بیگم نہایت مستقل مزاجی سے اپنے مشن بڑبڑاہٹ کو جاری رکھے ہوئے تھیں۔

"بتاؤ ذرا اس مہنگائی کے دور میں انسان رمضان اور عید کے اخراجات میں پہلے ہی بندھ جاتا ہے مگر اب مہمانداریاں بھی نبھاؤ یہاں ڈھنگ۔۔۔ بھلا آ۔۔۔ بات نہیں کتنا جوڑ توڑ اور کھینچا تانی سے ۔۔۔ چلاتی ہوں۔ اب یہ تین لوگوں کی آمد اور ۔۔۔ جاتی دو چار دن کے لیے اکیلی بھلا جوان بیٹوں کو لانے کی کیا پڑی تھی۔"

دوسرے روز رضی صاحب نے پتا نہیں کہاں سے اچھی خاصی رقم لاکر شمسہ بیگم کے ہاتھ پر رکھ دی۔

"یہ کیا.....؟" شمسہ بیگم نے آنکھیں پھاڑ کر حیرت سے پہلے پیسوں کو پھر رضی صاحب کو دیکھا۔

"ارے واہ میاں صاحب۔" اچانک جیسے شمسہ بیگم کچھ سمجھ گئیں کیونکہ حیرت کے ساتھ ہی فوراً ان کا لہجہ طنزیہ ہوچکا تھا۔

"کاش ہر سال صولت بیگم آجاتیں تو گھر کے اخراجات تو احسن طریقے سے چل پاتے۔"

"شمسہ بیگم! دیکھو آگے زیادہ مسئلہ نہ بنے اس لیے میں نے اپنی کمیٹی جلد اٹھوالی ہے کچھ پیسے رکھ دیے ہیں بینک میں پچھ یہ ہیں۔ اب خدا کے لیے ہر وقت پیسہ پیسہ نہیں کرنا اتنے سالوں بعد صولت آرہی ہے میں نہیں چاہتا کہ اسے اپنے جوان بچوں کے سامنے اپنے میکے میں کسی قسم کی کوئی شرمندگی ہو۔" شمسہ بیگم نے خلاف توقع کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ اچھے خاصے پیسے ان کے ہاتھوں میں اپنی موجودگی کا یقین دلا رہے تھے۔

تین دن بعد صولت بیگم اپنے دونوں بیٹوں مناف اور اوصاف کے ساتھ آگئیں۔ روما شفاء کے لیے ڈھیر سارے کپڑے، برتن، جیولری اور پرفیوم لائی تھیں بھائی اور بھاوج کے لیے بھی کافی ساری چیزیں لے کر آئی تھیں۔ روما اور شفاء کی محنت سے چھوٹا سا گھر بھی کافی اچھا لگنے لگا تھا اوپر چھت پر ایک کمرہ تھا جس میں دو تخت ۔۔۔ میں ٹیبل دو کرسیاں رکھ دی گئی تھیں ۔۔۔ سیٹ کردیا گیا تھا۔ ایک کمرے کے ۔۔۔ چھت کی تھی جس پر موتیے، گلاب اور چنبیلی ۔۔۔ گملے رکھے تھے پاس ہی پلاسٹک کی دو کرسیاں رکھی تھیں۔ چھت کے کونے میں ٹنکی کے ساتھ ہی چھوٹے سے چھپر کے نیچے واشنگ مشین رکھی تھی۔ دھلا دھلایا صاف ستھرا ماحول پھولوں کی مہک سے بھری چھت اور اس پر صاف ستھرا کمرہ دیکھ کر فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔ مناف اور اوصاف دونوں بہت ہینڈسم اور جاذب نظر تھے شمسہ بیگم کا تخت روما اور شفاء کے کمرے میں لگا دیا تھا یہ کمرہ قدرے بڑا اور ہوادار تھا۔

مناف اور اوصاف کم بولنے والے سوبر اور سنجیدہ بچے تھے۔ روما اور شفاء سے بھی کم بات ہی کرتے' زیادہ تر ماموں کے ساتھ ہی گپ شپ چلتی رہتی۔ خلاف توقع شمسہ بیگم نے بھی کسی قسم کی بدتہذیبی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ صولت بیگم بھی خاصی مطمئن تھیں انہیں یہاں آکر بہت اچھا لگ رہا تھا۔

❁.....❁.....❁

عید کا چاند نظر آ گیا تھا یہاں کی چاند رات مناف اور اوصاف کے لیے بہت دلچسپ اور مزے دار تھیں۔ خوب گہما گہمی اور شور ہنگامہ تھا بازاروں کی رونقیں عروج پر تھیں رضی صاحب دونوں بھانجوں کو لے کر باہر گئے تھے تاکہ بچے یہاں کی چاند رات کی اصل رونقیں دیکھ سکیں۔ گھر میں شمسہ بیگم بیٹیوں کے ساتھ مل کر صبح کی تیاریاں کر رہی تھیں صولت بیگم بھی ہاتھ بٹا رہی تھیں۔

کافی دیر سے رضی صاحب لوٹے تھے آتے ہی سب سو گئے کیونکہ صبح جلدی اٹھنا تھا۔

عید کی صبح فجر کی نماز کے ساتھ ہی شمسہ بیگم روما اور شفاء کچن میں آ گئیں۔ شمسہ بیگم شیر خورمہ کی تیاری میں لگ گئیں اور روما اور شفاء کباب دم کا قیمہ پراٹھے اور ملائی بوٹی تیار کرنے لگ گئیں۔

رضی صاحب مناف اور اوصاف فجر کی نماز کے بعد کچھ دیر لیٹ گئے تھے پھر اٹھ کر نہا دھو کر نئے کپڑے پہن کر عید کی نماز کے لیے چلے گئے اور گھر میں کچن سے فارغ ہو کر چاروں خواتین تیاری میں لگ گئیں روما نے آج دھانی اور بلو کلر کے امتزاج کا لانگ فراک اور چوڑی دار پاجامہ پہنا تھا اور شفاء نے اسی طرح کا ایمبرائیڈری والا بلیک اور گولڈن کلر کا جوڑا پہنا تھا۔ ہلکے میک اپ کے ساتھ لمبے بالوں کو میچنگ کیچر سے ہاف بنا کر چھوڑ دیا۔ لائٹ سی پرل کی میچنگ جیولری تھی جو صولت بیگم دبئی سے لے کر آئی تھیں۔ دونوں بچیاں اپنی گندمی رنگت اور دراز قد میں آج بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ صولت بیگم نے بھانجیوں کو گلے سے لگا کر بہت ساری دعائیں دے ڈالیں۔

مرد حضرات نماز پڑھ کر آئے تو سب ایک دوسرے سے ملے پھر ناشتا کیا گیا اور ناشتے کے بعد عیدیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ رضی صاحب نے دونوں بھانجوں کو تحائف دیئے صولت بیگم نے روما اور شفاء کو پیسے دیئے تب ہی صولت بھائی اور بھابی کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

"بھائی! بھابی اب میری عیدی......؟" انہوں نے ہتھیلی آگے کی رضی صاحب نے ہنستے ہوئے بہن کی جانب دیکھا پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"نہیں...... نہیں بھائی مجھے پیسے نہیں چاہیے۔" صولت بیگم نے بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"پھر...... تمہیں کیا چاہیے عیدی میں؟" شمسہ بیگم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بھابی مجھے...... مجھے عیدی میں اپنی دونوں بیٹیاں دے دیں ہمیشہ کے لیے میں ان دونوں کو اپنے مناف اور اوصاف کی دلہنیں بنانا چاہتی ہوں۔" صولت بیگم نے دوسرے ہاتھ سے بھاوج کا ہاتھ تھام کر خوشگوار لہجے میں کہا۔

"کک...... کیا......؟" شمسہ بیگم نے آنکھیں پھاڑ کر صولت بیگم کو ایسے دیکھا جیسے وہ پاگل ہوگئی ہوں۔

"یہ...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو صولت؟" شمسہ بیگم نے دوبارہ پوچھا انہیں اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔

"جی بھابی...... یہ صرف میری ہی نہیں ابرار کی بھی خواہش ہے۔" صولت بیگم نے باری باری روما اور شفا کی طرف دیکھتے ہوئے یقین دلایا۔

"مگر...... مگر...... ہماری بچیاں...... ہماری حیثیت......؟" شمسہ بیگم نے پہلے اپنا شوہر اور پھر سامنے بیٹھے مناف اور اوصاف کو دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔

"بھابی پلیز...... آپ یہ کیسی باتیں کررہی ہیں غیروں اور اجنبیت والی یہ دونوں میری اپنی بچیاں ہیں۔ حیثیت اور روپیہ پیسہ کچھ نہیں ہوتا اچھے اور سچے لوگوں کی قدر کرنا اور ان کے لیے دل میں جگہ رکھنا بڑی بات ہے اور بھابی اگر اپنے اپنوں کا خیال نہیں رکھیں گے تو باہر والے رکھیں گے کیا؟ اور بھابی یہ سب تو نصیبوں کی بات ہے قسمت کی بات ہے اس میں آپ کا یا ہمارا کوئی عمل دخل نہیں اور اگر میرے گھر کا اجالا میرے ہی گھر میں روشنیاں بکھیرے تو کیا ہی بات ہے۔" رضی صاحب منہ کھولے بہن کو دیکھے جارہے تھے۔

"پلیز بھائی بھابی انکار نہ کیجیے گا۔"

"صولت یہ تو تمہاری اعلیٰ ظرفی اور اچھی سوچ ہے کہ تم ایسا سوچ رہی ہو تم نے تو ہمیں خرید لیا ہے۔" شمسہ بیگم کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ نند جس سے ساری زندگی شمسہ بیگم نے خدا واسطے کا بیر رکھا جس کی دولت اور امیرانہ طرز زندگی ہمیشہ کھٹکتی رہی آج...... آج واقعی اس عظیم عورت کی اعلیٰ سوچ اور اس فیصلے پر واقعی اس عورت نے انہیں خرید لیا تھا۔ اندر ہی اندر پچھتاوا ہورہا تھا ملال کی کیفیت تھی کہ جس سے ہمیشہ بدگمان رہیں جلتی رہیں۔ انہوں نے کتنا بڑا فیصلہ کرلیا تھا کتنی بڑی تکلیف سے نکال لیا تھا انہوں نے آگے بڑھ کر کھلے دل سے صولت بیگم کو گلے سے لگا لیا تھا۔ ایک پل میں ساری کدورتیں ساری نفرتیں دھل چکی تھیں۔

"صولت تم...... تم بہت عظیم ہو میری بہن!" صولت کو گلے سے لگا کر شمسہ بیگم نے کہا اور پھر آنکھیں صاف کرتے ہوئے اٹھ کر باہر کی طرف جانے لگیں۔

"کہاں چل دیں؟" رضی صاحب نے پوچھا۔

"فریج سے مٹھائی لاکر سب کا منہ میٹھا کرواؤں گی۔" انہوں نے خوش دلی سے کہا۔

روما اور شفاء کو اچانک سے اتنی بڑی خوشی مل گئی تھی وہ دونوں سر جھکائے شرمائی شرمائی کمرے سے جانے لگیں۔

"ارے کہاں جارہی ہو میری بچیوں! منہ تو میٹھا کرلو۔" صولت بیگم نے دونوں کا ہاتھ پکڑ کر محبت سے گلے لگا لیا۔ سامنے بیٹھے مناف اور اوصاف بھی زیر لب مسکرا رہے تھے۔

کتنے سالوں کے بعد آج اس آنگن میں عید ڈھیر ساری خوشیاں لے کر اتری تھی ہر شخص شاداں و فرحاں تھا۔

✽

"پیاری بہنوں! اس بات کی گرہ اپنے دل میں مضبوطی سے باندھ لو، اللہ نے آپ کو جتنا مال و اسباب دیا ہے، اس میں دوسروں کا بھی حق رکھا ہے، جس کی ادائیگی بہت ضروری ہے، ذرا اپنا اپنا محاسبہ کریں اور یاد رکھیے یہ دنیا ایک آزمائش کی جگہ ہے جو انسان مشکلات کی سیڑھی چڑھتا ہوا اوپر پہنچ جاتا ہے تو اسے جنت کا انعام ملتا ہے بس صبر کا دامن تھامے رکھنا ضروری ہے۔" فرحت نے دوپٹہ درست کرتے ہوئے بیان جاری رکھا۔ دبی دبی سرگوشیوں پر خواتین کو ناگواری سے دیکھا، ایک دو ہی ان کا درس دھیان سے سن رہی تھی، اس میں عنایا سرفہرست تھی۔ باقی وقتے وقتے ساس نندوں کے دکھڑے رونے میں مصروف تھیں۔ گرمی بھی تو بہت تھی سب چاہ رہے تھے کہ درس ختم ہو تو کھانا کھا کر گھر روانہ ہوں پر فضیلہ نے انہیں زیادہ ٹائم کی استدعا کی تھی۔ اس کا میکہ دور تھا مان ہی لوگوں کا انتظار تھا۔ فرحت اسی لیے دعائیں کروا رہی تھیں۔

"کسی حاجت مند کی مدد کرنے سے آپ کے مال میں کبھی کمی نہیں ہوگی۔ میری اس بات پر مکمل یقین کریں کہ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے محتاجوں کی مدد کریں۔ آپ کی ساری ضرورتیں پہلے کے مقابلے میں احسن طریقے سے خود بخود پوری ہونا شروع ہو جائیں گی، مال روکنے سے اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ جائز جگہ خرچ نہ کرنے سے کسی بھی ناگہانی حادثے کی نذر ہو جاتا ہے، آج اپنے اردگرد نگاہ ڈالیں تو ایسی کئی مثالیں موجود ہوں گی۔ پیاری بہنوں ہماری دی ہوئی ذرا سی قربانی اگر کسی یتیم و مسکین کی زندگی بنا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔" فرحت نے ایک بار پھر توقف کیا اور اپنے سامنے رکھی ڈائری میں کچھ ٹٹولا۔ ایک طائرانہ نظر محفل میں بیٹھی خواتین پر ڈالی کچھ نے سر ہلایا۔

"آپا...... یہ آپ نے بالکل سولہ آنے والی بات کی ہے۔" انیسہ خالہ نے باچھوں تک آئی پان کی پیک ٹشو سے صاف کی اور با آواز بلند کہا فرحت نے اتنی بڑی عمر کی عورت کے منہ سے اپنے لیے "آپا" سنا تو حیران رہ گئیں۔

وہ سہیلہ کی دادی تھی، جس کے گھر میں یہ درس منعقد ہوا تھا انہیں چھوٹا بننے کا اتنا شوق تھا کہ وہ سب کو "باجی" یا "خالہ" پکارنے سے بھی باز نہ آتیں۔ فرحت نے سر جھٹکا اور چہرہ حاضرین کی جانب موڑا۔

"سب بہنیں آج سے دل میں عہد کریں کہ یہاں سے جانے کے بعد بھی اس بات کو نہیں بھولیں گی عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گی، انشاءاللہ۔" فرحت آپا نے آنکھ بند کر کے عقیدت سے کہا تو باقی خواتین نے بھی با آواز بلند ان کی تقلید کی۔ اس میں سب سے بلند آواز عنایا اور سہیلہ کی نکلی۔ فرحت نے سامنے رکھے شفاف شیشے کے گلاس سے پانی کا گھونٹ پی کر گلا تر کیا، گرمی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ نگاہیں اٹھا کر ادھر اُدھر دیکھا کونے میں اے سی نظر آیا، پر کنجوس فضیلہ نے چلایا نہیں تھا، عورتوں کے اس جم غفیر میں ہال میں چلنے والے چار پنکھے بھی بے کار ہوئے جا رہے تھے۔ کوفت سے فرحت کے چہرے کا رنگ بدلا، لیکن انہوں فوراً ہی مسکراہٹ کا لبادہ اوڑھا، وہ اونچی چوکی پر بیٹھی سب کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھیں۔

"دوسری اہم بات کی طرف آتے ہیں وہ یہ کہ سادگی کو اپنا شعار بنا کر زندگی کو آسان بنائیں۔" فرحت نے ڈائری پر نگاہ دوڑا کر اہم پوائنٹ دیکھے اور بولیں۔ عنایا نے بڑی محبت سے ان کی ایک ایک حرکت کو دل میں سمایا۔

"آپا ہم اکیلے کیا کر سکتے ہیں، سارا معاشرہ ہی تو ہم سود کی دوڑ میں سبقت لے جانا چاہتا ہے۔" فضیلہ عرفان نے حیرت سے سوال کیا۔ انہوں نے یہ درس بیٹے کے پاس ہونے کی خوشی میں رکھوایا تھا۔ اولیو گرین کلر کا ٹیس سوٹ ان کے بھاری بھرکم وجود میں پھنس سا گیا تھا، موٹی کلائیوں میں سونے کی بارہ چوڑیاں، گلے میں سنہری چمکن میں پڑا سونے کا پتہ، کانوں میں اسی ڈیزائن کے چھوٹے پتے والے ٹاپس، وہ دور سے ہی سونے کی دکان دکھائی دیتیں۔ شوہر خاندانی سنار تھے، انہوں نے حقیقتاً بیوی کو سونے میں پیلا کر دیا تھا۔ مین صرافہ بازار میں عرفان کی چار بڑی بڑی دکانیں تھیں، پیسے کی کمی نہ تھی۔ پر فضیلہ کی کسی پر ایک دمڑی خرچ کرتے ہوئے بھی جان نکل جاتی، سسرال میں بے انتہا خوش حالی تھی پر میکے کی غربت ابھی بھی ان کا دامن کس کر تھامے ہوئے تھی، مزاج نہ بدل سکیں۔ عرفان البتہ کھلے دل اور کھلے ہاتھوں سے خرچ کرتے، لوگوں کی زبان پر ان کے یہاں ہونے والی ہر دعوت کا شہرہ مہینوں چلتا رہتا۔

"تمی پیاری بہن آپ نے بالکل صحیح کہا یہ ساری باتیں مذہب سے دوری کی وجہ سے ہیں۔ ہمارا دین زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی، اعتدال، میانہ روی کی تلقین کرتا ہے۔ مگر ہم کرتے اپنے من کی ہیں۔ دین اسلام کی تعلیمات پر عمل ہی اللہ کے نزدیک تر ہونے کا زینہ ہے۔ ان کا درس جاری تھا، عنایا نے [illegible] کو پونچھا اسے شروع سے ہی مذہب سے [illegible] تھا فرحت آپا کو پسند کرنے کی سب بڑی وجہ یہ ہی تھی۔

"اس [illegible] بھی آپا کتنی کیوٹ ہیں نہ۔" عنایا نے انہیں [illegible] دل میں تعریف کی۔ فرحت آج بہت [illegible] لگ رہی تھیں، آسمانی قیمتی لان کے سوٹ میں [illegible] شیفون کا قیمتی دوپٹہ اوڑھے، ہاتھوں میں سفید موتیا اور گلاب کے گجرے جو فضیلہ نے بڑی عقیدت سے انہیں پہنائے تھے چہرے کی شفاف گلابی جلد، بادامی آنکھیں، نازک ہونٹوں پر لگی ہلکی گلابی لپ اسٹک کے علاوہ چہرے پر کوئی میک اپ نہ تھا۔ سیدھے ہاتھ کی موٹی انگلی میں شادی کی جڑاؤ انگوٹھی ہی بہت بھلی دکھائی دے رہی تھی، ان کے حسن سادگی میں بھی پرکاری تھی۔ شخصیت میں کچھ تو خاص تھا، عنایا کا دل خود بہ خود ان کی طرف کھنچتا۔

فرحت آپا کو اس محلے میں بڑا سا گھر خرید کر شفٹ ہوئے چند مہینے ہی گزرے تھے مگر انہوں نے اپنے دھیمے انداز سخن اور اخلاق کی وجہ سے بہت جلد ہی خواتین کے درمیان خاص جگہ بنالی، وہ شروع سے ہی نماز روزے کی پابند خاتون تھیں۔ پچھلے محلے میں عورتوں کی فرمائش پر ایک دو جگہ درس دیا، ان کے سہل انداز بیاں نے بہت جلد انہیں مقبولیت بخش دی۔ اس جگہ شفٹ ہونے سے قبل ہی وہ

بہت ماہرانہ انداز میں درس دینے لگی تھیں۔
نئے علاقے میں شفٹ ہونے کے بعد انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ محلے کی ساری خواتین کی دعوت کردی اپنا درس بھی رکھا ساری خواتین کافی متاثر ہوئیں ان کے اخلاق کی منہ پر تعریفیں کی گئیں۔ اب ان کی ذاتی کوششوں کی وجہ سے تقریباً ہر ہفتے محلے کے ایک گھر میں درس کا انتظام کیا جانے لگا، خواتین بھی اس معمول پر خوش ہوگئیں، اسی بہانے ہر گھر میں نیکی کی باتوں کی محفل جمنے لگی۔ محلے کی کچھ خواتین ان کے پاس اپنے گھریلو مسئلے مسائل لے کر بھی پہنچنے لگیں، فرحت کی کوشش ہوتی کہ وہ سب کو مطمئن کر کے واپس بھیجیں اس طرح ان کو ہر گھر میں سراہا جاتا، ان کا نام عزت سے لیا جاتا، اس بات کا نشہ ان کے حواسوں پر سوار ہوگیا۔
درحقیقت ان کے پاس وقت کی کمی نہ تھی، اکیلے بیٹھے بیٹھے اکتانے لگتی تھی، لیکن اب ان کی زندگی میں بڑی مثبت مصروفیت در آئی تھی۔ فرحت کے شوہر علی وسیم کئی سالوں سے ملک سے باہر تھے، سال میں ایک بار [illegible] کہنے والے تو یہ بھی کہتے تھے کہ علی وسیم نے [illegible] میں ایک اور شادی کر رکھی ہے جب ہی ان دونوں [illegible] وہاں نہیں بلا سکے اب اصل حقیقت تو آپا کو ہی [illegible] تھی، یہ بات [illegible] سنا لے پر خاموشی اختیار کرلیتیں۔ ان [illegible] ایک ہی بیٹا تھا فیض علی، لمبا چوڑا شاندار شخصیت اور [illegible] آنکھوں والا ان کا اکلوتا بیٹا۔ وہ اپنی سول انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کرچکا تھا۔ ایک بڑے تعمیراتی ادارے سے وابستہ تھا آگے بھی اس کا مستقبل بہت شاندار دکھائی دے رہا تھا فرحت تو آج کل بہو ڈھونڈنے کی مہم میں بھی مشغول تھیں اسی لیے فیض علی محلے کی ساری لڑکیوں کا "ہاٹ فیورٹ ٹاپک" بنا ہوا تھا۔
لیکن عنایا کو صرف "آپا" سے مطلب تھا۔ وہ ان کی خاص معتقد بن چکی تھی محلے کے جس گھر میں بھی آپا کا درس منعقد ہوتا، عنایا وہاں ضرور شریک ہوتی۔ فضیلہ کے گھر ہونے والی تقریب میں تو وہ وقت سے پہلے آگئی تھی۔ فضیلہ کی بڑی بیٹی سہیلہ ویسے بھی عنایا کی کالج فیلو اور دوست تھی، سہیلہ

نظم

میرے دیس میں کلیاں کھلتی تھیں
میرے دیس میں تتلیاں اڑتی تھیں
میرے دیس کے ہر ایک کونے میں
خوشبوؤں کی بارش ہوتی تھی
سب چہرے مسرور تھے
سب زندگیاں بھی تو محفوظ تھیں
میرا دیس تو جنت جیسا تھا
پھر اس کا یہ کیوں حال ہوا
یہاں جینا بھی کیوں محال ہوا
میرے دیس کو کس کی نظر لگی
یہاں خون کی بارش ہونے لگی
سب چہرے سہمے ہیں
ہر آنکھ اشک بہاتی ہے
[illegible] سے اداؤں میں
وہ تتلیاں نو جانے کہاں گئیں
سب کلیاں بھی اب مرجھا گئیں
میرا دیس تو سارا اجڑ گیا
یہ کیسے ہوا میں کیسے کہوں

سدرہ وارث راؤ ... لودھراں

نے کئی بار ایس ایم ایس کر کے اسے جلدی پہنچنے کی تاکید کی، انوری نے بڑی مشکلوں سے بیٹی کو اجازت دی، ورنہ وہ اسے اپنی بہن کے گھر لے جانا چاہ رہی تھیں۔ بہنوئی بیمار تھے۔ ان کا وہاں جانا ضروری تھا، ورنہ وہ محلے میں ہونے والی ہر تقریب میں کھلے دل سے شرکت کرتیں۔
آپا کی دعا کے بعد پرتکلف کھانا لگ گیا، طویل درس کے بعد عورتوں اور بچوں کا بھوک سے برا حال تھا کچھ دیر قبل سنی گئیں سادگی اور قربانی کی باتیں بھول بھال، کھانا کھلتے ہی عجیب ہڑبونگ مچ گئی، خواتین اپنی پلیٹوں کو لبالب بھرنے کی کوشش میں ایک دوسرے کو دھکا دینے سے بھی نہیں چوکیں۔ کچھ نے تو بلاضرورت کھانا نکال کر

ضائع کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔
عرفان نے شہر کی مشہور کیٹرنگ کو دعوت کے کھانے کا انتظام سونپا تھا، کھلی چھت پر ٹیبل لگوا کر خواتین کی مدارات کئی اقسام کے پکوانوں سے کی جارہی تھی۔ کھانا وافر مقدار میں موجود تھا۔ اس کے باوجود یہ حال تھا کہ خواتین نے ٹیبلوں کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا لگتا تھا کہ اس کے بعد کھانے کو نہیں ملے گا۔ عنایا حیران و پریشان ہاتھ میں پلیٹ لیے انتظار میں کھڑی ہی رہ گئی، اسے یوں بدتہذیبی سے کھانا نکالنا گوارا نہ تھا۔ فضیلہ نے اپنے کچھ مہمانوں اور فرحت کے لیے خاص طور پر الگ سے کھانے کی میز لگوائی تھی۔
"سنو...... یہاں...... آجاؤ...... ہمارے پاس جگہ بھی ہے تم آسانی سے کھانا کھالو گی۔" فرحت کافی دیر سے عنایا کی جھجک دیکھ رہی تھیں، وہ جانتی تھیں کہ یہ لڑکی انہیں اپنے دل میں کتنا اونچا مقام دیتی ہے، کچھ فرض تو ان پر بھی لازم تھا مسکرا کر اشارے سے عنایا کو اپنے پاس بلالیا، وہ جھجک رہی تھی۔ فرحت کے محبت بھرے انداز نے اس کا دل خوش کردیا۔ اس کو تکلف کرتے دیکھ کر انہوں نے زبردستی [illegible] میں موجود خالی کرسی پر بٹھا کر بڑی محبت سے بریانی [illegible] تک کا ایک پیس اس کی پلیٹ میں خود ہی [illegible] آپا کے نزدیک بیٹھ کر وہ مسرور ہوئی، اتنی خوشی [illegible] ہوئی جتنی فرحت آپا کی توجہ ملنے پہ فرحت آپا کے جدا [illegible] انداز دن بہ دن اس پر جادو کرتے جارہے تھے۔
آنٹی ٹھیک سے لیجیے گا اور آپا آپ کے لیے گرم چاول منگواؤں؟" سہیلہ رشتے دار خواتین سے پوچھتی ہوئی فرحت تک جا پہنچی، ماں کی دیکھا دیکھی یہ لوگ بھی فرحت کو آپا ہی کہتی تھیں، فرحت کی نگاہ سہیلہ کے ہاتھوں پہ جا ٹکیں سونے کا چوڑا سا بریسلیٹ اس کی موٹی کلائیوں میں جگمگا رہا تھا، سوٹ بھی اس نے خاصا مہنگا زیب تن کر رکھا تھا، شکل کی وہ بہت پیاری تھی، لیکن ماں پر گئی تھی، اس لیے جسم جلد ہی بھاری ہوگیا، اپنی عمر سے کہیں بڑی لگنے لگی، جبکہ اس کے ساتھ کھڑی عنایا جو تقریباً اس کی ہم عمر ہی تھی عام لباس اور سادے حلیے میں بھی تر و تازہ نازک سی کلی دکھائی دے رہی تھی۔ ان کی پرسوچ نگاہیں دونوں لڑکیوں پر جم سی گئیں۔

☆☆☆

"امی یقین مانیں میں نے آج تک ایسی خاتون نہیں دیکھیں، ان کے قول و فعل میں ذرا جو تضاد ہو، اگر وہ سب کو نرمی اختیار کرنے کا درس دیتی ہیں، تو ان کا اپنا اخلاق بھی بہت اچھا ہے میرا بس چلے تو میں بس ان کے سامنے بیٹھ جاؤں اور اچھی اچھی باتیں سنتی رہوں۔" رات کو ماں کے برابر میں لیٹ کر اس نے ایک بار پھر فرحت نامہ شروع کردیا۔ انوری نے مڑ کر بیٹی کو دیکھا، اٹھارہ سالہ عنایا کا گلابی چہرہ جوش [illegible] سے تمتما رہا تھا، بڑی بڑی آنکھوں میں نرمی سی بھر [illegible] تھی، وہ گھنی پلکیں جھپکتے ہوئے جب وہ ماں کو فرحت [illegible] کا احوال بیان کر رہی تھی تو انہیں بیٹی کی سادہ دلی نے ایک دم خوف زدہ کردیا، وہ ایسی ہی تھی سب پر بہت جلد اعتبار کرنے والی جب کہ انوری نے دنیا دیکھ رکھی تھی، وہ لوگوں کے بارے میں اتنی جلدی رائے قائم نہیں [illegible]یں۔
اچھا...... بیٹا...... مگر اتنی جلدی، اپنے دل میں کسی کو اتنا اونچا مقام نہ دو کہ اگر وہ ویسا نہ نکلے اور نظروں سے گر جائے تو آپ کا اپنا دل سنبھل نہ پائے۔" بیٹی کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے زندگی کا تجربہ ان کے لفظوں میں سما گیا۔
"آپ کچھ بھی کہیں فرحت آپا جیسا کوئی دوسرا اس دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا۔" اس کا ضد کرنے سا انداز، لہجہ کا یقین، چہرے پر چھائی معصومیت، انوری نے مزید کچھ بول کر بیٹی کا دل خراب کرنے کا ارادہ ملتوی کردیا سر کو اثبات میں ہلادیا۔
"بیٹا تو صبح کالج نہیں جانا چلو سو جاؤ۔" انہوں نے بیٹی کے ماتھے پر پیار سے بوسہ دیا دوسرے بیڈ پر سوئی ہوئی چھوٹی بیٹیوں کو سیدھا کیا سمیرا اور ثمیرا جڑواں تھی ایک دوسری سے لگی بھی رہتیں اور دن بھر لڑتی رہتیں۔

☆☆☆

"جی کس سے ملنا ہے؟" عنایا نے جیسے ہی فرحت کے بڑے سے گھر کے سامنے پہنچ کر بیل پر انگلی رکھی کسی نے بڑی جلدی میں دروازہ کھولا۔ وہ چونکی، نگاہ اٹھا کر دیکھا، بلیک ٹراؤزر پر سفید ٹی شرٹ میں کسرتی جسم والا پرکشش سا لڑکا اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"جی وہ آپا نہیں ہیں کیا؟" عنایا نے اٹک اٹک کر پوچھا اور ایک ہاتھ سے ماتھے پر آنے والا پسینہ پونچھا۔ سمیرا نے بہن کے پرانی فلموں کی ہیروئن کی طرح سلو موشن میں چلائے جانے والے سین پر ماتھا پیٹ لیا۔ ماں کی زبردستی کرنے پر وہ بڑی بہن کے ساتھ اپنا پسندیدہ کارٹون ٹام اور جیری چھوڑ کر یہاں تک آ تو گئی تھی پر اسے واپسی کی جلدی تھی۔

"آپا یہ کون ہیں بھئی اور آپ لوگ؟" فیض نے شرارت سے آنکھیں مٹکائیں، معنی خیز نگاہیں، دھلے کپڑوں میں ملبوس پھولوں سی مہکتی لڑکی پر مرکوز کی، جس کا اچھوتا حسن، چہرے پر پھیلی معصومیت، بڑی بڑی آنکھوں پر سایہ کیے ہوئے پلکیں، کڑکتی دھوپ میں بھی کسی بہار کی [illegible] تھی۔ فیض کو محسوس ہوا جیسے اس کا دل تو گیا کام سے۔

"بھائی جان یہ جو گلی کے شروع میں سبز رنگ کا دروازہ نظر آرہا ہے نہ ہم وہاں رہتے ہیں۔ آپ کے محلے دار ہیں۔ یہ کھیر [illegible] آپی نے آج پہلی دفعہ پکائی ہے تو وہ فرحت آپا کو چکھانے کے لیے لے کر آئی ہیں ان کی فین بھی ہیں ان کو آپا کہتی ہیں۔" سمیرا نے جلدی سے شیشے کا پیالہ بڑی بہن کے ہاتھ سے چھینا اور لڑکے کو تھما کر بغیر فل اسٹاپ کومے کے مدعا بیان کیا، عنایا کی آنکھیں جہاں بہن کی زبان کی تیز رفتاری پر پھٹ پڑیں وہیں فیض منہ کھول کر اس گول مٹول سی بچی کو دیکھتا رہ گیا۔

"اب چلیں نمی کی بچی نے ریموٹ اپنے پاس چھپا لیا ہوگا۔"

"گھر چلو بتاتی ہوں کسی اجنبی کے سامنے یوں شروع ہوجاتے ہیں۔" عنایا نے غصے سے اس کا ہاتھ مروڑا اور دھیمے سے پھنکاری بھی۔

"ارے...... ارے تیز گام رکو تو۔" فیض پکارتا رہ گیا اس نے بڑی بہن کو چھوٹی کا ہاتھ مروڑتے بھی دیکھا بے ساختہ قہقہہ لگاتے [illegible] دونوں بہنیں اس کے پکارنے کو نظر انداز کیے [illegible]

"[illegible] کھیر کہو یا بیٹا ایک ہی بات ہے۔" فیض نے ہاتھ میں تھامے کھیر کے پیالے کو گھورا جو نفاست سے شفاف پلاسٹک سے ریپ کیا ہوا تھا، اس کے منہ میں پانی آ گیا۔

"تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے۔" عنایا کی لجائی آنکھیں خیالوں میں کیا آئیں، من ایک دم گنگنانے پر مائل ہوا، دروازہ بند کر کے کچن کی طرف چل دیا۔

☆☆☆

"دلہن بس عنایا انٹر کرلے تو اس کے لیے رشتے دیکھنا شروع کردو۔ ماشاءاللہ کتنی پیاری ہوگئی ہے۔" صبیحہ خاتون نے انوری سے چائے کا کپ لے کر کہا۔ عنایا نے ایک دم سر جھکا لیا، وہ دادی کے پاؤں پر تیل کی مالش کر رہی تھی، آج کل ان کی ایڑیوں میں بہت درد رہنے لگا تھا۔

"اتنی جلدی اماں ابھی عنایا کو خوب پڑھنا لکھنا ہے، تھوڑی سمجھداری آجائے تو پھر سوچتے ہیں۔" انوری نے ٹوکری میں رکھی پیاز کترتے ہوئے نرمی سے کہا، ناتجربہ کاری اور بھولے پن ایسے لوازمات ہیں جو لڑکی کے گرد کشش کا ایک ہالہ سا کھینچ دیتے ہیں۔

پھول

کسی نے پھول سے پوچھا اے پھول! مجھے بتا تو کیوں کھلتا رہا، تو نے تو دی سب کو خوشبو تجھے کیا ملتا رہا؟ پھول نے مسکرا کر کہا ابھی تو نادان ہے جیون کے سچے پیار سے، ابھی تو انجان ہے دینے کے بدلے کچھ لینا یہ تو ایک کاروبار ہے اور جو دے کر بھی کچھ نہ مانگیں تو وہ ہی تو سچا پیار ہے۔

حلیمہ زمان۔۔۔ نوپی

"لو بھئی ان کی سنو عنایا کی عمر میں شار ہماری گود میں کھیل رہا تھا انہیں بنی شادی کے قابل نہیں لگتی۔ حق ہا نئے زمانے کی نئی باتیں۔" صبیحہ کے لہجے میں ماضی کی بازگشت تھی۔ بڑھاپے میں جب انسان کے پاس کچھ نہیں رہ جاتا تو وہ اپنی جوانی کی سینت سینت کر رکھی گئیں خوب صورت یادوں کو بہانے سے یاد کرتا ہے، بھلے سامنے والا سننا نہ چاہے، وہ پھر بھی سناتا چلا جاتا ہے۔ شاید اسی طرح خود کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔ خوشگوار لمحے نگاہوں میں فلم کی طرح چلنے لگتے ہیں۔

"اماں وہ زمانے اور تھے۔ اب تو رشتہ کرانے والیاں بھی سب پہلے لڑکی کی تعلیم کے بارے میں پوچھتی ہیں۔" ساس بہو میں روایتی بحث چھڑ گئی، عنایا کی آنکھوں میں کوئی چھم سے چلا آیا، جانے کیوں اسے بات بے بات فیض یاد آ جاتا۔ اس نے خود بھی محسوس کیا تھا کہ وہ جب بھی اپنے ابو کے ساتھ ان کی بائیک پر کالج جانے کے لیے نکلتی وہ گھر کے سامنے اپنی گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہوتا عنایا جب تک گلی کا کونا نہیں مڑ جاتی وہ جاتا نہیں آخر میں ہاتھ ہلاتا ہوا آفس روانہ ہوتا۔ عنایا بہت محتاط لڑکی تھی۔ اسے اپنے والدین سے بہت محبت تھی لیکن فیض کی اتنی توجہ پر اپنا آپ اہم لگنے لگا تھا۔

"ہر سو دکھائی دیتے ہیں وہ جلوہ گر مجھے" عنایا کی آج کل کچھ ایسے ہی حالات تھے۔ سب کچھ بھلائے بس اسے ہی دھیان میں بسائے ہوئے تھی، جیسے ہی آنکھیں بند کرتی وہ خیالوں میں بغیر کسی روک ٹوک کے ہنستا مسکراتا چلا آتا۔ شاندار سراپا نگاہوں میں چھانے لگتا، آفس جانے کی مکمل تیاری کے ساتھ لائٹ کلر کی شرٹ، اس پر لائننگ والی ڈارک ٹائی، براؤن سلکی بال، شربتی آنکھیں، اور ہونٹوں سے چھلکتی ہنسی، وہ دل کو ڈانٹتی جاتی پر کوئی فائدہ نہیں۔ بے خیالی میں بھی ان ہی کا ہی خیال رہتا، وہ تھا بھی تو کتنا "منفرد" منہ سے ایک لفظ نہیں نکلا۔ پر اس کے گرد اپنی موجودگی کا تانا بانا بن کر اسے بھی قید میں جتلا کر دیا عنایا کو بھی اپنا آپ معتبر لگنے لگا۔ کبھی کبھی کسی کی زندگی میں آمد ہی ماں باپ ہونے کا احساس جگاتی ہے۔ اسے فیض کی ذات پر ایک ان دیکھا سا اعتماد ہو چلا تھا، شاید وہ فرحت آپا کا سپوت جو تھا ان کے لیے تو اس کے دل میں گنجائش ہی گنجائش تھی پھر بیٹے کے لیے کیوں نہ نکلتی۔

"آپی کا دماغ آج کل کچھ ٹھیک نہیں لگتا۔" سمیرا نے اسے بلاوجہ آنکھیں موندے مسکراتا دیکھا تو نمیرا کے کان میں کہا۔

"لگتا ہے آپی پر بھی "بھوتر یتا" کا اثر ہو گیا ہے۔" نمیرا نے ڈرتے ڈرتے بھوتوں کے ایک مشہور کردار کا حوالہ دیا ویسے بھی اس دور کے بچوں کو اپنی ساری کتابوں کے نام یاد ہوں نہ ہوں مختلف چینلو سے آنے والے ڈراموں کے کردار ازبر تھے۔

"میں سب سن رہی ہوں بھوتر یتا کی بچی ادھر آؤ ذرا شرم نہیں آتی بہن کے لیے ایسا بولتے ہوئے۔" انوری جو پہلے [illegible] خالدہ کا کرتا سی رہی تھی، بیٹیوں کو [illegible] درخت پر ڈالے گئے جھولے پر [illegible] ہیں۔ [illegible] ماں کی تیز آواز پر ایک دم چونک [illegible] انوری کی گہری نگاہوں نے بیٹی کا مکمل جائزہ لیا، آج کل وہ کھلا گلاب بنی ہوئی تھی۔ کام کرتے کرتے کھوئی جاتی آپ ہی آپ مسکرانے لگتی۔ عنایا کے دل کا چور لرزا گلابی ہونٹ کاٹتے ہوئے نگاہ چرائی اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا اماں کا خیال ٹھیک ہے، میری بیٹی شادی کے قابل ہو گئی ہے؟" تفکر کی پرچھائیاں ان کے چہرے پر چھا گئیں کمرے میں پہنچ کر عنایا نے چہرے پر آنے والا پسینہ پونچھا اسے اپنی بے اختیاری پر شدید غصہ آیا۔

"کہیں امی کو پتا تو نہیں چل گیا کہ میں......؟" وہ جہاں کی تہاں بیٹھی رہ گئی۔ پہلی دفعہ کی چوری بھی کتنی عجیب ہوتی ہے، انسان اپنے سائے سے بھی ڈرتا ہے، ورنہ اس نے فیض کا ذکر تو اپنی سب سے قریبی سہیلی سیلہ سے بھی نہیں کیا تھا، وہ دونوں ایک دوسرے کو پل پل کی رپورٹ دیتی تھیں گو کہ انوری کو بیٹی کا یوں شتر بے مہار پھرنا پسند نہ

تھا، پر ایس ایم ایس کے فری پیکج سے دونوں آدھی ملاقات کرتی رہتیں۔

☆☆☆

"بہتان طرازی سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں، یہ ایسا ہوا ہل جو کسی بھی شاہراہ پر پھیلے خار جیسا ہوتا ہے جس کا کام چبھنا ہی ہے، تو پیاری بہنوں یہ وہ برائی ہے جو معاشرے میں کینسر کی طرح پھیل گئی ہے۔ کسی تحقیق و تصدیق کے بغیر الزام تراشی یا تہمت لگانا بہت گھناؤنا فعل ہے۔" فرحت آپا نے ٹشو سے اپنی نم آنکھوں کو پونچھا۔ اس کے بعد دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے عورتوں نے بھی اپنی اپنی دعاؤں کی پرچیاں ان کے قریب رکھ دیں عنایا گم سم سی بیٹھی ان کا لفظ لفظ اپنے دل میں اتار رہی تھی۔

انوری نے آمد رمضان سے قبل اپنے گھر میں درس کی اس بابرکت محفل کا انعقاد کروایا۔ عنایا بھی کئی دنوں سے ماں کے پیچھے پڑی ہوئی تھی کہ فرحت آپا کا درس ہمارے گھر بھی ہونا چاہیے اس نیک کام میں کوئی حرج نہ تھا انوری کے پوچھنے پر جب ساس اور شوہر نے بھی گرین سگنل دے دیا تو فرحت آپا سے بات کر کے انہوں نے محلے میں بلاوہ بھجوا دیا۔

عنایا نے کالج کی چھٹی کی اور صبح سے مصروف ہوگئی، جانتی تھی کہ محلے بھر کو کھانا کھلانا باپ کی استطاعت سے باہر پڑے گا، اس لیے چھولے دہی بڑے، آلو کے کباب اور مزیدار فروٹ چاٹ گھر میں ہی بنالی، نثار خالد آفس سے واپسی پر گرما گرم سموسے لیتے آئے درس کے بعد خواتین نے مزے لے کر گھر میں بنائی ہوئی اشیا سے لطف اٹھایا اس کے بعد ذائقے دار چائے پلائی گئی۔ سب نے عنایا کی خوب تعریف کی فرحت نے تو آگے بڑھ کر اس کے ماتھے کو چوم لیا اس کی روح میں سرشاری دوڑ گئی۔

☆☆☆

"سمیرا تمہیں ایک بات پتا ہے یہ جو ہمارے بڑے لوگ ہیں نہ سحری میں بریانی، چکن تکہ اور بہت اچھی اچھی چیزیں کھاتے ہیں تب ہی تو تم لوگوں کو نہیں جگاتے۔" وہ دونوں گھر کے سامنے بنے ہوئے پارک میں کھیلنے آتی تھی فیض بھی یہاں روزانہ واک کرتا تھا، اس طرح ان تینوں کی دوستی پروان چڑھی، ویسے بھی فیض نے کئی چاکلیٹ کھلانے کے بعد ہی ان بلیوں کو قابو میں کیا، ورنہ دونوں بات بھی نہیں کرتی تھیں۔ اس کا مطلب بھی تو انکا ہوا تھا اب جا کر کہیں "دشمن جاں" کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات نکلوانے میں آسانی ہوئی۔

"نہیں تو فیضی بھائی ہمیں کیسے پتا ہم تو اس وقت سو رہے ہوتے ہیں۔ ایک دو بار ہم نے سحری میں جگانے کی ضد بھی کی تو دادی جان نے ڈانٹ دیا کہ ابھی تم پر روزے فرض نہیں ہیں۔" نمیرا نے منہ بسور کر کہا۔ دونوں ابھی چھوٹی تھیں ورنہ نماز روزے کے معاملے میں اس گھرانے میں بچپن سے ہی پابندی کروائی جاتی تھی۔

"اچھا تم لوگ میرے کہنے پر عمل کرو گے تو مزے مزے کے کھانے ملیں گے۔" فیض کی شرارتی آنکھیں چمکیں، وہ دونوں دلچسپی سے سننے لگیں۔

"لیکن پہلے وعدہ کرو کہ اس معاملے میں میرا نام نہیں آئے گا، ورنہ دوستی ختم۔" فیض نے ان کو جذباتی طور پر بلیک میل کیا۔

"جی بھائی آپ کا نام کبھی بھی نہیں آئے گا۔" سمیرا نے بھی جلدی جلدی سر ہلایا۔

"چلو پھر غور سے سنو۔" فیض نے دونوں کے قریب آ کر سرگوشی میں اپنی منصوبہ بندی بتائی، وہ دونوں تائید میں سر ہلانے لگیں۔

☆☆☆

"یا ہو سمیرا اٹھ جاؤ سحری کا وقت ہوگیا ہے۔" عنایا اٹھنے لگی تو اسے زور کا جھٹکا لگا، اس کے ساتھ ہی نمیرا بھی اٹھ کر بیٹھ گئی، آپی گلا پھاڑ پھاڑ کر سمیرا کو اٹھانے۔

"یہ میری قمیص کا کونا تم نے اپنی قمیص سے کیوں باندھا ہے بھئی؟" عنایا جو جلد از جلد کچن میں ماں کی مدد کو پہنچنا چاہتی تھی، نمیرا کی فراک سے بندھا اپنی قمیص کا دامن کھولتے ہوئے غصے سے بولی۔ اسے رات سے اپنی

دونوں بہنوں کی پراسرار حرکتیں سمجھ میں نہ آئیں۔ پہلے تو دونوں بہنیں اس کو سلانے پر تلی رہیں پھر جب وہ کتاب بند کر کے سونے لیٹی تو ضد کر کے کے اس کے بیڈ پر آ گئی کہ بھوت بنا سے ڈر لگ رہا ہے آپ کے ساتھ سوؤں گی، عنایا نے بہن کو محبت سے لپٹا کر سلا لیا، اس کو اپنی یہ دونوں باربی ڈولز بہت عزیز تھیں، اس کی پیدائش کے بعد طویل عرصے تک انوری ماں نہ بن سکیں، قدرت کی جانب سے دیر ہوئی ماکلوتی بنی رہنے کے بعد جڑواں بہنوں کی آمد پر عنایا بہت دنوں تک خوشی سے پھولے نہ سمائی۔

"یہ کیا پراٹھا اور سبزی بس آج یہی سحری ہوگی؟" وہ دونوں اسکارف باندھ کر بڑے اہتمام سے سحری کرنے پہنچیں تو ٹیبل پر پراٹھے اور رات کی بچی ہوئی آلو کی بھجیا دیکھ کر مایوس ہو گئیں۔

"اے لو تو کیا ہم لوگ اس وقت قورمہ، بریانی کھاتے ہیں۔" صبیحہ نے سر پر ہاتھ مار کر پوچھا۔

"ہمیں تو بھائی نے یہی بتایا تھا۔" نمیرا منہ بسور کر کہنے لگی پر سمیرا نے ہاتھ دبا کر چپ رہنے کا اشارہ دیا، عنایا جو ٹیبل پر چٹنی رکھنے آئی تھی، ان دونوں کی بات پر اس کے کان کھڑے ہو گئے، ویسے بھی اس کی بھولی بھالی بہنیں جس ہوشیاری سے اس کو باندھ رہی تھیں عنایا کو یقین تھا کہ یقیناً اس کارنامے کے پیچھے کوئی بھروں (؟) ہے۔ تصدیق بھی ہو گئی۔

"ہائے نمی یہ کون نگوڑ مارا ہے جو تمہیں ایسی الٹی سیدھی پٹیاں پڑھا رہا ہے۔" صبیحہ بیگم نے دودھ کے پیالہ میں چمچہ زور سے رکھا اور سر پر ہاتھ مار کر بولیں انہیں پراٹھے سے تیزابیت ہو جاتی تھی، اسی لیے وہ سحری میں دودھ روٹی کھاتیں۔

"او اماں جی آپ بھی کیا بچیوں کی باتوں میں پڑ گئیں، سحری کریں نہ۔" نثار خالد نے ماں کے ہاتھ میں چمچہ واپس پکڑایا اور پیار سے بولے انہیں اپنی ماں کے کھانے پینے کا بہت خیال رہتا تھا۔

"کچھ نہیں دادی جان یہ نمی آج کل عجیب عجیب سے خواب دیکھ رہی ہے۔" سمیرا نے جلدی سے بات بنائی۔

"ہونہہ بیٹا جی اپنے خوابوں کو دادی جان کے سامنے مت دہرایا کرو ایسے ہی میری ماں پریشان ہو جاتی ہے۔" انہوں نے نمی کے سر پر پیار سے دھپ لگا کر ماں سے لاڈ دکھایا۔

"ہمی، نمی کیا بات ہے؟ کھاؤ نہ بھجیا نہیں کھانی تو پراٹھا، چائے یا پھر میٹھی دہی سے کھالو۔" انوری نے گرم پراٹھا نثار خالد کی پلیٹ میں رکھتے ہوئے ان دونوں کو ٹیبل پر بیزاریت سے جمائیاں لیتے دیکھا تو ٹوکا۔

"میں تو چائے پراٹھا کھالوں گی۔" سمیرا کا جوش و خروش جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا، وہ آلو سے چڑتی تھی، اس لیے چپ چاپ چائے پراٹھا کھانے لگی، نمیرا بھی سر جھکائے میٹھی دہی اور پراٹھا کھانے میں مشغول ہو گئی، بات پھر رات کے اچھے پکوان خواب میں آتے رہے، پر آنکھ کھلی تو ...

"اب ہم ... بھائی سے بات نہیں کریں گے ایسے ہی سحری میں اٹھنا پڑا۔" عنایا نماز کی ادائیگی کے بعد کمرے میں آئی تو چھوٹی بہنوں کی بات اس کے کان میں پڑی۔ دل ایک دم دھڑکا جان تو گئی تھی کہ یہ ان صاحب کی ہی کارستانی ہے۔

"ذرا مجھے بھی تو پتا چلے کہ میری بہنیں اتنی اداس کیوں ہیں؟" اس نے بستر پر بیٹھ کر دونوں کو بانہوں کے گھیرے میں لے کر نرمی سے پوچھا۔ سمیرا کے منع کرنے کے باوجود نمیرا نے ساری بات بتا دی۔ عنایا نے اس مذاق کو دل ہی دل میں بہت انجوائے کیا، ایک پیاری سی مسکان لبوں کو چھو گئی۔ بہنوں کو مطمئن کرنا بھی ضروری تھا۔

"میری پیاری بہنوں! رمضان المبارک اپنے ساتھ رحمتوں کی برسات لے کر آتا ہے۔ عبادت کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہمیں غریبوں کی بھوک پیاس کا احساس ہو، اسی لیے کھانے پینے میں اعتدال پسندی بھی ضروری ہے، بریانی قورمے کی ممانعت نہیں ہے لیکن اتنا کھانے پینے کے بعد تو افطاری تک

پیٹ بھرا رہے گا پھر بھلا یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ ہمدردی اور جذبہ خیر خواہی کیسے بیدار ہوگا۔" اس نے کی کے ماتھے سے بال ہٹاتے ہوئے پیار سے کہا۔

"آپی سچ کہہ رہی ہیں ہماری ٹیچر بھی ہمیں ایسی ہی باتیں بتارہی تھیں۔" نمیرا نے پیار سے اپنا سر بہن کے شانے سے ٹکا کر کہا۔

"میری ڈول اب سمجھ گئیں نا فرحت آپا نے بھی یہ ہی سمجھایا تھا اسی لیے رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے قبل امی اور میں نے فیصلہ کیا کہ سحری اور افطاری انتہائی سادہ طریقے سے کی جائے گی، اس ماہ مبارک کے لیے مختص بجٹ میں سے پیسے بچا کر کسی غریب گھرانے میں راشن ڈلوایا جائے گا۔" عنایا نے بہنوں کو سمجھانے کے لیے فرحت آپا کا انداز بیان اپنایا۔ وہ ہر بات میں ان کی کاپی کرنے کی کوشش کرتی تھی، دونوں حیران ہوکر اس کی مشکل باتیں سن رہی تھیں۔

"آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے یہ فیضی بھائی بھی نا بلا وجہ اتنی رات کو اٹھنا پڑا ہی ہے نا ان کی بچی بس بھائی جو بول دیں فوراً سر ہلا دے گی۔" نمیرا نے منہ بسور کر کہا عنایا نے بے ساختہ امڈ آنے والے قہقہے کو ہونٹ بھینچ کر روکا۔

"پیاری بہنوں یہ مہینہ عبادتوں کا مہینہ ہے صرف کھانے پینے کا نہیں تو اگر اپنے بھائی کی باتوں میں آکر پلاؤ، زردے کی آس میں سحری کرنی ہو تو نیند خراب نہ کرنا۔ ویسے بھی ہم بڑے چھپ چھپ کر ایسا کچھ نہیں کھاتے جو تم لوگوں کو معلوم نہ ہو۔" وہ دونوں منہ پھاڑ کر بڑی بہن کی باتیں سمجھنے کی کوشش کررہی تھیں۔ اس نے اپنی مخروطی سنہری انگلی دونوں کی تھوڑی پر باری باری رکھ کے حیرت سے کھلا منہ بند کیا، پھر شرارتی انداز میں مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

☆☆☆

"منی آج افطاری فرحت آپا کے یہاں دے کر آنا ہے۔" انوری نے پکوڑے فرائی کرتے ہوئے بیٹی کی گلابی آنکھوں کو نظر انداز کیا اور نرمی سے بولیں۔ وہ ہر روز محلے کے ایک گھر افطاری بھیجتی تھی کبھی اکٹھا محلے بھر میں بانٹنے کی مشقت نہ کرتیں۔

"جی آپ افطاری ٹرے میں رکھ کر مجھے بلا لیجیے گا۔ میں ٹی کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔" عنایا نے ماں سے نگاہیں چرائیں۔ ڈھیلے ڈھالے انداز میں ہال کی طرف چل پڑی۔ انوری ایک ہفتے سے بیٹی کے رنگ ڈھنگ دیکھ رہی تھی۔ پچھلے دنوں ان کی بڑی بہن نے اپنے بیٹے کاشان کے لیے عنایا کا رشتہ مانگا تو بیٹی سے اس بارے میں رائے مانگنے کے ساتھ یہ بھی واضح کردیا کہ وہ اپنی بڑی بہن کو انکار کرنے کی شرمندگی نہیں اٹھائیں گی۔ عنایا نے پڑھائی کا بودا سا بہانہ بنایا، انکار کا کوئی مضبوط جواز تھا بھی نہیں۔ عنایا نے کبھی کسی محبت کا واضح اظہار کیا ہی نہیں۔ بس چھپا چھپی کا کھیل کھیلا۔ پھر وہ کس برتے اس کا انتظار کرتی، کھل کے منہ کھول کر انکار کردیتی۔ سارے دلائل محض ذہن کی پیداوار لگتے۔ اف دل کا کیا کرتی جوان بالوں کو سمجھنے کے باوجود اس کی جانب ہی کھنچتا۔ فیضی کے سحر سے نکلنے کے لیے اسے کچھ وقت چاہیے تھا۔ فی الحال وہ کسی ایسے بندھن میں فوری طور پر بندھنے سے انکار کررہی تھی۔

انوری پر بھی یہ بالی عمر آئی تھی، جانتی تھی کچی عمر کے سپنے اکثر کچے ہی رہ جاتے ہیں ہاں ساری عمر کا روگ ضرور دے جاتے ہیں۔ ماں تھیں بیٹی کو کسی بڑے دکھ سے بچانا چاہتی تھیں۔ اسی لیے چھوٹی تکلیف کی پروا نہیں کررہی تھیں۔

☆☆☆

"آپ پلیز فیضی بھائی کے یہاں افطاری دیں، وہ سوٹو اپنے دروازے پر کھڑی ہے میں بس ایک منٹ میں بات کرکے آئی۔" سمیرا اس کے ساتھ فرحت آپا کے گھر تک آئی پر ان کے سامنے اس کی دوست کا گھر تھا۔ دروازے پر کھڑی سوٹو نے اس کو دیکھ کر خوشی سے ہاتھ ہلایا تو وہ بہن کو چھوڑ چھاڑ تیزی سے اس کی طرف بڑھ گئی، عنایا اسے روکتی رہ گئی مجبوراً بڑے سے گرے دروازے کی طرف

اکیلے ہی بڑھ گئی جو اتفاق سے اس وقت کھلا ہوا تھا، ہاتھ میں تھامی بھاری ٹرے چھوٹی جا رہی تھی۔ اس لیے تیزی سے اندر کی طرف بڑھی۔

"آپا..... آپا۔" اس نے ہال میں داخل ہونے سے قبل آوازیں لگائی جواب ندارد۔

"لگتا ہے کچن میں افطاری کی تیاری میں مصروف ہیں وہیں دے آتی ہوں۔ وقت کم ہے ابھی مجھے بینگو شیک بھی بنانا ہے۔" خود سے باتیں کرتی عنایا اندر بڑھنے لگی کہ اپنے نام پر اس کے قدم تھم گئے۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے، وہ عنایا! نہیں بھئی نثار بھائی کون سے کہیں کے گورنر لگے ہوئے ہیں۔ ہونہہ معمولی جہیز دیں گے۔ نہیں بھئی میرا تو اکلوتا بیٹا ہے۔ کون سے دس بچے ہیں میرے سارے ارمان تو تم پر ہی نکلنے ہیں نا۔ دیکھنا اپنے سے بڑے خاندان میں رشتہ کروں گی۔ دنیا دیکھے گی۔" فرحت آپا کا نہ صرف لہجہ بلکہ تیور بھی بدلے ہوئے تھے، عنایا کے کان سن ہو گئے، دل کے اونچے سنگھاسن پر رکھی مورت اس کا دل چھیدتی پستیوں میں گرنے لگی۔

"مما پلیز یہ کیا آپ سماج سدھار خاتون بن کر دنیا بھر میں روشنی پھیلاتی پھرتی ہیں جب [illegible] اندھیرا ہے پہلے ان باتوں پر خود تو عمل کر کے [illegible] دوسروں کو [illegible] دیجیے گا۔" یہ فیض کی آواز تھی جس میں [illegible] تھا۔

"واہ بیٹا کل کی چھوکری کے لیے ماں کو جھٹلا رہے ہو جانے آج کل کی لڑکیوں کو کون سا ایسا جادو آتا ہے لڑکوں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں پٹا لیتی ہیں۔" فرحت آپا نے اس پر تہمت دھر دی۔ روزے کی حالت میں اس کا سر چکرا گیا۔ وہ ایسی باتیں بھی کر سکتی ہیں، عنایا کے لیے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا آپ انوری آنٹی سے جا کر عنایا کی بات کریں۔ ویسے بھی آج کل اس کے کسی کزن کا رشتہ آیا ہوا ہے اس سے قبل کہ وہاں ہاں ہو جائے آپ ان کے کان میں میری بات ڈال دیں۔" فیض کی ہٹ دھرمی اپنی جگہ پر عنایا کا دل اب ہر چیز سے اچاٹ ہو رہا تھا کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کردار کی دھجیاں بکھر گئیں۔

"اچھا تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے میں تو عنایا کو بہت شریف لڑکی سمجھتی تھی۔ رابطے اس حد تک بڑھ گئے ہیں۔" وہ چیخ کر بولیں۔

"امی وہ ایسی لڑکی نہیں ہے بہت معصوم ہے، پاک باز ہے۔ ایسی باتیں نہ کریں۔" فیض کے لہجے میں درد ابھر آیا۔

"میں بھی ایسا ہی سمجھتی تھی توبہ توبہ دیکھنے میں کیسی معصوم نظر آتی تھی مگر......!" فیض نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے سختی سے روکا ان کی آواز لہجہ کچھ بھی شناسا نہ لگا۔ عنایا کو تو [illegible] لگا کہ وہ اس عورت کو جانتی ہی نہیں ہے۔ [illegible] گھر میں داخل ہوئی ہے یا نہیں [illegible] آئیڈیل رہی ہیں کیا سے کیا نکلیں؟

"[illegible] بے چاری کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں [illegible] پسند کرتا ہوں یہ یکطرفہ معاملہ ہے۔ وہ تو اس کی [illegible] نے باتوں باتوں میں مجھ سے کہا کہ اب تو ہم [illegible] خوب چمک والے کپڑے پہنیں گے دادی اماں کہہ رہی تھیں آپی کی شادی ہونے والی ہے۔ میں نے ہی ان معصوم بچیوں سے کرید کرید کر ساری معلومات نکلوائی اور آپ ایسے ہی اس بیچاری پر بلاوجہ الزام دھر رہی ہیں پتا ہے نہ بلاوجہ کا جھوٹا الزام لگانے کا کتنا گناہ ہے۔" فیض نے تھوڑے سچ میں کچھ جھوٹ کی ملاوٹ کر کے اس کی پوزیشن کلیئر کرنا چاہی۔ ساتھ میں ماں کو بھی لتاڑا۔ فرحت کی زبان کی نوک پر ایسی ہی باتیں رہتی تھیں۔ اب عمل کا وقت آیا تو سارے بھرم ٹوٹ گئے۔

"خیر چھوڑو اب میری بات غور سے سنو میں نے تمہارے لیے لڑکی پسند کرلی ہے۔" فرحت کو بیٹے کے سامنے شرمندگی اٹھانا منظور نہ تھی اسی لیے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"میں عنایا کے سوا کسی سے شادی نہیں کروں گا۔" اس نے سختی سے ماں پر اپنی بات واضح کی۔

"میرے چاند سنو تو فضیلہ نے اپنی بیٹی سمیعہ کے لیے اشارہ دیا ہے۔ چاہے بیٹی کو سونے کے دس سیٹ دے گی ہونے والی سمدھن کے لیے بھاری جھمکے اور لڑکے کو سلامی میں ڈائمنڈ جڑی گھڑی دے گی۔ اس نے مجھے یہ سب دکھایا اور دبی زبان میں اپنی خواہش بھی ظاہر کی تم سوچ لو بلکہ ذہن تیار کرلو اتنا امیر سسرال نصیب والوں کو ملتا ہے۔ ہر تقریب ایسی ہوگی کہ دل خوش ہوجائے گا۔" جوان بیٹا تھا فرحت نے میٹھا لہجہ اختیار کیا آخر میں ذرا سختی سے کہا تو فیض کا دل خراب ہونے لگا وہ بیر پٹختا وہاں سے ہٹ گیا۔

عنایا نے گھر واپسی کا فیصلہ کیا اور تیزی سے مڑی کہ پاس رکھی کرسی سے چوٹ لگی، توازن بگڑا تو ٹرے میں رکھے برتن آپس میں ٹکرا گئے۔ آواز سن کر فرحت ایک دم باہر نکلیں۔ عنایا سے سامنا ہوا تو ہکا بکا رہ گئیں ان کی نگاہیں اس سے کیا ٹکرائیں وہ پانی پانی ہوگئیں۔

عنایا کی نظریں تھیں یا تیر دکھ، درد، اعتماد ٹوٹنے کی تکلیف پچھتاوا۔ اس نے زبان کھولے بنا حال کہہ ڈالا فرحت کو اپنا آپ چھوٹا ہوتا محسوس ہوا۔

عنایا بغیر کلام کیے مڑی اور ایک دم بڑے سے گیٹ کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ صرف ایک بار مڑ کر دیکھا اور پھر اپنے گھر کی طرف چل دی۔

کبھی اس نے یہاں بسنے کے فیض کے ساتھ جینے کے خواب دیکھے تھے۔ فرحت کی صحبت میں زندگی گزارنے کا مزہ حاصل کرنا چاہا۔ اس کے دل میں کیا کچھ نہ تھا مگر آج سارے خواب یہیں چھوڑ گئی۔

فرحت آپا کی زہریلی باتوں نے وہ اثر کیا جو ماں کی نصیحتیں بھی نہ کرپائیں۔ فیض اس کے دل سے یوں نکل گیا جیسے کبھی مہمان ہی نہ بنا تھا۔

"کیا ہوا گئی اتنی دیر لگادی اور یہ کیا افطاری وہی بھی نہیں سب ایسے ہی واپس لے آئی؟" انوری نے حیرت سے عنایا کی زرد پڑتی صورت اور بھری ہوئی ٹرے دیکھی، جالی والے خوان پوش سے ساری چیزیں ویسے کی ویسی رکھی نظر آئیں تو انہیں تشویش پیدا ہوئی۔ جلدی جلدی سوال کرنے لگیں۔

"امی وہاں فرحت آپا نہیں تھیں کوئی اور اجنبی خاتون تھی میں انہیں بالکل بھی جانتی نہیں تھی اس لیے لوٹ آئی۔" عنایا نے ٹرے ماں کے پاس ہی ٹیبل پر رکھ دی انہوں نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"کمال ہے بتارہی تھیں وہ روزے میں تو کہیں جاتی نہیں ہیں۔" انوری پینکو شیک کے لیے جلدی جلدی آم کاٹنے لگیں ٹائم کم رہ گیا تھا۔

"ان کی باتیں چھوڑیں امی ان کی مرضی جو بھی کریں میں آپ کی بات پر راضی ہوں۔ آپ خالہ کو بلوا لیجیے گا۔ مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے فروٹ کی باسکٹ اپنے سامنے رکھتے ہوئے رک رک کر کہا۔ انوری، بیٹی کی بات پر حیران رہ گئیں۔

"جیتی رہو بیٹا۔ اور فضا ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا کوئی ہمدرد نہیں۔ ہم نے جو بھی فیصلہ کیا تمہاری بھلائی کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔" انہوں نے فورجذبات سے مجبور ہوکر اس کا ماتھا چوم لیا۔ اتنے دن ٹینشن میں رہنے کے بعد آخر عنایا نے صحیح فیصلہ کرہی لیا۔ وہ خوشی خوشی بہن کو فون کرنے اندر بڑھ گئیں۔ یہ جانے بغیر کہ آج ان کی بیٹی کے دل میں کہرام بپا ہے۔

"سنبھل جائے گا دل سنبھلتے سنبھلتے جب موت کا سوگ تین دن میں ختم ہوجاتا ہے یہ تو پھر زندگی کا سوگ ہے چند دنوں میں وہ سب کچھ بھول بھال جائے گی کچی لڑکی جو ٹھہری پر نہیں بھول پائے گی تو ایک بات کہ ہر انسان ویسا نہیں ہوتا جیسا نظر آتا ہے دنیا میں جھوٹ بھی ہے اور منافقت بھی۔ عمل کی تلقین کرنا کسی کے سامنے اچھائی بھری تقریر کرنا کتنا سہل ہوتا ہے پر عمل کرنا بے انتہا مشکل عنایا نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا وہ عمل کرنے والی بنے گی۔

Digest.pk
وہی ایک لمحہ زیست کا
فاخرہ گل

کشکول میں جس روز کوئی بھیک نہ ہوگی
وہ رات میری قوم پہ تاریک نہ ہوگی
اس شہر کے ماتھے پر لکھی ہے تباہی
جس شہر کے مکتب کی فضا ٹھیک نہ ہوگی

"ماں" یہ کیسا سہ حرفی مختصر سا لفظ تھا جو اپنے اندر پوری دنیا سموئے ہوئے تھا جس کے بغیر گھر..... گھر نہیں لگتا اور جس کے نہ ہونے سے دنیا میں جی نہیں لگتا اور بوبی کو کس قدر عقیدت تھی اس سہ حرفی لفظ سے جڑے رشتے سے جانی اس کے انداز سے سوچ میں پڑ گیا تھا۔

یہ سچ تھا کہ دونوں کا دکھ سانجھا تھا لیکن انداز بہرحال راوی کے دو کناروں کی طرح بالکل ہی جدا تھا اور شاید یہ دکھوں کی مماثلت جتنی جلدی دو انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب کرتی ہے اتنی جلدی خوشی کے لمحات میں کھلنے والی پھلجھڑیاں بھی نہیں کرتیں اور یہی وجہ تھی کہ اپنائیت کا ایک احساس دونوں کے گرد محبت کے مقناطیسی ہالے کا ایک ہالہ سا بنتا جا رہا تھا اور جانی دل ہی دل میں [illegible] ماں کی عظمت کو ہاتھ باندھے سلام کر رہا تھا۔

"یار میری ماں نے شروع سے ہی ہمارے لیے بہت قربانیاں دیں خود بھوکا رہ کر ہمیں کھلایا اور وہ بھی یوں کہ اپنی بھوک ہم پر ظاہر تک نہ ہونے دی مگر میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکا' کچھ بھی نہیں۔" ہتھیلی سے آنکھیں مسلتے ہوئے وہ بچوں کی طرح رو دیا' پھر سامنے جانی جیسا ہمدرد اور مخلص دوست تھا' الفاظ ندی کے بہتے پانی کی طرح بغیر رکے بڑی روانی سے اس کے منہ سے نکلتے ہی جا رہے تھے بوبی اس وقت اپنے فرسٹریشن کی وجہ جانی کی سماعتوں کے حوالے کر رہا تھا۔

"اور ان دنوں جب تُو جیل میں تھا ناں' بہن کی شادی بھی بوا نے اپنے بیٹے سے کر دی۔ میں بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس سے ملنے پہنچا تو اس نے مجھے الگ لے جا کر آئندہ وہاں آنے سے بھی منع کر دیا وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے سسرال میں کسی کو بھی پتا چلے کہ وہ ایک چور اچکے کی بہن ہے بلکہ میرے ہی بہانے وہ صرف اور صرف ماں کے تعارف کا حوالہ دیتی ہے جیسے [illegible] فخر محسوس کرتی ہے۔" بوبی سے مزید بولا نہ گیا' آنسو گولا بن کر اس کے حلق میں آ پھنسے [illegible] کہ اس کی آنکھوں سے آنسو [illegible] شاید اس سے بھی سوا تھا۔

[illegible] کو چھوڑ دے ناں یہ کام لعنت بھیج اس پر اور [illegible] کے ساتھ عزت کی زندگی گزار۔" جانی نے تجویز دی تو وہ روتی آنکھوں سے ایک تلخ ہنسی ہنس دیا۔

"یار یہ حوالہ اب میری جان نہیں چھوڑے گا' پولیس والے بھی یار دوستوں کی طرح جب چاہے اپنا مہمان بنا لیتے ہیں اور ویسے بھی رہوں کہاں؟ اب میں بہن کے گھر جا کر تو رہنے سے رہا۔"

"ہوں....." جانی لاجواب ہو گیا تھا۔

"مجھے نہیں پتا کہ تُو مجھے خود سے اتنا قریب کیوں لگا شاید اس لیے کہ تُو بھی اپنی ماں سے میری طرح بہت محبت کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم دونوں کی مائیں واقعی عظیم ہیں۔" آنسو بہنے سے دل کا غبار کسی حد تک وقتی طور پر دھل گیا تھا سو ایک بار پھر سگریٹ سلگائی اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے پاؤں پھیلا لیے لیکن جانی کا دل ایک دم چیخ اٹھا تھا۔

اس کی ماں اور بوبی کی ماں بھلا ایک جیسی کہاں تھیں

اوران دونوں کو ایک سا عظیم قرار دینے پر جانی کا دل احتجاجاً بلک ہی اٹھا تھا۔

کیا صرف ایک بچے کو جنم دینے سے ہی عورت ماں کی عظمت کو چھو جاتی ہے؟ کیا سات پردوں میں اپنا وجود ڈھانپنے والی اور گھنگھرو باندھ کر تماش بینوں کے سامنے رقص کرنے والی دونوں عورتیں ماں بنیں تو ان کے قدموں تلے جنت کا ہونا یقینی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو پیدا کرنے کے فوراً بعد بچے کو کچرے کے ڈھیر پر پھینک دینے والی ماں جن قدموں سے اس ننھے فرشتے کو روتا بلکتا چھوڑ جائے کیا ان قدموں تلے بھی جنت ہوتی ہے اور پھر کہاں اپنا پیٹ کاٹ کر بچوں کا پیٹ بھرنے والی کردار کی بلندیوں کو چھوتی عظیم ماں اور کہاں پیٹ بھرنے کی خاطر روح گروی رکھ کر خود اپنی اولاد کا جسم بیچنے والی عورت......

یہ کیسا تضاد تھا اور کیا ایسی عورت کو ماں جیسے خوب صورت اور پاکیزہ لفظ سے پکارنا ٹھیک تھا؟ کیا وہ ماں کہلانے کے لائق تھی؟ دل تھا کہ اس ناانصافی پر بھڑک اٹھا تھا اور مجسم سوال بنا ہوا تھا کہ دو مختلف رویوں اور کرداروں کی مالک عورتوں کو ایک ہی منصب پر فائز کر دینا کہاں کا انصاف تھا؟

بوبی نے اسے کچھ دیر تک خاموشی سے دیکھا تو گہرا کش لے کر سگریٹ کی راکھ ٹیبل پر رکھے ایش ٹرے میں منتقل کرتے ہوئے بولا۔

"جانی یار میں نے ایک بات سوچی ہے۔" اس کا خیال تھا کہ جانی اس کی طرف دیکھے گا اور پوچھے گا کہ اس کے ذہن میں ایسی کیا بات آئی ہے مگر پوچھنا تو در کنار جانی نے اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے بھی نہیں دیکھا۔ سو لمحہ بھر انتظار کے بعد بوبی نے خود ہی اپنا جملہ مکمل کرنا شروع کیا۔

"میں نے سوچا ہے کہ منزل تو میری اور تیری ایک ہی ہے ناں تو کیوں ناں رستہ بھی ایک ہی ہو جائے اور اسی لیے آج سے ہم دونوں اکٹھے ہی کام کیا کریں گے۔" بوبی اب یقیناً اس کی رائے جاننا چاہتا تھا مگر وہ اپنے حواسوں میں ہی کب تھا ماں کی کسک اس کا سینہ یوں جکڑنے لگی تھی گویا دمے کا کوئی پرانا مریض سانس لینے کی کوشش میں ہانپ رہا ہو اور کشادہ کمرے میں ایک دم قبر کی گھٹن کا احساس ہوا تو وہ خوامخواہ گلاس میں پانی ڈال کر غٹاغٹ پی گیا۔

"یار میری ماں تو اس دنیا میں رہی نہیں پر تیری تو ابھی زندہ ہے ناں اس کی قدر کر لے ورنہ بڑا پچھتائے گا۔" اپنے سوال کے جواب میں خاموشی اور اس کا اضطراب بوبی کو یہ سمجھا گیا تھا کہ وہ اس وقت اپنی ماں کی یاد سے نبرد آزما تھا سو اسے تسلی سمجھانے لگا یہ جانے بغیر کہ ماں کا ذکر اس کے لیے تو تکلیف دہ ہے۔

❋ ❋ ❋

"کبھی کا ایک لمحہ ہی تمام عمر پر بھاری ہوتا ہے اور خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو آگہی کے لمحے کے وقت نزدیکی کا ادراک بھی رکھتے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ چندو کے ساتھ بھی ہوا تھا اور ادراک رکھنے کے ہی باعث اس نے ماں کو اس کی بلندی اور اپنی پستی سمیت کھلی آنکھوں سے قبول کیا تھا۔

حفیظ کے پاس چند مرتبہ جانے کا معاملہ تا حال بستی والوں سے پوشیدہ تھا اور اس کے مخفی رہنے میں ہی حفیظ اور ان کی بھلائی تھی یوں بھی تاجی کی عزت رکھنے کے لیے چندو نے حفیظ کے سامنے اسے لاعلم ہی ظاہر کیا تھا اور اس سب عمل کو اپنا انفرادی فعل قرار دیتے ہوئے اس کے سامنے اپنی ماں کو اعلیٰ رتبہ ہی دیا تھا۔ جانی کے گھر سے جانے کے بعد وہ تین مرتبہ وہ تاجی کے زبردستی بھیجنے پر اور چھوٹی بہنوں کو اس کی بہیمانہ مار سے بچانے کی خاطر حفیظ کے پاس گئی تھی اور ہر مرتبہ ملامت کا بوجھ اپنے سینے پر لے کر واپس آئی اور پھر یہ سوچ کر کہ جانی صرف اس کی حمایت کرنے کے الزام میں ماں سے گالیاں کھاتا ہوا یہ گھر چھوڑ گیا تھا سو اب اسے بھی اپنی حفاظت خود ہی کرنا ہوگی اس نے ایک اٹل فیصلہ لیتے ہوئے تاجی کی گالیاں جھڑکیاں اور یہاں تک کہ مار بھی کھائی لیکن وہ اب فیصلہ کر چکی تھی۔ یہ ذمہ

واری خود رازق کی تھی جس نے اسے اور اس کی دونوں معصوم بہنوں کو دنیا میں بھیجا تھا اس لیے پیٹ کا خالی برتن جو ہر دو گھنٹے بعد پھر خالی ہو جاتا ہو اسے بھرنے کے لیے وہ خود کو نیلامی کا مال نہیں بنائے گی۔

لیکن ان تمام حالات اور واقعات کے باوجود اس کے ضمیر نے گوارہ نہیں کیا کہ وہ کسی کے بھی سامنے اپنی ماں کا بھرم توڑے۔ اس دن بھی جب سارا دن تھک ہار کر سورج آسمان کی سرخی اور نیلی چادر میں منہ چھپانے کو بے تاب تھا اور بستی کے لوگ عین بستی کے درمیان موجود ایک کشادہ میدان نما جگہ پر اکٹھے بیٹھے اپنے دن بھر کی روداد سناتے ہوئے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے میں مصروف تھے جب تاجی کے کانوں میں کہیں سے یہ بھنک پڑی کہ حفیظ کی بیوی ایک بار پھر روٹھ کر میکے چلی گئی ہے اور نوبت اب طلاق تک جا پہنچی ہے خبر تھی یا کہ تقرری کا پروانہ۔

سب لوگوں کی گفتگو چھوڑ کر وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی اور کشاں کشاں گھر کے اندر قدم رکھتے ہی نہایت جوش و خروش سے پچو کو خبر سنائی اور کچھ دیر اس کے جواب کا انتظار کیا لیکن اپنے چہرے پر موجود خوشی کی چمک کے سامنے وہ پچو کی آنکھوں میں اترتے اس دریا کو [illegible] دیکھ نہیں پائی تھی جو شاید طغیانی بپا کرنے کے [illegible] گیا تھا۔

"اب تُو دیکھنا پچو اب جب [illegible] تو وہ ہرگز تجھے نہیں بھیجے گا بلکہ اس دفعہ پیسے بھی زیادہ [illegible] اور ہاں....." پچو کے مزید نزدیک ہو کر اس نے سرگوشیانہ انداز میں منہ پر ہاتھ رکھا اور بولی۔

"ان لمحوں میں مرد سے جو چاہو منوا لو اپنے مطلب کے لیے مرد ذات بڑے دیالو بن جاتے ہیں بلکہ تُو اس دفعہ فرمائش بھی کر دینا۔"

اس نے اپنی چندھی چندھی آنکھیں پھیلاتے ہوئے پچو کو دام بڑھانے اور مراعات حاصل کرنے کے گر بتائے تھے لیکن پچو خاموش رہی۔ جانتی تھی کہ اس پر کوئی بات اثر کرنے والی نہیں ہاں البتہ اس کے بات کرنے کے نتیجے میں رانی اور گڈی کو پچھلی دفعہ بھی اتنی مار پڑی تھی کہ دونوں رات کو سونے کے دوران بھی کراہتی رہیں جبکہ تاجی کا خیال تھا کہ وہ یہ سب انہی کے بھلے کے لیے کر رہی ہے اور اگر پچو چھوٹی بہنوں کے بہتر مستقبل کے لیے ذرا سی قربانی دے دیتی ہے تو اس میں بھلا حرج ہی کیا ہے۔

"جا..... ناں کس سوچ میں پڑ گئی؟ اٹھ تیار ہو جا گلی کی نکڑ تک تجھے میں خود چھوڑ آتی ہوں۔" تاجی نے سوچوں میں بھٹکتی پچو کا کندھا ہلایا تو جیسے وہ کسی خواب سے جاگ گئی اور اس لیے کہ وہ ایک بار پھر مزاحمتی رویہ اپناتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کرتی، رانی خالی ماچس کی ڈبیوں سے کرسی میز اور چارپائی بناتے بناتے اٹھ کر تاجی کے پاس آ [illegible] ہوئی اور سر کھجاتی تاجی کا ہاتھ پکڑ کر اس کی توجہ اپنی [illegible] مبذول کروائی۔

"[illegible] کیا ہے؟" چند لمحوں پہلے پچو کے ساتھ لفظوں کی [illegible] یکدم بان کی رسی کا کھردرا لہجہ پچو کو بُری طرح [illegible] تھا مگر رانی ابھی شاید لہجوں کا فرق سمجھنے کے [illegible] میں تھی اور نہ ہی ابھی اس کی اتنی عمر تھی کہ ان باتوں [illegible] محسوس کرتی۔

"اماں مجھے بھی پچو کی طرح حفیظ کے پاس بھیج ناں....." تاجی کے چھینٹے اور میل سے بھرے ناخنوں والی پانچوں انگلیاں رانی کے ہاتھ میں تھیں اور وہ اس کا ہاتھ جھلاتے ہوئے اسی طرح ضد کر رہی تھی جیسے عموماً طور پر بچے ٹافی بسکٹ لینے کے لیے کیا کرتے ہیں۔

"قسم سے پچو سے بھی زیادہ پیسے لاؤں گی اور وہ مفت مجھے ٹافی بھی دے دے گا۔ رانی اپنے جانے کے فوائد گنواتے ہوئے پچو کی حیرت سے پھیلتی آنکھوں میں اترتی موت کی دہشت بھلا کہاں دیکھ رہی تھی۔

"اور اماں تجھے پتا ہے وہ حفیظ جو ہے ناں وہ زیادہ پیسے کب دیتا ہے؟" رانی نے ساکت بیٹھی تاجی سے پوچھا اور جواب نہ ملنے پر خود ہی بولی۔

"جب میں سرخی پاؤڈر لگا کر منہ میں الائچی ڈال کر اس کی بیوی کا جوڑا پہن کر اس کے پاس جاؤں گی ناں تو

پہلے وہ اپنی دکان کا دروازہ بند کرے گا پھر میرے پیچھے کھڑا ہو کر میرے بال کھولے گا اور پھر......" ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی چیو سے کروائی گئی بولی کھولتے ہوئے وہ اپنی ہی روانی میں ہر ایک بات جوں کی توں عملی طور پر دہرا رہی تھی۔ وہی سب کچھ جو وہ دکان میں دیکھا کرتی تھی اور یہی نہیں بلکہ تاجی کو اپنی بہترین کارکردگی کا یقین دلانے کے لیے اس نے گدی کو بطور خود استعمال کرتے ہوئے خود حفیظ کا کردار نبھالیا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ حد سے بڑھتی تاجی کو جیسے ہوش آ گیا۔

"رانی...... بے غیرت...... بکواس بند کر اپنی۔" اس نے حلق سے آواز نکال کر چلاتے ہوئے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے معصوم چہرے پر جڑ دیا تھا اس اچانک افتاد پر حواس باختہ رانی یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ غلطی کہاں پر ہوئی ہے اور اسی حیرت میں وہ نہ تو روسکی اور نہ چیخی۔ بس گال پر دونوں ہاتھ رکھے اس کی انگلیوں کے نشانات کو ڈھانپے سہم کر اپنی ماں کو دیکھنے لگی جو اس کی سو فیصد کارکردگی پر خوش ہو کر اسے سراہنے کے بجائے مار رہی تھی۔

"اچھا اماں میں اسے کچھ بھی کرنے نہیں دوں گی بلکہ اسے کہوں گی کہ میری اماں بڑی ہیں ناں تم پہلے انہیں بلاؤ اور تب تک مجھے تھوڑی سی افیم چٹا دو اماں قسم سے میں چپ چاپ سو جاؤں گی اور تم جب تک تمہارا دل کرے ہو......" رانی بڑی ہی معصومیت سے الٹی سیدھی بولتے ہوئے اسے اپنے ہر طرح کے تعاون کا یقین دلا رہی تھی۔ الفاظ ٹوٹے ٹکڑے ہو کر ہچکیوں کی صورت منہ سے نکل رہے تھے مگر تاجی کا ردعمل اب کچھ عجیب سا تھا۔

"چپ ہوتی ہے کہ زہر دے دوں تجھے؟" تاجی بولی ضرور مگر نہ تو آواز میں غراہٹ تھی نہ لہجے میں کوئی گھن گرج بلکہ محسوس ہوتا تھا یہ بات اس نے خود اپنے آپ سے کی ہے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وہ یوں چاروں طرف دیکھ رہی تھی جیسے بینائی چھن گئی ہو اور وہ کوئی بھی منظر ایک بار اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کی حسرت میں گم ہو۔

رانی کی باتوں نے چیو کی آنکھوں میں ٹھہرے دریا کو بھی ٹھاٹھیں مار کر کنارے پار کرنے پر مجبور کر ڈالا اور آج تو دل کو ایسی گہری چوٹ لگی تھی کہ اس نے خود بھی لہروں کے اس منہ زور ریلے پر بند باندھنے کے بجائے کھل کر بہہ جانے کا موقع دیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

چاندنی راتوں اور تپتی دوپہروں میں کوئی فرق نہ رہا تھا۔ بچپن سے گدی کی طرح دانستہ ہر اپنا افیم کھا کر سونے والی رانی کا معدہ اب اس خوراک کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ زیادہ مقدار کو بھی قبول کر لیتا تھا۔ تبھی تو حفیظ کی دی گئی افیم سود مند ثابت نہیں ہو پائی تھی اور تجسس کے مارے اس نے بھی اسی طرح چکوں کی جھریوں کی مدد لی جس طرح چاندنی راتوں میں چیو بازو کی اوٹ کا استعمال کرتی تھی اور چونکہ تاجی اور چیو اس کے والدین تھے سو چیو کو لگتا کہ کچھ بھی قابل اعتراض نہیں وہ والدین کبھی کچھ غلط نہیں کرتے۔ بالکل اسی طرح جیسے حفیظ کا دھندا چیو کے نزدیک چیو کا تھا اور اس کے کسی عمل کو قابل گرفت نہ سمجھتے ہوئے ہی رانی نے بھی اپنی دید ہونے پر بڑی جوش و خروش کے ساتھ اپنا آپ کو پیش کیا تھا۔

جائز اور ناجائز کے درمیان موجود ایک باریک سی لائن معدوم ہو کر رہ گئی تھی۔ اسی لمحے وقت کا ناقوس اس شدت سے بجا کہ تاجی نے دہلتی ہوئی آنکھوں کو زور سے بند کرتے ہوئے دونوں ہاتھ بڑی مضبوطی سے اپنے سائیں سائیں کرتے کانوں پر رکھ دیے۔ سرد ہوتا دماغ اب ایک دم بڑی شدت سے گرم ہو رہا تھا اور پھر بیٹھے بٹھائے اس کے دماغ میں جانے کیا آئی کہ ایک دم بڑی شدت سے سینہ کوبی کرنے لگی۔ رانی اور گدی یوں تاجی کے اس اچانک اور وحشت ناک عمل سے خوفزدہ ہو کر چیو کے پاس آ بیٹھی تھیں اور بڑی حیرت سے ماں کو سینہ پیٹتے دیکھنے لگیں مگر تاجی شاید اس بات سے بے خبر تھی کہ سینے میں ضمیر کی لگائی ہوئی آگ یوں بھی کبھی بجھی ہے بھلا۔

❁......❁......❁

چھوٹی موٹی چوریاں کرنے والا جانی اب بوبی کے ساتھ باقاعدہ ڈکیتی کی وارداتوں میں شامل رہنے لگا تھا

لیکن ایسا ہرگز نہیں تھا کہ وہ آئے روز لوٹ مار کرتے ہوں ہاں البتہ جب ایک ڈکیتی سے حاصل کی گئی رقم ختم ہوتی تو دوسری کا منصوبہ بنایا جاتا۔

"یار بوبی!" جانی نے پزا ختم کرنے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کیے اور کولڈ ڈرنک شیشے کے صاف شفاف گلاس میں انڈیلتے ہوئے سامنے بیٹھے بوبی سے مخاطب ہوا جو نئی لائی گئی ڈی وی ڈی کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

"ہاں بول۔" جواب بھی مختصر ہی ملا تھا۔

"میں سوچتا ہوں جان ہتھیلی پر رکھ کر ہم یہ سارا روپیہ پیسہ جو اکٹھا کرتے ہیں تو آخر کس لیے جب کہ نہ تو ہمارا کوئی گھر ہے اور نہ ہی گھر کا سکون۔" ایک گھونٹ لے کر اس نے گلاس واپس رکھ دیا تھا بوبی نے ایک نظر اسے دیکھا اور مسکرا دیا۔

"لگتا ہے آج پھر تجھے ڈپریشن کا دورہ پڑنے والا ہے۔" اس نے بات کو ہنسی میں اڑانا چاہا مگر جانی مکمل طور پر سنجیدہ تھا۔

"اچھا چل اگر میں کچھ غلط کہہ رہا ہوں تو بتا کیا بس یہی ہے ہماری زندگی؟"

"اب یار تو بھی ناں! کبھی کبھار تو لمحہ بھر میں موڈ کا بیڑہ غرق بلکہ ستیاناس کر کے رکھ دیتا ہے۔" [illegible] خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی [illegible] ایک طرف رکھی اور اس کے چہرے پر اپنی [illegible] نظریں ٹکاتے ہوئے بولا۔

"ہوں...... تو تجھے سکون چاہیے اور یہ جو روپیہ پیسہ ہے تو اسے اکٹھا بھی نہیں کرنا چاہتا۔" جانی نے نا سمجھی سے اسے دیکھا جو کچھ سوچ رہا تھا اور ایک دم جیسے ذہن میں کوئی آئیڈیا آنے پر اس نے چٹکی بجائی۔

"تو بس پھر ٹھیک ہے آج تجھے ایک نئی دنیا کا نظارہ کرواتا ہوں اور تیرے طفیل خود بھی آج اس دنیا کو نزدیک سے دیکھتا ہوں۔" دائیں آنکھ بند کر کے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے بوبی نے کہا تو جانی اس کی معنی خیزی پر الجھ کر رہ گیا۔

"لیکن کہاں اور کون سی دنیا میں؟"

"او یار تو اٹھ تو سہی وعدہ کرتا ہوں مریخ پر نہیں لے جاؤں گا اعتبار کر میرا۔" اور پھر جانی نے مزید تکرار کرنے کے بجائے جوتے پہنے موبائل جیب میں ڈالا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

❁......❁......❁

رقص کو اعضاء کی شاعری اور اداؤں کو قاتل کیوں کہا جاتا ہے ابروؤں کی ہلکی سی جنبش پر گھروں کا سکون کیا غارت ہو جاتا ہے اور زلفوں کی گھنیری سیاہ رات بے چین مسافروں کو اپنی مدہوش پناہ اور پر کشش سحر میں کس طرح جکڑتی ہے ان تمام باتوں کا مفہوم ان پر آج یقینی طور پر آشکار ہونے جا رہا تھا۔

موٹر سائیکل پر تقریباً پون گھنٹہ کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ دونوں ایک [illegible] محلے میں داخل ہوئے تھے تنگ گلیاں اور [illegible] کے طرز تعمیر میں پرانے نقش ونگار کا [illegible] ایک عجیب طرح کی فضا تھی یوں لگتا تھا کہ گلی میں داخل ہوتے ہی وہ کسی کیمرے کی زد میں تھے اور ان گنت نگاہیں انہیں بڑے غور سے دیکھ رہی تھیں اور آخر کار اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بوبی اور جانی ایک تین منزلہ گھر کے سامنے جا رکے۔ اطلاعی گھنٹی بجانے پر اندر سے ایک ادھیڑ عمر آدمی پان چباتا ہوا آن کی آن میں باہر نکلا اور ان کے ظاہری حلیے سے انہیں کوئی امیر آسامی سمجھ کر خوشامدی لہجے میں بولا۔

"جناب والا! اندر آئیں گے کیا؟" بوبی نے یہ جتایا کہ وہ لوگ نئے نہیں ہیں ایڑی کے بل گھوم کر ارد گرد موجود گھروں پر بھی اچٹتی سی بے پروا نظر ڈالی جہاں شام کے پھیلے ہوئے ہلکے ہلکے دھندلکے میں گھروں کے بیرونی دروازوں پر جلتے بلب کی زرد روشنی دیواروں پر شوخی کے بجائے مایوسی اور دکھ بکھیر رہی تھیں۔

"کیا خیال ہے جانی! چلیں اندر؟" بوبی نے جانی سے رائے مانگی تو اس نے پینٹ کی جیبوں سے ہاتھ نکالے بغیر ہی کندھے اچکا دیئے جس طرح لوٹ کے اوپر

یہ عبارت جلی حروف میں درج ہوتی ہے کہ حامل ہذا کو مطالبے پر ادا کیا جائے گا۔ اسی طرح بوبی نے بھی چند کھڑکھڑاتے نوٹ مطالبے کے جواب میں ادا کیے اور اسی کی پیروی میں تنگ سیڑھیوں کے ذریعے پہلی منزل تک جا پہنچے جہاں گلے میں سرخ مفلر لٹکائے سر پر دائیں طرف ٹوپی کا جھکاؤ رکھتے ہوئے اسی عمر کا ایک اور شخص موجود تھا۔

"سرکار خوش آمدید! بڑی قسمتوں والے ہوگئے ہم آج کہ آپ جیسے امیر زادے ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے۔" جانی اور بوبی دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ اس بات کا اب کیا جواب دیا جاتا ہے مگر اس شخص نے ان کی الجھن کی سلجھن پیش کردی۔

"سرکار اندر جا کر تو نوٹوں کی بارش کرتے ہیں آپ جیسے تخی شہزادے! تو اگر آپ کو بڑے نوٹ کا کھلا چاہیے تو سرکار میں حاضر ہوں۔"

اس کی بات کا مقصد سمجھ کر بوبی نے پانچ ہزار کے نوٹ کا کھلا کرواتے ہوئے دس روپے کی چند گڈیاں لے کر کچھ اپنے اور جانی کے جیب میں ڈال دیں اور تنگ سیڑھیاں عبور کرتے وہ تیسری منزل پر [illegible] دروازے کے سامنے کھڑے تھے جس کے اندر ان کی منزل تھی اور اندر جا کر ان کی حیرانی کا جو عالم تھا وہ ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر تھا کہ وہ جو یہ سوچے بیٹھے تھے کہ شاید وہ ہی دونوں آج یہاں آئے ہیں اس [illegible] نما وسیع ہال کو بس دیکھتے ہی رہ گئے۔ نیم دائرے کی شکل میں دو لائنیں بنائے اور بھی کئی تماشائی ان سے پہلے وہاں بیٹھے تھے' کسی کو کسی سے شرمندگی ہورہی تھی اور نہ ہی کوئی خود کو چھپانے کی کوشش میں تھا بلکہ ان کے اطمینان کا یہ عالم تھا گویا وہ اس وقت کسی ہوٹل کے پُرسکون گوشے میں موجود ہیں۔ جانی اور بوبی نے ایک دوجے کو دیکھا اور اپنی گھبراہٹ پر مکمل قابو پاتے ہوئے باقی تمام لوگوں کی طرح اس قاتل حسینہ کے انتظار میں بیٹھ گئے جو چند ہی لمحوں بعد ان پر بجلیاں گرانے کو تیار تھی سو اس منفرد اور انوکھے تجربے سے محظوظ ہوتے ہوئے ابھی انہوں نے گرد و پیش کا جائزہ لینا شروع کیا ہی تھا کہ ایک لوچ دار آواز پر چونک گئے۔

میک اپ سے لیس ایک ادھیڑ عمر عورت جارجٹ کی ڈارک بلو ساڑھی کا پلو دانستہ اپنے نیم عریاں سڈول بازو کو ڈھانپنے کے بجائے بڑی ادا سے کندھے پر سے گراتی ہوئی ہال میں داخل ہوئی' سبھی نظریں اس کی طرف تھیں تو یہ اطمینان ہونے کے بعد سب اسے دیکھ چکے ہیں پلو بڑے محتاط انداز میں دوبارہ کندھے پر اس انداز سے لٹکایا کہ چند ہی لمحوں بعد اس کا پھر سے گر جانا شرطیہ تھا۔ اس پر سفید سلیولیس شارٹ بلاؤز پر ساڑھی کا ہم رنگ دھاگے کا نفیس سا کام جسمانی خطوط کو واضح کرتے ہوئے واقعی بلا کا غضب ڈھا رہا تھا۔

"جی تو حضور! آپ سب کیا لینے گا؟ مغنیہ اور سازندوں کو بُلایا جائے یا پھر ریڈی میڈ فوڈ سے ہی کام چلایا جائے۔" ہونٹوں سے زیادہ آنکھوں سے باتیں کرتے ہوئے اس نے سامنے رکھے ڈیک اور اس کے دونوں طرف بیٹھے خوب صورت سے ریک میں رکھی لاتعداد سی ڈیز کو ریڈی میڈ فوڈ کہہ کر متعارف کروانا چاہا تو اکثریت نے سی ڈیز کے استعمال کو ہی ترجیح دی۔

"جو آپ کا حکم۔" بڑی ادا سے پیشانی تک ہاتھ لے جا کر پلکوں کو جھکاتی ہوئے اس نے تعمیل ہوجانے کا عندیہ دیا اور دعوتِ نظارہ دیتی بڑے ردھم سے چلتی ہوئی منظر سے غائب ہوگئی۔

دائیں طرف موجود سنگِ مرمر کے تخت پر ستار' طبلہ اور ہارمونیم وغیرہ احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہوئے یہاں کی دوپہروں کی طرح خاموش اور سنسان معلوم ہوئے۔ اس خاتون کے چلے جانے کے بعد بوبی اور جانی نے معنی خیزی سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر وہاں اسی ماحول میں گم ہوگئے۔

اسی دوران سفید چوڑی دار پاجامے چھوٹی سی قمیص اور سر پر کپڑے کی ٹوپی جمائے ایک سترہ اٹھارہ سالہ لڑکا ہاتھ میں اسٹیل کا بڑا سا تھال لیے اندر داخل ہوا اور سب کو فرداً فرداً آداب کرنے کے بعد تھال ان کے سامنے پیش کرتا

گیا جس میں حاضرین کی تعداد سو سے زائد مقدار میں بیٹھے پان بڑی خوب صورتی سے سجائے جانے کے ساتھ ایک جانب سونف، گل قند، زعفران اور چند دوسری اشیاء چھوٹی چھوٹی ڈھیریوں کی صورت میں موجود تھیں تاکہ اپنی اپنی پسند اور ذائقے کے حساب سے پان میں شامل کرلی جائیں۔ تواضع کرنے کے بعد اس نے تھال ہارمونیم کے قریب رکھتے ہوئے سفید جالی دار پوش سے ڈھانپا اور خود جس طرف سے آیا تھا وہیں لوٹ گیا جب ہی میرون اور ہلکے سرمئی رنگ کے امتزاج والے سلک کے بھاری پردوں سے گھنگھروؤں کی ہلکی ہلکی گنگناہٹ کے ساتھ موسیقی کے ردھم کی طرح لچک دار انداز میں قدم اٹھاتی ایک خوب صورت دوشیزہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ سب کے سامنے جلوہ گر ہوئی۔

وہ خاتون بھی اس کے ساتھ ہی ستائشی نظروں سے ماحول کو دیکھتیں تو کبھی اپنی پروڈکٹ کو اور پھر وہ ان کے بیچ قطعی طور پر حائل ہونا نہیں چاہتی تھیں جب ہی سنگ مرمر کے تخت کی جانب بڑھ گئیں اور اپنی مخصوص جگہ سنبھالی۔

وہ ساحرہ جس کی اداؤں سے فیض یاب ہونے کے لیے وہاں بیٹھے تمام تر لوگ اپنی نیندیں بیچ کیے [illegible] کے دربار حسن میں انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزار [illegible] ویلوٹ گرین گھاگھرے اور سرخ مختصری [illegible] چھب دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

سی ڈی آن کی گئی تو نازک کمر کو سائے کی طرح ڈھکنے والے ریشمی بال رقص کے دوران یوں لہروں کی طرح بکھرتے کہ دیکھنے والے دم بخود رہ جاتے۔ ذو معنی گیت اور پھر اس کے مخصوص مصرعوں پر وہ تماشائیوں کے بے حد نزدیک آکر حنائی ہاتھوں اور کاجل لگی آنکھوں سے انہیں جو پیغام دیا کرتی اس پر ان کا آپے سے باہر ہوتا ایک فطری عمل تھا اور یہی ردعمل تو ان کی پرفارمنس کے کامیاب ہونے کی دلیل اور دام بڑھنے کی ضمانت تصور کیا جاتا تھا۔

بوبی اور جانی بھی دم بخود بغیر پلکیں جھپکائے اسے دیکھے جارہے تھے اور شاید اسی طرح سانس روکے دیکھتے ہی رہتے کہ اس حسینہ نے آنٹی کی طرف سے اشارہ ملنے پر گھاگرا گھماتے ہوئے لمحہ بھر ان کے سامنے قیام کیا اور بوبی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے کندھے سے کندھا مار کر ٹھوکا دیتے ہوئے شاید جگایا تھا۔ بوبی سر کھجاتے ہوئے خجل ہوکر مسکرایا تو رہی سہی کسر اس حسینہ کے آنکھ مارنے پر پوری ہوگئی۔

اور بس پھر تو جیسے اس کی یادداشت واپس آگئی، گلی کی نکڑ پر موجود کھوکھے سے خریدے گئے پھولوں کی پتیاں سفید مومی لفافے میں دونوں کے درمیان رکھی تھیں سو بوبی نے بھی اٹھ کر وہ پتیاں اس حسینہ پر نچھاور کردیں۔ کچھ آدمی گھٹنوں کے بل [illegible] کے پیچھے پیچھے نوٹ نچھاور کیے جارہے تھے [illegible] خوش ہوکر گڑیا اب ان تین چار آدمیوں [illegible] کے دائرے میں انہی کے بتائے گئے انداز میں [illegible] انہیں مزید خوش کرتے ہوئے نوٹوں [illegible] رفتار میں تیزی پر اکسا رہی تھی۔ [illegible] ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی [illegible] اب تک نوٹوں کی برسات جاری رکھے ہوئے تھے۔ بوبی نے بھی جیب سے تازہ نوٹ نکالے اور اس برسات میں اپنا حصہ ڈالنے لگا۔

ایک کے بعد ایک گانا نان اسٹاپ بج رہا تھا، مگر گڑیا کے جسم میں بھری بجلی اسے لمحہ بھر کو تھکاوٹ کا شکار ہونے نہیں دے رہی تھی یا شاید اس کا عزم تھا کہ جب تک سامنے موجود لوگوں کی جیبوں میں ایک نوٹ بھی باقی بچے گا وہ تھک کر نہیں بیٹھے گی اور یہی وجہ تھی کہ اس کی توجہ کا مرکز اب وہی لوگ تھے جن کے پاس مال باقی تھا لیکن یقیناً وہ بھی گھاگ تھے جبھی کچھ رقم بچائے اسے آخر شب تک محو رقص دیکھ کر اپنی آنکھوں کی تسکین چاہتے تھے۔ کسی بھی قسم کے دنگے فساد کے ڈر سے مزید کسی بھی چیز کے پینے پلانے کا انتظام نہیں کیا گیا تھا یوں بھی گڑیا کے ہوتے ہوئے ان میں سے کسی کو بھی ہوش ہی کہاں تھا کہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچا بھی جاتا۔

ہوس کی حدت میں لتھڑے لمس نفسیاتی خواہشات
کی پکار پر جا بجا رکتی آنکھیں، کھلم کھلا ہوتی اخلاقی
چوریاں اور ہیجان انگیزان کہی خاموش پیاسے ہونٹوں کی
پکاریں رات بھر بھرپور اظہار کرتی رہی تھیں۔ ایک عجیب
سی بھوک تھی جو ان تمام تماش بینوں کی نظروں میں تھی اور
شاید ساری دنیا کو یہ بھوک ہی تو متحرک کیے ہوئے ہے
کہیں روٹی کی بھوک ہے تو کہیں اقتدار کی، پیسے کی، جاہ و
نسب کی ایک دوسرے سے برتری حاصل کرنے کی پیار
کی دولت اور عورت کی......

ساری دنیا اپنی اپنی بھوک کے پیچھے دیوانہ وار ہر چیز تج
کیے بس بھاگتی ہی جارہی تھی بغیر کسی اکتاہٹ اور
بیزاریت کے۔

مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ پھر بھی یہ بھوک ہے کہ ختم
ہی نہیں ہوتی رفتار مدھم ہونے ہی نہیں دیتی کہ قدم رک کے جانے
کا سوچا بھی جائے اور پھر آخر کار اشرف المخلوقات جیسا اعلیٰ
رتبہ پانے والے انسان اس بھوک کے پیچھے بھاگ کر شل
ہوتے جسم کے ساتھ کہیں جوگا نہیں رہتا۔

حاصل کی گئی پرچی کی ادا کردہ رقم کے مطابق رقص کا
وقت اب طلوع سحر کے آس پاس ختم ہی ہوا چاہتا تھا۔
گڑیا نے بڑے موہنے انداز میں آداب کرنے کے بعد
اداؤں ہی کے ذریعے تمام حاضرین کو دوبارہ بھی آنے کی
دعوت دے ڈالی اور ایک بار پھر ریشمی پردوں کے پیچھے جا
چھپی جہاں سے وہ ظاہر ہوئی تھی۔ آنٹی جو اس سے کچھ دیر
پہلے منظر سے غائب ہوگئی تھیں اب دوبارہ ان سب کے
سامنے تو تھیں مگر اس مرتبہ وہ اکیلی نہ تھیں بلکہ گل لالہ کے
پھول کی طرح سرخ چہرہ اور مہا تما بدھ کی سی کنپٹیوں تک
جاتی خوابیدہ آنکھوں والی نرگس کے ڈنٹھل میں اولین
پھول کی طرح شگفتہ ایک اور کم عمر دوشیزہ بھی ان کے ساتھ
تھی جسے دیکھ کر ادیب لوگوں کو یقیناً گاستھ لڑکیوں کی یاد
ستاتی وہی جسم اور ہو بہو ویسا ہی قد کاٹھ......

اسے دیکھتے ہی سب کو لگا جیسے دسمبر کی شام میں آتش
دان کے سامنے بیٹھے بیٹھے اچانک کسی نے اٹھ کر کھڑکی
کھول دی ہو اور تازہ یخ بستہ ہوا کا نرم سا جھونکا آن کی آن
میں گدگداتا جارہا ہو۔ خود جانی کے دل میں ان ادھ کھلی
آنکھوں کو بہت قریب سے دیکھنے کی خواہش جاگی تھی۔
یوں بھی کوئی لڑکی کبھی بھی مکمل خوب صورت نہیں ہوتی
لیکن وہاں وہ ایک لمحہ جب وہ مرد کے دل کو چھو جائے تو پھر
اس کی زبان بیان ظاہر باطن کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ وہی
ایک لمحہ تمام زندگی پر محیط لگنے لگتا ہے اور جانی بھی اسی ایک
لمحے کی قید میں گرفتار ہوگیا تھا۔

وہ لڑکی جسے آنٹی چندا کے نام سے متعارف کروا رہی
تھیں شاید اپنے تاثرات میں خود ہی الجھی ہوئی تھی کیا۔ اداس
ہوتے ہوئے ذرا ذرا مسکرانے والی اپنے نام کا عکس لگتی تھی
خاموش لبوں پر جیسے ہی مسکراہٹ تیرتی اسی طرح محسوس
ہوتا گویا بادلوں میں سے چاند جھانکنے لگا ہو۔ چند منٹوں
بعد ہی آنٹی نے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے
جانے کے بعد بھی استفہامیہ نظروں سے آنٹی کی جانب
اس دوشیزہ کے بارے میں جاننے کے لیے لپکتے جو صنف
مخالف تو آکٹوپس کی طرح بڑی مضبوطی سے اپنی گرفت
میں لے چکی تھی۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ ہال سے کیا رخصت
ہوئی جانی کو اپنے دل کی دھڑکن مدھم ہوتی محسوس ہوئی اور
اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کرتا بوبی بھی چونکے بغیر
اس لیے نہ رہ سکا کہ پہلے گڑیا جو سب کے نظروں بیچ
دستیاب تھی جانی نے ایک بار بھی اوروں کی طرح اس کی
طرف لپکنے کی کوئی حرکت نہیں کی تھی اور اب چندا کے لیے
اتنی بے تابی کہ اس کے جانے پر ایسا لگ رہا تھا جیسے خود
جانی کی کوئی قیمتی چیز بجھوم جگہ پر گم ہوگئی ہو۔

رقص کے دوران حفاظتی تدبیر کے طور پر رہنے والا لڑکا
بھی آہستگی سے ہال سے نکل چکا تھا البتہ آنٹی ابھی تک
سب کو الوداع کہنے کے لیے موجود تھیں۔ جن کی ساڑھی کا
پلو اب کچھ زیادہ ہی ریشمی ہو چلا تھا۔

"واہ آنٹی! آج تو تم نے حیران کردیا آخر میں
پہلے تو کبھی چندا کو نہیں دیکھا۔" کلف کے کڑ کڑاتے

بادامی رنگ کے شلوار سوٹ پہنے اس شخص نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔ "کہاں کہاں سے نکال لاتی ہو ایسے ہیرے کہ خبر ہی نہیں ہوتی اور ہیرا سامنے آ کر بس دل کے آر پار ہو جاتا ہے۔"

"ابھی ڈیڑھ ہفتہ پہلے ہی تو منہ دکھائی کی تھی اس کی اور تم تب سے آئے ہی نہیں دیکھتے کیسے۔" آنٹی نے ایک نظر پان والے لڑکے کی طرف دیکھا جو تمام گاؤ تکیے سمیٹ کر اب کارپٹ پر سے بکھری اور مسلی ہوئی پتیاں صاف کررہا تھا۔ نوٹ البتہ پہلے ہی احتیاط سے چن لیے گئے تھے۔

باقی تمام لوگ جو پہلے سے اس بھاؤ تاؤ کی دوڑ میں آؤٹ ہوچکے تھے آہستہ روی سے نہ چاہتے ہوئے بھی رخصت ہونے پر مجبور تھے۔

"چلو تب نہیں آیا تو کیا ہوا اب تو آگیا ہوں ناں اور اگر اب اسے دیکھنا چاہوں تو؟" آنٹی کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آئی اور عطری دبیز چادر تلے چھپ گئی۔

"منہ دکھائی تو بے شک تم ڈیڑھ ہفتے سے کر رہی ہو گی لیکن یاد رکھنا پہلا حق میرا ہے۔" آنٹی نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔ "تب سے تمہارے پاس آتا ہوں جب یہ دو پونیاں کرکے گھومتی تھی اب اگر میرے [illegible] تم نے [illegible] اور [illegible] ایڈوانس پکڑا تو زیادتی ہوگی۔" مکمل [illegible] سا انداز اپناتے ہوئے اس نے حق جتایا اور [illegible] کی مدد سے اوپری مسوڑھوں سے سونف ہٹا کر ذرا سا آنٹی کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔

"چلو اب بتاؤ بھی ناں اس پھول کے کتنے لوگی؟"

"دے نہیں پاؤ گے میاں! اس لیے نہ ہی پوچھو۔" اس کے تیور واضح طور پر بدلتے نظر آئے تھے۔ "اور پھر ابھی تو ریٹ لگ رہا ہے دیکھو کہاں جا کے رکتا ہے ویسے بھی ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے میں کوئی بچوں کے تل تھوڑی بیٹھی ہوں کہ بس جلد از جلد اسے مارکیٹ میں لے آؤں۔" کندھے اچکاتے ہوئے ٹالنے کے انداز میں کہا گیا اور جانی جو کھلے دروازے کے عین بیچ میں بیٹھے جاگرز پر جھکا جان بوجھ کر تسمے الجھائے ہوئے تھا اس کا دل اس زور سے دھڑکا جیسے پسلیاں توڑ کر ابھی باہر آئے گا۔ خود بولی بھی ان دونوں کی باتیں سننے کے دوران جانی کے تاثرات پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا جونہی بات ختم ہوئی اس نے جانی کو ٹھوکا دیا اور وہ تسمے جو اتنی دیر سے الجھے ہوئے تھے ایک دم سے بندھ بھی گئے اور وہ لوگ سیڑھیاں اترنے لگے۔

❀....❀....❀

احساس جرم ارتکاب جرم سے زیادہ بلکہ کہیں زیادہ خلش کا باعث بنتا ہے کیونکہ ارتکاب جرم تو وقت کی چند گھڑیوں کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے اس کے برعکس احساس جرم دل میں زندہ ہو جائے تو پھر مرتا نہیں بلکہ مرتکب کی زندگی کو بھی [illegible] طرح چاٹ جاتا ہے۔ جرائم کی عملی سزائیں بھی اسی احساس کو ہی جگانے کا ایک ذریعہ ثابت ہوتی ہیں کیونکہ [illegible] زندہ ہو تو روح بھی زندہ ہوتی ہے ورنہ [illegible]۔

جب سے [illegible] جی پر اس ایک پل کے طفیل آگہی کا در وا [illegible] ورت میں اپنے فعل قبیح کا احساس ہوا تھا ایک آگ سی اس کے جسم و جاں میں بھونچال اٹھائے رکھتی تھی۔ ضمیر کی عدالت نے مجرم چھو یا رانی کو نہیں بلکہ خود اس کی ذات کو ٹھہراتے ہوئے جو زوردار طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا تھا وہ اسے حقیقتاً حواس باختہ کر گیا تھا آگ کی حدت اتنی تھی کہ لگتا اس کی پلکیں تک جل گئی ہوں۔

کمر پر برسائے جانے والے کوڑوں کی شدت اتنی تیز تھی کہ کمر کے بل لیٹ نہ پاتی' دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھتی تو بلبلا اٹھتی۔ سنگساری چاروں طرف سے اس رفتار سے تھی کہ وہ کہیں بھاگ ہی نہ پاتی' اپنا کوئی بھی عضو بچا ہی نہ پاتی نتیجتاً سارا جسم لہولہان حالت میں تڑپتا رہتا۔

گڈی تو ابھی نا سمجھ تھی اور رانی کم سن مگر خود چھو کے لیے یہ تمام صورت حال بے حد حیران کن تھی کہ آخر سب کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ نانی بھی تو کمر پر ہاتھ رکھے چلانے لگتی تو بھی دیوانہ وار چھپ چھپ کر ستر ڈھانپنے کی کوشش کرتی'

لیٹتی تو بان کی چارپائی میں اسے رسیوں کی جگہ جابجا سانپ لٹکتے محسوس ہوتے۔ زمین پر بیٹھتی تو لگتا کہ کوئی اسے دونوں ہاتھوں سے زمین کے اندر دھنسا دینا چاہتا ہے‘ سو بیٹھے بیٹھے فضا میں ہاتھ بلند کرکے چیخنے چلانے لگتی۔

”بچالو مجھے‘ کھینچ لو اوپر کھینچ لو۔ زمین نیچے دھنس رہی ہے‘ کوئی مجھے زمین کے اندر کھینچ رہا ہے‘ خدا کے واسطے مجھے بچالو...... دھنس گئی تو...... تو میرا سانس گھٹ جائے گا۔ ایسے میں پچو بے چارگی کے عالم میں انگلیاں مسلتی بس اسے دیکھے جاتی جو بیٹھے بیٹھے فضا میں معلق ہوجانے کی خواہش میں خود کو زمین سے دور کرنا چاہ رہی تھی۔

”یہ دیکھ...... دیکھ کتنی زور سے پکڑا ہوا ہے مجھے‘ میری ہڈیاں تک ٹوٹنے کی آواز آ رہی ہے۔ نہیں نہیں ایسا نہ کرو‘ میں یہیں ٹھیک ہوں‘ زمین سے کہو کہ مجھے چھوڑ دے‘ مجھے نہ جھنجوڑے۔“ پچو اسے سمجھاتی‘ سنبھالتی مگر وہ اس کی سنتی ہی کب تھی‘ ایسی دلدوز آواز میں التجائیں اور فریاد کرتی کہ اردگرد والوں کا دل بھی خوف سے کانپ جاتا۔ رانی اور گڈی کبھی کونوں میں دبکتیں تو کبھی پچو سے آ چپکتیں اور جب پچو کے گالوں پر رواں آنسو ان دونوں کے بازو بھگونے لگتے وہ جیسی بھی تھی آخر ان کی ماں تھی جس کے بغیر اب بھری دنیا میں ان کا کوئی نہ تھا اور پھر وہ دنیا والوں کے سامنے کمزور رہی مگر ڈھال تو تھی‘ جانے کیا دیکھ دیکھ کر وہ سہم سہم جاتی دریچوں میں جھکتے ہوئے کسی سائل کی طرح دل کا دروازہ زور سے پیٹنے لگتی اور پچو رو رو کر کوئی معجزہ ہوجانے کی دعا مانگا کرتی۔ وقت کا چابک بلا شبہ ان پر بڑی زور سے برسا تھا۔

قرب و جوار میں رہائش پذیر بستی کے زیادہ تر لوگوں کی رائے یہی تھی کہ ناجی پر کسی جن کا سایہ ہوگیا ہے‘ ان کی رائے کی وجہ یقیناً ان کی لاعلمی ہی تھی کیونکہ پچو اچھی طرح جانتی تھی کہ رانی کے نادانستہ فعل نے ایک ہی پل میں آگہی کا در وا کرتے ہوئے اس کی تیسری آنکھ کھول دی تھی اور وہ وہ سب کچھ ہوتا ہوا محسوس کر رہی تھی جس کی شاید مستقبل قریب میں ہونے کی وعید کی گئی ہے۔

کئی دن اسی حالت میں گزر گئے تھے‘ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا‘ بس ایک دو بار تو ترس کھا کر کسی نے روٹی دی مگر کب تک؟ وہ سب بھی ان ہی کی طرح روز کمانے اور کھانے والے لوگ تھے۔ شہر کے مخدوش حالات کے باعث بمشکل اتنا ہی مل پاتا کہ بیوی بچوں کو روکھی سوکھی کھلا پاتے کجا کہ کسی اور کی مدد کرنا اور پھر یہی سب نہیں بلکہ پچو کے لاکھ سمجھانے اور کوشش کرنے کے باوجود ناجی غسل خانے میں قدم نہ دھرتی۔ اسے لگتا جیسے اندر داخل ہوتے ہی چاروں اطراف سے دیواریں اور اوپر نیچے سے چھت اور زمین آہستہ آہستہ سکڑتے ہوئے اسے اپنے شکنجے میں لینے لگے ہیں‘ یوں بھی وہ اپنے حواسوں میں تھی ہی کب کہ حوائج ضروری کا خیال رکھ پاتی۔

اس دن بھی پچو نے بمشکل ناجی کی غلاظت سے بھرے کپڑے بدلوا کر انہیں غسل خانے میں پھینکا اور دوسرا جوڑا جو اس نے ابھی صبح ہی دھو کر ڈالا تھا اسے گیلا ہی پہنا کر چارپائی پر بٹھایا کہ دو ہی جوڑے تھے اور مجبوراً یہی پہننا تھے۔ رانی اور گڈی کو ناجی سے خوف آتا تھا اور وہ حتی المقدور کوشش کرتیں کہ اسے نہ دیکھیں اس وقت بھی دونوں کمرے کے ایک کونے میں تصوراتی کھلونوں سے کھیل رہی تھیں۔ پچو نے دروازے کی جگہ استعمال کیے جانا والا لان کا دوپٹہ ہٹایا اور ناجی کی طرف پشت کیے اس کے بدبو دار کپڑے دھونے لگی‘ ایسے میں ناجی چارپائی سے اتری اور اکڑوں بیٹھ کر زمین پر یوں ہاتھ پھیرنے لگی گویا اپنی کوئی گمشدہ چیز ڈھونڈ رہی ہو اور یونہی ڈھونڈتے ہوئے وہ کب دہلیز پار گئی پچو کو پتا ہی نہیں چلا۔ اپنے آپ سے باتیں کرتی ناجی دیوانوں کی طرح دائیں بائیں دیکھتی اور کبھی خاموش کھڑی ہو کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کھڑی ہوجاتی اور پھر جانے کیا ہوتا کہ اس کا دل بھر آتا اور وہ رونے لگتی‘ کبھی سسکیوں سے تو کبھی ہچکیوں سے اور اسی طرح سسکیوں سے رونے کے دوران وہ گلی گلی گھوم کر برتن قلعی کرنے والے انجمن کو دیکھ کر رک گئی۔

وہ دیگچیوں اور دوسرے برتنوں پر گیلی مٹی لگانے کے بعد دھونکنی فٹ کرکے اپنے چمڑے کو باندھتا انہیں ذرا سا

دھوکر کیلوں پر سکھانے کے بعد کالی سیاہ دھونکنی سے ہوا دے کر قلعی کی ایک خراش دیتا اور نوگرز کو نوشادر کے ساتھ لگا کر اس کا یوں مانجھا دیتا کہ دیگچی ہو یا کوئی اور برتن ان کی سب کی کالک شرطیہ دور ہو جاتی۔

"رانجھن او رانجھن! دیکھ یہ میرے بندھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ میری بھی کالک ہٹا دے ناں۔ اس نوگرز سے میری بھی سیاہی ہٹا دے قلعی کر دے ناں مجھے میں بول... کرے گا ناں۔" دونوں ہاتھ جوڑے وہ رانجھن کے سامنے التجا کرتی گڑگڑاتی اور پھر رو دی۔ رانجھن نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

"ہاں کروں گا کسی دن۔" تاسف سے گردن ہلاتا ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھ کر وہ آگے بڑھ گیا تو ناجی کی التجا میں رانجھن کی عدم توجہ پر شدت اختیار کر گئیں۔

"یہ دیکھ رانجھن! میرا دل کیسا کالا اور بدبودار ہے اور... اور مجھے نہیں پتا کہ کیا لیکن تو میرا یقین کر اس میں کچھ رینگتا محسوس ہوتا ہے مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس کی سرسراہٹ نہیں ہے بلکہ کوئی کند چھری سے میرا سینہ کاٹ کر دل نکال لینا چاہتا ہے یہ دیکھ...." مخبوط الحواس سی ناجی کھردرے ہاتھوں سے قمیص پھاڑ کر اسے یہ سب عملی طور پر دکھانا چاہتی تھی کہ رانجھن اس کا اگلا فعل سمجھ کر وہاں سے یوں غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ وہ اب تک گریبان کے بٹنوں میں الجھی ہوئی تھی کہ پاک کچھ خیال آتے ہی چور نظروں سے دائیں بائیں دیکھا اور سسکتے ہوئے گھٹنوں میں سر دے لیا۔

دل میں احساس جرم کا تیز لانبو بھک بھک جل اٹھا تھا اور پھر وہ اٹھی اور اس پگلی بدرنگ بلی کی طرح جو بے چاری نالیوں اور گلیوں میں جان بچائے پھرتی دکھائی دیتی ہے ایک گلی سے دوسری گلی کا راستہ ناپنے لگی۔ آنکھوں سے آنسو بے ساختہ یوں بہہ رہے تھے کہ اس کے حلق میں کسیلے گھاس کی دھونی ہونے کا گمان ہوتا۔ اُدھر چیو ابھی دھلے ہوئے کپڑے نچوڑ کر غسل خانے سے باہر نکلتے ہی والی تھی کہ رانی نے اسے ناجی کے گھر پہ نہ ہونے کی اطلاع دی۔

"نہیں ہے تو کہاں گئی؟ میں نے کہا تھا ناں تجھے دھیان رکھنے کا پھر کہاں گئی؟" چیو نے جھنجلاہٹ میں رانی کو اس کے کمزور کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑا تھا لیکن ظاہر ہے اس کے پاس چیو کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا سو ٹکر ٹکر منہ نیچے کیے زمین کو دیکھتی رہی۔

"اوہ میرے خدا اب میں کہاں ڈھونڈوں؟" پریشانی کے عالم میں وہ فوراً گھر سے نکل کھڑی ہوئی تھی رانی اور گنڈی بھی ایک دوسرے کی انگلی کو مضبوطی سے تھامے حیران پریشان اس کی طرف تکی تھیں بوکھلاہٹ پریشانی بے چارگی تینوں اسی کے چہرے سے ہویدا تھی۔

کوئی مخصوص جگہ تو تھی نہیں جہاں وہ اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرتے [illegible] ادھر یونہی ممکنات کے سہارے ڈھونڈتے ہوئے اچانک ہی اس کی ترستی سماعتوں سے ناجی کی [illegible] کانپتی آواز یوں ٹکرائی کہ دل کی [illegible]

"[illegible] ایک بار مجھے اللہ سے معافی لے دو بس ایک بار میرے گناہ دھو دو یہ دیکھو.... یہ دیکھو میرا ماتھا سیاہ اور ہونٹ کیسے نیلے ہو رہے ہیں یا شاید میرا پورا چہرہ نیلا ہو گیا ہے ناں اور سنو یہ جو بدبو اور تعفن میرے اندر سے اٹھ رہا ہے ناں یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اس او پر والے رب سے... بس ایک دفعہ" ناجی مسجد کے صحن کے بیچوں بیچ نمازیوں [illegible] معافی دلوانے پر مصر [illegible]۔

"او مائی! چل باہر نکل گندے کپڑے گندے پاؤں گندا جسم.... لاحول ولا.... کچھ تو مسجد کے تقدس کا لحاظ کیا ہوتا۔ جا پہلے جا کر صاف ستھری ہو جا معافی تو بعد کی بات ہے۔" امام صاحب نے مسجد کی طہارت اور پاکیزگی کا خیال کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر نکل جانے کا اشارہ کیا۔

"اگر وہ بس صاف لوگوں کی ہی سنتا ہے تو ہم گندے لوگ کہاں جائیں؟ وہ پاک ہے تو کیا صرف تم جیسے پاک

لوگوں کا ہی رب ہے؟ میرے جیسے پلید کس کے پاس جائیں' ہمارا رب کون ہے پھر؟" وہ بچوں کی سی معصومیت سے سوال پر سوال کیے جارہی تھی اور اردگرد لوگ یوں کھڑے ہونے لگے تھے جیسے عموماً بچے بندر کا تماشہ دیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔

"اور پلید بھی مجھ جیسی' جس نے اپنے ہی جسم کے پاک ٹکڑوں کو پلید کر بیچا تو اب کیا وہ مجھے معاف نہیں کرے گا اور اس کی معافی کے بغیر میں کیسے صاف ہوسکتی ہوں؟"

یہ بات ہم میں سے کوئی بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ اکثر انسان کی زندگی غلطیوں' خطاؤں اور گناہوں کا پلندہ ہے اور اگر کبھی یہ غلطیاں' یہ خطائیں اور یہ تمام گناہ کسی مجسم ٹھوس مشکل میں ہماری اپنی نظروں کے سامنے آجائیں تو احساس ہوگا کہ ہم تن تنہا دشمنوں کے ہجوم میں گھر گئے ہیں لیکن اس حقیقت کے باوجود ہم صرف اپنی ہی ذات کو برتر سمجھنے پر تلے رہتے ہیں سو اب بھی مسلسل گریہ زاری سے تاجی کی آواز بھیگتی جارہی تھی لیکن سب ہی لوگ محض معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے وہاں موجود تھے نماز ختم کرکے جوتیاں پہننے والے نمازی بھی رک کر اسے دیکھنے لگے جو اپنے بڑھے ہوئے گندے ناخنوں سے اپنا ہی جسم چھیل دینے پر تلی تھی۔

"میں تو ہرگز ہرگز بھی ... تو یہ ... یہ بدبو جاتی ہی نہیں۔ مجھے چین نہیں ... تم معاف ہو تاں' مولوی جی تم ہی معافی دلوا دو ورنہ...... ورنہ میں تو جل جاؤں گی۔" آسمان کی طرف اشارہ کرکے آنکھیں پھاڑتے ہوئے وہ خوف میں لپٹی ہوئی بولی۔

"وہ...... وہ دے گا ناں معافی؟ اگر میں......" جملہ ادھورا چھوڑ کر تاجی آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے وحشت سے آنکھیں پھیلا کر دیوانہ وار بھاگتے ہوئے مسجد کے ستونوں کے اردگرد چھپنے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ چیخ کر سب کو اس آگ کی بابت بتانے لگی جو اسے آہستہ آہستہ آسمان سے زمین کی طرف بڑھتی محسوس ہورہی تھی۔

"اچھا اچھا دلا دوں گا معافی' جا نکل ابھی یہاں سے۔" مولوی صاحب نے مسجد کے کھلے دروازے سے باہر گزرتے لوگوں کو اندر آتا دیکھا تو معاملہ ختم کرنا چاہا۔

"نہیں...... تب تک تو میں اس بدبو سے مرجاؤں گی یہ...... یہ سرخ دہکتی آگ مجھے جلادے گی' مجھے ابھی معافی دلا کر دو۔" مولوی صاحب نے اسے آس دلائی جو تاجی کے لیے ہرگز قابل قبول نہ تھی اس کے خیال میں آس میں رکھ کر مارنے سے بہتر پیاس میں رکھ کر مارنا تھا۔

لفظوں کی تکرار جاری تھی پینو نے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں مسلیں اور اس کی طرف بڑھی یوں بھی ہم میں کچھ لوگ پانچ وقت نماز ادا کرکے دوسروں کو روکنے ٹوکنے ان پر تنقید اور خود کو اعلیٰ وارفع سمجھنے میں خود کو حق بجانب سمجھنے لگتے ہیں ایسے میں ایک باریش بزرگ جو کافی دیر سے بے ترحمی سے نجانے حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے تنک کر بول ہی پڑے۔

"...نجانے کون کون سے گناہ لا دے خانہ خدا کو ناپاک کررہی ہے یہ عورت' نکلوا سے باہر اور مسجد کو صحن بمعہ سمیت دھوؤ۔"

خود نجانے کتنے گناہ کیے ہوں گے لیکن تاجی کا یوں اعتراف کرنا اس کے لیے ان کے دل میں نفرت جگا رہا تھا جبھی تو اپنے گناہوں خطاؤں اور غلطیوں کو حتی الامکان خلق خدا سے مخفی رکھنے اور صرف اللہ ہی کے سامنے ظاہر کرنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی ظاہر کیا جائے تو اس کے سامنے جو معاف کردینے پر قادر ہو جو ہمارا رونا دیکھ کر ہمیں اپنی رحمت کی نرم گرم آغوش میں سمیٹ کر رحمت کی تھپکی سے ہمیں ایسا پرسکون کرے کہ لب خود بخود مسکرانے لگیں لیکن جو منہ سے ادا کیے گئے الفاظ کے ساتھ تلوار اٹھالیں ان کے سامنے ممکنہ تضحیک سے حتی المقدور بچنا ہی بہتر ہے۔

یوں بھی تو ہر کسی بھی فعل پر ہوا نے نقطہ عروج پر پہنچ کر آنسوؤں میں ڈھل جاتی ہے اور یقینی طور پر ہی آنسو قبولیت کی دلیل بھی ہوتے ہیں کہ رب العزت کی رحمت کو یہ بات گوارا ہی نہیں کہ کوئی اس سے معافی طلب کرے اور وہ

سمیع وبصیر ہوتے ہوئے بھی توجہ نہ کرے۔ رحمٰن ورحیم ہونے کے باوجود اس کی رحمت خداوندی جوش میں نہ آئے کہ اس ذاتِ اقدس کے ننانوے نام رحیم وکریم ہی کی صفت کو بیان کرتے ہیں جبکہ صرف ایک نام اس کے قہر اور غضب کو ظاہر کرتے ہوئے "قہار" کہا گیا ہے اور اسی حساب سے اس کی بخشش وکرم ہم گناہ گاروں کے لیے ننانوے فیصد اور پکڑ محض ایک فیصد ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اس ایک فیصد کی کروڑوں جھلک بھی ہمارے لیے قابل برداشت نہیں ہے اور اسی ایک فیصد کی پرچھائیں...... محض پرچھائیں ناجی کے ذہن کے پردے پر اپنا عکس دکھا رہی تھی۔

"اماں......" چھو نے رانی اور گندی کو باہر ہی کھڑا رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود دو قدم آگے بڑھ کر آواز دی تو ارد گرد کھڑے سبھی لوگوں کی گردن میں ہلکی سی جنبش ہوئی رخ موڑ کر اسے دیکھا تو ابروؤں میں خود بخود خم آیا تو وہ سکڑتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔

"سنبھال اس گناہوں کی پوٹ کو جانے کس کس کا گناہ چھپانے کو اس چھت تلے سر لینے آ گئی ہے۔" جھٹک کر مسجد سے نکلتے ایک شخص نے بے حد نخوت سے نتھنے پھیلاتے ہوئے کہا جو خود بھی [illegible] گناہوں سے معافی کے لیے اسی چھت [illegible] پانچ وقت گڑ گڑایا کرتا تھا۔ چھو سب کی [illegible] کا مشکل سامنا کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم لے کر پہنچی تو ستونوں سے لپٹی ناجی آن کی آن میں ستون چھوڑ کر چھو کے پاؤں مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"چھو...... چھو یہ دیکھ یہ لوگ مجھے اللہ سے معافی لے کر نہیں دیتے...... اس سے ملنے نہیں دیتے جو اس گھر میں رہتا ہے سن وہ تو سب کا ہے ناں میرا بھی ہے پھر یہ مجھے کیوں نکال رہے ہیں؟ یہ تو صاف ستھرے ہیں ناں پھر بھی معافی دلا دیں......" چھو نے بڑی دل گرفتگی سے سب کے سامنے تماشہ بنی ناجی کو دیکھا جو اب اس کے پاؤں چھوڑ کر دونوں ہاتھ باندھے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی تھی۔

"چل چھوڑ انہیں تُو معاف کر دے مجھے صرف ایک بار...... بس ایک دفعہ...... معاف کر دے...... معاف کر دے...... معافی دلوا دے بس ایک مرتبہ" وہ ایک مرتبہ پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی فلک شگاف آواز میں چیخ رہی تھی اور چھو کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے کہ وہ آ خراب کیا کرے۔

"ختم کر یہ تماشہ اور چل نکل یہاں سے۔" موذن کے فرائض سرانجام دینے والے نبی بخش نے جب یہ ڈرامہ ختم ہونے کا کوئی امکان نہ دیکھا تو قریب آ کر گرجدار آواز میں یوں دھاڑا کہ ناجی ٹھٹک کر سہم گئی پھٹی پھٹی آنکھوں سے نبی بخش کو دیکھتے ہوئے اس نے منہ پر انگلی رکھ لی تھی۔

چھو نے بھی اپنی آ[illegible] آنکھیں اور اسے کھڑا کر کے اپنے ساتھ باہر چلنے [illegible] ان [illegible] کے جانے کے ساتھ ہی ہجوم منتشر ہو [illegible] بخش نے دریاں اٹھائیں اور مسجد کا گلابی اور [illegible] والا فرش برآمدوں اور ستونوں سمیت [illegible] کے ذہن میں بھی یہ سوال ضرور ابھر [illegible] بس کو معافی اسی صورت مل سکتی ہے جب کہ وہ پاک صاف اور نہا دھو کر آئی ہو؟ یہ ہم جیسے ہی [illegible] سے لوگ رب تک پہنچنے کا رستہ اتنا کٹھن اور مشکل کیوں بناتے ہیں جبکہ وہ تو خود ہمارے دلوں کا مکین ہے۔

❁......❁......❁

ایک مدت ہوئی اسے دیکھے
ایک مدت سے کچھ نہیں دیکھا

جانی جب سے اس منقش دروازے کے اندر کی دنیا دیکھ آیا تھا دن رات بڑے بدلے بدلے محسوس ہونے لگے تھے اٹھتے بیٹھتے ذہن میں وہ خوابیدہ سی آنکھیں یوں خواب جگاتیں کہ اسے اپنے دل پر قابو نہ رہتا۔ چندا کا پرکشش چہرہ چاند کی طرح اس کی راتوں کو منور کر دیتا تو وہ اپنی اس کیفیت پر خجل ہو کر خود بخود ہنس دیتا اور اس کی ذات میں دھیرے دھیرے سے اس تبدیلی کا ہونا تو خود بوبی نے بھی محسوس کیا تھا اور وہ اس تبدیلی کی وجہ بھی بخوبی جانتا تھا مگر پھر بھی وہ جانی کے منہ سے اعتراف سننا چاہتا تھا جبھی

الماری میں ہینگ شدہ کپڑوں کے سامنے کھڑے جانی کے کمرے میں دبے پاؤں پہنچ کر اس کا کندھا شرارتی سی مسکراہٹ کے ساتھ تھپتھپایا تو وہ جو باہر جانے کے لیے کپڑوں کے انتخاب میں گم تھا ایک دم چونک گیا اور اس کے اسی ردعمل کا بوبی نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

"اوہو اتنا گم کس سوچ میں تھا کہ ہاتھ لگانے سے اُچھل پڑا؟"

"ارے نہیں یار تجھے تو بس موقع چاہیے ہوتا ہے۔" ہینگرز میں لٹکے ہوئے کپڑوں میں سے اس نے وائٹ ٹی شرٹ اور ڈارک بلیو جینز نکال کر الماری بند کردی اور بڑی کامیابی سے چہرے پر ابھرتے تاثرات کو اس خیال سے چھپایا تھا کہ بوبی کو کچھ بھی علم ہوگیا تو وہ بس دن رات اسے چھیڑتا ہی رہے گا۔

"خیر تو ہے ناں یہ تیار ہوکر آج تُو جا کہاں رہا ہے؟"

"تجھے جانے پر اعتراض ہے یا تیار ہونے پر؟" اِدھر اُدھر کی کرنے کے بجائے جانی نے بھی اب براہ راست بات کرنے کا سوچا تھا۔

"نہ جانے پر نہ تیار ہونے پر مجھے تو تیرے چھپانے پر اعتراض ہے۔" بوبی نے آنکھ مارتے ہوئے شرارت سے کہا مگر جانی بھی اس وقت ڈھیٹ بننے کے مکمل موڈ میں تھا سو دونوں ہینگرز بیڈ پر رکھ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"مثلاً کیا چھپانے پر؟"

"وہی جو خوشبو کی طرح چھپتا ہی نہیں۔"

"او چل بک نہ یار......" یہ جان کر کہ بوبی کو اندازہ ہوگیا ہے وہ جھینپ سا گیا تھا۔

"ہاں تو چھپا کیوں رہا ہے؟ سیدھی طرح بتادے کہاں جارہا ہے۔ قسم لے لے میں نہیں جاؤں گا تیرے ساتھ کباب میں ہڈی بننے کے لیے۔" بوبی نے غیر مشروط آفر بھی کر ڈالی تھی مگر جانی اتنی آسانی سے اُگلنے کے موڈ میں نہیں تھا جبھی مسکرا کر سر جھٹکتے ہوئے کپڑے اٹھائے اور باتھ روم میں گھس گیا۔

"نہیں بتا رہا ناں بچو یاد رکھنا مجھے پتا چل گیا ناں جب تُو دیکھنا تیرا کیا حال کروں گا۔" کوئی جواب نہ آنے پر بوبی نے اس کی ڈھٹائی پر دل ہی دل میں سلام پیش کیا اور باہر نکل گیا یوں بھی آج کل دونوں ہی فارغ تھے جس کی پہلی وجہ تو شہر کی سخت سیکیورٹی اور دوسری فی الحال وافر مقدار میں راشن پانی کا موجود ہونا تھا۔ اسی لیے جانی نہا دھوکر اب دل بے قرار کے سکون کے لیے ایک بار پھر وہیں جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا جہاں وہ اپنے چین و قرار سب کھوتا یا تھا۔

اے میرے دل کے چین
چین آئے میرے دل کو
دعا کیجیے......

یہی سدا میرے گنگناتے ہوئے پہلی دفعہ یوں دل لگا کر تیار ہونے کے بعد اچھی طرح پرفیوم کا اسپرے کرنے کے بعد وہ سیدھا آنٹی کے پاس جا پہنچا تھا اور بلا تمہید چندا سے ملنے کا ارادہ ظاہر کردیا وہ سنگ مرمر کے تخت پر ستار سنبھالے مالکونس درباری اور پٹ دیپ کا ریاض کر رہی تھیں۔ یوں بلا جھجک اس کی فرمائش پر انہوں نے ستار پر سے انگلیاں ہٹا کر اسے ایک طرف رکھا اور اپنی سنہری زنجیر والی عینک کے اوپری حصے سے دیکھتے ہوئے حیرت سے بولیں۔

"چندا سے ملنا چاہتے ہو مگر اس وقت؟"

"جی ہاں اس وقت۔" انداز بالکل حتمی تھا۔

"میاں شاید تم جانتے نہیں ہو کہ اس مکان میں راتیں جاگتی ہیں اور ابھی تو سورج مکمل طور پر ڈھلا بھی نہیں۔ کچھ دیر پہلے ہی چندا جاگی ہے اسے تیار ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا ناں۔" اس وقت وہ مکمل طور پر ایک گھریلو خاتون کے حلیے میں تھیں میک اپ اور ساڑھی کے ریشمی پلوؤں کے بجائے ہلکی سبز شلوار قمیص پر جوڑا بنائے آج ان میں ایک گریس فل خاتون کی جھلک نظر آرہی تھی۔

"اور ویسے بھی آج تو چندا کی منہ دکھائی ہے ناں پہلی مرتبہ کسی کے سامنے پیش کررہی ہوں اسے۔" کان کی بالی کو انگلی سے جھلاتے ہوئے آنٹی نے معنی خیز انداز میں

مسکراتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی ہے میں انتظار کرلوں گا لیکن یاد رکھنا آنٹی پیسوں کی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔" کھلے دروازے سے برآمدے کے موزیک پر نظر گاڑتے ہوئے اس نے کہا تو آنٹی کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھرتی محسوس ہوئی۔ جبھی انہوں نے کارپٹ پر چادر ڈال کر بیٹھے "بندو" کو دیکھا جو دنیا سے بے نیاز سوئی دھاگے کی مدد سے موتیے اور گلاب کے پھول ہار کی صورت میں ایک تناسب کے ساتھ پروتا جارہا تھا۔

"آہم......" انہوں نے گلا صاف کرنے کے بہانے بندو کو پکارا اور اس کے دیکھنے پر بغیر لب ہلائے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ کیا تو وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور لمحہ بھر میں وہاں سے غائب بھی ہوگیا۔

"بوبی کے ساتھ کب سے ہو؟" آنٹی نے بھی اسی کا انداز اپناتے ہوئے سیدھا اور دوٹوک انداز اپنایا تھا جبکہ جانی اس کے منہ سے بوبی کا نام سن کر حیران رہ گیا تھا۔ آنٹی گول میز پر سامنے ہی موجود سروتے کی مدد سے تھوڑی سی چھالیہ توڑ کر منہ میں ڈالتے ہوئے اس کا یوں حیران ہونا دیکھ نہیں پائی تھیں۔

"ہم دونوں بہت گہرے دوست ہیں اور ایک ساتھ ہی رہتے ہیں۔" وہ آنٹی کے ساتھ کوئی لمبی [illegible] بے تکلفانہ گفتگو نہیں چاہتا تھا اس لیے اگلے سوالات میں ایک ہی دفعہ تفصیلی جواب دے کر جان چھڑاتے ہوئے انہی دبیز سلکی پردوں کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے متوقع طور پر چندا کو آنا تھا لیکن اس وقت وہ سخت کوفت سے دوچار ہوگیا جب انہی پردوں کے عقب سے بندو ہاتھ میں چائے کی ٹرے لے کر ظاہر ہوا اور ان کی طرف بڑھنے لگا۔

"اور کتنی دیر انتظار کرنا پڑے گا مجھے؟" بندو کے ہاتھ سے سبز چائے کا کپ بددلی سے تھامتے ہوئے اس نے پوچھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ابھی لین دین طے کرنے میں بھی بہت وقت لگ جائے گا لیکن اس وقت جانی کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب آنٹی منہ میں چھالیہ گھماتے ہوئے بے فکری سے بولیں۔

"ارے میاں دیر کس بات کی ابھی تو سورج چھپا ہے مگر رات تو پوری باقی ہے ناں ابھی کیا جلدی؟" آنٹی کے یوں کہنے پر فوری طور پر اس سے کچھ بولا نہیں گیا جبھی کھسیا کر چائے کا پہلا گھونٹ لینے کے لیے کپ کو ہونٹوں کے قریب لے گیا کہ جانتا تھا آنٹی کی بات کے پیچھے کیا مفہوم پنہاں ہے۔

"اور ویسے بھی تمہارے سب معاملات تو بوبی پہلے ہی طے کرکے جاچکا ہے اس لیے تم بے فکری سے چائے کی چسکیاں لو۔" منہ میں چھالیہ گھماتے ہوئے وہ بولیں تو جانی ایک دم ہکا بکا انہیں دیکھنے لگا۔

وہ تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ بوبی اس کے اندر چھپی اس خواہش کو جان سکتا ہے اور پھر اگر وہ جان ہی گیا تو اسے بغیر بتائے جانے کب وہ یہاں آیا اور یقیناً آنٹی کی منہ مانگی رقم ادا کرکے ایڈوانس بکنگ بھی کرگیا کہ جب بھی وہ آئے تو آنٹی کی طرف سے کسی بھی قسم کی زحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ احسان مند تو یقیناً پہلے بھی وہ تھا اب ایک بار پھر بوبی کا مزید شکر گزار ہوگیا تھا اور آنٹی نہ بار بار اس پر چندا کی منہ دکھائی کا ہوا جتا رہی تھیں نہ جانے کتنے میں رضامند ہوئی ہوں گی۔

ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑے وہ اب تک اسی سوچ میں غلطاں تھا کہ آنٹی کی آواز ابھری۔

"جس طرح سخت سردی میں ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہوئے پانی کا پہلا مگ انسان کو ہلا دیتا ہے، چوری چکاری کرنے والوں کے پہلی دفعہ چوری کرتے ہوئے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے ہوتے ہیں ناں، یہی کچھ یہاں بھی ہوتا ہے......" جانی آنٹی کی باتیں یوں دھیان سے سن رہا تھا جیسے امتحان ہال میں پرچہ حل کرنے سے پہلے ہدایات دی جارہی ہوں۔

"یہاں آنے جانے والے تو اس کے بارے میں جانتے ہیں مگر تم یوں سمجھو جیسے تم یہاں نئے ہو ویسے ہی چندا سال پہلے یہ بھی ہمارے پاس آئی اس لیے اگر کچھ

خلاف توقع مزاحمت کا سامنا ہو تو اگلی دفعہ میں تمہیں اپنی پسند کا آئٹم دوں گی...... سمجھے نا؟"

چمکیلی کناری سی آنکھ مارتے ہوئے ہنسی کے دوران آنٹی نے بڑی بے تکلفی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر ہلکا سا دبایا تھا اور تب ہی جانی کو ایک عجیب سی کراہت محسوس ہوئی تھی اس عورت سے جو احساس گناہ کے باوجود اسے لذت گناہ کی ترغیب دیتے ہوئے ہر طرح سے اپنی بات کو دوآتشہ بنانے پر تلی تھی اور تبھی جانی کی آنکھوں کے سامنے ناجی اور آنٹی کا چہرہ گڈمڈ ہونے لگا۔ کبھی ناجی آنٹی کے گیٹ اپ میں نظر آتی تو کبھی آنٹی ناجی کے حلیے میں پٹو کو سونف پھانکنے اور سرخی لگانے کا مشورہ دیتی۔ ناجی اور سامنے بیٹھ کر جانی کو یہ نہیں اور نہیں کا اشتہار دکھاتی آنٹی میں اسے ایک پیسے کا فرق نظر نہیں آ رہا تھا۔

"بندو---او بندو ماسٹر!"

جانی کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر آنٹی نے بندو کو پکارا تو ایک بار پھر دبلا پتلا لمبا سانولا سا بندو کسی مجسمے کی طرح مؤدب انداز میں انہی پردوں کے پیچھے سے حاضر ہوا۔

"چندا تیار ہے تو انہیں کمرے تک چھوڑ آؤ۔"

"جی بہتر...... آئیے جناب۔" صاحب کے ساتھ بندو نے آنٹی کو مختصراً جواب دے کر جانی کو اپنے پیچھے آنے کا کہا تو یکایک اسے محسوس ہوا کہ شاید اس کے ہاتھ میں پرومیتھیوس کی آگ آ گئی ہے۔ دل چاہ رہا تھا کہ وہیں کھڑے کھڑے ساری دنیا کو چیخ چیخ کر بتائے کہ دیکھو پیسے میں کتنی طاقت ہے اس نے جو چاہا سو پا لیا ہے۔

چند لمحوں پہلے ذہن و دل پر چھائی گھٹن کہیں دور جا چھپی تھی اور خوشی کی انتہا تو یہ تھی کہ وہ آنٹی کی طرف دیکھ کر مسکرا بھی دیا۔ جواباً وہ اس سے بھی گہری مسکراہٹ سے اسے الوداع کہنے کے بعد ایک بار پھر اب ستار کے بجائے تان پورے کے سُروں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی تیاری کرنے لگیں کہ آج رات آنے والے مہمانوں کی طرف سے پچھلی دفعہ ہی جلپت اور دُرت کے سُروں پر رقص کی خواہش ظاہر کی گئی تھی۔ چائے کا کپ سامنے گول میز پر رکھنے کے بعد بندو کی رہنمائی میں اس ہال نما وسیع کمرے سے نکلتے ہوئے انہی دبیز پردوں میں گم ہونے سے پہلے بوبی ان پھولوں کے پاس سے گزرا جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی بڑی محبت اور احتیاط کے ساتھ ایک ایک کر کے دھاگے میں پروئے جا رہے تھے اور کچھ دیر تک اپنا آب و تاب دکھانے اور خوشبو بکھیرنے کے بعد جنہیں یقینی طور پر تماشائیوں کے ساتھ ساتھ رقاصاؤں کے پیروں تلے مسلے جانے کے بعد آخرکار گندگی کے ڈھیر کی یوں زینت بن جانا تھا کہ ان کی اپنی شناخت وجود اور حیثیت ختم ہو کر صرف اور صرف گندگی رہ جاتی اور یہی حال یہاں کے مکینوں کا بھی تھا۔

پھول کی قسمت میں کہاں بزم عروسی
کچھ پھول تو کھلتے ہی مزاروں کے لیے ہیں

ریشمی پردوں کو عبور کرنے کے بعد ایک طویل مگر کشادہ راہداری کے آخر سے آخری کمرے کے سامنے آ کر بندو [illegible] لیا تھا۔

"صاحب یہ کمرا بے بی کا ہے اور آپ صبح تک یہاں قیام کر سکتے ہیں البتہ یہ کوئی لازمی نہیں ہے آپ چاہیں تو کسی بھی وقت واپس جا سکتے ہیں۔ ویسے وقت سے پہلے واپس جاتا کوئی دیکھا نہیں آج تک۔" سنجیدگی سے بات کی شروعات کرتے ہوئے بندو لہجے سے ٹپکتی ہوس کی پوٹلی کو زیادہ دیر تک مخفی نہیں رکھ پایا تھا۔ جانی نے جواباً خاموشی اختیار کرتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ بات بدل گیا۔

"پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ باورچی خانے میں نان، کلچے سندھی پراٹھے، خمیری اور فطیری روٹیوں کے ساتھ مختلف طرح کے پکوان رات کے مہمانوں کے لیے تیار ہوتے ہیں اگر کسی بھی چیز کی طلب ہو تو فرما دیجیے۔"

"کچھ نہیں چاہیے بندو! بس تم چلے جاؤ اب یہاں سے۔" جانی کا لہجہ ہنوز کھردرا تھا۔

"یعنی تخلیہ......؟" آنٹی کے سامنے مجسمہ بنا بندو بھی گھنوں کا پورا تھا لیکن جانی کی طرف سے متوقع ردعمل

سامنے سنا آنے پر تھوڑی بہت سن گن تو اسے بھی مل گئی تھی کہ یہ بندہ عام گاہکوں جیسا تماش بین نہیں ہے جبھی ترنت واپس پلٹ گیا کہ جانی کے تیور اسے کچھ اچھے معلوم نہیں ہو رہے تھے اور اس کے جاتے ہی جانی نے بغیر دستک دیے اس تیسری دنیا میں قدم رکھ دیا جہاں صرف دولت کام آتی ہے جہاں ذہنی سکون اور کامیابی کا رستہ نہ شرافت نجابت سے کھلتا ہے نہ میرٹ سے۔ بس ہتھیلی گرم کرنے پر ہی کھل جا سم سم کا اثر یوں ہوتا ہے کہ ہر چیز قدموں کے پیچھے چلی جاتی ہے اور ہر انسان سینڈریلا کے بارہ بجنے تک جیسے اس وقت تک اس دنیا کا شہزادہ بن کر للا ڈ اٹھواتا ہے جب تک اس کی ادا کی گئی رقم مکمل نہ ہو جاتی اور جانی کے لیے بوبی کی طرف سے ادا کی گئی رقم کے مطابق آج طلوع صبح تک کے لیے چندا اس کی دسترس میں اور اس کا ہر حکم ماننے کی پابند تھی۔

❁ ❁ ❁

افلاس نے بچوں کو بھی تہذیب سکھادی
سہمے ہوئے رہتے ہیں شرارت نہیں کرتے

پتو کسی طور ناجی کو گھر تک لے آئی تھی اور اب [illegible] کے بیچوں بیچ اکڑوں بیٹھے دونوں بازوؤں کو ٹانگوں کے گرد لپیٹے ہوئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہاں [illegible] تھی۔ گندی اور رانی ایک کونے میں دبکی [illegible] ہوئی چپ چاپ اپنی ہی ماں سے وحشت زدہ ہو کر خوف محسوس کر رہی تھیں اور جب تک ناجی جاگتی رہتی وہ یونہی کونے میں دبکی رہتیں پتو غسل خانے کی بوسیدہ دیوار سے ٹیک لگائے گھٹنوں پر ٹھوڑی ٹکا کر ناجی کو دیکھ رہی تھی اور سوچ میں تھی کہ جب وہ اپنے ہوش و حواس میں تھی تب بھی گندی اور رانی اس سے خوف زدہ رہا کرتی تھیں اور اب جب وہ اپنے حواسوں میں نہیں تب بھی وہ دونوں اس سے دہشت زدہ تھیں کہ اسی طرح اکڑوں بیٹھے بیٹھے جب ناجی دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر یہاں سے وہاں کچھ ڈھونڈنے کے انداز میں بڑھتی تو وہ دونوں نہایت خوفزدہ ہو کر دیوار کے ساتھ مزید چپکتی جاتیں۔ یونہی بلا مقصد ادھر ادھر دیکھتے دیکھتے ٹمن کے ڈبے سے سہارا لے کر ناجی بیٹھی تو نیند نے آ لیا یوں بھی وہ ہر ممکن طریقے سے خود کو جگائے رکھتی تھی اسے لگتا تھا کہ جیسے ہی وہ سوئے گی لوگ اسے مردہ جان کر گہری اندھیری اور وحشت سے بھرپور قبر کے حوالے کر آئیں گے۔ اسی لیے تو وہ آنکھوں کو ہر ممکنہ حد تک پھیلائے رکھتی کہ یہ بند نہ ہونے پائیں مگر نیند کو آخر کب تک ٹالا جا سکتا ہے یوں بھی نیند ہی تو ایسی چیز ہے جو بھوکے پیٹ میں بھی انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔

چارپائی پر لیٹنا درکنار اب تو وہ بیٹھنے سے بھی گریزاں تھی کہ اسے سانپوں کے ڈنک باقاعدہ اپنے جسم پر نظر آنے لگتے۔ [illegible] سے ٹھیک تو کیا وہ ان کے قریب بھی نہ جاتی تھی [illegible] سب دیواریں اسے اپنے اندر جکڑ نہ ڈالیں اور [illegible] نے خدا کا لاکھ شکر ادا کیا کہ وہ بیٹھے بیٹھے کچھ دیر کے لیے ہی سہی مگر سو تو گئی جبھی [illegible] دبے پاؤں اٹھیں اور پتو کے دائیں بائیں [illegible] طرح خود کو محفوظ خیال کرنے لگیں۔

"کیا سوچ رہی ہے رانی؟" پتو نے محض ان دونوں کو [illegible] پر ذرا ہلکا پھلکا کرنے کے ارادے سے بات شروع کی۔

"سوچ تو نہیں رہی' بس دعا مانگ رہی تھی۔" اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا تو پتو کو اس پر بے حد پیار آ گیا صرف یہ سوچ کر ہی کہ وہ ناجی کی صحت کے لیے دعا مانگ رہی ہے۔ خوراک کی کمی کے باعث پچکے ہوئے گالوں پر پتو نے بے اختیار ہو کر بوسے لے ڈالے اور اسے گلے سے لگا کر بھینچ لیا اور دونوں ہاتھ گندی کے بالوں میں پھیرنے لگی جو بھوک سے بے حال ہونے کے باعث بیٹھے رہنے سے بھی قاصر تھی جبھی ایک ہاتھ سے اس نے پتو کی ٹانگ سیدھی کی اور اس پر سر رکھ کر لیٹ تو گئی مگر کھانے کو پھر بھی کچھ نہ مانگا۔

"کیا دعا مانگی تو نے؟" اسے خود سے الگ کر کے پتو نے پوچھا اس کا خیال تھا کہ وہ جب ناجی کی صحت اور

زندگی کے متعلق مانگی جانے والی دعا کے بارے میں بتائے گی تو وہ گڈی کو بھی ماں کے لیے دعا مانگنے کو کہے گی۔

"میں نے دعا مانگی ہے کہ ہماری بستی میں بہت بڑا خودکش دھماکہ ہوجائے اور اس میں اماں سمیت ہم سب بھی مرجائیں...." پچو اس کی دعا کے الفاظ سن کر سکتے میں آ گئی تھی۔

"پھر سرکار سب مرنے والوں کے وارثوں کو پیسے دے گی ناں تو جو پیسے میرے اور اماں کے مرنے پر ملیں گے وہ لے کر تم دونوں کہیں دور چلی جانا' جہاں کوئی دھماکہ نہ ہو' پھر تم مس جی بن جانا اور روز شام کو جیسے مسجد کے مولوی جی کھانا سامنے رکھ کر مرنے والوں کو بھیجتے ہیں ناں' تم لوگ بھی ہمارے لیے ٹھنڈا پانی' تندور کی روٹی اور بوٹیاں بھیج دینا۔"

"رانی....." بمشکل پچو کے منہ سے نکلا۔

"اچھا چلو بوٹیاں نہیں مسور کی دال بھیج دینا بس۔ لیکن کچھ بھیجنا ضرور' قسم سے اب بھوک نہیں برداشت ہوتی مجھ سے۔" رانی نے منہ بسورا تو پچو کا تو جیسے کوئی منہ [illegible] لگا' چت لیٹی گڈی نے بھی کروٹ لی' چہرے کے تاثرات انتہائی غصیلے تھے۔

"تجھے پتا بھی ہے کیا کہہ رہی ہے' تو نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا؟" پچو نے گہری سانس کے ذریعے [illegible] کر گڈی کی طرف دیکھا' خیال تھا' شاید اس کے دل میں بھی ماں کے لیے پیار موجود ہے لیکن اس خوش فہمی کا دورانیہ لمحہ بھر سے زیادہ ہرگز نہیں تھا۔

"اگر تو مرگئی تو میرے ساتھ کھیلے گا کون؟ اتنے پیسے نہیں لینے ہمیں' تو صرف اماں کو مرنے دے دھماکے میں بس ہم تینوں کے لیے اتنے ہی پیسے ٹھیک ہیں۔ ویسے بھی اماں تو اب کسی کام کی بھی نہیں رہی ناں۔" گڈی نے تائید حاصل کرنے کے لیے پچو کی طرف دیکھا جس کا دھواں دھواں چہرہ عجیب سوگواریت بیان کررہا تھا مگر دکھ کیا تھا اور وہ یوں بیٹھے بیٹھے کیوں اس قدر غمزدہ دکھائی دینے لگی ہے' اس بات سے وہ دونوں ہی لاعلم تھیں اور

نظم

خدا کرے اس عید
کی خوشیاں
ہوں اس قدر
تو نہ رہ سکے میرے بغیر
تو لوٹ آئے

پاس میرے
تو نے نا امید تھا جس
کے محل میرے
عید غم کو
بنائے گی
خوشیاں [illegible]
[illegible]
[illegible] لائے گی
[illegible] لائے گی

مدیحہ نورین مہک..... برنالی

بے خبر تو خود پچو بھی اب تک رہی تھی' ان دونوں کے سیل بند دل کے اندر سے یہ سب الفاظ اسے قے کی مانند باہر نکلتے محسوس ہورہے تھے۔

پہلے آج تک تو تفکرات' گمان دھوے سب گونگے تھے مگر اب جو زبان نے آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کی تھیں تو سب کچھ جیسے اتھل پتھل سا ہوگیا تھا اور معاملہ برخاک مالیدن کا سا ہو چلا تھا۔

پچو کی سماعت اور رانی اور گڈی کی گویائی لنکا کو ڈھا رہی ہونے ہوئے تھے' گڈی اور رانی اس کی خاموشی پر یوں خوفزدہ ہوگئی تھیں جیسے طوفان آنے سے پہلے ہواؤں کی چاپ سن لی ہو۔ پچو ان دونوں کو سمجھانا چاہتی تھی کہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہی سہی لیکن ماں جی کا یہ بچا کھچا وجود بھی ان کے لیے اس معاشرے میں کس قدر اہم ہے جیسے غسل خانے کے دروازے کی جگہ لٹکایا جانے والا دوپٹہ جو اب نہایت خستہ حالت میں تھا لیکن اسے بھی نیچے گرا کر اس کے ایک کونے

پر اینٹ رکھ دی جاتی تو سب خود بخود جان جاتے کہ اندر کوئی ہے اور تب نہ تو کوئی آگے بڑھ کر منہ اٹھائے اندر داخل ہوتا اور نہ ہی آواز لگاتا۔ بس یہی آسرا اور سہارا اب تاجی کی صورت میں ان تینوں کے پاس بھی تھا۔

چھو نے بڑی دلدوز نظروں سے اب تک پاؤں پر بوجھ ڈال کر سرزمین کے ڈبے سے نکائی دنیا و مافیہا سے بے خبر اس عورت کو دیکھا جو اس کی ماں تھی اور اس ابتر حالت میں اسی ایک لمحے کے زیر اثر تھی جس نے محض چند ہی ساعتوں میں اس کا منطقہ البروج ہلا کر رکھ دیا تھا جسے رب نے تو عرشی سیڑھی پر اعلیٰ ترین مقام سے نوازتے ہوئے ماں کا درجہ دیا مگر اپنی ہی کرنی کے باعث وہ معاشرے تو دور کی بات اولاد ہی کی نظروں میں یوں گندے نالے میں جا گری تھی کہ وہی بیٹیاں جنہیں وہ مس جی بنانے کی خواہش میں چھو کا دام لگائے چوک چوراہے پر کھڑی تھی وہی اب چھو کی پناہ لیے اس کے مرجانے کی دعا کررہی تھیں۔

ٹکر ٹکر چھو کو دیکھتی گندی اور رانی سے چھو کی نظر پڑی تو جذبات سے مغلوب ہوکر ان دونوں کو بازوؤں میں بھینچتے ہوئے چھو نے بہت زور سے آنکھیں بند کرلیں۔

❀ ❀ ❀

کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہی سامنے بیڈ پر گیشا گرل کی طرح بیٹھی چندا کو دیکھ کر جانی [illegible] اور بھی ہوتا تو دم بخود رہ جاتا۔ سائیڈ ٹیبل پر موجود سانچی کے پان موتیا کے گجرے بیڈ کے بالکل سامنے موجود قد آدم آرائشی آئینے کے ذریعے جانی کی آنکھوں تک پہنچے۔

کمرہ بے شک اتنا کشادہ نہ تھا لیکن پھر بھی ایک ایک چیز اپنی جگہ یوں سلیقے سے موجود تھی کہ لگتا یہ چیزیں کمرے کے لیے نہیں خریدی گئیں بلکہ کمرا ان چیزوں کو ہی رکھنے کے لیے وجود میں آیا ہے' قطعی نظر اس کے کہ یہ ایک پرانا تعمیر شدہ کمرا اور آرائش کی چیزیں نئی تھیں۔ جانی ٹھہر ٹھہر کر چلتا اس سے پہلے کہ آگے بڑھتا' کچھ یاد آنے پر ایک مرتبہ پھر واپس پلٹا' کمرے کے دروازے کی چٹخنی چڑھائی اور موڑھا گھسیٹ کر بیڈ پر بیٹھی چندا کے عین سامنے رکھنے کے بعد گھٹنے جوڑے اس کے سامنے ٹک گیا۔

چنبیلی کی کلیوں سے ملائم رنگ میں اس وقت زردی رنگ ہی نمایاں محسوس ہورہا تھا' قیدیوں کی خوف زدہ چندا کے بستر پر یقیناً کوئی تیز خوشبو چھڑکی گئی تھی جس کی وجہ سے جانی کو اپنے ملبوس پر لگائی گئی ہلکی فرانسیسی خوشبو بے وقعت اور غیر محسوس لگنے لگی تھی۔ سفید ٹی شرٹ جسے خاص طور پر اوپر لکھی عبارت کی وجہ سے ہی پہننے کے لیے منتخب کیا گیا تھا چندا کی لمبی پلکوں کے اٹھنے کی منتظر تھی کہ وہ اسے دیکھے اور بن کہے ہی سارا پیغام سمجھ جائے مگر وہ تو جیسے چپ چاپ اپنی ادھ کھلی خوابیدہ آنکھوں کو یوں جھکائے بیٹھی تھی جیسے اس وقت وہ اپنے کسی [illegible] و مرشد کے پاس موجود ہو۔

اس رات ہوا قدرے [illegible] مگر بھرپور انداز میں یوں چلتی کہ کھلی کھڑکی کے آگے موجود پردے بھی اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ بن پاتے اور وہ سیدھے چندا کے دوپٹے [illegible] بکھرتی ہوئی کمرے میں بکھرتی کہ کلاسیکی تصویروں [illegible] کی چنٹ کی تنگی لڑکیوں کی طرح اس کی ڈھلکی [illegible] سی پتلی کمر سمیت جسم کے تمام خطوط واضح ہونے لگتے۔ کپڑے اس قدر چست تھے کہ خود جانی کو نظریں جھکانی پڑیں۔

جس طرح انگریز حکمران دیانت داری کو اپنی پالیسی کے طور پر استعمال کیا کرتے ہیں بالکل اسی طرح ان گلیوں میں ملاقاتیوں کے سامنے آنے کے لیے بھی چست اور باریک کپڑوں کو شاید پالیسی کے طور پر ہی اپنایا گیا تھا۔ اس پر یوں نظریں جھکائے چہرے پر موت کا سا سناٹا طاری کیے چندا...... جانی کو لگ رہا تھا جیسے کسی نازک اندام پری کو شیشے کے جار میں بند کرکے اس کے سامنے بٹھا دیا گیا ہو اور اسے اس پر مکمل دسترس بھی دی گئی ہو مگر اس سے پہلے کہ دل میں کروٹ لیتی انوکھی خواہشات اسے اپنا احساس دلاتیں جانی نے بڑی خوب صورتی سے نفس کے ننھے سے پودے پر خواہشات کے رنگ میں پھولوں کو تکریم اور پاکیزگی کی شبنم سے ڈھانپ لیا۔

"اگر باتھ روم آپ کے کمرے کے ساتھ ہے تو مہربانی کر کے اپنے کپڑے بدل لیں اور اپنی پسند کے کوئی مناسب سے کپڑے پہن آئیں۔"

جانی کی بات پر پہلی مرتبہ چندا نے پلکیں اوپر اٹھا کر اسے دیکھا معصومیت تو تھی ہی کمار نئی نے جس انداز میں اسے تیار کیا تھا وہ اس کے حسن کو کہیں زیادہ دوآتشہ کیے دے رہی تھی اس پر خوابیدہ آنکھوں میں سانس لیتی حیرت' جانی کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بس اسے یونہی دیکھ دیکھ کر اپنی روح کو سیراب کرتا رہے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ تو رہے تھے مگر دونوں ہی کی نظروں میں جذبات کے ذخیرے مکمل طور پر متضاد تھے چندا کی آنکھوں میں خوف جبکہ جانی کی نگاہوں میں محبت تھی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ کپڑے یہاں موجود دوسری لڑکیوں کے لیے تو شاید مناسب ہوں لیکن آپ کے لیے بالکل بھی موزوں نہیں ہیں۔ آپ بس کوئی دوسرا ڈریس پہن آئیں جو آپ کو پسند ہو۔" وہ اسے سمجھاتا اور بتانا چاہ رہا تھا کہ ایسے کپڑے شریف لڑکیاں نہیں پہنا کرتیں اور وہ اسے یہاں پر موجود دوسری لڑکیوں کی طرح نہیں سمجھتا بلکہ اسے تو وہ سحر القلوب کا وہ تعویذ سمجھتا۔ جسے ہر کوئی سینے کے ساتھ لگا کر رکھنا چاہتا ہے دل کا دور... سے لگائے تاکہ اگر کبھی کسی کی نظر پڑ بھی جائے تو وہ منظر حسد یا رشک کے آئینے سے منعکس ہو کر نظر بد اسے چھو بھی نہ پائے لیکن کیا کرتا لفظ بھی اس کے بس کی بات نہیں تھی سو سیدھا سادا جو ذہن میں آیا کہہ دیا اور چندا جو پہلے ہی تمام خدشات کے برعکس اس کے یوں محتاط ہونے پر حیران تھی مزید حیرت زدہ ہوئی لیکن قابل اطمینان بات یہ تھی کہ جانی کا انداز چندا کے ذہن پر چھائے خوف کے بادل ہٹانے میں غیر محسوس طریقے سے اثر انداز ہو رہا تھا۔

چندا آہستگی سے اٹھی اور دیوار میں نصب چنبیلی کی لکڑی کی بنی چھت کو چھوتی الماری کا پٹ کھول کر سامنے ہی ہینگر میں موجود کپڑے لیے اور باتھ روم میں جا گھسی۔

ازدواجی ڈکشنری

شادی: ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے شوہر کو رفتہ رفتہ یہ علم ہوتا ہے کہ اس کی بیوی کیسے شوہر کی طلبگار ہے۔

ہنی مون: منہ کھولنے کے لیے شادی شدہ مردوں کے لیے قدرت کا عطیہ ہے۔

کنوارا: جو صبح کام پر جانے سے قبل صرف ایک آدمی کا ناشتہ تیار کرتا ہے۔

خبر: شوہر کی اڑائی ہوئی اطلاع۔

افواہ: بیوی کی اڑائی ہوئی اطلاع۔

[illegible] کا تقاضہ: بیوی سے بحث میں جیت جانے کے باوجود معافی مانگ لینی چاہیے۔

[illegible] تجربہ: لڑکیاں عموماً ان مردوں سے شادی [illegible] پسند کرتی ہیں جن میں ان کے باپ کی [illegible] موجود ہوں شاید یہی وجہ ہے کہ شادی کے موقع [illegible] ان [illegible] روتی ہیں۔

جانی وہیں پر اسی انداز میں بیٹھا اس کے ایک ایک نقش کو ذہن میں مسلسل دہرائے جا رہا تھا کہ ایک بار پھر باتھ روم کا دروازہ کھلا' بے اختیار جانی نے گردن موڑی تو جیسے حیرت سے دنگ رہ گیا' لمحہ بھر کو تو اسے لگا کہ باتھ روم میں داخل ہونے والی لڑکی کوئی اور مگر باہر آنے والی لڑکی کوئی اور ہے۔

کچھ دیر پہلے پہنے ہوئے ہیجان انگیز کپڑوں کے بجائے اب وہ کاٹن کے شلوار قمیص میں اسی ڈیزائن کا دوپٹہ لیے کس قدر باعزت لگ رہی تھی۔

اس کے برعکس جس حلیے میں وہ اب جانی کے سامنے موجود تھی' شیطانی اذہان کے علاوہ جو بھی دیکھتا بے اختیار نظریں جھکا کر عزت کرنے پر مجبور ہو جاتا اور پھر جانی نے تو کپڑے بدلنے کا کہا تھا مگر وہ اس سے بھی دو قدم آگے بڑھتے ہوئے چہرہ بھی دھو آئی تھی اور اب فجر کے وقت کھلتی چنبیلی کی طرح تر و تازہ معلوم ہو رہی تھی۔

"معاف کیجیے گا آپ نے ہی کہا تھا ناں کہ جو مجھے پسند ہو...... تو میں اس لیے......" وہ جانتی تھی کہ یہاں آنے والوں کی توقعات ان سے کئی طرح کی ہوتی ہیں اسی لیے جانی کو ششدر دیکھ کر پریشان ہوگئی تھی کہ یقیناً اس سے یہ سب غلط ہوا ہے اور اس کی شخصیت کا سحر خود اس کی آواز سے ہی ٹوٹا تو جانی جیسے اپنے حواسوں میں آ گیا۔

"ارے نہیں نہیں معافی کیوں بلکہ میں نے خود تمہیں یہ سب کرنے کو کہا تھا۔" کپڑے کیا بدلے گئے تھے اس کی حیثیت بھی شاید اب بدل گئی تھی۔ آپ سے تم تک کا فاصلہ بھی اسی لمحے طے ہوا کہ اب چندا سے اپنی ہی دنیا کی باسی لگنے لگی تھی اپنوں کی طرح دل کے بہت قریب۔

"اور تم وہاں کیوں کھڑی ہو؟ ادھر آؤ ناں یہاں بیٹھو مل کے باتیں کرتے ہیں۔" اتنا دوستانہ لہجہ اور وہ بھی اس کے ساتھ؟ یہ کیسا مرد ہے بھلا۔ وہ جو تھوڑی دیر پہلے تک بے انتہا خوفزدہ تھی اب جانی کے دوستانہ رویے پر الجھن کا شکار تھی۔ وہ تمام داستانیں جو وہ یہاں موجود دوسری لڑکیوں سے سن چکی تھی اور جو ساری باتیں آنٹی اسے سمجھا کر اپنے تئیں روپے دگنا کرنے کی مشین بنا گئی تھیں جانی کے رویے سے تو ہر ایک بات کی نفی ہوتی تھی بلکہ اسے تو لگتا تھا جیسے کسی پرانے دوست سے ملاقات [illegible] ہو اور وہ اب مل بیٹھ کر وہ سب کچھ بیان کرنا چاہتا ہو جو [illegible] کی غیر موجودگی میں بیتا۔

"میرا نام جانی ہے اور میں صرف تمہاری خاطر تم سے ملنے اور صرف باتیں کرنے کے لیے یہاں تک آیا ہوں' مجھے پیشہ ور یا باقاعدہ تماش بین نہ سمجھ لینا۔" چندا صوفے پر بیٹھی تو سورج مکھی کی طرح مکمل رخ موڑتے ہوئے جانی نے اپنا تعارف کروایا اور مختصراً اپنے بارے میں بتایا۔

"کیا تم بھی اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گی؟ میرا مطلب ہے تمہارا کوئی رشتے دار وغیرہ؟" جانی کی باتیں اس کا انداز اور اس کے لہجے سے چاروں طرف بکھری محبت اور سچائی کی نرم پھوار چندا کے دل میں جگہ بناتا اس کا اعتبار بغیر کسی رکاوٹ کے یقین کی راہداریوں سے ہوتا ذوق کے ایوان میں داخل ہوگیا تھا۔

کھلی کھڑکی سے اندر داخل ہوتی اوائل شب کی ٹھنڈک اور فضا میں جگنوؤں کی جلتی بجھتی بارات میں ایک دوسرے کے قریب آنے کی کئی ڈھکے چھپے اشارے تھے لیکن تنہائی اور قدرت ہونے کے باوجود احترام کی دیوار کو دونوں اطراف سے بڑے پُروقار انداز میں بلند رکھا گیا۔

"ہم جیسی لڑکیوں کے رشتے دار نہیں گاہک ہوتے ہیں اور ہمارا مکان گھر نہیں کوٹھا کہلایا جاتا ہے' اس لیے مجھ سے اس طرح کا کوئی بھی سوال بے کار ہے۔" اس کی سوئی سوئی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چارگی تھی' سومنات کا مندر کھونے والے پجاریوں جیسی۔

"ہماری قسمت تاش کے پتوں کی طرح بھانت بھانت کے لوگوں کے ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے اور کبھی لوگ ہمارے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو کوئی بھی جواری ان پتوں کے ساتھ کرتا ہے کہ جب تک ان کی مرضی کا نتیجہ [illegible] وہ سینے سے لگا کر آنکھوں سے [illegible] دوسری صورت میں...... ہونہہ......!" بے بسی کے عالم میں اس کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا سا پڑ گیا اور وہ آنسو جو اس کی اداس آنکھوں سے نکل بھی نہیں پائے تھے جانی نے اپنے دل پر گرتے محسوس کیے۔

"ہر بندہ ایک جیسا تو نہیں ہوتا ناں' تم مجھ پر اعتبار تو کر کے دیکھو۔"

پہلی پہلی محبت کے زیر اثر چندا کو خوش دیکھنے اور خوش کرنے کی آرزو اس کے ہر دوسرے جذبے پر مکمل حاوی ہو چکی تھی یوں بھی اس عمر کی محبت میں انسان خود کو سپر مین گردانتے ہوئے سب کچھ کر گزرنے اور اپنی محبت کو حاصل کر لینے کے لیے انتہائی پُرعزم اور ثابت قدم ہوتا ہے جتنا شاید سکندر اعظم اپنی فتوحات کے سفر میں ہوتا ہوگا۔

"کب تک...... ایک دن' دو دن' ہفتہ...... مہینہ اور پھر......؟" چندا کی رت جگوں سی آنکھوں میں ان گنت سوال تھے۔

"یہ بات تو آپ کو آنٹی نے بھی بتائی ہوگی کہ پروفیشنل لائف میں آج میرا پہلا قدم تھا یہ میری خوش نصیبی کہ آپ جیسے اچھے انسان سے ملاقات ہوئی جس نے بھاری رقم دے کر بھی نفس کے شیطان کو اس کی حد سے تجاوز کرنے نہیں دیا لیکن صرف ایک رات سے بھلا کیا فرق پڑتا ہے آج نہیں تو کل مقدر کی سیاہی کو پھیلنے سے بھلا کون روکے گا۔"

دل میں تم پیدا کرو پہلے میری سی جرأت
اور پھر دیکھو کہ تم کو کیا بنا سکتا ہوں میں
میں بہت سرکش ہوں لیکن اک تمہارے واسطے
دل بچھا سکتا ہوں میں آنکھیں بچھا سکتا ہوں

جانی چنبیلی سی اس پاکیزہ لڑکی کی معصومیت برقرار رکھنا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ کچھ بھی کر گزرنے کو تیار تھا مگر مسئلہ چندا کا تھا کہ وہ جس ماحول میں موجود تھی وہاں اعتبار کا مطلب کسی متعفن نالی سے بڑھ کر ہرگز نہیں لیا جاتا تھا۔

"آپ نے دیکھا تھا جب ہال میں داخل ہونے پر میرے اوپر پھولوں کی سرخ پتیاں نچھاور کی گئی تھیں [illegible] ہونہہ..... وہ میرا استقبال نہیں تھا بلکہ ان کے اپنے شیطانی جذبات کی تسکین کی طرف پہلا قدم [illegible]۔"

"میں تمہیں اس ماحول میں [illegible] اور میں جو کہتا ہوں یقین کرو کر کے بھی دکھاؤں گا۔" اس کی باتیں سن کر جانی بے حد جذباتی ہو رہا تھا کبھی دل و دماغ غصے کی شدت سے سن ہوتے محسوس ہوتے تو کبھی اضطراب سے کان کی لوئیں تک جلنے لگتیں اور پپوٹے بھاری ہوتے محسوس ہوتے۔

"میری مانیں تو آج کے بعد اس جگہ کا کبھی رخ نہ کیجیے گا جہاں سے مہاراجہ بھی خالی ہاتھ اور جیبیں جھاڑے ہوئے نکلتے ہیں ویسے بھی یہ کوٹھے اور ہم طوائفیں صرف اور صرف نامردوں کے ٹھکانہ اور خواہش ہوتی ہیں اور آپ تو مجھے اچھے خاصے مرد معلوم ہوتے ہیں۔" ماحول کا بوجھل پن کم کرنے کی غرض سے چندا اداس آنکھوں سے ذرا سا مسکرائی۔

"میں نہیں مانتا....." وہ کسی ضدی بچے کی طرح اپنی بات پر اڑا تھا اور اس کا مستحکم انداز دیکھ کر ہی چندا کو اس پر ترس آنے لگا سو اسے بات مکمل کرنے کی بھی اجازت نہ دی اور بیچ میں بول پڑی۔

"کیا نہیں مانتے اور کس بنیاد پر یہ جو سارے بڑے عزت دار لوگ یہاں آتے ہیں ناں یہ سب مردوں کے نام پر دھبہ ہیں جس کوکھ میں جنم لیتے ہیں اسی کو ذلیل و خوار کرتے ہیں اور..... اور کیا سمجھتے ہیں آپ کہ....."

"مجھے باقی سب کی طرح کیوں سمجھ رہی ہو تم؟" اس مرتبہ جانی نے بھی اسے بات مکمل کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

"مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے سوائے اعتبار کے تم صرف میری باتوں کا اعتبار کرو اور بھروسہ رکھو کہ میں تمہیں عزت دینا چاہتا ہوں اور گناہ کی اس دلدل سے کہیں بہت

نظم

سنا ہے چاند نکلا تھا
سنا ہے مینا آئی تھی
ہمیں تو آسماں پر دور تک
کچھ بھی نہیں دکھتا
کہاں وہ چاند نکلا تھا
کہ جس کے واسطے ہم نے
کبھی پلکیں نہیں جھپکائیں
وہ جس کا راستہ تکتے
ہے گزری زندگی اپنی
نہیں کچھ بھی خبر کہ وہ
[illegible] خبر ؟
[illegible]
[illegible] کو
[illegible] کب ہوئی
[illegible] مت پوچھو
[illegible] کب ہوگی

جاذبہ ضیافت عباسی... دیول مری

دور لے جانا چاہتا ہوں۔" اس کی بات پر چندا چونکی۔

اس کی ساری ہی باتیں باری باری چندا کو حیران کیے دے رہی تھیں آنٹی کی منہ مانگی رقم ادا کرکے وہ ساری رات ہی بس اس سے باتیں کرتا اور اس کی سنتا رہا تھا اور چندا یہ سوچنے پر مجبور تھی کہ کیا واقعی یہ بھی مردوں کی کوئی قسم ہے؟ بھلا ایسے بھی مرد ہوتے ہیں کیا؟

آنٹی کی مہربانی سے وہ ایف اے مکمل کیے ہوئے تھی اور تب اس کے ذہن میں یہ خواہش بڑی شدت سے ابھری تھی کہ جس طرح فزکس کے اصولوں کے تحت عام مادے کے خواص معلوم کرلیے جاتے ہیں بالکل اسی طرح کاش کوئی ٹھوس اور مستند اصول ایسا بھی ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی بھی شخص کی نیت معلوم کی جاسکتی لیکن ایک بار حقیقت اور خواہش کا فرق اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

وقت مٹھی میں بند ریت کی طرح آہستہ آہستہ ہاتھ سے نکل رہا تھا اور صبح صادق بس ہونے کو تھی جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ بس اب بچھڑنا ناگزیر ہے۔

"تمہیں معلوم ہے چندا! نہ تم سے پہلے اور نہ تمہارے بعد میری زندگی میں کوئی نہیں ہے۔ جس جگہ [illegible] تمہارے ساتھ اس وقت موجود ہوں جانتا ہوں کہ یہاں عورتوں کا بازار ہے ان کی قیمت لگتی ہے [illegible] خریدتے ہیں لیکن مجھے اس سوچ سے [illegible] میں...... میں تمہیں خریدنا نہیں چاہتا [illegible] کہ خریدی ہوئی عورت کا بندہ استعمال تو کرسکتا ہے اس سے محبت نہیں کرسکتا اور مجھے تم سے محبت ہے ایسی محبت کہ میں یہاں کسی اور کا تمہاری طرف دیکھنا بھی برداشت نہیں کرسکتا۔"

جانی کی باتیں چندا کے وجود پر پتے کے آخری سرے پر ٹکی بارش کی بوند کی طرح رک گئی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا جیسے جانی کی باتوں سے اس کے دل کے سمندر میں جذبات کے بڑے بڑے بھنور نمودار ہونے لگے تھے۔

رات ختم ہوچکی تھی اور صبح کی کرنیں دھرتی پر مکمل طور پر پھیلنے سے پہلے اسے یہاں سے جانا تھا۔ کچھ دیر ٹھہر کر اس نے چندا کے جواب کا انتظار کیا لیکن ان سوئی جاگی آنکھوں میں بے یقینی کی کیفیت دیکھ کر اٹھا اور گہری سانس لے کر بولا۔

"جب تک میرے جسم میں سانس باقی ہے تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گا لیکن اگر تم چاہو تو کیونکہ زبردستی کرنا محبت کے اصولوں میں کہیں نہیں ہے۔"

جس طرح کچھ لوگ مچھلی کھانے کے بعد دودھ پینے سے ڈرتے ہیں عین اسی طرح چندا بھی اس کی محبت کے یوں آشکار ہونے پر خوفزدہ ہوکر کچھ بھی کہنے سے گریزاں تھی سو ہونٹ بھینچتے ہوئے جانی دروازے تک جا کر پھر پلٹا انتہائی کرب انگیز نظروں سے چندا کو دیکھا جیسے شاید مہاتما بدھ نے آخری [illegible] رانی اور بچے کو دیکھا ہوگا اور سوچا ہوگا کہ بچھڑنا [illegible] ہے۔

اور [illegible] کہے دروازہ کھول کر باہر تو نکل گیا لیکن چندا کو لگا کہ جیسے [illegible] ہمیشہ کے لیے اس کے دل کا مکین بن گیا ہو [illegible] ہونٹوں موسم باتیں ایک پرزم دکھائی دینے لگی تھیں [illegible] آنکھوں کے سامنے ایک خاص قسم کا [illegible] ہو کہ چاروں طرف جانی کی باتیں مجسم [illegible] میں نظر آنے لگی تھیں اور تب ایک عجیب قسم کا بوجھ اس پر آن پڑا تھا اور اسے اس بات کا بے حد رنج تھا کہ اگر اس کا دل جانی کی سچائی کی گواہی دے رہا تھا تو زبان کیونکر بے یقینی کے حصار میں مقید رہی اور جس بے بسی سے جاتے ہوئے جانی نے اسے دیکھا وہ نظریں گویا دل کے ساتھ چپک سی تو گئی تھیں۔

اس آخری نظر میں عجب درد تھا منیر
جانے کا اس کے رنج مجھے عمر بھر رہا

ذات شکست
سندس جبین

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

یا رب اس بار تو ہمیں ایسی عید دے
جو باہمی خوشی کی سب ہی کو نوید دے
جھگڑے، لڑائی اور سب بحران ہوں ختم
ہر لحظہ پاکستان کو خوشیوں کی نوید دے

"محبت چتوں کی سائیں سائیں کی مانند ہوتی ہے نہ دکھائی دیتی ہے نہ پکڑ میں آتی ہے...... بس محسوس ہوتی ہے۔"

آہ! یہ محبت......!

اس نے بمشکل اپنی جلتی ہوئی متورم آنکھیں کھول کر کمرے پہ نگاہ دوڑائی۔ ہر چیز اپنی مقررہ جگہ پہ تھی اس کا کمرہ بڑا ویل آرگنائزڈ تھا ہمیشہ سے۔ دائیں جانب دیوار میں نصب لکڑی کی وارڈروب اور اس کے ساتھ ڈریسنگ ٹیبل چمکتا دمکتا گلاس مرر جس کے آگے دنیا کے بہترین پرفیومز کا ڈھیر بڑے سلیقے سے سجا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے ایک کونے میں سفید پھول جن کے پتے سبز تھے اور ان کی لمبی ٹہنیاں کرسٹل کے شفاف گلدان میں بہت خوبصورت دکھائی دیتی تھیں دھرا تھا۔ اسی ٹیبل کے دوسرے کونے میں ایک فوٹو فریم تھا جس کے اندر ایک لڑکی کی تصویر تھی۔ اس فریم کے عین سامنے ہارٹ شیپ کے پنک کلر کے جیولری باکس بہت خوبصورتی سے رکھے گئے تھے۔ سامنے والی دیوار میں لکڑی کے مضبوط تختوں سے بنا ہوا ریک دھرا تھا جس کے کم وبیش دس گیارہ خانے تھے اس بک ریک میں انگریزی ادب کی Salviya plath' تھامس ہارڈی' ڈکنز شیکسپیئر' مارلو کی کتابیں اردو ادب میں راجہ گدھ آواز دوست' زاویہ' قطرہ قطرہ قلزم آگ کا دریا آخری شب کے مسافر الکھ نگری' شہاب نامہ اور انشاء نامہ کی کتابیں کرنٹ افیئرز سے متعلقہ عمران خان کی میں اور میرا پاکستان' My fueadal lord' بے نظیر کی سرگزشت سے لے کر دنیائے ادب کے تمام بڑے بڑے نام ورائٹرز میں نرگیف اور حمزہ رسول توف کی تصانیف موجود تھیں۔ ان کتابوں کے حجم کے آگے لکڑی کا وہ ریک چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔

مگر بہرحال وہ بہت حوصلے سے علم کے اس ذخیرے کو اپنے اندر سموئے کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ واش روم کا دروازہ تھا اور آخری کونے میں راکنگ ٹیبل رکھی تھی جس کے اوپر جینک [illegible] باربی ڈول شیپ کا پین ہولڈر جس میں [illegible] پنسلز اور مارکرز رکھے تھے لیپ ٹاپ اور ایک چشمہ پڑا ہوا تھا۔ ادھ کھایا ہوا Apple کا لوگو نظر آتا تھا۔ اس کے آگے گھومنے والی کرسی رکھی تھی۔ اس کے بعد کمرے کے وسط میں آخری دیوار کے ساتھ بیڈ بچھا تھا۔ جس پر گلابی رنگ کی خوبصورت بیڈ شیٹ بچھی تھی اور گہرے گلابی رنگ کا لحاف رکھا تھا۔

دیواروں پر بھی آرائش کی گئی تھی۔ بیڈ کے بالکل سامنے دیوار پر ایک نہایت دلکش پینٹنگ تھی جس میں موجود لکڑی کے تختوں سے بنا ایک بے پناہ خوبصورت گھر سبزہ زار میں تھا اور اس کے آگے ایک ندی بہہ رہی تھی۔ پیچھے بیک گراؤنڈ میں وسیع چٹانیں اور پہاڑ نظر آرہے تھے۔ اس گھر کی چھت تکونی تھی اور اس کی بند کھڑکیوں کے اندر سے بے پناہ روشنی پھوٹ رہی تھی۔

چناؤ کرنے والے کا کمال تو تھا ہی بنانے والے نے بھی شاہکار تخلیق کیا تھا۔

اور اس مکمل ادبی ذوق رکھنے والے ذی نفس کے کمرے میں اگر کسی چیز کی کمی تھی تو وہ ایک عدد گھڑی تھی؛

شاید اسے وقت دیکھنے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی یا پھر شاید اس کے نزدیک وقت اتنا غیر اہم تھا کہ اس کی زندگی میں کسی کلاک' کسی کیلنڈر کی ضرورت ہی نہ تھی۔

اس نے لحاف سے چہرہ باہر نکال کر کھڑکی کو گھورا جہاں سے سورج کی ایک مدھم سی کرن بھاری پردوں میں سے رستہ بناتی ہوئی اندر آنے کی کوشش کررہی تھی۔ اور یہ ننھی سی کرن سیدھی اس کی آنکھوں میں پڑی تو اسے بے ساختہ درد کا احساس ہوا۔ اس نے دایاں ہاتھ لحاف سے باہر نکال کر انگلی کی پور سے آنکھوں کو چھوا اور اسے یاد آیا کہ رات وہ لینز اتارے بغیر سوگئی تھی اور اب آنکھیں سلگ رہی تھیں۔ اس نے دوسرا ہاتھ مار کے لینز کی ڈبیا سائیڈ ٹیبل سے ڈھونڈی اور اسی طرح لیٹے لیٹے لینز اتار کے ڈبیا میں موجود سلوشن میں ڈال کے اسے سائیڈ ٹیبل پر پھینک دیا جہاں وہ پانی کی بوتل سے ٹکرا کر الٹی گرگئی۔ اب اسے آنکھیں مسلتے ہوئے گردن پر کچھ چبھنے کا احساس ہوا۔ اس نے ہاتھ لگا کے کچھ نکالا اور اسے بھی پھینک دیا۔ وہ ہلکی آواز کے ساتھ ٹیبل سے ٹکرا کر زمین پر گرگیا۔

اس نے لحاف اوپر کھینچا اور آنکھیں بند کرلیں۔ اس نے اس سارے عمل کے دوران یہ دیکھنے کی زحمت نہ کی تھی کہ دن کا کون سا پہر ہے۔ مگر آنکھیں بند کرنے کے بھی دماغ وہیں رکا ہوا تھا۔ بالکل ویسے جیسے زندگی رک گئی تھی ٹھہر گئی تھی۔ اتنی ٹھہرے پانیوں جیسی زندگی سے اب تعفن اٹھنے لگا تھا۔

وہ جانتی تھی کوئی اسے جگانے نہیں آئے گا اور آج نومبر کی اس کہر دھند سے لبریز صبح جبکہ سورج اپنی کمزور شعاعوں کو روئے زمین پر پھیلانے کی کوشش میں سرگرداں تھا اس کا دل چاہا ہمیشہ کے لیے سو جائے۔ اس کی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں۔

کوئی شخص کسی کی زندگی یوں کیسے برباد کرسکتا ہے؟

اک تیرا ہجر جو بالوں میں سفیدی لایا!
اک تیرا عشق جو سینے میں جواں رہتا ہے!

❁......❁......❁

"ملہا سلطان" اس دنیا میں معصومیت کی مجسم صورت...... اور اگر کوئی سادگی کا مقابلہ ہوتا تو یقیناً اول انعام اسے ہی ملتا' اور درویش صفتی کی آج کے دور میں اگر کوئی وقعت ہوتی تو اسے لازماً کسی تخت کی ملکہ بنایا جاتا۔ من درویش ہو تو زندگی سہل ہوجاتی ہے۔ دنیا کی چاہ ختم ہوجاتی ہے اور دنیا کی چاہ ختم ہوجائے تو راستے روشن اور تقدیریں مہربان ہوجاتی ہیں۔ مستزاد دنیا سے لاگاؤ نہ ہونے کی بنا پر دین سے قربت بے پناہ تھی' چلتے پھرتے درود شریف کا ورد لبوں پہ جاری رہتا۔

ملک کے اعلیٰ ترین تعلیمی ادارے سے اولیول کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج میں ایڈمیشن لیا تو باوجود اس کے انگلش اسپوکن اعلیٰ تھی' کلاس میں ہمیشہ بیک بنچر ہی رہی وجہ ہمیشہ سے Introvert تھا۔ گھر میں ماحول تہذیب اور رکھ رکھاؤ والا ملا نہ کھل کر بات کرنے کی اجازت تھی نہ بے موقع محل قہقہے لگانے کی' جبھی اس کی باتیں اور خواہشیں اندر ہی دم توڑ گئیں۔ ہمیشہ اول پوزیشن پہ آنے کے باوجود غرور نام کا کیڑا دماغ میں نہ رینگ پایا۔

گھر ویل سیٹلڈ تھا...... آرام سے ایلیٹ کلاس میں شامل کیے جاتے تھے مگر ملہا کی سیکھا ایسی تھی کہ مصنوعی پن کبھی نہ آنے پایا' عادات میں اور پاپا نے ہمیشہ ایک ہی تربیت رکھی۔

"لوگ کبھی خوبصورتی سے متاثر نہیں ہوتے' ہمیشہ آپ کی گفتگو اور اخلاق انہیں بھاتا ہے۔ لوگوں کو اخلاق سے متاثر کرو یوں کہ ہمیشہ کے لیے ان کی یادداشت کا حصہ بن جاؤ۔"

اور وہ صدا کی فرمانبردار ان کی بات دل پہ نقش کرلی تھی اور ہمیشہ جب بولتی تو اگلے کو چپ کروادیتی۔ احترام بھرا میٹھا لہجہ اور نرمی سے لبریز لفظ مقابل کو قید کرلیتے۔

وہ ملہا سلطان تھی اپنے پاپا کی سب سے بڑی بیٹی اور ان کا بازو! گریجویشن میں آئی تو انگریزی ادب اور نفسیات کو چنا۔ کالج میں نفسیات اردو میں پڑھائی جاتی

تھی اس نے انگلش میں منتخب کی۔ وجہ بڑی واضح تھی' ملک کے اس اعلیٰ ترین تعلیمی ادارے میں پڑھنے والا بچہ دنیا کی ہر زبان کو مشکل سمجھ سکتا ہے سوائے انگلش کے۔

وہ اس زمانے میں جب کہ بچیاں بچوں کے ماہنامے پڑھا کرتی تھیں تو وہ ایلف کشف' پاؤلو کیلو' ڈورس لسنگ' Roal Dhal اور Enid Blynton کو پڑھا کرتی تھی مگر علم کا یہ بہتا خزینہ اس کے اندر ہی چھپا تھا۔ وہ بیک بنچر ہونے کے باوجود اپنی ٹیچرز کی وربل اسپوکن غلطیاں نوٹ کرتی رہتی تھی۔

پاپا نے کہا بھی کہ "اردو میں نفسیات پڑھو' مشکل ہوگی' خود کیسے پڑھ سکوگی۔ جب کالج میں برابر لیکچر دیے جارہے ہیں تو تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ خوامخواہ میں اکیڈمی رکھنے کا فائدہ؟"

اس نے بہت ہموار آواز میں کہا تھا کہ اسے کسی اکیڈمی کی ضرورت نہیں۔ وہ خود سے گھر میں ہی کور کرلے گی۔

گورنمنٹ اداروں کا تب حال یہ تو نہ تھا' اب تو انتظامیہ قدرے بہتری کی طرف مائل ہے مگر اس وقت ایسا نہیں تھا' کلاسز بنک کرنے پر نہ تو کوئی پڑتال کی [illegible] غیر حاضر ہونے پر ہر کلاس میں الگ سے حاضری لگتی' جتنی کلاسز لینے کو دل کرتا' لے لی جاتیں باقی [illegible] وہ نفسیات کی کلاس لینے کی بجائے [illegible] کی ادب کی دنیا کی خاک چھانتی رہتی اور دماغ کے [illegible] ہوئے خزانے میں ہر دن نئے موتی و جواہرات کا اضافہ ہوتا رہتا۔

ماما نے بھی فکر نہ کی کہ بیٹی کیا پڑھ رہی تھی۔ رزلٹ کب آتا؟ بس پتہ چل جاتا کہ اسے پاس کردیا گیا۔ ان کے لیے یہی کافی ہوتا۔ بی اے میں بھی ہائی فرسٹ ڈویژن آئی مگر کمال تو اس نے انگلش لٹریچر اور نفسیات میں دکھایا تھا۔ اعلیٰ نمبر لے کر پاس ہوئی تو پاپا بھی بے انتہا خوش ہوئے تھے۔

اور اس کی بے انتہا خوبصورت' کامنی اور چینی گڑیا سی ماما جو ہمیشہ اس کی فکروں میں ہی مگن رہتیں' کبھی اس کی وارڈ روب سیٹ کرنے میں تو کبھی کچن میں مختلف ڈشز بنانے میں۔ اب بھی وہ نہایت پیار سے اس کا ماتھا چوم کر اس کے لیے چائے بنانے چلی گئیں۔

اس گھر میں صرف چار لوگ رہتے تھے' پاپا' ماما' پاپا اور فضا..... بس اور ساتھ جڑے گھر میں چچا کی فیملی آباد تھی۔ جن کے بھی دو بچے ہی تھے حماد اور مومنہ.....!

❁......❁......❁

"آخر اس بات میں جھگڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ دادا ابو ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا حماد لوگوں کے ساتھ؟" فضا جو کہ تھرڈ ایئر کی طالبہ تھی اس نے اپنی عقل سمجھ کے مطابق ڈرائنگ روم سے اٹھتی آوازوں پر بات کرتے ہوئے ماما سے کہا جو کچن میں چائے کے لوازمات سیٹ کررہی تھی۔

"بات یہ [illegible] ہے فضا۔" اس نے سر جھٹکا۔

"تو [illegible] بات ہے [illegible]؟" اس نے بھی ماما کے سے انداز میں [illegible] پوچھا۔

"[illegible] ہو ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتی۔" اس نے [illegible] کہا [illegible] رہیا اس کی خام خیالی تھی کیونکہ اگلی [illegible] کالج سے واپسی پر فضا سے ہی پتا چلا تھا کہ دادا ابو نے چچا لوگوں کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہوگیا۔ اسے اپنی دادو سے بہت پیار تھا اور ان کا چچا لوگوں کے ساتھ رہنے کا مطلب تھا کہ اسے ان سے ملنے وہاں جانا پڑتا جو کہ اسے کسی صورت گوارا نہ تھا۔ مگر اب کیا ہوسکتا تھا' دادا ابو کو اپنی بھتیجی (چچی) زیادہ عزیز تھیں اور ان کے الگ ہونے کا مطلب تھا بزنس الگ ہونا.....

معاملات کافی سے زیادہ خراب نظر آرہے تھے۔ پاپا نے ان کے فیصلے کو مجبوراً مان لیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے لڑ جھگڑ کر بھی وہ اپنی بات قطعی نہ منوا سکیں گے اور اب اس کے دراز قد وجیہ سے پاپا..... انہیں سب کچھ خود ہی سنبھالنا تھا۔ وہ خاندانی بزنس سے الگ ہوئے تو کئی دوست آگئے پارٹنر شپ کی آفر لے کر انہوں نے کچھ دن سوچنے کے لیے مانگے' پھر ماما سے مشورہ کرکے ایک دوست کے ساتھ پارٹنر شپ کرکے ایک نئی فیکٹری کا افتتاح کیا۔

شروع کے چند ماہ تو سب اچھا رہا کی خبریں آتی رہیں

مگر پھر حالات کی چرخی الٹی چلنی شروع ہوگئی اور چند دن بعد پاپا لڑکھڑاتے قدموں سے گھر آ گئے تھے۔

فیکٹری دیوالیہ ہوگئی تھی۔ مزدور تنخواہوں کا تقاضا کر رہے تھے پارٹنر نے خود ہاتھ اٹھا دیے تھے ہر چیز سے۔ لاکھوں کا نقصان ہوا تھا۔ قصور کس کا تھا؟ یہ فیصلہ کرنے کی بجائے یہ مسئلہ زیادہ قابل غور تھا کہ گھر کے دروازے پہ بیٹھے مزدوروں کو تنخواہیں کہاں سے دی جائیں۔ اس نے اپنے پاپا کو اتنا پریشان کبھی نہ دیکھا تھا۔ پاپا نے اگلی صبح تنخواہیں دینے کا وعدہ کیا اور اس رات گھر کے گیراج میں کھڑی گاڑی بک گئی۔

اور ساری زندگی کاروں پہ سفر کرنے والے پاپا کو جب موٹر بائیک خریدنا پڑی تو وہ بے حد ٹوٹ گئے۔

اب زندگی بدل گئی تھی۔

وہ ملیحہ سلطان جو کبھی پاپا کے ساتھ ٹھاٹھ سے بڑی سی گاڑی میں کالج جایا کرتی تھی اب جب ماسٹرز کا وقت آیا تو خود ہی جا کر کالج میں انگریزی ادب میں اپنے فارم جمع کروا آئی۔ انٹری ٹیسٹ میں دوسرے نمبر پہ نام تھا اس۔ [illegible] فیس جمع کروائی اور کالج سے ٹائم ٹیبل نوٹ کر کے [illegible]

کبھی کبھی وقت اور چیزیں اتنی تیزی سے بدلتی ہیں کہ ہمیں سنبھلنے کا موقع ہی نہیں [illegible] اور جب ہم دیکھتے ہیں تو ہماری دنیا ہماری آنکھوں کے سامنے بدل چکی ہوتی ہے۔

ملیحہ سلطان کی دنیا بدل گئی تھی۔ [illegible] کر بمشکل گھر کا خرچ نکل چل رہا تھا' یہ امیر لوگ بھی کس عجیب ہی ہوتے ہیں ان کے نزدیک یہ بھی غریبی ہی ہوتی ہے کہ گھر میں چار کی بجائے دو ڈشز پکیں۔

وہ کبھی بڑی شان سے پاپا کے ساتھ کار میں کالج جایا کرتی تھی اب اسی خاموشی سے واکنگ ڈسٹینس پہ ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فائل اور بیگ پکڑتی اور باہر آ جاتی' جہاں اکثر اس کا سامنا حماد سے ہو جاتا' جو یونیورسٹی جانے کے لیے گاڑی نکال رہا ہوتا۔

اسے دیکھ کر ایک خاص نفرت کے اظہار کے طور پہ گاڑی کا دروازہ زور سے بند کرتا اور ٹائر ایک کریہہ آواز پیدا کرتے ہوئے پورچ کی روش پہ دھول اڑاتے ہوئے آگے بڑھ جاتے۔

دونوں گھروں کا گیٹ ایک ہی تھا جس کی وجہ سے مجبوراً آتے جاتے ایک دوسرے کی شکل دیکھنا پڑتی تھی۔

اور یہ حماد اس سے تین سال چھوٹا تھا۔ اسے یاد آتا کبھی وہ دونوں ایک دوسرے کے بہترین دوست تھے۔ وہ اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس جایا کرتا...... ہاں ڈاکٹر!

ملیحہ سلطان کی سیدھی سادی زندگی اتنی بھی سیدھی لکیر کی مانند نہ تھی۔ اس میں بہت سے تخیل تھے۔ ریشم کے الجھے ہوئے دھاگے کی مانند۔

❀ ❀ ❀

[illegible] مزاجوں کا کیا عجب مقدر ہے
زندگی کے دشت میں بچھنے والے کانٹوں کو
راہ سے ہٹانے میں ایک ایک تنکے سے
آشیاں بنانے میں خوشبوئیں پکڑنے میں
گلستاں سجانے میں عمر کاٹ دیتے ہیں!

اس نے فیس بک پہ [illegible] لکھا اور ان باکس کھولا تھا۔ وہاں کئی میسجز تھے اس نے کئی ماہ بعد فیس بک آن کی تھی۔ پتا نہیں کون کون اسے میسج کرتا رہا تھا۔ اس نے لیپ ٹاپ اٹھا کے گود میں رکھا اور ماؤس سکرول کرتے ہوئے اس نے لسٹ کو دیکھا۔ ثانیہ کا میسج تھا' جو کلاس فیلو تھی۔

"کہاں ہو ملیحہ؟ میسج دیکھو تو جواب ضرور دینا۔"

خالہ کا میسج تھا!

"پاس ہونے کی اور ماسٹرز میں ایڈمیشن لینے کی مبارکباد' سوری میں تھوڑا لیٹ ہوں۔" ساتھ ایک افسردہ سا آئی کون تیسرا میسج حماد کا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔ اس نے میسج کھولا۔

"اگر خدا نے ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ انسان کو چاہیے کہ حسد کرنے کے بجائے محنت کر کے خود کو اس قابل بنائے کہ دوسرے اس پہ رشک کریں۔"

اس کی رگیں تن گئیں۔ ذلت کی انتہا تھی اس کا دل چاہا

وہ درمیانی دروازہ کھول کر ان کے پورشن میں جائے اور اس کا منہ توڑ دے۔ یہ صلہ تھا اس کی اتنی سادگی و معصومیت کا؟ اسے رونا آنے لگا۔

حماد اسلم سے اس کا ناطہ آج کا نہیں تھا۔ جب پیدا ہوا تو ماما نے اسے بے تحاشا پیار کیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ دوستی اور الفت مزید مضبوط ہوتی گئی۔ وہ دونوں اکٹھے گھوما کرتے' پسندیدہ ڈشز کھاتے اور مل کر ایک دوسرے سے اپنے مسائل ڈسکس کیا کرتے تھے۔

حماد Relation ship problem کا شکار تھا۔ وہ مسکن ادویات استعمال کرتا تھا۔ سارا بچپن اس نے اور حماد نے مل کر گزارا تھا۔ مومنہ اور فضا سائیڈ پارٹنر ہوا کرتے تھے۔

ماما کے اندر سارے شوق ہی انوکھے تھے۔

بچپن میں سارا دن سائیکل چلایا کرتی' پینٹ شرٹ پہن کر گھومتی' کارڈز کھیلتی' ذرا بڑی ہوئی تو بائیک چلانا سیکھ لی' کبھی کبھی وہ اپنے اندر موجود ان ساری خوبیوں سے گھبرا بھی جاتی تھی۔

حماد کے ساتھ باہر جاتے ہوئے بھی اس کی ایک [illegible] ڈیمانڈ ہوتی تھی۔ تیز رفتار گاڑی اور پان کھانا۔ حماد اس کا مذاق اڑاتا تھا۔ مگر وہ کبھی اس سے اپنی [illegible] منوا لیتا تھا۔ ماما نے بڑے ہونے کی بنا پر ہمیشہ ہی اسے دوسرے رکھا تھا دوسرے اس کے اندر فطری صلاحیت تھی [illegible] کرنے کی..... وہ سب بچوں کو اپنے پریشر میں رکھا کرتی تھی۔

حماد کے ساتھ اس نے بہت سے حسین دن گزارے تھے مگر افسوس آج وہ بدل گیا تھا چند اسا حماد جو کبھی بہت دب کر رہتا تھا اب یوں تن کر گزرتا جیسے گردن میں سریا فٹ ہو۔ اور اب اس کا ان باکس میسج پڑھ کر اس کے کلیجے میں جیسے انگارے لوٹ گئے تھے۔ اس نے غصے سے میسج ڈیلیٹ کر دیا۔ پھر چند لمحے خود کو ٹھنڈا کرنے میں صرف کیے پھر اس نے اگلا میسج دیکھا۔

"آ غا شاہ زمان"

وہ چند لمحے مل نہیں سکی ساکت ہوگئی تھی۔ اس کی بیٹ رک گئی تھی۔

❁-----❁-----❁

اس کی زندگی میں بظاہر تو سب کچھ ٹھیک تھا ایک بڑا سا گھر اور امیر کبیر ددھیال...... مگر درحقیقت ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

"پلا سلطان۔" واقعی دوسروں سے مختلف تھی۔

وہ کبھی ہجوم کو فیس نہیں کر سکتی تھی۔ وہ انگیزائٹی کی مریض تھی' پرہجوم سڑکیں اور جگہیں اسے خوفزدہ کرتی تھیں۔ نفسیاتی زبان میں اسے Aghoraphobia کہا جاتا ہے۔ اپنی اسی کمزوری کی بنا پر وہ کبھی تقریبات میں نہیں جایا کرتی تھی۔ گھر آئے مہمانوں کو ہینڈل کرنا ایک مسئلہ لاینحل ہوجایا کرتا تھا اور دکھ کی بات یہ تھی کہ گھر والے اس کی اس نفسیاتی کمزوری سے بالکل بے خبر تھے۔

دوسرا [illegible] اسے تب لگا جب فرسٹ ایئر میں اس کے دل نے [illegible] دینا شروع کیا۔ مرض بہت عجیب تھا اور کسی حد تک [illegible] دینے والا بھی۔ انسان سیدھا سادا دل کا مریض ہو [illegible] بات [illegible] میں آتی ہے مگر اس کے ساتھ یہ [illegible] تھا اس کی بیٹ کبھی یکدم تیز ہوجاتی تو کبھی بہت [illegible]...... چیک اپ ہوا' میڈیکل ٹیسٹ ہوئے...... ای سی جی ہوئی اس کی زندگی کا سب سے خوفناک تجربہ......!

وہ اندر ہی اندر بکھر گئی۔ ابھی عمر ہی کتنی تھی بھلا اس کی؟ صرف سترہ سال۔

کیسا حسین دن تھا عید کا اور کیسے برباد ہوا؟ اس کے اندر ماتم برپا ہوگیا تھا۔

ای سی جی کی رپورٹ سے جو بات سامنے آئی اس کی کڑیاں بھی پچھلے مرض سے جاملتی تھیں۔

ڈاکٹر نے ماما اور پاپا کو بٹھا کر کہا تھا۔

"پلا Tachycardia کی مریض ہے اسے Arrthymias بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں انسان کی دل کی دھڑکن کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ عرف عام میں اسے Beatmissing بھی کہا جاتا ہے۔

وجوہات اس کی بھی تقریباً وہی ہیں۔ High b.p' انگزائٹی' دبی ہوئی خواہشات و احساسات' اپنی باتیں کسی

سے شیئر نہ کرسکنا' بہت ہی خود بین شخصیت ہونا' یہ سب اس کی وجوہات میں شامل ہیں آپ مایوس مت ہوں وہ بالکل ٹھیک ہوجائے گی' کچھ میڈیسنز لکھ کر دے رہا ہوں' مگر اس سے بھی بڑھ کر ایک بات یاد رکھیں' اس مرض میں مبتلا انسان کو اگر کوئی چیز جلد از جلد ٹھیک ہونے پر مجبور کرسکتی ہے تو وہ صرف اور صرف دوسروں کا پیار' توجہ' خیال اور شیئرنگ ہے۔ اس بچی کو بالکل تنہا مت چھوڑیں۔ اسے گھر میں بزی رکھیں جتنا ہوسکے اس کو کمپنی دیں' اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں شیئر کریں' اس کی رائے لیں' کیونکہ ماہا کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو تنہا' کمتر اور کمزور محسوس کرتی ہے۔ یہ سب اسی وجہ سے ہے یاد رکھیں کہ ڈاکٹر ہر مرض میں یہ تجویز دیتا ہے کہ مریض کی اپنی ول پاور بہت کاؤنٹ کرتی ہے مگر میرا ذاتی خیال ہے اس مرض میں ایسا قطعاً نہیں ہوسکتا' اس لیے جہاں تک ہوسکے اس کا خیال رکھیں اور اگر آپ اسے صحت مند نارمل انسان کی صورت دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو مکمل طور پر میری ہدایات پر عمل کرنا ہے۔"

انہوں نے تفصیلاً جواب دیا تھا۔

ماما پاپا اڑے رنگوں کے ساتھ دیکھتے رہ گئے۔

وہ اسے گھر لے آئے اور اس کے بعد اس کے سائیڈ ٹیبل کا ایک دراز ہمیشہ کے لیے دوائیوں کے لیے مخصوص ہوکر رہ گیا۔

زندگی افسانوی ہیروئن کی مانند آسان نہیں تھی۔

❀......❀......❀

ماسٹرز کے ایگزامز دینے کے بعد وہ فارغ ہوئی تھی' جبھی کتابوں میں خود کو مصروف رکھتی یا پھر نیٹ پہ۔

نیٹ اس کا شوق تھا۔ نت نئی موویز دیکھنا' ترکی' رشین اور انگلش موویز اس کا شوق تھا یا پھر دھیمے سروں میں امانت علی اور نصرت فتح علی خان کی غزلیں سننا......!

غالب' اقبال' افتخار' ساجد' فیض' امجد اسلام امجد اور فرحت عباس شاہ کی شاعری سے اسے عشق تھا۔

اس جیسا مکمل ادبی ذوق رکھنے والی ہستی ان کے پورے خاندان میں نہ تھی اور شاید ہو بھی نہیں سکتی تھی کہ ماہا سلطان' جیسا منفرد انسان بس ایک ہی ہوا کرتا ہے۔

فیس بک سے بھی دلچسپی تھی اسے اور اس کی پروفائل اتنی شاندار اور اعلیٰ قسم کی تھی کہ بندہ نا چاہتے ہوئے بھی متاثر ہونے پر مجبور ہوجاتا تھا۔ سب سے پہلے تو وہیلے پر لگی ہوئی فیری میسڈونز کی تصویر آنکھوں کو قید کرلیتی تھی اور دوسرے اس کے دیئے گئے اسٹیٹس' خوبصورت آیات واحادیث' انگلش کی کوٹیشنز' بہترین اشعار کا چناؤ......اس قدر احتیاط سے کیا گیا تھا کہ رشک آتا تھا۔ اس کی فرینڈ لسٹ بھی مختصر تھی' مگر سب ہی معزز اور معتبر لوگ تھے۔ فیملی میں سے کزنز بھی ایڈ تھیں۔

ماما بھی بعض اوقات خود بھی حیران ہوتی تھیں۔ وہ خود بھی ایک Sophisticated لیڈی تھیں مگر ماہا کا ذوق دعاوات تو بہت شاہانہ اور تمکنت بھری تھیں۔ اس کا بات کرنے کا اسٹائل' اس کا اٹھنا بیٹھنا' چلنا اور دوسروں کے ساتھ بیٹھنا اس قدر شاہی انداز تھا کہ پھپو نے ایک دن بے ساختہ کہا تھا۔

Youareabornofficermaha!

"بھائی جان آپ اسے سی ایس ایس کروائیں۔"

انہوں نے مخلصانہ انداز میں کہا تو ماہا نے بہت چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

جبکہ پاپا کے چہرے پر ایک خوشگوار مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ اپنی ذہین بیٹی پہ انہیں بہت ناز تھا۔ جس نے کسی بھی قسم کے حالات میں ان پر بوجھ نہیں ڈالا تھا بلکہ انہیں تو خبر بھی نہیں ہوتی تھی اور اس کا رزلٹ ان کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اب بھی اپنی بہن کی بات سن کر انہوں نے مسکرا کر ماہا کو دیکھا تھا۔

"کیوں ماہا؟ آپ کیا کہتے ہو بیٹا؟" ان کے لہجے میں ایسا یقین تھا کہ اس نے پاپا کو دیکھا اور سوچا کتنے زمانوں بعد پاپا یوں مسکرائے تھے۔

"آف کورس پاپا...... آئی کین ڈو اٹ۔" اس نے اعتماد سے کہا۔

''آئی نو بیٹا' آپ کر سکتی ہو مگر یہاں بات آپ کی چوائس کی ہو رہی ہے۔'' انہوں نے نرمی سے معاملہ اس پر چھوڑ دیا۔

اس نے مسکرا کر ماما کو دیکھا جو کہ پھپو کے ساتھ بیٹھی تھیں۔

''اب میری بھی یہی چوائس ہے پاپا۔'' اس نے پر عزم طریقے سے کہا۔

اور یوں ماہا سلطان کی زندگی میں ایک خواہش' ارادہ اور عزم داخل ہو گیا تھا۔ جس نے اس کی پوری زندگی کو آکاس بیل کی طرح جکڑ لیا تھا۔

❀ ❀ ❀

اس نے ''آغا شاہ زمان'' کا نام دو بار پڑھا سہ بار پڑھا اور پھر میسج کھول لیا۔

''اتنے دن کی غیر حاضری ٹھیک نہیں ہوتی' بندے کو فکر ہو رہی تھی' ایک بلینک ٹیکسٹ ہی کر دیا کریں جس سے خیریت پتا چل جائے۔'' اس نے میسج پڑھا مگر نظریں بہت دیر تک ان دو سطروں پر ٹکی رہیں۔ دنیا میں ایسا کوئی تھا' جسے اس کے ہونے یا نہ ہونے سے فرق پڑتا تھا؟ جسے اس کی خیریت سے غرض تھی؟ اسے لگا اس کا دل رک رک کر چل رہا ہے۔ پھر اس کی انگلیاں میکانکی انداز میں کی بورڈ پر چلنے لگیں اور آغا شاہ زمان کے متعلق [illegible] اس کی نظریں اسکرین پہ بھٹکنے لگیں۔

''آغا شاہ زمان۔''

''سی ایس پی آفیسر ایٹ سول سیکرٹریٹ گریڈ 18''

رہائش اکوٹ۔

اس کی آنکھیں چند لمحے رکی پھر اس نے پروفائل پکچر کھول لی اور آنکھوں میں جیسے چاندنی سی اتر آئی تھی۔ آدمی تھا کہ آفت! دراز قامت' سرخ و سفید چمکتا ہوا رنگ' گہری بھوری آنکھیں اور گلابی ہونٹ اف! وہ چند لمحے پل ہی نہ سکی پہلی نظر کا وار بہت قاتل تھا۔

اس نے بمشکل نظر ہٹا کر اس کی line Time کھول لی تھی۔

اور اگلے ہی لمحے پھر چونک پڑی۔

احادیث' آیات' خوبصورت کوٹیشنز' اشعار' چنانچہ یہاں بھی کمال تھا اتنی ہم آہنگی' اتنی یکجائیت اور اتنی ہم خیالی۔ وہ جوں جوں پڑھ رہی تھی ٹھٹک رہی تھی۔ کوئی چیز دھیرے دھیرے دل میں گھیرا ڈال رہی تھی۔ کوئی طلسم ہو رہا تھا' کتنا عجیب سا احساس تھا تناسب' یکسانیت' کچھ ایک جیسا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ حیران تھی۔

اس کے اندر ایک انوکھا احساس جنم لے رہا۔

اس کے ہاتھ تیزی سے کی بورڈ پہ چل رہے تھے۔ وہ جواب لکھ رہی تھی۔

ہاں یہ آغاز تھا اس کہانی کا...... جس کا انجام کسی کو معلوم نہ تھا' شاید ہر کہانی کا انجام یوں ہی انجان ہوتا ہے۔

اور یوں ماہا سلطان اور آغا شاہ زمان کی کہانی کا آغاز ہو گیا تھا۔ [illegible] کی چھوٹی گپ شپ' ذوقی اٹینشن [illegible] بھار لولی کمنٹ اور پھر ان باکس کی باری آئی [illegible] ذوق کے حامل تھے میسج بھیجنے کا انداز [illegible] خوبصورت تھا کہ اگلا بندہ سحر زدہ [illegible] اکثر اسے پھولوں کی خوبصورت تصاویر ہی بھیجا [illegible] اور پھر شعر و شاعری کا تبادلہ ہونے لگا۔ یہاں [illegible] مقابلہ بگڑ کا لگا' ان دونوں کا ذوق ہی بہترین تھا۔

ایک دن اس نے چند اشعار پڑھے تو بہت دیر گم صم رہی تھی۔

وہ جو اس کے بنا گزاری ہے
زندگی تھی عذاب سے بڑھ کر
دل کے شیشے میں اور کیا ہوگا
اس ماہتاب سے بڑھ کر

اس نے بنا سوچے سمجھے انہیں بھیج دیے۔

اور رات اسے جواب مل بھی گیا۔

''ماہا سلطان'' کے لیے۔

مگر یہ کس طرح ممکن ہے
کہ تم کسی پر نگاہ ڈالو
تو اس کی دیوار جاں نہ ٹوٹے
وہ اپنی ہستی نہ بھول جائے!

وہ چند لمحے ششدر سی بیٹھی رہی پھر اس نے لکھا۔
"تھینک یو سو مچ سر۔"
"سر مت کہا کریں۔"
"کیوں؟"
"نام ہے میرا۔"
"مجھے پتا ہے۔"
"تو وہ کیوں نہیں لیتیں۔"
"اچھا نہیں لگتا مجھے۔"
"لیکن آپ میری ماتحت تو نہیں ہیں نا؟"
"جی مجھے پتا ہے۔"
"تو پھر؟"
"پھر کیا؟"
"ہم کیا ہیں؟"
"دوست" اس ایک لفظ نے فضا میں روشنی سی بکھیر دی تھی جو اسے لگا ہر چیز سنہری سی ہو گئی ہو۔
"تھینکس فار دی آنر۔"
"یو آر ویلکم۔" اس نے مسکرا کر لکھا۔ جواباً [illegible] پھولوں کے ساتھ جواب بھیجا گیا۔
"بہت پیاری دوست ماہا کے لیے۔"
اور وہ بہت دیر تک "پیاری دوست" [illegible] پر نظریں جمائے دیکھتی رہی تھی۔ بہت کچھ بدل [illegible] اور بہت [illegible] تھا۔

❁.......❁.......❁

پیاسوں کے گرد سراب
معذوروں کے آگے دیواریں
اور نابیناؤں کے راستوں میں
کیل بونے والے
شاید اپنے گریبان کہیں گم کر بیٹھے ہیں!!

ایک سرکاری افسر کا اس قدر کڑا سچ سن کر "ماہا سلطان" تو جیسے لمحوں میں اس کی غلام بن گئی تھی اس نے بے ساختہ تعریف کی تھی۔
"آپ کا انتخاب بہت خوبصورت ہے سر۔"
"تھینک یو ماہا۔" انہوں نے کہا۔

اس دن بہت دیر تک وہ دونوں میسج پہ بات کرتے رہے۔ ایک دوسرے کی باتیں، پسند ناپسند کی باتیں، کتابوں کے حوالے اور شاعری کے تڑکے سب کچھ ساتھ ساتھ بہت خوبصورتی سے چلتا رہا۔
اور اس رات جب وہ سوئی تو اس کی آنکھوں نے بہت سے حسین لفظ پھولوں کی صورت اپنے گرد جگمگاتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔
اور وہ تکیے کو بھینچے بند آنکھوں کے ساتھ مسکراتی رہی تھی۔ پتہ نہیں اتنے سارے خواب کہاں سے آنکھوں میں آن سمائے تھے وہ خود بے خبر تھی۔ اور اگلی صبح وہ ای میل اس کے [illegible] آئی ڈی پہ آئی جس نے اس کی پوری زندگی کا رخ موڑ کے رکھ دیا تھا۔
"[illegible] یوں لگتا ہے جیسے روح میں کوئی خالی پن تھا سب کچھ میسر ہونے کے باوجود بھی ایک کمی سی تھی، شاید یہ خلا آپ جیسی کسی ہستی کے نایاب ہونے کی بنا پہ تھا اور آج یوں لگ رہا ہے جیسے خالی پن بھر گیا ہو آپ بہت [illegible] ہیں ماہا! بہت نایاب اور بہت پیاری...... جب سے آپ ملی ہیں اپنا آپ مکمل محسوس کرتا ہوں آپ سے رابطے کی تکمیل چاہتا ہوں، نو مت کیجیے گا۔" لفظ تھے یا دھماکے۔
اختتام پہ ایک فون نمبر لکھا ہوا تھا۔
اس نے کانپتے ہاتھوں سے کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کیا اور سر ٹیبل پہ دھر دیا۔ اس دن وہ سارا وقت ادھر ادھر بولائی بولائی سی پھرتی رہی، ماما کو کچن میں کام کرتے دیکھ کر بھی اس نے کوئی مدد نہ کی۔ فضا اس سے انگلش کا کچھ پوچھنے آئی تو اس نے سر درد کا کہہ کر ٹال دیا۔ عجیب سی بے معنویت ہر چیز پہ حاوی تھی۔ وہ یوں جیسے کسی دوراہے پہ آ کر رک گئی تھی۔ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ عجیب سی بے بسی سے بار بار کمپیوٹر پہ ہاتھ رکھتی پھر اٹھ جاتی آن کرنے کا دل ہی نہ کر رہا تھا۔
کتنی ہی کتابیں کھولیں پڑھنے کے لیے مگر دھیان نہ لگ سکا اس نے دوبارہ سے بک ریک میں رکھنا چاہیں تو ساری ترتیب بگڑ گئی۔ سیٹ کرنے بیٹھی تو عجیب سا دل بھر آیا۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر وہیں بیٹھ کر رونے لگی۔ زندگی کس

عجیب موڑ پہ لائی تھی۔ اس نے اٹھ کر کھڑکی کے پار دیکھا جہاں رات پھیل چکی تھی‘ اس نے اٹھ کر کمپیوٹر آن کیا۔ ان کا میسج موجود تھا۔

”آپ نے ای میل دیکھ کر بھی جواب نہیں دیا؟ تو کیا میں خود کو نامراد سمجھ لوں؟“

وہ ساکت رہ گئی۔ پھر کمپیوٹر بند کیا اور بیڈ پہ لیٹ گئی۔ چاروں طرف خاموشی تھی۔ اسے گھٹن کا احساس ہونے لگا۔ وہ اٹھی‘ شال اٹھائی اور باہر نکل آئی اس کا رخ چھت کی طرف تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور چھت پہ آ گئی۔ فضا میں ٹھنڈک کا راج تھا یہ جاتے نومبر کی رات تھی۔ پام کے طویل درخت ساکت تھے اور ان کی شاخوں پہ دھند بسرا کیے ہوئے تھی۔ وہ بہت دیر تک چھت پہ ٹہلتی رہی پھر تھک کر کرسی پہ بیٹھ گئی۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑا موبائل دیکھا اور پھر نمبر ڈائل کرنے لگی۔

اس کی انگلیوں میں خفیف سی لرزش تھی۔ اس نے نمبر ڈائل کر کے فون کان سے لگا لیا بیل جا رہی تھی‘ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ چوتھی بیل پہ فون اٹھا لیا گیا۔

”ہیلو......“ ایک گھمبیر اور کسی قدر مغرور سی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

اس کا سانس اور بھی تیز ہو گیا۔

”سر......“ وہ بدقت آواز نکال کر بولی۔

”ماہا......!“ وہ فوراً پہچان گیا تھا۔ چند لمحے تو حیران ہی رہا پھر بے ساختہ ہنس پڑا۔ کھنکناتے سکے کی مانند شفاف ہنسی‘ وہ سانس روکے سنتی رہی‘ کیا کسی کی ہنسی اس قدر خوب صورت بھی ہو سکتی ہے؟ اسے رشک آنے لگا۔

”آپ کو کیسے پتا چلا؟“ اس نے بے ساختہ پوچھا۔

”تھینک یو سو مچ ماہا۔“ انہوں نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے شکریہ ادا کیا تھا۔ وہ چند لمحے خاموش رہی۔

”آپ کیسے ہیں؟“

”میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟“ لہجے کا احترام اسے قید کر گیا تھا۔ بمشکل وہ بول پائی تھی۔

”میں بھی ٹھیک ہوں۔“

”کیا کیا آج سارا دن؟“ وہ بڑے دوستانہ انداز میں پوچھ رہے تھے۔

”کچھ بھی نہیں۔“ اس کے لہجے میں اداسی در آئی۔

”میں تو بہت مصروف تھا۔“ انہوں نے بنا پوچھے ہی اپنا بتایا۔

”آپ تو پھر افسر ہیں نا؟“ وہ ہلکے سے مسکرائی۔

وہ اس کے ”افسر“ کہنے پہ ہنس دیئے تھے۔

”ارے جناب...... کہاں کے افسر؟ ہم تو خادم ہیں سرکار کے۔“ انہوں نے بڑے دلنشیں انداز میں تشریح کی تھی۔

وہ بہت محظوظ ہوئی تھی۔ دو منٹ کی مختصر گفتگو کے بعد کال اینڈ ہو گئی۔

❁......❁......❁

کوئی اوس کا سونپ دے مجھے
یہ کیا تجھ کو سوچتا اور سوچتے ہی رہنا!

اس نے پاپا کے ساتھ جا کر اردو ادب کی نثر اور شاعری کی بہت سی کتابیں خرید لی تھیں۔ اور نئے سرے سے ان کا مطالعہ کرنے بیٹھ گئی۔ وہ علمی مباحثوں سے دور بھاگنے والی لڑکی تو ابھی بھی تھی مگر یہاں مقابل سے کسی طور پہ بھی کم پڑنا اسے گوارا نہ تھا۔ ہلکی پھلکی بات چیت اب قدرے بے تکلفی میں ڈھلتی محسوس ہو رہی تھی۔ بات کا انداز بھی بدل رہا تھا۔

اور یہ وہی دن تھے جب آسمان بہت کھلا کھلا نیلا نیلا محسوس ہوتا ہے...... رنگ ہر سو بکھرے محسوس ہوتے تھے۔ پھولوں کی خوشبو کتنی گنا بڑھ گئی تھی۔ فضا میں خوشبوؤں کا رقص جاگا اور جب صبح کی ٹھنڈی ہوا چلتی تو دل چاہتا کہ وہ بھی تتلی بن کر ان بادلوں کے ہمراہ اڑتی چلی جائے۔ اور جب سب لوگ اپنے اپنے کاموں پہ روانہ ہو جاتے تو وہ کتنی دیر کھڑکی پہ بیٹھی پٹونیا کے پھولوں کو دیکھتی رہتی اور سوچتی کہ دنیا کس قدر خوب صورت اور وہ کس قدر بے خبر!

اسے بے وقت اور بے بات ہنسی آتی رہتی...... وہ کھلکھلاتی تو ماما بڑی حیرت سے اسے تکتی تھیں۔ انہوں نے کبھی ماہا کو اتنا ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ وہ صبح ان کے جاگنے سے پہلے ہی ناشتہ تیار کر چکی ہوتی تھی اور اکثر رات بارہ

بجے کچن میں گھس جاتی۔

"فضا! چکن رول بنا رہی ہوں۔ سومت جانا۔" وہ آواز لگاتی اور ملا پاپا بھی اٹھ کر لاؤنج میں آ جاتے۔ ذائقہ اس کے ہاتھ میں بے حد تھا اور جب وہ مزے مزے کے رول' کیچپ کے ساتھ ٹرے میں سجا کے لاؤنج میں لاتی تو خوب رونق لگتی۔ چچی جان کے پورشن میں آوازیں جاتیں تو وہ کن سوئیاں لینے کو دیوار سے چپک چپک جاتیں کہ معاشی طور پہ بدحال اس خاندان کو آخر ایسی کون سی خوشی مل گئی جو وہ یوں کھل کر ہنستے تھے آخر ایسا کون سا قارون کا خزانہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا جس کی خوشیاں وہ مناتے تھے؟ ان کے گھر کھچڑی پکنی شروع ہو جاتی۔

دوسری طرف وہ بے خبر خود میں مگن تھے۔

ہاں یہ وہی دن تھے جب اس نے پہلی بار آئینے میں خود کو غور سے دیکھا تھا اور بہت دیر تک دیکھا تھا...... ہاں یہ وہی دن تھے جب اس نے بارش کو محبت بھری نظر سے دیکھا تھا۔ اور اس میں بھیگ جانے کی خواہش کی تھی۔ ہاں یہ وہی دن تھے جب اس نے دو دو گھنٹے ٹھنڈی گھاس پہ ننگے پیر واک کی اور اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ ہواؤں کے سنگ اڑتی جائے۔ بہت دفعہ اسے لگتا کہ اس کا وجود پھر سے بہت ہلکا پھلکا ہو گیا تھا اور اسے لگتا اگر وہ ہواؤں میں اڑنا چاہے تو کبھی نیچے نہیں گرے گی...... ہاں یہ وہی دن تھے جب ماہا نے سی ایس ایس کی اکیڈمی جوائن کی۔ کتابیں خریدیں اور تیاری شروع کر دی...... جبکہ وہ ہر قدم پر اس کا راہبر بنا تھا۔ اسے آج سے پہلے کبھی ستاروں بھری رات اتنی خوبصورت اور سحر انگیز نہ لگی تھی' جتنی آج کل لگنے لگی تھی اور نہ ہی چاند اتنا چمکدار اور دلکش لگا تھا ہاں یہ وہی دن تھے جب!

ان دنوں جب کہ تم تھے یہاں
زندگی بڑی جاگی جاگی سی تھی
سارے موسم مہربان دوست تھے
راستے دعوت نامے تھے جو
منظروں نے لکھے تھے ہمارے واسطے
پیڑ بانہیں پسارے کھڑے تھے
ہمیں اپنی چھاؤں کی شال پہنانے کے واسطے
آسمان پگھلے نیلم کا تالاب تھا
جس میں ہر رات چاند کا ایک پھول کھلا کرتا تھا
اور پگھلے نیلم کی لہروں پہ بہتا ہوا
ہمارے دلوں کے کناروں کو چھو لیتا تھا
ان دنوں جبکہ تم تھے یہاں......!!

ہاں یہ وہی دن تھے جب اسے محبت ہوئی تھی۔ زمین کے سفر میں خدائی تحفہ یہ محبت جس نے اسے بدل کر رکھ دیا تھا۔

ان کی ہر روز فون پر بات ہونے لگی اور تقریباً پورا دن میسجنگ اور پھر فیس بک پر نت نئی شیئرنگ...... دن بہت رنگدار ہو گئے تھے ہاں وہی دن...... ان کے عشق کی انتہا کے دن جب وہ ایک دوسرے کو دیکھنے کے لیے مرتے تھے اور اسی طرح ایک دن ایک شام آغا نے بہت جھجک کر کہا تھا کہ وہ اسے دیکھنا چاہتے ہیں' اور وہ جیسے ہواؤں میں معلق ہو گئی تھی۔ اس نے جواب دینے کی بجائے بات بدل دی تھی اور وہ محسوس کر گئے تھے۔

"کیا بات ہے ماہا...... برا لگا؟" انہوں نے پوچھ لیا۔

"نہیں تو۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"تو پھر کیا بات ہے؟" وہ پیار سے پوچھ رہے تھے۔

"آغا میں؟" اس نے مدھم لہجے میں کہنا چاہا مگر وہ بے ساختہ ہنس پڑے۔

آج ماہا نے پہلی دفعہ انہیں اس طرح "آغا" کہہ کر بلایا تھا۔

"زہے نصیب! آج ہمارا نام آیا ہے ان کے لبوں پہ۔ خوشی سے مر نہ جائیں کہیں۔" وہ بوجھل آواز میں بول رہے تھے ماہا نے خود کو بے بس ہوتا محسوس کیا تھا۔ وہ ساحر تھا جو اپنے مسخر کردہ کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔ وہ بھی اس ساحر کے سحر میں تھی تو پھر آنکھیں بند کر کے وہی کرتی گئی جو وہ کہتا گیا۔ اس نے اس دن اپنا بہترین سوٹ پہنا...... آنکھوں میں کاجل لگایا اور اپنی بہت خوبصورت تصاویر بنا کر بھیج دی تھیں۔

اور جب رات آغا کا فون آیا تو وہ کس قدر بے قرار تھے۔

"ماما! جان...... تڑپا دیا ہے مجھے...... تم واقعی اتنی پیاری ہو یا مجھے لگی ہو کب ملو گی؟" آواز میں اتنی تڑپ تھی کہ وہ لرز گئی۔ کچھ بولا ہی نہ گیا بس چپ رہی۔

"ماما! میری زندگی...... کچھ تو بولو......" وہ بے صبری سے بول رہے تھے۔

"کیا بولوں؟" وہ بدقت آواز نکال پائی تھی۔ اور وہ رات بہت خاص تھی۔ آغا نے اسے بہت سے پیارے پیارے جملے کہے تھے۔ اسے گا کر سونگ سنایا تھا۔

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے
کہ جیسے تجھ کو بنایا گیا ہے میرے لیے
تو اب سے پہلے ستاروں پہ بس رہی تھی کہیں
تجھے زمیں پہ بلایا گیا ہے میرے لیے......!!

اور اس سے برملا والہانہ اور بے ساختہ محبت کا اظہار کیا تھا۔ وہ ہلکا سا مسکرائی تو وہ قربان ہوئے تھے۔ ان کا بس چلتا تو اسی وقت آتے اور اسے اٹھا کر لے جاتے۔ وہ اتنے بے تاب تھے کہ ماہا کو خود پہ رشک آنے لگا تھا۔

کوئی کسی سے اتنی محبت کیسے کر سکتا ہے؟ اسے حیرت ہوتی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ منزل تک آ گئی ہو۔ وہ آغا ہی تو تھے جن کے لیے اس نے خود کو سنبھال کر رکھا تھا اس کو لگتا تھا زندگی میں سب کچھ مکمل ہو گیا ہو۔

ایک دلفریب بہاؤ تھا جس میں وہ دونوں بہتے جا رہے تھے۔ ہر روز وہ آفس جانے سے پہلے اس سے بات کر کے جاتے تھے۔ اسے آفس جا کر اپنی ہر روز کی تصویر بھیجتے تھے پھر میسجنگ سارا دن چلتی روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتیں ان دونوں کو اتنی دلکش کبھی نہ لگی تھی۔ جتنی اب لگتی تھی ہر چیز خوشنما ہو گئی تھی۔ اس نے سیل فون میں ان کے نام کے آگے "آغا" لکھ کر ان کی شاندار سی تصویر لگائی تھی اور جب بھی ان کا میسج آتا ساتھ ان کی چمکتی ہوئی تصویر آتی تو اس کا دل محو رقص ہو جاتا۔ مگر یہ سب زیادہ دیر نہیں چل سکا تھا۔

❁......❁......❁

آج صبح ہی تو وہ دونوں بات کر رہے تھے جب انہوں نے اسے بتایا کہ وہ کل شام گھر جا رہے ہیں تو وہ چند لمحے خاموش رہ گئی۔ اسے پتا تھا کہ کوئٹہ صرف ان کی پوسٹنگ ہوئی تھی ورنہ ان کا آبائی گھر گاؤں میں تھا۔

"آپ بات نہیں کریں گے وہاں جا کر؟" اس نے اداسی سے پوچھا تھا۔

"کیوں نہیں! بالکل کروں گا۔" انہوں نے مستحکم انداز میں کہا۔

"لیکن اتنی دیر بات کرنا ممکن نہیں ہوگا......" وہ اسے جیسے ذہنی طور پر تیار کر رہے تھے۔

"جی! وہ تو مجھے اندازہ ہے۔" اس کا لہجہ دھیما مگر پرسوز تھا۔ وہ محسوس کر گئے۔

"ماہا...... جان! ایسے نہیں کرو ورنہ میں جا نہیں پاؤں گا۔" وہ بے بس ہو گئے۔

"ارے نہیں میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" وہ خود کو سنبھال کر بولی اور بات بدل دی تھی۔

"وہ جو آپ نے کور پیج پر لگائی ہے نا وہ بہت پیاری ہے اتنا کیوٹ سا بے بی ہے۔" اسے یاد آیا تو کہنے لگی۔ وہ چار پانچ سال کا بہت پیارا سا بچہ تھا۔ تبھی وہ بولی تھی۔

"ہاں...... میرا بیٹا ہے۔" وہ ہنس کر بتا رہے تھے۔ ان کے لہجے میں تفاخر تھا اس کو لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی تھی۔

"بیٹا؟" اس نے بے یقینی سے دہرایا تھا۔ اس کے پیروں تلے سے زمین نکلی تھی۔ وہ حواس باختہ سی ہو کر اونچی آواز میں کہنے لگی۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ...... آغا مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔" اس کا دل شاید رکنے لگا تھا۔

"ماہا...... جان اپنے بیٹے کی بات کر رہا ہوں میں۔" وہ اس بار قدرے پرسکون ہو کر بیٹھ گئے تھے جبکہ اس سے پہلے پیکنگ میں مصروف تھے۔

وہ لحظہ بھر میں جیسے گونگی ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے آگے دھند چھا رہی تھی اور دم گھٹ رہا تھا۔ فون اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ وہ اسے پکار رہے تھے مگر وہ سننے سے قاصر تھی۔ اس نے بمشکل ٹیبل کے کونے کو تھام کر اپنا توازن برقرار رکھا اور پھر ایک لمبا سانس لے کر تیز ہوتی دھڑکن کو

تھامنا چاہا مگر بے سود رہا تھا' وہ لڑکھڑا کر گری اور اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔

دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو ماما اس کے پاس تھیں۔ اور اس نے اصحاب کہف کی طرح خود کو محسوس کیا' جو نیند میں تھے اور باہر دنیا کا سکہ بدل گیا۔ ماہا سلطان غفلت کی نیند سوتی رہ گئی اور سب کچھ ختم ہوگیا۔ اس نے فون دیکھا تو ان کے میسج موجود تھے' وہ اس کی غیر موجودگی کو لے کر پریشان تھے اور بے بسی سے کہہ رہے تھے کہ وہ کال کرنا چاہتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ان کے میسج کا جواب نہیں دے رہی۔

وہ رات بہت کرب ناک تھی' اس کی ہیٹ سخت تیز تھی' اس نے کتنی دوائیاں کھالیں مگر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ کس کو بتاتی؟ کس کے گلے لگ کر روتی؟ اسے اس قدر بے بسی ہورہی تھی کہ دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیختی چلاتی اس کے شہر جائے اور اس کے در پہ بیٹھ جائے اس سے پوچھے کہ اسے آخر کس گناہ کی سزا دی تھی؟ کیوں اسے بے خبر رکھا؟ کیوں؟ وہ روتی رہی اور قطرہ قطرہ آنسوؤں سے اس کا تکیہ بھیگتا رہا۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ آغا شادی شدہ ہوں گے اسے حیرت تھی' ناقابل یقین سی بات تھی کہ انہوں نے آخر اس سے اتنی بڑی بات کیوں چھپائی اور کیا وہ اس سے محبت کا ڈھونگ کر رہے تھے [illegible]؟ اس کی وجہ کیا ہوسکتی تھی؟ انہوں نے کس بات کا بدلہ لیا تھا اس سے؟ آخر کیوں کیا تھا انہوں نے ایسا؟ وہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی کڑھ رہی تھی اور جتنا کڑھ رہی تھی اس سے زیادہ رو رہی تھی۔ وہ کس قدر پاگل تھی۔ اسے کبھی اندازہ ہی نہ ہوا تھا آخر کیا بگاڑا تھا اس نے آغا کا؟ کس بات کی سزا دی تھی انہوں نے اسے؟

وہ ساری رات بن پانی کے مچھلی کی طرح تڑپتی رہی۔ زندگی خاک ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁

لوگ عشق کو زوال کہتے ہیں
میں اس زوال کے عروج پہ ہوں

اس نے مردوں کی طرح رات گزاری تھی۔ اگلی صبح ان کا فون آیا تو وہ کتنی ہی دیر ان کی چمکتی تصویر کو دیکھتی رہی' کس قدر خوبصورت اور مکمل وجود تھا ان کا' مگر اس نے اپنا آپ تباہ کرلیا تھا اس نے فون اٹھا کر کان سے لگالیا۔

"ماہا......" وہ تڑپ کر بول رہے تھے۔

"جی......" اس کی جی سسکیوں میں ڈوبی تھی۔

وہ خاموش رہ گئے۔ وہ روتی رہی' وہ کتنا ضبط کرتے آخر کار بول پڑے۔

"بس کرو ماہا۔"

"میں ٹھیک نہیں ہوں۔ مجھ سے بات نہیں ہوسکے گی۔" وہ ہچکیوں کے بیچ بمشکل بول پائی تھی۔

"میں تمہیں بتانا چاہتا تھا مگر نہیں بتاسکا میں تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا تھا' مجبور تھا ماہا۔" وہ سچائی بتا رہے تھے۔

"مرد کبھی مجبور نہیں ہوتا آغا! مجبوری تو عورت کا زیور ہے ہمارا معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں آج بھی مرد کا تسلط ہے عورت تو بس محکوم ہے۔" وہ دل سوزی سے بول رہی تھی۔

"مجھے معاشرے میں مرد و عورت کے کردار پہ تم سے بحث نہیں کرنی ماہا' میرے نزدیک اہم یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"یہ غلط ہے آغا! بالکل غلط۔" اس نے رد کیا۔

"کیا غلط ہے ماہا...... میرا تم سے محبت کرنا؟" وہ ششدر رہ گئے۔

"جی ہاں۔" اس نے کہا۔

"وہ کیسے؟ محبت پہ پابندی نہیں لگا سکتا کوئی۔" وہ جتا رہے تھے۔

"ہمارا معاشرہ کسی بھی شادی شدہ مرد کو ایسی محبتیں کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔" وہ جیسے انگاروں پہ لوٹ رہی تھی۔

"معاشرہ اور اجازت؟ مائی فٹ۔ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں یہ میں خود طے کروں گا' معاشرہ نہیں۔" انہوں نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"ایسا نہیں ہوسکتا۔" اس نے مدھم لہجے میں کہا۔
"کیوں نہیں ہوسکتا؟" انہوں نے چیلنج کیا۔
"آپ کو اتنی سی بات سمجھ نہیں آتی؟ کیوں خود کو دھوکہ دے رہے ہیں آغا؟" وہ بلک پڑی تھی۔
"میں کوئی دھوکہ نہیں کررہا ہوں، ماہا ہوں پلیا...... دوبارہ یہ بات مت کرنا۔" وہ بھڑک اٹھے ان کی آواز بلند تھی۔
ماہا بے ساختہ سہم گئی۔
"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ رونے لگی اور ٹھنڈی پڑ گئی۔
"محبت پہ زور نہیں ہے ماہ جان...... تم سے بہت پیار کرتا ہوں بے حد، بہت شدت سے چاہا ہے میں نے تمہیں۔ نہیں رہ سکتا میں تمہارے بغیر۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔" وہ بوجھل اور محبت سے لبریز لہجے میں کہہ رہے تھے اور ماہا...... آخر کار ایک لڑکی تھی سر تا پیر ان کی محبت میں غرق وہ ان کی پہنائی ہوئی بیڑیوں میں بخوشی جکڑ لی گئی۔ یہ جانے بغیر کہ وہ کیا کرنے جارہی تھی۔
زندگی میں بہت سے مقامات پر ہمیں احساس نہیں ہوتا کہ ہم اپنی وقتی اور عارضی خوشی کے لیے اپنے آپ کو ایک گڑھے میں گرا لیتے ہیں اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک غلط اٹھایا گیا قدم ہمیں کس مقام پر لے جاتا ہے۔
ماہا سلطان بھی بے خبر تھی کہ اس کا اٹھایا گیا یہ قدم اس کی زندگی کو کس گڑھے میں لے جائے گا؟

❁......❁......❁

اس نے سمجھوتہ کرلیا۔ ہر چیز کو قبول کرلیا ان کی بیوی کو...... ان کے بیٹے کو۔ اس کا یقین تھا کہ جب وہ اس سے اتنی محبت کرتے ہیں تو وہ خود کیوں پیچھے رہے؟ مگر بس یوں ہوا کہ جب وہ گھر جاتے...... اس کی راتیں خوفناک خواب میں ڈھل جاتیں۔ وہ دوائیوں کا ڈھیر اندر پھینکتی...... مگر نیند آنکھوں کے پاس نہ پھٹکتی۔ کچن میں کام کرتے ہوئے بار بار چھری سے ہاتھوں پہ کٹ لگتے...... وہ ضبط کرکے بہتا خون دیکھتی رہتی...... کوئی کتاب لے کر بیٹھتی تو لفظ غائب ہوجاتے۔ وہ ساری رات جاگتی رہتی۔ یہ احساس کس قدر کربناک تھا کہ وہ کسی اور کے پہلو میں تھے۔ وہ ہونٹ کاٹتی' سسکیاں ضبط کرنے کی کوشش میں نڈھال ہوئی جاتی اور تکیہ آنسوؤں سے بھیگتا رہتا۔

ادھر ان کے ستم اتنے
کہ جن کی حد نہیں کوئی
ادھر بھی ظرف والے ہیں
شکایت تک نہیں کرتے

اسے آج تک سمجھ نہیں آئی تھی کہ آغا کی طبیعت گھر جاکر اتنی خراب کیوں ہوجاتی ہے۔ اکثر انہیں سر درد ہوتا...... ورنہ چیسٹ انفیکشن...... وہ پریشان ہوتی انہیں کتنی ہی دوائیوں کے نام بتاتی اور وہ ہنس کر کہتے۔ "ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحبہ لے لوں گا۔" وہ ان کی مصنوعی ہنسی سن کر رونے لگتی تو وہ اسے چپ کرانے لگ جاتی۔
"آپ ٹھیک کیوں نہیں ہوتے آغا...... یہ اتنا سر درد آخر کیوں ہے آپ کو؟ آپ کسی نیورو سرجن کو چیک اپ کرائیں نا۔" وہ ان سے الجھ پڑتی۔
"ہاں جب واپس آؤں گا تب کرالوں گا۔" وہ تسلی دے کر بات بدل دیتے۔
ماہا کو اندر کہیں یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش نہیں تھے آخر کیا کلیش تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی مگر اسے جاننے میں دلچسپی تھی دوسری طرف جب بھی اس نے آغا سے اس موضوع پر بات کرنا چاہی وہ خاموشی اختیار کرلیتے۔ وہ دوبارہ بات کرنے کی ہمت ہی نہ کرپاتی...... اور ہار کر موضوع بدل دیتی۔ وہ واپس آتے تو بالکل ٹھیک ہوتے وہ حیران ہی ہوتی رہتی۔
اور پھر دسمبر آیا لوگوں کو جدا کرنے والا مہینہ ان دونوں کو محبت والفت کے ایک اٹوٹ رشتے میں باندھ گیا۔ وہ چھٹیوں میں گھر نہیں گئے تھے سارا دن وہ اس سے بات کرتے رہتے اور ماہا تو جیسے ہواؤں میں تھی اس کے سب گھر والے لاہور شادی پر گئے تھے اور ہمیشہ کی طرح ماہا نہیں گئی وہ گھر پر ہی تھی اور چونکہ ساتھ ہی چچا لوگوں کا پورشن تھا اور دادا ابو بھی چکر لگا لیتے تھے اور وہ بھی تنہا تھی سو دونوں نے دل بھر کر سارا سارا دن بات کی۔

اور یہ محبت کی انتہا کے دن تھے۔ وہ دونوں اپنے سوا ساری دنیا کو بھول چکے تھے۔ پھر نیا سال آیا' وہ دیر تک جاگتے رہے اور ایک دوسرے کی سانسیں سنتے سنتے سو گئے' فون کال چلتی رہی۔

اس نے انہیں پہلا تحفہ بھیجا تھا۔ بہت خوبصورت شرٹ اور ٹائی..... وہ بے انتہا خوش ہوئے تھے۔ اس نے ان کو اپنی خوبصورت ہینڈ رائٹنگ میں خط لکھا تھا۔ وہ بے حد خوش تھے۔ اور انہوں نے بہت لاڈ سے پوچھا تھا کہ اسے کیا چاہیے' وہ اسے کیا بھیجیں' جواباً اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ "کچھ نہیں' آپ ہیں نا میرے پاس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔" اس نے محبت سے چور لہجے میں کہا اور وہ فخر سے ہنس پڑے تھے۔ اور اس شام انہوں نے اس کی دی ہوئی شرٹ اور ٹائی لگا کر جو تصویر بنائی اور ماہا کو بھیجی تھی وہ کتنی دیر اسے گم صم دیکھتی رہی تھی۔ پھر اس نے سر تکیے پہ رکھ دیا اور آنسو قطرہ قطرہ بہنے لگے۔

اے عشق ہمیں برباد نہ کر
پہلے ہی بہت ناشاد ہیں ہم
تو اور ہمیں ناشاد نہ کر
قسمت کا ستم ہی کم نہیں کچھ
یہ تازہ ستم ایجاد نہ کر

پتا نہیں یہ کیسی محبت تھی؟ یہ کیسا عشق تھا؟ وہ ہر لحظہ خود کو پگھلتا اور گم ہوتا محسوس کرتی تھی۔ اس عشق نے اسے فنا کر دیا تھا۔ اسے صرف یہ یاد رہ گیا تھا کہ آغا شاہ زمان اس دنیا کا وہ واحد انسان تھا جو اس سے محبت کرتا تھا' وہ واحد ذی نفس جس نے اس کو ماہا ہونے کا احساس دلایا تھا۔ جس کی بند مٹھیوں میں جگنو اس کی راہ کی روشنی تھے۔ اسے اس کے سوا کچھ دکھائی دیتا تھا نہ سنائی' وہ عشق کے خمار میں گم اپنے دن رات اس کے نام کر چکی تھی۔ بلکہ اپنا آپ قربان کر چکی تھی۔

اس نے لرزتی انگلیوں سے ایل سی ڈی کی اسکرین کو چھوا جہاں ان کا مسکراتا ہوا چہرہ سا کن تھا۔ اور اس کے اندر بڑی شدت کی بے تابی جاگی تھی۔ اس کا دل چاہا وہ یہ چہرہ قریب سے دیکھے' بہت پاس سے ان کی مسکراہٹ دیکھے جس کی وہ دیوانی تھی کہ جب یہ چہرہ اس کو دیکھ کر مسکرائے گا تو کیسا لگے گا؟ اور جب یہ آنکھیں جن کی چمک سے اسے اپنی زندگی روشن لگتی تھی..... ہاں یہی آنکھیں جب اس کے پاس ہوں گی تب کیا ہوگا؟ اور ان کے گلابی نرم لب..... جنہیں دیکھ کر شدت سے اسے گلابی رنگ کے سدا بہار کے پھول یاد آتے تھے' یہ لب کس طرح کھلتے ہوں گے؟ جب وہ اسے میری جان ماہا کہہ کر پکاریں گے۔

وہ اپنی خواہش کی شدت سے نڈھال ہوگئی' اتنا کہ اسے لگا اگر اس نے آغا کو اپنے پاس' اپنے سامنے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تو شاید وہ مر بھی نہ سکے گی' اس نے اپنی خواہش کا اظہار آغا سے کر دیا' رہا ہی نہ گیا تھا۔ وہ تو خود بے تاب تھے فوراً ہی بول اٹھے۔

"میں تو خود کب سے مر رہا ہوں..... ماہا..... میں بھی تو ملنے پہ تلا تھا۔ میں ضرور آؤں گا' فی الوقت یہاں کچھ ٹینشن ہے' آفس میں' ہوسکتا ہے میں ٹریننگ پہ چلا جاؤں۔" انہوں نے اپنی مجبوری بتائی۔

اور پھر ایسا ہی ہوا' دن گزرتے گئے' وہ انتظار کرتی رہ گئی اور وہ ٹریننگ پہ چلے گئے' ماہا کی تو جان سولی پہ اٹک گئی' کہاں وہ دونوں دن میں تین تین گھنٹے بات کرتے تھے کہاں وہ اتنے مصروف ہوگئے کہ بمشکل دس منٹ نکال پاتے' روم کسی کولیگ کے ساتھ شیئر کرنے کی وجہ سے وہ رات کو بھی بات کرنے سے قاصر تھے۔ وہ پاگلوں کی طرح سارا سارا دن فون سامنے رکھ کر بیٹھی انتظار کرتی رہتی..... اور ساری رات تڑپتی رہتی' انتظار کی سولی اور روح میں پڑتے شگاف اسے نڈھال کیے دے رہے تھے۔ چھٹی کا دن آیا تو ساتھ بارش بھی لایا تھا۔ ان کی کال آئی تو ماہا کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی آغا..... مجھے اپنے پاس لے جائیں۔" اس نے اتنی کرب ناک آواز میں روتے ہوئے التجا کی تھی کہ انہیں لگا ان کا دل پھٹ جائے گا۔ وہ کہاں یہ گوارہ کر سکتے تھے؟ وہ بھی تو یہی چاہتے تھے۔

''میں بہت مسائل کا شکار ہوں ماہا...... آئی آر پی بنانی ہے جس کے لیے نہ میرے پاس ٹائم ہے نہ انرجی...... ٹریننگ کا شیڈول اتنا سخت ہے کہ بہت دفعہ کھانا کھانے کا وقت بھی نہیں مل پاتا' یہ ٹریننگ ختم ہو تو کچھ کروں گا۔'' ان کے لہجے میں تھکن تھی۔

''میں بنا دیتی ہوں آپ کی آئی آر پی؟'' اس نے کہا۔

''ارے...... '' وہ ہنس پڑے۔ ''پتا بھی ہے آئی آر پی کس کو کہتے ہیں؟''

''Induvisual ریسرچ پیپر۔'' اس نے اعتماد سے جواب دیا۔ وہ بے ساختہ متاثر ہوئے تھے۔

''آپ کو لگا تھا' مجھے نہیں پتہ اب ایسی بھی بات نہیں ہے آغا میں اتنی نالائق نہیں ہوں' آپ بس مجھے ٹاپک بتا ئیں۔ میں بناؤں گی آپ کی آئی آر پی اور مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کو ضرور پسند آئے گی۔'' وہ ضد کر رہی تھی۔

''میری جان' تم اپنے ایگزامز کی تیاری کرو...... ادھر بہت ریسرچ ورک ہے بہت سخت مشقت والا کام ہے' میں کراوں گا اور پھر تمہیں تو کوئی تجربہ بھی نہیں' تم کیسے کرو گی؟ میں کہہ رہا ہوں نا' رہنے دو۔ میں رات میں کام کر لیا کروں گا۔'' وہ اسے پیار سے منع کر رہے تھے مگر وہ جانتی تھی کہ وہ کس قدر تھکے ہوئے تھے جبکہ وہ تو سارا وقت گھر [illegible] ہوتی تھی اس نے ضد کر کے ان سے ٹاپک لے [illegible] بہت [illegible] گئی اس کام پر۔ اب یوں ہوا کہ وہ دن بھر ٹریننگ [illegible] ہوتے ماہا اپنی پڑھائی میں اور ان کی ریسرچ کرنے میں مصروف ہوئی' دن گزرتے گئے اور ان گزرتے دنوں نے ان کی آپس کی کشش کو مزید بڑھایا تھا۔

چار ماہ دس دن کی ٹریننگ کے بعد جب انہوں نے اپنی آئی آر پی جمع کرائی تو وہ سیکریٹریٹ گروپ کے تمام آفیسرز کے ریسرچ ورک میں سے شاندار اور بے مثال تھا۔ ''ماہا سلطان'' کا کچھ مزید قرض چڑھ گیا تھا ان کے اوپر۔

اس شام پاسنگ آؤٹ فنکشن میں آغا نے اس کی شرٹ پہنی تھی اور جب انہوں نے اپنی فنکشن کی تصاویر اسے بھیجیں تو فخر سے ماہا کا سر اونچا ہو گیا تھا کیونکہ آغران کی کامیابی میں کہیں نہ کہیں اس کا بھی تو ہاتھ تھا۔ اس رات انہوں نے کئی مہینوں بعد رات دیر تک بات کی تھی۔

''میری دعا ہے خدا آپ کو اس سے بھی زیادہ کامیابیاں دے اور ہمیشہ آپ کو اپنے رفیقوں میں سربلند رکھے۔'' اس نے تو نجانے کب سے اپنی سب دعائیں ان کے نام کر دی تھیں۔

جنبش لب سے بھی پہلے قبول ہو جائے
یہی دعا ہے میری' تیری ہر دعا کے لیے!

اس نے آنکھیں موندتے ہوئے جذب سے کہا تھا۔

❁......❁......❁

مگر سب کچھ ویسا نہیں رہا تھا۔

بہت کچھ بدل گیا تھا۔ پچھلا [illegible] گزرنے کے بعد اس پر ایک اور پہاڑ ٹوٹا۔ وہ [illegible] کے ان کی چچازاد و کزنز وہاں آ رہی تھیں چونکہ [illegible] کا کوئی نکاح نہیں تھا' اس لیے وہ ان کے [illegible] سے آئی تھیں۔ انہوں نے [illegible] خاطر کی تھی کہ اب وہ پہلے کی طرح [illegible] گے بات تو ضرور ہو گی مگر کم کم...... وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔

کیا تم اسے بھول گئے
وہ جس نے تمہارے خوابوں میں آنکھیں
اور تمہارے راستوں میں پاؤں زخمی کر لیے
جس نے اپنے سارے سپنے اور تمنا میں
صرف ایک تم تک محدود کر لیں
اور صبح' شام' دوپہر
اپنے تمام وقت صرف تمہارے لیے
اپنی پھیلی ہوئی ہتھیلیوں پہ لیے پھرا!!

زندگی کیا تھی' صرف ایک اس کی فون کال تک ہی زندگی تھی کیا؟ اس نے کس کس طرح اپنی کمفرٹ زون سے باہر جا کر اس شخص کو سہولتیں دی تھیں' وہ شخص قطعاً بے خبر تھا۔ اس کا دل چاہا وہ اسے بتائے اس نے بھی گھر والوں کے ساتھ رہتے ہوئے اس سے بات کی تھی۔

وہ کیسے بھول سکتی تھی وہ دن؟ جب ماما نے اس کے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر اس کی باتیں سن لی تھیں۔ گھر میں ایک طوفان آ گیا تھا۔

"کون ہے وہ جس سے تم بات کرتی ہو؟ کس کو رو کر دکھا رہی تھیں؟ ایسے کون سے دکھ لگ گئے ہیں تمہیں جو تم کسی غیر مرد کے آگے رو رہی تھیں، کون ہے یہ آغا؟" ماما نے حلق کے بل چلاتے ہوئے اس کے گال پہ تھپڑ مارا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ماما آپ کو کیا ہو گیا ہے؟" وہ روتی ہوئی ٹوٹی پھوٹی سی وضاحت کر رہی تھی۔ فضا نے یہ سب سنا اور چپکے سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔ اس نے اپنی فیس بک آئی ڈی لگائی جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ اس نے آغا کا نام سنا ہوا تھا اور جلد ہی اسے مطلوبہ انفارمیشن مل گئی۔

رات اس نے ماما کو تفصیل بتائی تھی فیس بک پہ کسی بھی شخص کو ڈھونڈنا قطعاً کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اور آغا شاہ زمان تو اس صورت میں اسے جلد ہی ڈھونڈ لیا کہ وہ ماہا کا [illegible] دوست نکلا۔ اس نے اس کی ٹوٹل پروفائل چیک کی [illegible] کو ساری رپورٹ دے دی اور اگلی صبح ان [illegible] تماشا تیار کھڑا تھا۔

"پوری دنیا میں تمہیں وہی ملا [illegible] وہ ایک [illegible] بچے کا باپ؟ جانتی کتنا ہو تم اسے؟ یہ [illegible] اندر [illegible] اور گھٹیا ہوتی ہے تمہیں اندازہ ہی نہیں [illegible] بے رحم ہوتے ہیں یہ جذبات و احساسات نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی ان کے اندر......" ماما گلے کی رگیں پھلا پھلا کر بول رہی تھیں۔ اور اس کا ہر ہر مسام ان کی رائے کے خلاف تھا۔ وہ انہیں غلط کہنا چاہتی تھی اس کے اندر بڑے غضب کی مزاحمت اٹھی تھی مگر انہوں نے بولنے کا موقع ہی کب دیا تھا۔

"مرد اس کائنات کی سب سے بدتر مخلوق ہے ماما...... یہ ہمیشہ چور دروازہ کھلا رکھتے ہیں، کسی کے گھر کی ملکہ بننے کی بجائے تم اس کا چور دروازہ بن گئی ماما...... جانتی کتنا ہو تم مردوں کو...... وہ شخص تمہیں استعمال کر رہا ہے...... ٹشو پیپر کی طرح وہ جس دن تمہیں لینے آئے گا نا تب مجھے ضرور بتانا۔" وہ زہر زہر الفاظ اس کو سناتی باہر چلی گئیں۔ اور وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ گری روتی رہی۔

"آغا...... ایسے نہیں ہیں وہ ایسے نہیں ہیں۔ وہ مجھے ضرور اپنا بنا کر لے جائیں گے، وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ وہ پروا کرتے ہیں میری، میرے احساسات و جذبات کی، وہ ایسے نہیں ہیں۔" وہ بڑبڑاتی رہی۔

اور جب اسی وقت ان کا فون آیا تو ملا کو روتے دیکھ کر ان کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ انہوں نے بہت اصرار کر کے جاننے کی کوشش کی تھی کہ وہ اسے معاملہ بتائیں مگر وہ کچھ بھی بولے بنا بس روتی رہی اور یہی کہتی رہی کہ وہ اسے چھوڑیں گے تو نہیں؟ انہوں نے اسے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ اسے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

"نہیں، تمہیں [illegible] لینے آؤں گا ماہا ہر صورت۔" وہ اسے یقین [illegible] رہے تھے اور ان کی محبت نے وہ سارا زہر [illegible] تھا جو ماما اس پر انڈیل کر گئی تھیں۔ اسے یقین [illegible] ان کے لیے کھلونا نہیں تھی۔ نہ ہی وہ اسے استعمال کر رہے تھے۔ وہ اسے باعزت طریقے سے اپنائیں گے، اسے اپنے گھر کی ملکہ بنائیں گے اور تب وہ ماما کو غلط ثابت کر دے گی۔

ہاں وہ کس قدر بے خبر تھے کہ وہ اپنے گھر میں کیا کچھ فیس کر رہی تھی؟ وہ سسک سسک جاتی، وہ اس سے دور ہو رہے تھے کیونکہ اب ان کی بات بہت کم ہوتی تھی، ان کی کزنز ساتھ رہتی تھیں وہ کسی انکوائری کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ سخت فرسٹریشن کا شکار رہنے لگی۔ ہر وقت کی ہیٹ تیز اور ہائی بی پی...... دوائیوں کا ڈھیر کھا کر بھی اسے سکون نصیب نہ ہوتا، وہ روتی تو وہ چڑ جاتے۔

"کیوں روتی ہو ماہا؟ اپنی حیثیت سے بڑھ کر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" وہ زچ آ کر کہتے۔

"میں بھی تو اپنا بیسٹ دے رہی ہوں۔ میں نے کہاں کمی کی ہے۔" وہ بھی تڑپ کر پوچھتی تو وہ خاموش ہو جاتے۔

"آپ کب آئیں گے آغا۔"

"بہت جلد۔"

"اگر میں آجاؤں تو؟"

"تم پاگل ہو؟"

"نہیں بتائیں نا...... اگر میں آجاؤں تو آپ مجھے پہچاننے سے انکار کردیں گے؟"

"پاگل مت بنو ایسا کوئی قدم مت اٹھانا۔"

"کیوں کیا ساتھ میں ایک کپ چائے بھی نہیں پئیں گے؟"

اس بار وہ چند لمحے چپ رہے۔ اس پاگل لڑکی کے لہجے میں جو آس تھی اس نے انہیں چپ لگادی تھی۔

"صرف چائے کیوں؟ کھانا کھلاؤں گا وہ بھی اپنے ہاتھوں سے۔" انہوں نے صدق دل سے کہا۔ وہ کھل اٹھی۔

"ہم اہل جنوں لوگ ہیں سرکار...... ایسا نہ کریں ہمارے ساتھ ورنہ یوں نہ ہو کسی دن دروازے پہ دستک ہو اور ہم آجائیں۔" وہ شوخی سے بولی۔

جواباً وہ ہنس دیئے تھے۔

❁......❁......❁

اور پھر اس کے سی ایس ایس کے پیپرز آگئے۔ آغا نے ہر قدم پر اس کا ساتھ دیا۔ وہ ان سے بہت کر...... اور پیپر دے کر آنے کے بعد سب سے پہلے انہیں کال کرتی۔ پاپا تو اس سارے قصے سے لاعلم تھے۔ وہ یہی سمجھتے کہ شاید اپنی کسی دوست یا کلاس میٹ سے ڈسکس کرتی ہے۔ بارہ پیپرز یوں ہوئے کہ پتا بھی نہ چلا۔ اور بس اس کے بعد وہ گھر میں بالکل فارغ تھی۔ اب اس کا سارا دھیان آغا کی سمت لگ گیا۔

اور در اصل یہیں سے اس کا زوال شروع ہوا تھا۔

پاپا کے کسی دوست کے بیٹے کا پرپوزل آیا تھا۔ ماما تو رضامند تھیں مگر اس نے دبے دبے لفظوں میں انکار کردیا۔ پاپا نے بلا کر وجہ پوچھی تو اس نے سی ایس ایس کی آڑ لے لی۔ ماما خون کے گھونٹ پی کر رہ گئیں۔ انہیں سب سمجھ آ رہی تھی مگر وہ پاپا کے سامنے یہ راز فاش کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

"مجھے سی ایس ایس مکمل کرلینے دیں پاپا۔ اس کے بعد آپ جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔" اس نے درخواست کی تھی۔

پاپا نے بلا رد و کد مان لی۔ اور وہ رات جاننے کے باوجود آغا سے یہ بات چھپا نہیں سکی تھی۔ انہیں جیسے کرنٹ لگا تھا۔

"آغا! میں کب تک اپنا دفاع کرسکوں گی؟ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ پلیز اب تو آجائیں۔" وہ التجائیہ انداز میں کہتی رو پڑی۔

"تم اپنا سی ایس ایس کرلو میں تم سے شادی کرلوں گا۔" انہوں نے شرط رکھ دی۔ ماہا گنگ سی رہ گئی۔

"کیا مطلب؟ آپ ویسے مجھ سے شادی نہیں کرسکتے؟" وہ چونک کر پوچھ بیٹھی۔

"اس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔ تمہاری پوسٹنگ ہوجائے گی تو تمہارے پاس اتھارٹی ہوگی۔ تم مجھ پہ ڈیپنڈنٹ نہیں رہوگی۔ میں جو بھی کہہ رہا ہوں یہ بہت ضروری ہے۔" انہوں نے تحمل سے سمجھایا۔

"اور اگر میرا سی ایس ایس نہ ہوا تو......؟" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"مجھے پورا یقین ہے تم پر۔" وہ فخر سے بولے تو ماہا سوچ میں پڑ گئی تھی۔ پتا نہیں تقدیر میں کیا لکھا تھا فی الوقت تو اس کی قسمت میں بس انتظار ہی رہ گیا تھا۔

اس کا برتھ ڈے آیا تو آغا نے اسے ایک بہت حیران کن سرپرائز دیا تھا انہوں نے اس کے لیے سفید رنگ کا ایک بہت خوبصورت سندھی اسٹائل کا لباس بھیجا تھا اور ساتھ ڈھیر سارے پھول۔ وہ جیسے ساتویں آسمان پہ جا بیٹھی۔ حالانکہ اس نے سفید رنگ کبھی نہیں پہنا تھا۔ مگر جب انہوں نے بھیجا تو گویا اس پر فرض ہوگیا تھا پہننا...... انہوں نے اس کو پی برتھ ڈے سونگ گا کر وش کیا تھا۔ اس کو بہت سے دعائیہ پیغامات بھیجے تھے اور وہ بے ساختہ ہنس پڑتی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ تقدیر اس کے ساتھ کیا چال

چل رہی تھی۔

❀ ❀ ❀

حکومت بدلی تھی اور اس کے نتیجے میں پورے ملک میں بیوروکریسی میں بھی شدید انتظامی اکھاڑ پچھاڑ جاری تھی۔ اس کی زد میں آغا کا محکمہ بھی آ گیا تھا۔ آفیسرز کے فون ریکارڈ کیے جا رہے تھے جبکہ سرکاری دفاتر تو آل ریڈی بگڈ ہوتے تھے انہوں نے اسے فیس بک پر میسج کر کے یہ سب کچھ بتایا تھا اور اسے کال کرنے سے سختی سے منع کیا تھا۔

اس دن وہ سارا وقت جائے نماز پر بیٹھی دعا مانگتی رہی کہ ان کا جو بھی مسئلہ تھا وہ فوراً حل ہو جائے۔ وہ ان سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔

موسم بھی بارشوں کا تھا۔ ایسے میں رک رک کے دھڑکتا اس کا دل وہ اس معمول کی عادی ہی نہ ہو پا رہی تھی۔ اسے لگتا جب تک وہ صبح ان کی آواز نہ سن لے گی اس کی صبح ہی نہ ہوگی نہ ہی سورج اس کی کھڑکی پہ اپنی کرنیں پھیلائے گا۔ وہ جاگ کر بھی لیٹی رہتی اور نیم غنودگی میں بھی فون دیکھتی رہتی۔ اس کو انتظار ہی رہتا اور اس کا دل بیٹھا رہتا۔

اس انتظار نے اسے اندر سے توڑ دیا تھا۔ وہ قطرہ قطرہ رستی رہتی تھی۔

اس نے فیس بک پہ انہیں [illegible] کیا تھا۔

"آپ کہاں گم ہیں آخر؟ [illegible] ہے۔ کب ختم ہوگا یہ سب؟ میں اس سچویشن کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتی۔" اس کے ساتھ رونے والی آئی کون لگے تھے انہوں نے جب جواب لکھا تو از حد غصے میں تھے۔

"ادھر میں ایک Mess میں پھنسا ہوا ہوں اور تمہیں اپنی نازک مزاجی کی پڑی ہوئی ہے تم مت کرو ٹیکسٹ۔ اور نہ ہی انتظار۔"

وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔ اسے اپنے درمیان پہلی مرتبہ ایک بہت بڑی دراڑ نظر آ رہی تھی۔ وہ اسے اس قدر غلط سمجھ رہے تھے اسے بے تحاشا دکھ ہوا تھا اور جب رات گئے تک ان کا کوئی ٹیکسٹ نہ آیا تو اس کا بایاں بازو درد کرنے لگا وہ درد سے کراہتی رہی۔ ماما آئیں تو اس کی حالت دیکھ کر دہل سی گئیں۔

"کیا کر لیا ہے تم نے خود کو؟ کیا ہوا ہے؟" وہ گھبرا کر بولیں۔

وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں کراہ رہی تھی۔ ماما نے فوراً پاپا کو بلایا انہوں نے ڈاکٹر کو کال کی۔ ڈاکٹر آیا چیک اپ ہوا اور ایک نئی پریشانی تیار تھی۔

"یہ بازو کا درد ٹھیک نہیں' یہ انجائنا کا Symptom ہے اور کل کو ہارٹ اٹیک کا بھی سبب بن سکتا ہے۔ انہیں کہیں یہ خود کو ریلیکس رکھیں اور خوش رہنے کی کوشش کریں۔ یہ شدید اسٹریس لینے کا نتیجہ ہے اور اس کے نتائج [illegible] نہیں ہوں گے۔" ڈاکٹر نے تفصیل سے انہیں بتایا تھا اور [illegible] دوائیوں والا نسخہ ان کی طرف بڑھایا۔ وہ دونوں خاموشی سے سنتے رہے پاپا دوائیاں لے آئے تھے۔ رات گئے جب انہوں نے ماما کو بلایا تو ان کے چہرے پہ عجیب سی سرد مہری تھی۔

"کیا بات ہے...... ماہا کو کیا ہوا ہے؟" انہوں نے [illegible] شروع کی۔

"مجھے تو خود نہیں پتہ۔" وہ گھبرا کر وضاحت دینے لگیں۔

"کیوں..... کس قدر لاعلم عورت ہو تم...... تم ماں ہو اس کی؟ تمہیں خبر ہونی چاہیے کہ آخر ایسی کون سی بات ہے جس نے اسے اس حال تک پہنچا دیا ہے؟" انہوں نے دوٹوک کہا۔

"سلطان! میری بات کا یقین......" انہوں نے وضاحت دینی چاہی۔

"مجھے بے وقوف مت بناؤ ساحرہ! میں بچہ نہیں ہوں' آخر ایسی کون سی بات ہے جس نے میری بیٹی کو یوں پریشرائز کیا ہے؟ یہ پیپرز کا معاملہ تو قطعاً نہیں ہے۔"

"اس لیے کہ یہ پریشانی میں نے اس کے امتحان کے دوران بھی اس کے چہرے پہ نہیں دیکھی گھر میں بھی کوئی بات نہیں ہوئی تو پھر آخر ایسی کون سی بات ہو گئی ہے جس

نے اسے انجانا تک پہنچادیا ہے۔ بولو سائرہ۔" وہ گرج رہے تھے۔ ماما گم صم سی ہوگئیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ایسا واقعی نہیں ہے۔" انہوں نے اتفاق کیا۔

"یہ تصدیقی بیان مت جاری کرو...... مجھے صاف صاف بتاؤ کہ کیا وہ کہیں انوالو ہے؟" انہوں نے اس بار چیختے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

ماما کا رنگ اڑ گیا۔ "ایسی تو کوئی بات نہیں۔" انہوں نے اٹک کر کہا۔ پاپا نے خاموشی سے ان کا چہرہ جانچا اور پھر بلند آواز میں فضا کو آواز دی۔

فضا اندر آئی تو انہوں نے تند و تیز لہجے میں اس سے بھی وہی سوال کیا۔ فضا کے تاثرات سے انہیں مزید کھٹک لگ گئی۔ انہوں نے مزید سختی سے باز پرس کی تو وہ ڈر گئی۔ اس نے باپ کا کب ایسا لہجہ دیکھا تھا؟ اس نے سہم کر سارا سچ بتادیا۔ پاپا کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ انہوں نے فق رنگت کے ساتھ فضا کی ساری بات سنی تھی کیا کہہ رہی تھی وہ؟ کہ ان کی بیٹی کسی شخص سے انوالو تھی؟ اور وہ شخص تھا بھی کون؟ ایک شادی شدہ...... ایک بچے کا باپ [illegible] جیسے ماتم کناں تھے۔ انہوں نے اس کے بعد اگلا پورا دن کچھ نہ کھایا تھا اور کمرے میں خود کو بند کیے رکھا۔ [illegible] جھولتے ہوئے انہوں نے وہ [illegible] کوشش کی تھی جس کی سزا انہیں ان [illegible] اور اگلے دن وہ اس کے کمرے میں گئے تھے۔ اس کا سر دباتے رہے تھے اور پھر جب وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر منع کرنے لگی تو انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا وہ اس سے بات کرنے آئے ہیں۔

"ماہا تم میری بیٹی نہیں...... بیٹا ہو۔ میں نے تمہیں کبھی کسی کام سے نہیں روکا۔ ہمیشہ تمہیں ہر طرح کی آزادی دی۔ تمہیں پتا ہے سانپ جب کسی چڑیا کے گھونسلے میں گھس کر اس کے بچوں کو کھالیتا ہے تو دنیا اسے کیا کہتی ہے؟ دنیا اسے غاصب کہتی ہے اور سب اس سے نفرت کرتے ہیں۔" وہ پیار سے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ وہ الجھی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔ وہ جیسے ان کی بات کی گہرائی سمجھنے سے قاصر تھی مگر ان کے اس طرح پیار کرنے پہ اس کے اندر ایک سکون اترا تھا۔ وہ بھی بچپن میں اسے اس طرح پیار کیا کرتے تھے۔

"ایک آسمان پہ اڑنے والے پرندے کو اگر پانی میں رہنے والی ایک مچھلی سے پیار ہوجائے تو وہ کیا کریں گے......؟ کچھ بھی نہیں پرندہ پانی میں رہے گا تو مرجائے گا اور مچھلی پانی سے باہر آئے گی تو تڑپ تڑپ کر جان دے دے گی۔ وہ مل نہیں سکتے مل کر بھی رہ نہیں سکتے اور جب ان کا ملاپ ممکن نہیں ہوپاتا تو وہ واپس اپنی اپنی دنیا میں لوٹ جاتے ہیں۔

بالکل اسی طرح ایک شخص وقتی دل بہلانے کے لیے کہیں [illegible] جاتا ہے تو اسے رہائش کے لیے کسی [illegible] میں قیام کرنا پڑتا ہے وہ وقتی طور پر وہاں ٹھہرتا ہے پھر وہاں سے واپس اپنے وطن جاتا ہے وہ وہاں [illegible] اسے اپنے آپ کو ریلیکس کرنے کے [illegible] وہ سب اچھا لگتا ہے مگر کب تک؟ آخر کار اسے [illegible] اور اپنا گھر یاد آنے لگتا ہے اور وہ واپس جانے پہ مجبور ہوجاتا ہے۔

میں نے تمہارے بارے میں بہت بلند اور خوشنما خواب دیکھے ہیں۔ میں نے تمہیں ہمیشہ بہت مضبوط دیکھا ہے میرا کوئی بیٹا نہیں ہے مگر میں نے تمہیں ہی اپنا بیٹا سمجھا ہے اس لیے مجھے کبھی ایسا نہیں لگا کہ میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ اور میری شہزادی ماہا! اپنے آپ کو شہزادی بناؤ۔ تمہیں پتا ہے شہزادیاں اپنے وقار میں رہتی ہیں۔ اپنے وقار سے نیچے نہیں آتیں۔ خود کو ذلت کی دلدل میں مت گراؤ...... تمہیں چڑیا بننا ہے جو گھر بساتی ہے گھونسلہ سنوارتی ہے سانپ نہیں جو کسی کے بچے کھا جاتا ہے۔ میں تمہیں وہ مچھلی بھی نہیں بنتے دیکھ سکتا جو تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے اور نہ ہی تم وہ ریسٹ ہاؤس ہو جسے کوئی اپنی وقتی تسکین کے لیے استعمال کرنے کے بعد ویران کرکے

چلا جائے۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے مگر میں چاہتا ہوں تم سنبھل جاؤ' خود سوچو اور درست فیصلہ کرو۔" انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور باہر نکل گئے۔ وہ کسی عام تنگ نظر اور قدامت پرست سوچ کے حامل ہوتے تو اس پر زندگی کا دائرہ تنگ کردیتے' اس کا فون چھین کر کہیں آنے جانے پر پابندی لگادیتے مگر انہوں نے اس کے آگے ہر مثال کھول کر رکھ دی تھی' اس کو دلیل سے بات کرنا اچھا لگتا تھا اور انہوں نے اسے منطق کے جال میں پھنسایا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ وہ بہت بہتر فیصلہ کرے گی۔

❀....❀....❀

پڑ گیا بربادیوں سے واسطہ
راکھ کی سوداگری مہنگی پڑی!

اور ماہا سلطان مرگئی۔ وہ وہیں مرگئی اپنے پاپا کے منہ سے وہ سب سن کر وہ زندہ کہاں رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں سے اعتبار اور یقین کی چادر پھسل گئی تھی۔ اسے ایسے لگ رہا تھا کہ اب وہ زندگی بھر کبھی بھی اپنے باپ سے نظر اٹھا کر بات نہیں کرسکے گی' شاید وہ اس قابل ہی نہ رہی تھی۔

آغا سے اس کی بات ہوئے چار دن ہو چکے تھے۔ پورے دن میں صرف تین ٹیکسٹ آتے' اسے ایسا لگ رہا تھا ہر چیز اس کے ہاتھوں سے گم ہو گئی ہو۔ وہ کس قدر خسارے میں تھی۔ اپنے باپ کی نظروں میں اپنا اعتبار گنوا کر.....! اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

پانچویں دن اس نے تھک ہار کر نمبر نہ کرتے ہوئے اور کچھ ڈرتے ہوئے ان کے آفس کال کردی۔ فون ان کے پی اے نے اٹھایا تھا۔ وہ کچھ جھجک سی گئی۔

"سر آغا سے بات کروا دیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

کچھ دیر بعد اس کی کال کنکٹ کردی گئی۔

"ہیلو....." کچھ دیر بعد ان کی مصروف سی آواز ایئر پیس سے ابھری۔ اس کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ پانچ دنوں بعد وہ ان کی آواز سن رہی تھی۔

"میں ماہا....." اس نے بہت جھجک کر کہا۔ انہیں جیسے شاک لگا تھا۔

"ماہا تم....." وہ بے ساختہ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔

"تم نے کیوں کی آفس کے نمبر پہ کال۔" طیش سے ان کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنا تھی۔" اس نے کمزوری وضاحت دینے کی کوشش کی تھی۔

"ضروری بات؟ کون سی ضروری بات؟ تمہیں اندازہ ہے تم نے کیا کیا ہے؟ کیوں کیا تم نے آفس کے نمبر پہ فون؟ تمہیں پتہ ہے یہ کس قدر حساس معاملہ ہے اور تم نے..... تم سے ذرا صبر نہیں ہوا۔ کیوں تم میرا تماشہ بنوانا چاہتی ہو' مجھے کیوں برباد کرنا چاہتی ہو؟ اگر کوئی بھی انکوائری شروع ہوگئی تو میں کیا کہوں گا کون ہو تم؟ تمہیں ذرا احساس نہیں ہے۔" وہ بھڑک کر بول رہے تھے آواز میں نرمی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ شاکڈ تھی۔ یہ کون تھے؟ ان آغا کو وہ جانتی ہی نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ بے خبر تھی۔

"دوبارہ اس نمبر پہ کال مت کرنا۔ ورنہ مجھے مجبوراً تمہارا نمبر بلاک کروانا پڑے گا۔" انہوں نے دھمکی نہیں دی تھی سچ بتایا تھا وہ یہ بھی کر سکتے تھے وہ اس شخص کے اختیارات سے واقف تھی۔

اس کے بعد فون کھٹاک سے کریڈل پر پٹخ دیا گیا۔

ماہا کو لگا اس کو بھی آغا نے یونہی اٹھا کر اپنی زندگی سے باہر پھینک دیا تھا۔

اس نے سرد ہاتھوں کے ساتھ فون ایک طرف ڈال دیا اور پھر سے آنکھیں بہنے لگیں۔

❀....❀....❀

اس رات انہوں نے اسے کوئی میسج نہ کیا تھا۔ جبکہ اس نے سوری کے ۴۸ میسج کردیئے تھے مگر دوسری طرف ہنوز خاموشی تھی۔ اس کا ضبط آخری حد تک جا چکا تھا مگر اس کی آنکھیں اب رو رو کر سرخ ہو رہی تھیں۔ چھوٹے سوچ چکے تھے مگر انہیں کوئی خبر نہ تھی۔ بے بسی تھی کہ رگ رگ توڑ رہی تھی۔ اسے یقین آ رہا تھا کہ یہ آغا ہی تھے آخر ایسی بھی کیا

خطا کردی تھی اس نے جس کی انہوں نے اسے اتنی سخت سزا دی تھی۔

اگلے دن اس نے بتا دیا کہ پاپا کو سب کچھ پتا چل گیا ہے اور اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تبھی وہ مجبور ہوگئی تھی انہیں کال کرنے پر یہ میسج کرنے کی دیر تھی کہ ان کی کال آ گئی۔ اس نے پہلی بیل پہ ہی فون اٹھا لیا۔

''کیا ہوا ہے ماہا...... تمہاری طبیعت کو؟'' وہ تشویش سے پوچھ رہے تھے۔

جواباً اس نے روتے ہوئے سارا سچ بتا دیا تھا۔ وہ دم بخود سنتے رہے۔

وہ ان کی لمبی خاموشی کے دوران مسلسل روتی رہی پھر بھی وہ نہ بولے۔

''کچھ نہیں کہیں گے؟'' وہ اذیت سے پوچھ رہی تھی۔

''مجھے چھوڑ دو ماہا۔'' انہوں نے بہت تھکے ہوئے لہجے میں گویا بات ختم کردی تھی' ماہا کو لگا کسی نے اس کو سو والٹ کا کرنٹ لگا دیا ہو۔

''میں...... مرجاؤں گی...... آغا خدا کے لیے مجھے مت ماریں...... خدا کے لیے...... میرے ساتھ [illegible] مت کریں' مجھے اور کوئی نہیں اپنا سکتا۔ میرا دل اور [illegible] نہیں ہوسکتا' آپ ہی سب کچھ ہیں میرا [illegible] سکتی ہوں مگر آپ کو چھوڑ نہیں سکتی۔'' وہ بلک بلک کر [illegible]

ان کی چپ میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وہ روتی رہی یہاں تک کہ فون بند ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا دل بھی' اس دن اس نے سارا دن کچھ نہ کھایا تھا۔ اس کے ذہن میں جیسے آغا کے الفاظ چپک کر رہ گئے تھے۔ وہ مردوں کی طرح بیڈ پہ پڑی رہی' کوئی دیمک تھی جو اسے چاٹ رہی تھی اور وہ ختم ہو رہی تھی۔

❁......❁......❁

ہاں یہ تو دنیا کے قانون میں شامل ہے کہ جب زوال شروع ہوتا ہے تو سب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور تقدیر پھیر کھاتی ہے تو ہر چیز الٹ جاتی ہے اور وہ سب اچھے وقتوں کی باتیں ایک مذاق محسوس ہوتی ہے اور سیدھے کام بھی بگڑ جاتے ہیں۔

ان دونوں کے درمیان بھی کچھ نہ ٹھیک رہا تھا بلکہ سب کچھ غلط ہوگیا تھا۔ زندگی کی چال بدل گئی تھی۔

آغا کو آج کل سب کچھ بھولا ہوا تھا۔ ان کے بابا کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا' وہ بے حد پریشان تھے۔ انہیں اپنے بابا سے بہت پیار تھا' انہوں نے کبھی اچھے وقتوں میں ماہا کو بتایا تھا کہ ان کے بابا نے ان پر بہت محنت کی تھی اور انہیں اس عہدے تک لے کے آنے میں انہوں نے دن رات ایک کر دیا تھا۔ قدم قدم پر ان کی رہنمائی کی تھی۔ آغا اسے بتاتے تھے کہ انہیں افسری پلیٹ میں رکھی ہوئی نہیں ملی تھی۔ وہ سیلف میڈ انسان تھے انہوں نے بہت محنت کی تھی اس مقام [illegible] کے لیے اور اس میں سب سے بڑا ہاتھ ان کے [illegible] تھا۔ وہ [illegible] سمجھتی تھی جبھی خاموشی سے ان کے [illegible] بات کر کے باقی سارا دن پھر وہی [illegible] ہوتی تھی۔

وہ [illegible] اپنے بابا کے پاس گئے تھے۔ اس نے [illegible] کر کے اسے جھاڑ دیا۔

''[illegible] تو موقع محل کا لحاظ کرلیا کرو ماہا' یہاں بابا [illegible] اور تمہیں اپنی پڑی ہے۔'' وہ سخت جھلائے ہوئے بےزار تھے۔

''میں صرف ان کی طبیعت پوچھنا چاہ رہی تھی۔'' وہ گڑبڑا کر بولی تھی۔

''وہ ٹھیک ہیں پہلے سے' یہاں بہت سے گیسٹ آرہے ہیں پلیز ڈسٹرب مت کرنا اب۔'' انہوں نے روکھے لہجے میں کہتے ہوئے فون بند کردیا۔

اس کے بازو میں بڑا شدید درد اٹھا تھا' اسے ڈاکٹر کی ہدایت یاد آئی جس میں اسے کوئی سخت پریشانی لینے سے بری طرح بچانے کو کہا گیا تھا۔ وہ نیم جاں سی وہاں پڑی رہی' اس کا سارا وجود پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے میبلٹ منہ میں ڈالی اور پانی کا گلاس منہ سے لگالیا۔

اگلا دھچکا اسے رات کو لگا جب پاپا نے اسے

پاس بلایا تھا۔

"میں نے فہد کو تمہارے لیے پسند کیا ہے منگنی تمہارا رزلٹ آنے کے بعد ہی رکھی جائے گی۔ میں تمہارا باپ ہوں میرا اتنا حق تو بنتا ہے کہ میں تمہارے لیے جو بہتر سمجھتا ہوں وہ کرلوں۔" انہوں نے ہموار آواز میں متوازن لہجے میں کہا اور اٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔

جبکہ وہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔ حالات و واقعات بڑی تیزی سے اس کے خلاف ہوگئے تھے اور وہ ایک پنجرے میں بند قیدی کی طرح پھڑپھڑاتی رہ گئی تھی۔

دوسری طرف اگلی بری خبر اسے آغا کے ٹرانسفر کی ملی تھی اور اس بار ان کی فیملی بھی ان کے ساتھ تھی۔

انہیں نئی گاڑی بھی حکومتی تحویل سے ملی تھی وہ خوش تھے کیونکہ اب وہ اپنے اماں بابا کو بھی ساتھ رکھنے والے تھے۔

ماہا کے اندر سناٹے اتر آئے۔ اس کا مطلب صاف یہی تھا کہ وہ اس سے بات کرنا بالکل بند کرنے والے تھے۔ ظاہر ہے وہ تب تک ہی بات کرسکتے تھے جب تک وہ تنہا تھے دوسرے جب ان کی فیملی ان کے پاس آ گئی تو انہیں کس چیز کی ضرورت تھی بھلا؟ پھر وہ چاہے ماہا ہوتی یا کوئی اور......؟

"ایک منٹ ہوگا آپ کے پاس؟" وہ بھک منگوں کی طرح پوچھتی ذلت سے مر رہی تھی اب اور وہ ایک منٹ کی فون کال بھی یوں اٹینڈ کرتے گویا احسان عظیم کررہے ہوں۔ وہ صرف دور ہی نہیں ہوئے تھے بےزار بھی ہوگئے تھے اور اس چیز کا احساس ماہا کو بڑی شدت سے ہوا تھا۔

❁......❁......❁

اس کا سی ایس ایس کا رزلٹ آنے میں صرف دو دن رہ گئے تھے اور اس نے آج سوچا تھا کہ اسے آغا کو پاپا کی فہد والی بات بتا دینی چاہیے کیونکہ یہی صحیح وقت تھا۔ وہ اگر خود آجاتے تو کتنا اچھا ہوجاتا پاپا مان جائیں گے اور پھر وہ آغا کی یہ شرط بھی پوری کردے گی کہ اس کی اپنی جاب ہوگی' انہیں دو گھر نہیں چلانے پڑیں گے۔ کیونکہ وہ اپنا بوجھ خود اٹھائے گی۔ اس نے ان سے کہا تھا کہ آج وہ گھر جانے سے پہلے اس سے بات کرکے جائیں گے اور جب ان کا فون آیا تو اس نے چھپکے سے فون اٹھایا اور چھت پہ آ گئی۔

ابتدائی سلام دعا کے بعد اس نے اپنی بات شروع کی تو وہ ٹھٹک گئے۔

"یہ ممکن نہیں ہے ماہا۔" انہوں نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہہ کر اس پر گویا بم پھوڑا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ تڑپ گئی۔

"میں اب ایسا کوئی قدم اٹھانے کی کنڈیشن میں نہیں ہوں ماہا' پہلے کی بات اور تھی اب میری فیملی میرے ساتھ ہے۔"

"آپ کس طرح اتنی بڑی بات کہہ سکتے ہیں؟ آغا! میں پاپا کا فیصلہ کیسے مان لوں؟ یہ ناممکن ہے' اور فیملی ساتھ ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ میں کون سا ان کے ساتھ رہنے کے لیے آ رہی ہوں۔" وہ پاگلوں کی طرح وضاحتیں کرنے لگی۔

"میں اس قسم کا کوئی بھی کام کرکے اپنے کیریئر کے اس اسٹیج پر اسکینڈلائز نہیں ہوسکتا ماہا' مجھے اپنی جاب سے اپنی پوسٹ سے بہت پیار ہے اور سب سے بڑی بات بابا کی ہے میرے بابا ہارٹ پیشنٹ ہیں' میرا ایک غلط فیصلہ انہیں موت کے منہ میں لے جائے گا۔ میں ایسا کچھ نہیں کرسکتا جس سے انہیں دکھ پہنچے۔" ان کا لہجہ دوٹوک تھا۔

ماہا کو لگا کسی نے اسے گونگا کردیا ہو۔

"آغا! میں کیسے زندہ رہوں گی؟ میں مرجاؤں گی۔" وہ بےبسی سے کہتی رو پڑی۔

"پلیز ماہا' مت رو' مجھے دکھ ہوتا ہے اور کوئی بھی نہیں مرتا کسی کے بغیر۔" انہوں نے کہا۔

"ایسا مت کہیں آپ ایسا نہ کریں میرے ساتھ۔"

"میں کیا کررہا ہوں۔ میں تو تمہیں اس نقصان سے بچانا چاہتا ہوں جو تم اپنا کرنے پر تلی ہو' تمہارے گھر والے کبھی نہیں مانے گے' فضول کی کوشش کرنے کا فائدہ؟ تم تو بےوقوف ہو' میں چاہتا تھا ہمارا تعلق ختم نہ ہو

میں نے ہمیشہ اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں رکھی' تم نے وعدہ کیا تھا کہ کبھی آفس کے نمبر پہ کال نہیں کروگی' مگر تم نے اپنا پرامس توڑ دیا' میرا تماشہ بنایا آفس میں' تم نے کبھی میرے ساتھ کمپرومائز نہیں کیا' میں نے ہمیشہ ہر ممکن حد تک کوشش کی کہ ہمارے درمیان مسائل نہ پیدا ہوں مگر تم مطمئن نہیں ہوئیں۔ میں اب مزید تماشے افورڈ نہیں کرسکتا' میں اپنے بابا کا اکلوتا بیٹا ہوں' میں ان کی واحد پونجی ہوں' اس لیے بھی میں کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔'' الفاظ تھے کہ تیزاب میں بھیگے ذلت کے تھپیڑے جو اس کو جلا کر راکھ کرگئے۔

''میں بے وقوف ہوں...... میں نے غلط کیا سب کچھ' سب الزام میرے سر سب سوال مجھ سے؟ مجھ سے جان چھڑانے کا یہی طریقہ ملا ہے آپ کو؟'' وہ چیخ کر پوچھ رہی تھی' اس کا بی پی ہائی ہورہا تھا اور اس کے گال تپ رہے تھے۔

''اب آپ کو اپنی فیملی یاد آگئی ہے' تب یاد نہیں تھی جب نمبر دیا تھا۔'' وہ چلا رہی تھی۔

''صحیح سوال ہے تمہارا...... اصل میں مسئلہ یہ [illegible] میری شادی میرے بابا کی مرضی سے ہوئی تھی' میری بیوی پڑھی لکھی نہیں ہے' میں اس سے بات نہیں کر [illegible] ہماری آبائی زبان کے علاوہ وہ کوئی زبان [illegible] ایک پڑھا لکھا مرد ہوں میرا بھی دل چاہتا [illegible] ایسا ساتھی ہو جس کے ساتھ مکمل ہم آہنگی ہو کوئی ایسا جو مجھے مکمل کرسکے۔ تم ملیں تو لگا وہ کمی پوری ہوگئی ہو...... مگر اب اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں اپنی بیوی کو اٹھا کر باہر پھینک دوں۔ وہ میرے بیٹے کی ماں ہے۔'' انہوں نے آخر کار آج سچ اگل دیا تھا۔

ماہا کو لگا اس کی روح چھلنی ہوگئی ہو' اس کے لفظ گونگے ہوگئے۔

''آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے آغا شاہ زمان' اس نے گویا دھمکی دینے کی کوشش کی تھی۔

''تم خوش نہیں ہوتا کہ میں اپنی فیملی کے ساتھ ہوں' خوش ہوں' تم تو چاہتی یہ ہو کہ سب مجھ سے چھین جائے۔ خالی ہاتھ رہ جاؤں میں...... تم...... تم...... ماہا سلطان! تم مجھے پھانسی کے پھندے تک لے کے جانا چاہتی ہو' ذلیل کروا کے۔'' وہ زہر خند لہجے میں کہہ رہے تھے۔

ماہا جیسے گھٹنوں کے بل گر پڑی۔

''ایسا نہیں ہے آغا میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ آپ مجھے چھوڑ دیں مگر اس طرح کے الزام مت لگائیں۔ خدا گواہ ہے اس بات کا میں نے ہمیشہ آپ کے لیے دعا کی ہے۔ آپ کے لیے صدقہ دیا ہے' میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔ آپ میرے ساتھ اس طرح نہ کریں۔ مجھے یوں ذلیل نہ کریں آغا میں یہ برداشت نہیں کرتی۔ آپ مجھ سے رابطہ نہیں رکھنا چاہتے نہ [illegible] بات نہیں کرنا چاہتے نہ کریں' ملنا نہیں چاہتے نہ ملیں [illegible] محبت کی توہین نہ کریں۔ آپ اپنا خیال رکھیں [illegible] بے شک رہیں میں آپ کو بھی تنگ نہیں [illegible]۔'' اس نے سن ہوتے اعصاب کے ساتھ [illegible] بند کردیا۔

[illegible] وہ روتی رہی پھر وہ اٹھ گئی' اپنے کمرے [illegible] اس نے الماری کھول لی' اس کو گرمی لگ رہی تھی۔ [illegible] دل چاہا وہ دیر تک ٹھنڈے پانی سے نہائے' اس نے دیکھا کہ ان کا بھیجا ہوا سفید سوٹ جو کہ اس نے اب تک نہ پہنا تھا' کچھ سوچ کر اس نے وہ سوٹ نکال لیا اور باتھ روم میں چلی آئی۔ کافی دیر تک وہ نہا کر واپس آئی اس نے خود کو آئینے میں دیر تک دیکھا' پھر اس نے کمپیوٹر آن کیا فیس بک سے اپنا آئی ڈی ڈی ایکٹیویٹ کردی' پھر اس نے سیل ری سیٹ کیا تھا' پھر وہ اٹھی اور وضو کرنے چلی گئی۔ وضو کرنے کے بعد اس نے دو رکعت نماز حاجت ادا کی اور دعا میں دیر تک اپنے لیے معافی مانگی تھی۔

''میں کتنی پاگل تھی نا...... اپنے لیے شر کو مانگتی رہی' وہ رو رہی تھی' میں نے اپنے ماں باپ کی نظروں میں اپنا اعتبار گنوادیا...... میں نے اپنی زندگی تباہ کرلی اس شخص کے لیے اور اس نے مجھے ذلت کی کھائی میں گرادیا۔ مجھے زندہ نہیں رہنا۔''

وہ بیڈ پہ لیٹ کے بھی روتی رہی..... اس کے بازو میں شدید درد اٹھ رہا تھا۔ اس نے اپنی متاع گنوادی تھی۔ وہ چڑیا بننے کی بجائے سانپ بن گئی تھی جو دوسروں کے گھونسلے میں گھس کر بچے کھا جاتا ہے' وہ مچھلی بن گئی تھی جس کو اس نے پانی سے باہر نکال دیا تھا اور اب وہ تڑپ رہی تھی وہ کیا بنا گیا تھا اسے؟ ریسٹ ہاؤس..... جس میں اس نے تھوڑی دیر رک کر ریلیکس کیا اور پھر اسے یاد آ گیا کہ اس کا گھر بھی تھا..... اور وہ آخرکار پلٹ گیا تھا..... ماما نے بھی ٹھیک کہا تھا..... مرد چور دروازے ڈھونڈتے ہیں وہ بھی اس کا چور دروازہ بن گئی تھی۔ اور کسی کے گھر کی ملکہ بننے کے قابل اسے اس شخص نے قطعاً نہیں چھوڑا تھا۔ اس نے ماما کو استعمال کیا تھا' ماما نے ٹھیک کہا تھا' بالکل کسی ٹشو پیپر کی طرح..... ہاں اس نے ایسے ہی کیا تھا۔ وہ سی ایس پی تھا آخرکار..... کتنا صحیح کہا تھا ماما نے..... تھا تو آخر ایک مرد.....

بابا نے کہا تھا!

"بیٹیاں شہزادیاں ہوتی ہیں اور شہزادیاں کبھی اپنے وقار سے نیچے نہیں آیا کرتیں۔"

اور ان کی شہزادی اپنے وقار سے کس قدر گر گئی تھی صرف اس شخص کے لیے جس نے [illegible] پایا نہ کسی اور کے قابل چھوڑا' وہ کیا بن گئی تھی [illegible] ایک ملکہ سے گھٹ کر صرف ایک بھکارن ہو کر رہ گئی۔

آغا شاہ زمان نے اسے اس [illegible] اس مدار سے کھینچا تھا اپنی کشش سے اور وہ کسی لوہے کی مانند جو مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے' اور جب اس کشش کا دھاگہ ٹوٹا تو اس کا وجود ریزہ ریزہ ہو کر خلا میں بکھر گیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

اس کا بازو سخت درد کر رہا تھا۔ اور اٹھ کر کوئی دوا لینے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ اسے ماما یاد آ رہی تھیں۔ اس نے زور سے آنکھیں بند کرلیں۔ کئی قطرے اس کے گالوں پہ پھیل گئے۔ اس نے اپنی تیز ہوتی دھڑکن کے ساتھ سانس کھینچنا چاہا..... اس کی آنکھوں کے سامنے آغا کا چہرہ تھا اور ان کی مسکراہٹ..... اور وہ محبت اور پھر اسے پاپا کے الفاظ یاد آئے اور پھر ماما.....!

اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔

بھول جائیں تو آج بہتر ہے
سلسلے قرب کے جدائی کے
بجھ چکیں خواہشوں کی قندیلیں
لٹ چکے شہر آشنائی کے
زندگی سے شکایتیں کیسی
اب نہیں ہیں اگر گلے تھے کبھی

❁ ❁ ❁

یہ ایک خوبصورت گھر کا منظر تھا' ٹی وی لاؤنج میں ایک شاندار سی پرسنالٹی کا مالک شخص ایک بچے کے ساتھ بیٹھا تھا' ٹی وی پر مصروف تھا مگر وہ بچہ بار بار اسے اپنی طرف متوجہ کر لیتا..... اور پھر یکلخت اس کا ہاتھ رک گیا۔ ٹی وی پر سی ایس ایس کے نتائج کی تفصیلات دکھائی جارہی تھیں۔

اس نے ریموٹ سے آواز بڑھادی۔

"ناظرین..... ہم اس وقت اس معصوم لڑکی کے گھر پہ ہیں..... جس نے اپنی ساری زندگی کی محنت اس امتحان کے نام کردی مگر وہ اس کا پھل دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہ سکی۔" ماہا سلطان..... مقابلے کے امتحان میں اول پوزیشن لینے والی قابل لڑکی اب ہمارے درمیان نہیں ہے۔ اس رزلٹ کے آنے سے ایک دن پہلے وہ اس دنیا سے جاچکی تھی اس کے والدین جو کہ شدید غم کے عالم میں ہیں ان کا کہنا ہے کہ وہ پہلے ہی دل کے مرض میں مبتلا تھی۔ اس کی اچانک موت کی وجہ شدید اسٹریس سے ہونے والا ہارٹ اٹیک بنا..... شاید پاکستان کی تاریخ میں یہ وہ واحد لڑکی ہے جو اپنے اس اعزاز کو پانے کے لیے زندہ نہیں رہی۔"

عمر گزر رہی ہے بہاروں کے سوگ میں امجد!
میری لحد پہ کھلیں گے جاوداں پھول گلاب کے!

اب اس کا کمرہ دکھایا جارہا تھا اور اس کے پاپا..... جو کہ پہلے سے بہت بوڑھے دکھائی دے رہے تھے۔

وہ میکانکی انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے..... ان کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں..... ایسا کیسے ہوسکتا تھا کہ یہ سب ہوگیا اور وہ بے خبر رہے..... وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور دروازہ بند ہوگیا۔

وہ کب سے ایزی چیئر پہ جھول رہے تھے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا' ایسے کیسے ہوسکتا تھا' وہ پاگل سی جنونی سی لڑکی مرگئی' جسے وہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر وہ اس سے جدا ہوگئے تو مر تو نہ سکیں گے مگر سب کچھ چھوڑ کر کسی جنگل میں جا بسیں گے' جسے وہ اپنی زندگی کہا کرتے تھے' جس کی آواز سن کر وہ خود میں زندگی اترتی محسوس کرتے تھے' جس کے علم اور جس کی ذہانت کے وہ مداح تھے جسے وہ ''جونیئر شیکسپیئر'' کہا کرتے تھے۔ اور جس کو انہوں نے کہا تھا کہ وہ اس سے ملے بنا تو شاید مر بھی نہ سکیں گے۔

اور جسے انہوں نے ہی کہا تھا کہ کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا..... وہ معصوم سی لڑکی' جس کو محبت کی راہ پہ لانے کے بعد انہوں نے اکیلا کردیا..... ؟ وہ لڑکی جو کہا کرتی تھی کہ میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی..... اور وہ سچ کہتی تھی وہ مرگئی۔

اسے ہارٹ اٹیک نہیں ہوا تھا' اسے تو ان کی بے وفائی مار گئی تھی۔ وہ قاتل تھے اس کے۔ انہیں اس کے وہ یاد آئے' ان کا کیا قصور تھا؟ وہ بے .... تھے تو ماما بھی تو تھی جبکہ اس کا کوئی بھائی بھی نہیں تھا۔ اگر انہوں نے یہ پوسٹ محنت سے حاصل کی تو پھل بھی کھایا تھا جبکہ وہ ساری زندگی محنت کرکے اس کا رزلٹ دیکھنے کو بھی زندہ نہ رہی تھی۔

وہ تو ہر لحاظ سے محفوظ تھے۔ نہ ان کے گھر میں کسی کو پتا چلا تھا' نہ ان کا کوئی نقصان ہوا تھا' خسارے تو اس لڑکی کے حصے میں آئے تھے۔ پہلے ماں باپ کا اعتبار کھو کر شاید انہیں کھونے کی وہ ہمت نہ کرپائی تھی' انہیں خاموشی سے اذن آزادی دے کر وہ خود مٹی میں جا سوئی تھی۔ اس نے کچھ نہ کہہ کر بھی انہیں وہ شکست دی تھی کہ وہ چھلنی ہوگئے تھے۔ زندہ تھے مگر

تو انتخاب رنگ میں مصروف اور ادھر!
کوئی تیرے جنون میں سیاہ پوش ہوگیا!

حالت مردوں سے بدتر ہوتی تھی۔ انہیں خود سے شرم آ رہی تھی' بے حد..... بے حساب' انہوں نے کس قدر ظلم کیا تھا..... وہ کس قدر گھٹیا اور برے انسان تھے' انہیں ضمیر کی عدالت سے کون بری کرے گا' اپنے اعمال کا بوجھ دوسروں پہ ڈالنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔

''اور ہر جان دیکھ لے کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کیا آگے بھیجا؟'' (القرآن)

وہ تو بڑے حساس' خواب پرور اور نرم مزاج انسان تھے اور اب ان کا کردار گھٹ کر ایک بے حس' ظالم اور خود غرض شخص کا رہ گیا تھا۔

ہاں..... وہ جسمانی طور پر تندرست تھے مگر روحانی طور پر تباہ ہوچکے تھے۔ ان کے ......ن غلاظت کا ڈھیر تھا' جبھی تو وہ ...... زندگی سے مطمئن نہ تھے۔ جبھی تو ذہنی .... کے نام پر اس کے ساتھ بات کرتے تھے۔

مگر وہ کون سی چیز ہے جو انسان کو سب ہوتے ہوئے بھی مجبور کرتی ہے کہ وہ چور دروازے اور ناجائز راستے استعمال کرے؟ وہ چیز صرف اور صرف دماغ کی گندگی اور اندر کی شیطانیت ہوتی ہے جو جائز حل موجود ہونے کے باوجود مطمئن نہیں ہوتی۔

انہیں اپنے نام' عہدے' خوب صورت شخصیت اور سب سے بڑھ کر اپنے اللہ سے بے حد شرم آئی تھی۔

وہ میکانکی انداز میں اپنی جگہ سے اٹھے اور وارڈ روب کی طرف بڑھے تھے۔

اگلی صبح کے اخبار میں ایک کالمی مختصر سی خبر لگی تھی۔

''سول سیکریٹریٹ کے سینئر آفیسر آغا شاہ زمان نے خودکشی کرلی۔''

نظر جو چاند پہ کی دل میں مسکرائے تم
دعا کو ہاتھ اٹھائے تو یاد آئے تم
بہار آئی صبا آئی ہر خوشی آئی
سب آئے عید کے مہماں مگر نہ آئے تم

وہ نہایت تیزی سے کچن کے کام نمٹانے میں مشغول تھی کچن سے ملحقہ لاؤنج سے آتی آوازوں سے اسے خوب اندازہ ہو رہا تھا کہ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ اس نے جلدی سے تمام ڈشیں اور کھانے کے برتن ٹرے میں سیٹ کیے اور لاؤنج میں رکھی ڈائننگ ٹیبل پر لگانے لگی۔

"چلیں بھئی آ جائیں سب لوگ۔" اس نے ٹی وی کی جانب متوجہ اپنے شوہر اپنی ساس اماں بی اور بچوں فروا اور محب کو آواز دی اور ایک ایک کر کے ساری ڈشیں ڈائننگ ٹیبل پر منتقل کرنے لگی۔

سب سے پہلے دونوں بچے ہی ڈائننگ ٹیبل پر پہنچ گئے۔

"واؤ مما! مائی فیورٹ نوڈلز ود ریڈ ساس۔" سات سالہ محب نے جلدی سے ڈش اپنی جانب کھسکانا چاہی۔

"ارے بیٹا! ابھی نہیں جب سب شروع کریں گے تب لینا۔" اس نے محب کا ہاتھ روکا تو وہ منہ بنا کر بیٹھ گیا۔

"مما میرے فرنچ فرائز ادھر میرے پاس رکھیں نا۔ میرا ہاتھ اتنی دور کیسے جائے گا۔" پانچ سالہ فروا نے اپنی طرف رکھے گلاس ہٹا کر جگہ بنائی تو عاشر بیٹی کی معصومیت پر مسکرا دیا۔

"اوہو...... مما کو تو کچھ پتا ہی نہیں بھئی کہ ہماری چھوٹی سی گڑیا کے ہاتھ ابھی چھوٹے چھوٹے سے ہیں۔ یہ لیں آپ کے فرنچ فرائز لیکن ابھی آپ نے کھانے نہیں ہیں اوکے؟" عاشر نے پلیٹ اس کے قریب رکھتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ارے بہو! اتنا سب کچھ کیوں بنا لیا؟ ہم اتنے سے لوگ کہاں کھا پائیں گے یہ سب بھلا ایک سے دو ڈشیں کافی ہوتی ہیں بلاوجہ تم نے اپنی جان ہلکان کی اوپر سے وقت اور راشن کا ضیاع ہوا سو وہ الگ۔" اماں بی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا جو چھولوں کی چاٹ دہی بھلوں پکوڑوں سموسوں نوڈلز فروٹ چاٹ اور سینڈوچز کے لوازمات سے بھری تھی۔

"اماں افطار میں تو سب ہی کی پسند کا دھیان رکھنا پڑتا ہے اور یہ ذمہ داری تو گھر کی عورت پر ہی عائد ہوتی ہے اور

افطار کے دسترخوان کو بھرنے کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ راشن ضائع ہو رہا ہے بلکہ یہ تو اللہ کی نعمتوں کے شکرانے کا ایک طریقہ ہے کہ اس کے لیے بھوکے پیاسے رہنے کے بدلے بھرا پُرا دسترخوان مل رہا ہے۔" ثمرہ نے اپنی طرف سے ٹھوس دلیل دے کر اماں بی کو مطمئن کرنا چاہا۔

"بیٹا! تم کوئی عام عورت نہیں ایک مسلمان عورت ہو اس لیے تمہارے فرائض میں گھرداری کے علاوہ عبادات بھی شامل ہیں۔ خاص طور پر اس ماہ مبارک کی مبارک ساعتوں کو کسی طور ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے اب دیکھو تم صبح سے کچن میں ہی لگی ہوئی ہو نہ سپارہ پڑھ پائی ہو نہ تسبیح اور اب تھکی ہاری کیا عبادت کر پاؤ گی افطار کے بعد اور بیٹا اللہ کی نعمتوں کے شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو دیکھ بھال کر استعمال کیا جائے۔ قناعت اختیار کی جائے اور اسراف نہ کیا جائے اب یہی دیکھو تقریباً روز ہی کتنی ڈھیر ساری افطاری تم نذیرہ ماسی کو دے دیتی ہو۔" اماں بی نے اسے رسانیت سے سمجھایا۔

"تو اماں افطاری ضائع تو نہیں جاتی ناں بلکہ ہمارے دسترخوان سے ہماری ملازمہ کا بھی حصہ نکل آتا ہے [illegible] روزے دار کو افطار کرانا بھی تو ثواب ہے نا اس کے [illegible] معصوم بچے ہیں دن بھر تھک ہار کر جاتی ہوگی [illegible] پاتی ہوگی پھر بے چاری غریب اتنی مہنگائی میں افطاری [illegible] کرے کہ کھانا کھائے۔" اس نے [illegible] ایک مضبوط موقف پیش کیا۔

"بیٹا ہمیں تمہیں اور اس کو سب ہی کو دینے والا اللہ ہی ہے غریبوں اور مسکینوں کے لیے حصہ نکالنے کا اصل مفہوم و مقصد ہے کہ ہم ان کے لیے بھی وہی پسند کریں جو اپنے لیے کرتے ہیں۔" اماں بی نے پھر اس کی تصحیح کی تو وہ جو شاید لاجواب ہو چکی تھی تھک ہار کر عاشر کی طرف دیکھنے لگی مگر اس نے حسب عادت جان چھڑانے والی راہ اختیار کی۔

"چھوڑیں بھی آپ لوگ بھی کن باتوں میں لگ گئے یہ وقت تو دعا کا ہے۔" عاشر نے ہاتھ اٹھائے تو اماں بی نے سر ہلاتے ہوئے دونوں ہتھیلیاں ملائیں اور زیر لب دعائیں پڑھنے لگیں تو اسے بھی تقلید کرتے ہی بنی۔

❀ ❀ ❀

ثمرہ کو اماں بی کے مقابلے میں عموماً ایسے ہی پسپائی کا سامنا کرنا پڑتا تھا وجہ یہ نہیں تھی کہ اماں بی روایتی ساس کی طرح ثمرہ کو جان بوجھ کر تنقید کا نشانہ بناتی تھیں یا اس سے عمومی طور پر خائف ہی رہتی تھیں۔ خود ثمرہ کو بھی وہ روایتی ساس کی طرح محسوس نہیں ہوئیں تاہم اسے اماں بی کی وقت بے وقت کی نصیحتوں سے سخت چڑ تھی اگرچہ اماں بی جب بھی ثمرہ کو کچھ سمجھاتیں تو ان کا لہجہ بہت دھیما ملائم اور محبت بھرا ہوتا تھا مگر ثمرہ کو لگتا تھا کہ اس کی اپنی کوئی مرضی اور رائے نہیں اگرچہ عاشر کے دو بھائی اور تھے لیکن تینوں بھائیوں میں [illegible] سے بڑا تھا تو اس نے ازخود اماں بی کی ذمہ داری کو [illegible] فریضہ [illegible] انہیں اپنے پاس رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ [illegible] قبول کیا تو کہ عاشر ساس بہو کی [illegible] نہیں کرتا تھا کیونکہ اسے یہ معلوم تھا [illegible] کرے گا تو بیوی اسے اپنے اوپر ظلم [illegible] کے حق میں بولے گا تو جورو کا غلام [illegible] گا اس لیے ثمرہ کے چاہتے ہوئے بھی وہ کسی [illegible] معاملے میں اپنی رائے محفوظ ہی رکھتا تھا اور عموماً گفتگو کا رخ ہی موڑ دیا کرتا تھا ایسے میں جبکہ اکثر اماں بی ثمرہ کو لاجواب کر دیا کرتی تھیں وہ عاشر کے سامنے خاصی سبکی محسوس کرتی تھی مگر عاشر کا جواب ہمیشہ ایک ہی ہوتا تھا۔

"یہ محض تمہارا وہم ہے اماں بی ہماری بڑی ہیں اس لیے ہمارا کام ان کی بات سننا اور کہنا ماننا ہے اور یاد رکھنا ثمرہ تم بے شک اپنی پوزیشن اور مدعا کلیئر کرو مگر اپنے لہجے اور زبان کو بدتہذیبی سے بچا کر رکھنا ورنہ میں بھی اپنی تہذیب فراموش کردوں گا۔"

❀ ❀ ❀

رمضان کریم کا آخری عشرہ شروع ہونے والا تھا ایسے میں اماں بی کی عبادتیں اور ثمرہ کی مصروفیات گھر کی صفائیوں اور بازاروں کے چکر کے باعث بڑھتی چلی گئیں۔

اس دن بھی جب وہ رات گئے شاپر ہاتھ میں لیے

عاشر کے ہمراہ گھر میں داخل ہوئی تو نہ چاہتے ہوئے بھی اماں بی سے سامنا ہوگیا' جو اُن کے انتظار میں بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"السلام علیکم اماں! بچے سو گئے کیا؟ آپ کیوں جاگ رہی ہیں آرام کرلیتیں' چابی تو تھی ہمارے پاس۔" عاشر نے بےدم ہوکر صوفے پر گرتے ہوئے کہا۔

"جیتے رہو بیٹا! ارے بھئی تم لوگ گھر سے باہر ہو اور سے آج کل کے حالات' مجھے کیسے نیند آجاتی۔ ذرا جلدی آجایا کرو بیٹا! اب سحری میں اٹھنا کس قدر مشکل لگے گا' نیند نہ پوری ہوگی تو آفس میں طبیعت میں کسلمندی چھائی رہے گی۔" اماں بی نے تسبیح کے دانے گراتے ہوئے کہا۔

"کیا کریں اماں بازار میں اس قدر رش ہے اور پھر آپ کی بہو کو تو کوئی چیز پسند ہی نہیں آتی۔" عاشر نے صوفے کے سرہانے سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں' عاشر کے بیان پر ثمرہ سلگ اٹھی مگر بمشکل خود پر کنٹرول کر کے بولی۔

"ارے تو کیا جو دکاندار پکڑائے وہی لے کر چلتے بنیں۔ عید کے موقع پر کس قدر دماغ خراب ہوتے ہیں ان لوگوں کے اوپر سے قیمتیں بڑھا کر ناقص اشیا بیچنے کے چکر میں رہتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں رہا کہ یونہی بے تکان اڑا رہیں۔ آپ کی جیب بچانے کے لیے ہی ادھر ادھر دھکے کھاتی رہی۔" ثمرہ نے ساس اور شوہر کو جتایا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو بہو! رمضان کے مقدس ماہ میں تو منافع خوروں' چور اچکوں اور لٹیروں کو جیسے حکومت کھلی چھٹی دے دیتی ہے۔ اللہ رحم کرے ہم پر اسی لیے تمہیں کہتی ہوں عید کی شاپنگ رمضانوں سے پہلے ہی کرلیا کرو اور رمضان کے روزے سکون سے گزارو۔" اماں بی نے پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر ثمرہ کہاں ماننے والی تھی۔

"اماں سارے پرانے ڈیزائن ہوتے ہیں نئی ورائٹی تو رمضان میں آتی ہے۔"

"ارے میری بچی! کیا چادروں تولیوں اور رومال موزوں کے ڈیزائن بھی پرانے ہوجایا کرتے ہیں۔ آخر کے دنوں تک یہ ہی چیزیں جمع کرتی نظر آتی ہو کیا کبھی یہ بھی رہتے ہیں۔" اماں بی نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ خفت کے احساس سے ثمرہ کا چہرہ پیلا پڑ گیا تب عاشر کو لگا کہیں وہ رو ہی نہ پڑے۔ وہ بہت شوق سے شاپنگ کر کے آئی تھی اور اماں بھی شاید آج ہی اسے سارے سبق پڑھانے بیٹھ گئی تھیں۔

"ارے اماں کو بچوں کے کپڑے تو دکھا دو اور وہ جو اماں کے لیے آف وائٹ کڑھائی والا سوٹ لیا ہے وہ بھی نکالو اس وقت رش میں ٹھیک سے دیکھ نہیں سکا۔"

عاشر نے ماحول بدلنے کے لیے مصنوعی دلچسپی کا اظہار کیا تو ثمرہ نے بھی داد وصولنے کے لیے فوراً سارے شاپر کھول کر رکھ دیے کہ اماں بی اپنی اور بچوں کی شاپنگ دیکھ کر خوش ہوں گی۔ اماں بی نے بچوں کے سوٹ دیکھے' دلچسپی اور ذوق شوق سے دیکھے مگر جب قیمتیں سنیں تو رونے لگیں۔

"ارے بیٹا! بچے آج کے چھوٹے کل کے بڑے بچوں کے کپڑے اس قدر مہنگے نہیں خریدنے چاہئیں۔" ثمرہ کا منہ پھر بننے لگا کہ کیا وہ اپنے بچوں کے کپڑے بھی اپنی پسند سے نہیں لے سکتی۔ عید تو ہوتی ہی بچوں کی ہے مگر اس نے خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی' ثمرہ کا موڈ دیکھ کر عاشر نے اماں بی کا جوڑا ان کے سامنے رکھ دیا۔

"اماں دیکھیں تو سہی آپ کی بہو کی پسند کیا شاندار ہے۔ ثمرہ کا دل بہت بڑا ہے سب سے پہلے آپ ہی کا جوڑا لیا ہے اس نے' کیسا لگا آپ کو؟"

"جوڑا تو واقعی بہت نفیس ہے بیٹا! مگر میرے پاس پہلے ہی اتنے جوڑے اَن سلے رکھے ہیں ان میں سے ہی سلوا لیتی۔ اس فضول خرچی کی بھلا کیا ضرورت تھی۔" اماں بی نے جوڑا واپس شاپر میں ڈال دیا۔

"اماں بے شک آپ کے پاس پہلے سے جوڑے موجود ہیں مگر رشتے دار تو دیکھتے ہیں نوٹ کرتے ہیں کہ عید پر ماں کے لیے کیا بنایا' لوگ باتیں بناتے ہیں کہ خیال نہیں

کیا پرانا جوڑا ہی پہنا دیا۔" ثمرہ نے بھی اب کپڑے واپس شاپر میں ڈالنا شروع کردیے۔

"ارے دنیا کا کیا بیٹا! اس کا تو کام ہی باتیں بنانا ہے دنیا کی پروا مت کیا کرو۔"

"مگر اماں......" عاشر نے کچھ کہنا چاہا تو اماں بی نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"بیٹا پیسہ بہت مشکل سے آتا ہے مہنگائی بڑھ رہی ہے کل کے لیے آج جوڑو گے تو فائدہ میں رہو گے ورنہ صرف پچھتاوا رہ جائے گا۔ آج شاید تم لوگوں کو میری نصیحتیں بری لگتی ہوں مگر بیٹا دنیاداری نبھاتے نبھاتے اتنا تیز مت بھاگو کہ قدم لڑکھڑا جائیں اور اپنوں کو چوٹ لگے تو بہت تکلیف ہوتی ہے اسی لیے میں چاہتی ہوں میرے بچوں کہ تم لوگ پھونک پھونک کر قدم رکھو۔" اماں بی کے لہجے کی مٹھاس محسوس کرکے ثمرہ اور عاشر دونوں نے ہی تائید میں سر ہلا دیا۔

❁.....❁.....❁

آخر کو چاند رات بھی آ پہنچی ثمرہ تفصیلی صفائی سے تو پہلے ہی فارغ ہو چکی تھی بس آخری دھلائیاں کرا رہی تھی۔

"صغراں ذرا جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ مجھے ابھی اور بھی کام نمٹانے ہیں، پردے بدلنے [illegible] کشن [illegible] ہیں کبابوں کا گوشت گلا کر رکھنا ہے۔ تو [illegible] ہونے والے کاموں کی لمبی لسٹ۔" ثمرہ [illegible] صاف کرتے ہوئے بڑبڑائی بھی جا رہی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں باجی جی! عید پر کام تو بہت ہی بڑھ جاتا ہے۔ ابھی اگلے دو گھروں میں بھی دھلائیاں کرنی ہے کمر ٹوٹ جاتی ہے میری تو۔"

"ہاں یہ تو ہے اور پھر تمہیں اپنے گھر جا کر بھی تو عید کی تیاریاں کرنی ہوں گی۔" ثمرہ کو بے چاری پر ترس آنے لگا۔

"ہم کیا اور ہماری عید کیا باجی جی! تن ڈھانپنے کو کپڑا مل جائے اور پیٹ کا دوزخ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی ہمارے لیے یہی کافی ہے غریب لوگ عید نہیں مناتے باجی جی! آپ تو بڑی بھولی ہیں۔" صغراں نے اپنی گیلی ہوتی آنکھوں کو میلے دوپٹے سے رگڑ ڈالا۔

صغراں پچھلے تین سال سے ثمرہ کے گھر کا کام کر رہی تھی اس کا شوہر نشئی تھا جو سارا وقت پلنگ توڑتا رہتا تھا۔ صغراں کی تین بچیاں تھیں جنہیں کم عمری کے باوجود محض گھر چلانے کے لیے اس نے اپنے ساتھ کام پر لگا رکھا تھا۔ صغراں بیمار ہوتی تو کبھی کبھی وہ ثمرہ کے گھر بھی آ جاتی تھیں یکایک ثمرہ کو ان بچیوں کی ویران آنکھیں یاد آنے لگیں وہ تیزی سے اندر بھاگی۔

"اماں بی عاشر نے زکوٰۃ کی رقم آپ کے پاس رکھوائی تھی نا ذرا دیجیے۔" اماں بی نے لمحہ بھر کو ثمرہ کو دیکھا جس نے اپنا نیا سلا ہوا [illegible] رقم کے ہمراہ شاپر میں ڈال کر اسے تھما دیا۔

"میری پیاری [illegible] نے رمضان کریم کی اصل روح کو جان لیا [illegible] خوشیاں حاصل کرلی ہیں، جیتی رہو۔" اماں بی ثمرہ کے اس اقدام پر بے حد خوش تھیں۔

"[illegible] تمہاری عیدی۔"

"[illegible] کیا ہے باجی۔" صغراں نے حیرت سے ثمرہ کو دیکھا۔

"اس میں تمہارے اور بچوں کے لیے عید کے کپڑے اور چوڑیاں اور یہ کچھ پیسے اچھی طرح عید منانا۔ شیر خورمہ ضرور بنانا بھیجیں۔" ثمرہ نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ باجی جی! آپ نے اتنا کچھ دے دیا اللہ آپ کو اجر دے مولا خوش رکھے جی آپ کو۔" صغراں کی آنکھیں پھر نم ہونے لگی تھیں۔

"نہیں صغراں! شکر صرف اللہ کا ادا کرتے ہیں کیونکہ وہی سب کو دیتا ہے کیوں اماں بی؟" ثمرہ نے ساس کی طرف دیکھا جو ایک اور لفافہ صغراں کو پکڑا رہی تھیں۔

"بے شک۔" اس بار اماں بی کو ثمرہ کی تائید میں سر ہلانا ہی پڑا۔

❁

عید ساعت رحمت

فائزہ جعفری

یہ خبر سن کر فلک پر ہے عیاں عید کا چاند
دل کی شاخ پر کئی [illegible] کے تارے چمکے
ہم نے دیکھا تو افق تھا سمندر کا سکوت
ہاں تیرے ساتھ جو گزرے وہ نظارے چمکے

میں گھر سے نکلا تو میرے قدم اچانک تھم سے گئے۔ وہ [illegible] موڑ کراس کر کے ہمارے گھر کی طرف آ رہی تھی' اندازہ اس لیے لگایا تھا کیونکہ گلی کی نکڑ پار کرنے کے بعد پہلا گھر ہمارا ہی آتا تھا اور شاید اس کی [illegible] ہونے والا تھا جیسا میں سوچ رہا تھا گندے میلے [illegible] کپڑوں میں ملبوس وہ لڑکی جس کے کپڑوں کا رنگ [illegible] غائب ہی ہو چکا تھا اسی طرح کا ہم رنگ دوپٹہ جس کے پلو پر بہت سے چھوٹے بڑے سوراخ صاف دکھائی دے رہے تھے۔ بالوں کی گندگی کا اندازہ تو مجھے ایک لٹ دیکھتے ہی سے ہو گیا تھا جو دوپٹے سے باہر ہونے پر جیسے ماتم کر رہی تھی۔ رنگ اور شکل تو مناسب ہی تھے میں نے گیٹ کے پاس کھڑے کھڑے ایک نظر میں ہی اس کا جائزہ لے لیا تھا' اسے دیکھ کر میرا دل دکھی ہوا تھا مگر یہ کیا اچانک ہی میری نظر اس کے ننگے کالے مٹی سے اٹے ہوئے پیروں پر پڑی تو صدمے سے میرا منہ ضرورت سے زیادہ کھل گیا۔

گرمیوں کا آخر تھا اوپر سے دن کا بھی کوئی ایک ڈیڑھ [illegible] ہو اور سورج جیسے سوا نیزے پر آن کھڑا ہوا ہو مگر اسے دیکھ کر حیرانگی کا شدید جھٹکا سا لگا تھا۔ تپتی دھوپ میں وہ ننگے پاؤں خراماں خراماں چل رہی تھی اور وہ نجانے کتنی دور سے اس گرمی میں ایسے ہی ننگے پاؤں چل کر آ رہی تھی۔ اس نے اپنے گندے مگر کافی حد تک مٹی اور دھول سے میلے ہاتھ کی پشت سے اپنے بالوں کی لٹ کو ماتھے سے گھسیٹ کر ذرا پیچھے کیا اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے بکھرے گئے تھے۔ میں جھرجھری لے کر رہ گیا میں نے ابھی اتنا ہی غور کیا تھا کہ وہ لڑکی میرے سر پہ آن کھڑی ہوئی میرے یوں دیکھنے سے وہ گھبرا گئی تھی مگر اس کی نگاہیں مجھے اپنے وجود میں چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں تو میں شپٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

گلی دور دور تک بالکل سنسان اور ویران تھی' مجھے اچانک ہی احساس ہوا تھا کہ میرے اور اس لڑکی کے سوا گلی میں کوئی نہ تھا' دور کہیں برف کا گولہ بیچنے والے کی آواز ابھری تو میرے بھی کانوں اور آنکھوں سے جیسے پردہ ہٹا۔

میں نے ذرا سا مڑ کر گیٹ کا ادھ کھلا پٹ دوسرے پٹ سے پیوست کیا اور اسے یکسر نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا وہ کچھ حیرانگی سے مجھے دیکھنے لگی گلی کا موڑ کر اس کرنے سے پہلے میں نے ہلکی سی گردن گھما کر دیکھا وہ ہمارے برابر والے گھر کا دروازہ بجا رہی تھی۔ مجھے گرمی کا شدید احساس ہوا تو میں نے اپنی رفتار تیز کردی کیونکہ مجھے ابھی ابھی احساس ہوا تھا کہ میں گھر سے کولڈ ڈرنک لینے نکلا تھا لہٰذا میں نے اپنا رخ اسٹور کی جانب موڑ دیا۔

❁ ❁ ❁

میں آفس سے نکلا تو آگ برساتی دوپہر ڈھل چکی تھی ہر سو پھیلی تیز دھوپ کو آہستہ آہستہ سورج اپنے اندر سمیٹ رہا تھا' ہلکی ہلکی گرم ہوا جسم کو جھلسا رہی تھی میں نے گاڑی میں بیٹھنے سے ذرا پہلے سورج کو دیکھا تو آگ کی طرح سرخ ہو چکا تھا اور مغرب میں سمانے کو بے قرار [illegible] مگر اس سے پھوٹتی ہوئیں نرم کرنیں ابھی بھی لاوا برسا رہی تھیں۔

میں نے گاڑی اسٹارٹ کی ہی تھی کہ کسی نے ونڈ اسکرین پر دستک دی میں نے چونک کر دیکھا تو نو دس سال کا بچہ بڑے انہماک سے میری طرف متوجہ تھا۔

"میں غریب ہوں مجھے پیسے دو روٹی کھانی ہے۔"

میرے دیکھتے ہی اس نے دایاں ہاتھ [illegible] اسکرین پر رکھا اور بائیں ہاتھ سے پیسوں کا [illegible] کی معصومیت پر بے ساختہ ہی میرے ہونٹوں [illegible] مسکان پھیل گئی۔ میں نے اسکرین کو ذرا اور نیچے کیا تو وہ بچہ خوش سا ہو گیا۔

"تم بھوکے ہو؟" میں نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے سوال کیا تو بغیر کچھ کہے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تمہارے امی ابو کہاں ہیں بیٹا!" میں نے اپنے ازلی نرم لہجے میں پوچھا تو وہ ایک لمحے کے لیے گھبرا سا گیا اور قدرے رونی لہجے میں بولا۔

"میرے ابو مر گئے اور اماں ہسپتال میں ہیں۔" اس نے نظریں جھکا کر معصومیت سے کہا تو مجھے بہت دکھ ہوا اور ساتھ ہی اس بچے پر بے حد پیار بھی آیا۔ میں نے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے کوٹ سے پچاس کا کورا نوٹ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھا تو وہ خوشی سے آگے کی طرف بڑھ گیا اور اسی لمحے ایک اور بچہ میرے سامنے کھڑا تھا۔

"میں غریب ہوں پیسے دو روٹی کھانی ہے۔" اس نے آہستگی سے اپنا مدعا بیان کیا تو مجھے حیرت سی ہوئی یہ تو وہی الفاظ تھے جو ابھی ابھی وہ بچہ کہہ کر گیا تھا۔

"صاحب جی پیسے دو۔" مجھے اپنی سوچ میں ڈوبا دیکھ کر اس نے دوبارہ کہا تو مجھے مجبوراً پوچھنا پڑا۔

"بیٹا! پہلے یہ بتاؤ جو لڑکا ابھی گیا ہے یہ کیا لگتا ہے تمہارا؟" میں نے [illegible] ہوئے لڑکے کی پشت کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

"میرا بھائی [illegible] ہے۔" [illegible] سے جواب دیا تو میں نے ابھی پیٹ [illegible] سوال کر دیا۔

"تمہارے [illegible] ہیں؟"

"[illegible] اور ابا ہسپتال میں ہے۔" اسے [illegible] جلدی تھی اسی لیے جلدی سے جواب [illegible] ہاتھ میرے سامنے پھیلا دیا تو میری [illegible] حیرت سے پھٹ گئیں کیونکہ ابھی ابھی میں نے [illegible] لڑکے کو پچاس روپے دیئے تھے اس کا باپ تو مر چکا تھا لیکن ماں ہسپتال میں تھی جبکہ اس کی ماں مرگئی اور باپ اسپتال میں ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ اس کا بھائی تھا' اس اچانک ہونے والے حادثے نے میرے ذہن کو الجھا دیا تھا' مجھے کچھ کچھ سمجھ تو آ رہا تھا لیکن اس لمحے یقین کرنا دشوار تھا اسی لیے اسی سے دریافت کرنا مناسب لگا تو میں چرب زبانی سے مخاطب ہوا۔

"بات سنو تمہاری اماں مر گئی ہے۔" اس نے میری طرف دیکھ کر ہولے سے سر ہلایا تو مجھے شدید غصہ آیا۔

اس لمحے میں نے دیکھا وہ لڑکا سڑک پار ایک دکان کے پاس رکی گرانڈیل جسم کی ایک خاتون کے پاس کھڑا کچھ کہہ رہا تھا اور اگلے ہی لمحے اس نے ہاتھ میں پکڑے پیسے اسے تھما دیئے۔

"وہ عورت کون ہے؟" میں نے اس بچے سے سوال کیا۔

"میری اماں۔" بے ساختہ ہی اس کے ہونٹوں سے یہ الفاظ پھسلے تھے تبھی میرا شک یقین میں بدلا اور میرا دماغ گھوم گیا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی چند پیسوں کی خاطر اپنے ماں باپ کو مار رہے ہو۔" میرے لہجے میں سختی در آئی تھی میں نے خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ٹھٹک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور آنکھیں پھیلا کر میری طرف دیکھنے لگا اور اگلے ہی لمحے زور سے ہنستے ہوئے بھاگ گیا۔ اس لمحے غصے اور نفرت کی شدید لہر میرے رگ و پے میں سرائیت کر گئی میں حیران سا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

❁ ❁ ❁

رمضان شروع ہونے میں دو دن باقی تھے مارکیٹ سے گھر کا ضروری سامان خرید کر میں گھر کی طرف آ رہا تھا مگر اس بچے کی حرکت پر مجھے شدید غصہ آ رہا تھا۔ میں جن بچوں کو معصوم سمجھ رہا تھا وہ اس حد تک چالاک تھے کہ ایک ماں کو اور دوسرا باپ کو مار کر مظلومیت اور بے چارگی کی مورت بنے پیسے بٹور رہے تھے یہ کیسا [illegible] دماغ پر ضربیں لگا رہا تھا۔ اسی سوچ کے ساتھ میں گھر تک پہنچا تو غصے کے دہکتے الاؤ کو مزید بھڑکانے کے لیے وہ لڑکی ہمارے گھر کے سامنے [illegible] بھی رنگ دوپٹے کو اوڑھے ہوئے ایسے [illegible] جیسے وہ [illegible] دن تھی۔

میں نے عمیق نگاہوں سے اسے دیکھا اور ہاتھوں میں پکڑے شاپنگ بیگز کو جنہیں وہ للچائی نظروں سے گھور رہی تھی۔ میں تنفر سے سر جھٹکتے ہوئے اندر داخل ہوا تو امی صحن میں بچھے تخت پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں اور ساتھ ہی میری ڈیڑھ سالہ بچی کا دل بھی بہلا رہی تھیں جو لپک لپک کر اپنے ننھے ہاتھوں سے تسبیح چھین رہی تھی۔

نمرہ شاید کمرے میں تھی میں نے امی کو سلام کیا شاپنگ بیگز وہیں تخت پر رکھے اور ماہم کو اپنے بازوؤں میں بھینچ کر اپنے کمرے میں آ گیا جہاں نمرہ حسب معمول میرے انتظار میں پانی کا ٹھنڈا گلاس لیے میری منتظر تھی۔

اس کی یہ عادت مجھے بے حد پسند تھی جو میری دن بھر کی تھکان کو ختم کرنے میں کارگر ثابت ہوتی تھی۔

"کیا بات ہے آج کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟" نمرہ نے شاید میرے چہرے کے تناؤ کو محسوس کر لیا تھا اسی لیے ماہم کو میری گود سے لیتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا۔

"نہیں بالکل بھی نہیں۔" میں نے مختصر سا جواب دیا اور فریش ہونے باتھ روم میں گھس گیا۔

آج پہلا روزہ تھا نمرہ مجھے اٹھانے آئی تھی میں کچھ دیر کروٹیں لینے کے بعد اٹھا اور واش روم میں چلا گیا۔ شاور لیتے ہوئے میرے کانوں میں عجیب سے شور اور رونے کی آواز آئی۔

"عاشر..... عاشر" وہ بلند آواز میں مجھے پکار رہی تھی۔

"یا اللہ خیر۔" آوازیں سن کر میرا دل عجیب طرح سے دھڑکنے لگا جلدی سے باہر آیا تو بے ساختہ ہی میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ برآمدے سے نیچے صحن میں اترنے والی سیڑھیوں سے لڑھکتے ہوئے فرش پر گری تھی۔ اس کا نیچے والا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور خون تیزی سے بہہ کر تھوڑی تک آن پہنچا تھا۔ بازو پر بھی دباؤ پڑا تھا وہ بُری طرح رو رہی تھی اس وقت کوئی ڈاکٹر ملنا مشکل تھا۔ میں نے اور نمرہ نے اس کا خون صاف کیا اور پھر کافی دیر ایسے ہی پریشانی میں گزر گئی۔ بہت دیر رونے کے بعد ماہم مدہوش سی ہوگئی تھی۔ امی میں اور نمرہ اس کے گرد جمع تھے اسی وقت فجر کی اذان ہونے لگی اور آج ہمیں پہلا روزہ بغیر سحری کے رکھنا پڑا امی سورتیں اور دعائیں پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھیں اور پھر نماز پڑھنے کے بعد پانچ سو روپے کا نوٹ ماہم پر وار کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

"یہ علیحدہ رکھ لینا کسی ضرورت مند کو دے دینا۔" وہ مجھے نصیحت کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

❁ ❁ ❁

میری گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی گھر کی جانب رواں دواں تھی صبح ماہم کو سوتا ہوا چھوڑ کر میں آفس کے لیے نکلا تھا اور اب شام ہونے کے قریب تھی فون پر نمرہ نے مجھے تسلی

دی تھی مگر میرا دل، ماہم کو دیکھنے کے لیے بے قرار تھا۔ روڈ پر ٹریفک کا بہت رش تھا اور روزہ افطار ہونے میں بھی تھوڑا ہی وقت باقی تھا۔ سب لوگ گھروں کو پہنچنے کی جلدی میں تھے کہ ٹریفک سگنل نے سب کو روک دیا تیز چلتی ہوئی گاڑیاں ایک دم سے جلد ہوگئیں اور میں نے بھی گاڑیوں، رکشوں اور موٹر سائیکلوں کے درمیان گاڑی کو روک دیا تو اچانک ہی تین چار نوجوان گاڑیوں کے دروازے پر آن کھڑے ہوئے میں دیکھ رہا تھا کہ ایک نوجوان رکشے میں بیٹھی عورت سے مخاطب تھا اور دوسرا گاڑی میں بیٹھے ادمی سے ......

"اتنے نوجوان اور صحت مند لڑکے اس طرح کیوں مانگ رہے ہیں؟" انہیں دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا اور اسی لیے مجھے یاد آیا کہ میرے پاس پانچ سو روپے ہیں ضرورت مند کو دینے کے لیے...... "کیا یہ لوگ ضرورت مند ہیں جن کے ہاتھ پیر سلامت ہیں، دیکھ سکتے ہیں، سن سکتے ہیں، محنت کر سکتے ہیں پھر یہ پیشہ ور لوگ ضرورت مند کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ لوگ ہمدردی اور ان سب مہربانیوں کے قابل ہیں، نہیں نہیں یہ لوگ ضرورت مند نہیں ہو سکتے۔" میرے دل میں اٹھنے والے سوالوں کو میرے ذہن نے منفی قرار دیا اور اس لیے میرے دل میں تنفر کی ایک گہری لہر دوڑی یہ سب چلتے پھرتے [illegible] میری آنکھوں میں آگ بھر رہے تھے [illegible] ہوئے اپنے ذہن کو ان خیالات سے [illegible] سگنل گرین ہوا اور میں تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

❁ ❁ ❁

میں گھر پہنچا تو نمرہ دستر خوان لگا چکی تھی امی بھی گود میں ماہم کو بٹھائے روزہ افطار ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔ میری معصوم سی بچی کا ہونٹ بری طرح سوج چکا تھا میں نے نرمی سے اس کا ہاتھ چوما اور فریش ہونے چلا گیا۔ واپس آیا تو روزہ بھی کھل چکا تھا۔ نمرہ نے بھی افطاری میں خوب اہتمام کیا چکن بریانی، قوفتے، پکوڑے سموسے رولز اور میری فیورٹ سویٹ ڈش۔ میں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا آج کھانا بھی ضرورت سے زیادہ ہی مزے کا لگا تھا۔

میں نے نظروں ہی نظروں میں نمرہ کو داد دی اور باجماعت نماز ادا کرنے کی نیت سے اٹھ کھڑا ہوا تبھی بیرونی دروازے کی بیل بجی اور میں یا اللہ خیر کا نعرہ لگاتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھا جہاں سامنے کا منظر دیکھ کر اچانک ہی میری بھنویں تن گئیں اور غصہ پھر سے عود آیا تھا۔

"ہاں لڑکی بولو کیا بات ہے؟ کیوں شام کے وقت لوگوں کے دروازے بجا رہی ہو؟"

"معاف کرنا صاحب جی! ہم غریبوں کو تو ہر وقت آپ کی ہی ضرورت ہوتی ہے اگر افطاری میں کچھ بچا ہے تو دے دیں۔ ہم دعائیں دیں گے صاحب جی!"

اتنے عرصے سے اس کو اپنی کالونی میں مانگتے ہوئے دیکھا تھا مگر سامنا آج ہوا تھا اور اس کا اس طرح مانگنا مجھے شدید نفرت ہو رہی [illegible] اس سے معقول الفاظ میں کہا تھا مگر اس سے [illegible] اور لالچ کو دیکھنے کے لیے مجھے [illegible] ضرورت نہیں تھی۔

"[illegible] کچھ نہیں بچا کھانے کو بچی کچی نوجوان [illegible] ہم [illegible] نہیں کر لیتی۔ مگر تم لوگوں کو مانگتے [illegible] نہیں پیٹ بھرا ہوا بھی ہو تو آنکھیں نہیں [illegible] چلو یہاں سے ہٹو۔" میں نے اس کی بابت خود [illegible] ہی کئی ہزار خیال بنے اور کھردرے لہجے میں بولتا چلا گیا۔ میں نے دیکھا ہمارے گیٹ سے دور ہوتے ہوئے اس کی آنکھوں میں سرخی اتری تھی اور پھر نمکین پانی کے چند قطرے بھی پھسل پڑے تھے اور میں کسی جابر حکمران کی طرح اس کے جذبات کو روندتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

❁ ❁ ❁

"عاشرہ آپا کا کینیڈا سے فون آیا تھا۔"

"اچھا کیا کہہ رہی تھیں؟" میں نے چینل سرچنگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کہہ رہی تھیں اس دفعہ وہ عید پر نہیں آپائیں گی حامد بھائی آفس کے سلسلے میں بیرون شہر چلے گئے ہیں اور ناناکیا بھی اپنی پھپھو کے پاس چلی گئی ہے اور عید کے بعد ہی لوٹے گی۔ آپا کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے پیسے بھجوائے ہیں

غریبوں کی امداد کے لیے۔ وہ پچھلی کالونی میں اشفاق صاحب رہتے ہیں نا ان کے بیٹے کے ہاتھ۔"

"کیوں ادھر کیوں بھجوا رہی ہیں؟" نمرہ نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ میں اس کی بات کو کاٹتے ہوئے بولا۔

"ادھر کا تو پتا نہیں مگر کہہ رہی تھیں کہ اپنے ملک میں غریب لوگوں کی مدد کر کے انہیں زیادہ خوشی اور سکون ملے گا۔ ہاں یاد آیا عاشر گیٹ پر کون تھا؟" اسے اچانک ہی یاد آیا اور میں سرہلا کر رہ گیا۔

"بتا ئیں نا۔" اس نے بچوں کی سی ضد کی اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"ایک لڑکی تھی مانگنے والی کچھ کھانے کو مانگ رہی تھی۔"

"پھر......" اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔

"پھر کیا کہہ دیا بی بی جان چھوڑو کچھ نہیں کھانے کو کوئی اور گھر تلاش کرو۔" میں نے نارمل لہجے میں بتایا تو وہ افسردگی سے بولی۔

"آپ کو پتا ہے عاشر! اتنا کچھ بچا رکھا ہے کیا تھا اگر اس بیچاری کو دے دیا جاتا۔ برابر والے گھر میں بھی بھجوایا ہے میں نے اور ابھی بھی بچا ہوا ہے۔ آپ نے مجھ سے [illegible] پوچھا ہوتا۔"

"کوئی ضرورت نہیں پریشان ہونے کی اور نہ ہی افسوس کرنے کی مانگنا ان کی عادت ہے بھوک سے ضرورت نہیں۔"

"لیکن عاشر کوئی بھی انسان شوق سے تو نہیں مانگتا مجبوری ہوتی ہے جو مانگنے پر مجبور کرتی ہے۔ ہمیں ان سب باتوں کو نہیں سوچنا چاہیے کہ کون حق دار ہے اور کون نہیں بس جو دروازے پر آ جائے اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہیے۔ یہ بھی تو سوچیں نا عاشر کیا جو کچھ ہمارے پاس ہے ہمارے رب نے جو عطا کیا ہے ہم اس کے حق دار ہیں۔ وہ خدا ہی ہے جو اتنا رزق دینے والا، اتنا مہربان ہے۔ وہ کسی کے اعمال کو نہیں دیکھتا بس دیتا ہی جاتا ہے اور اس کے در پر جو بھی جائے وہ جھولی بھر بھر کے لوٹاتا ہے تو پھر ہم کیسے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کوئی حق دار ہے یا نہیں۔" اس نے امید بھری نظروں سے دیکھا اور کچن میں چلی گئی۔

❀......❀......❀

دعا

میرے مولا ہم کو سیدھی راہ دکھا دے
نیک بنا دے ایک بنا دے
پیارے نبی کے راستوں پہ چلا دے
ہر اچھے کام تو ہم سب سے کروا لے
شیطانی راہوں سے ہم کو بچا لے
عمر فاروقؓ کی سخاوت دے دے
صدیق اکبرؓ کی صداقت دے دے
عثمان غنیؓ کی حیا دے دے
علی حیدرؓ کی شجاعت دے دے
ابوہریرہؓ کا علم دے دے
[illegible] کا تقدس دے دے
[illegible] سے چاہت دے دے
[illegible] پریشانی سے آزاد زمانہ دے دے
[illegible] خوش حالی کا افسانہ دے دے
[illegible] ان راہوں پہ چل نکلے ہیں
ہم کو صدیق، عمر، عثمان، علی جیسا کوئی رہنما دے دے
آج کے بلیوں سے ہماری حفاظت فرما دے
اے خدا ہم پر اپنا سایہ دے دے
ایک ہی دعا ہے تجھ سے ستار کی
اے خدا ہم سب کو نیکی کی راہ پہ لگا دے

رابعہ ستار محمد حنیف ..... جہانیاں منڈی

اور پھر رمضان گزرتا چلا گیا میں نے اس لڑکی کو کئی بار اپنی گلی میں دیکھا مگر وہ ہمارے دروازے پر نہیں رکی۔ نجانے وہ مایوس تھی یا کسی ضد پر اڑی تھی مگر میں نے محسوس کیا کہ وہ عام مانگنے والوں سے مختلف ضرور تھی۔ واقعی وہ کسی مشکل میں تھی اس کا حلیہ اور اجڑی ہوئی صورت پر پھیلی بے بسی آنکھوں کے گوشوں میں امڈتا ہوا پانی مجھے اکثر ہی بے چین کر دیتا تھا مگر میں چاہ کر بھی اس کی مدد نہیں کر پایا تھا یا پھر میرا ضمیر بھی سویا ہوا تھا۔ مجھے نفرت تھی ایسے لوگوں سے جو اپنے ہاتھوں پیروں کا صحیح استعمال نہیں

کرتے تھے۔

❁ ❁ ❁

آج اکیسواں روزہ تھا اشفاق صاحب کا فون آیا تھا کہ آپا کے بھجوائے گئے پیسے پہنچ گئے ہیں آج میں آفس سے بھی جلدی گھر لوٹ آیا تھا کیوں کہ نمرہ کے ساتھ بازار بھی جانا تھا اور صبح عید بھی ہو جانی تھی اس لیے عصر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدھا اشفاق صاحب کے گھر کی طرف بڑھا۔

تھوڑی دیر بیٹھ کر میں نے اجازت طلب کی اور واپسی کے لیے مڑا تنگ گلی سے نکل کر کھلے بازار تک پیدل چل کر گاڑی تک پہنچنا تھا تبھی میری نظر دائیں طرف کے کچے مکان پر پڑی اور سامنے کا منظر دیکھ کر میں مبہوت رہ گیا۔ اس مکان کے چاروں طرف بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی چار دیواری کے درمیان صحن میں بچھی ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر بیٹھی وہ لڑکی سسکیوں سے رو رہی تھی اور ایک بچہ جس کے جسم پر چھوٹا سا پھٹا ہوا کرتا تھا۔ وہ اس کے پاس کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"باجی آج روٹی نہیں کھائی ہم نے تم کیوں رو رہی ہو باجی جاؤ نا میرے لیے روٹی لے کے آؤ۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ سویرے عید ہے میرے واسطے بند جوتے اور کپڑے بھی لے کر آ' وہ ابھی نہیں پہنوں گا سویرے [illegible] ہوں گا باجی جا نا جلدی جا۔" وہ اس کے [illegible] اور وہ اپنے نا ختم ہونے والے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

"نا تنگ کر مجھے ہمیں عید منانے کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی عید ہمارے لیے آتی ہے۔ عید تو امیر لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنے پیٹ بھر کر سوتے ہیں نئے نئے کپڑے اور جوتے پہنتے ہیں۔ بچے ہمیں تو کئی کئی دن کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔ ہمیں تو کوئی ایک وقت کھانا نہیں کھلاتا تیرے لیے نئے کپڑے کہاں سے لاؤں۔" اس نے روتے ہوئے اسے گلے سے لگایا اور میرے پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئی تھی۔

یہ وہی لڑکی تھی جسے میں ہر روز دیکھتا تھا وہ لڑکی مجھے دیکھ کر گھبرا گئی تھی اور اپنے بھائی کو اور مضبوطی سے بھینچتے ہوئے بولی۔

"صاحب جی آپ..... آپ کیوں آئے ہیں؟" وہ اٹک اٹک کر بولی اور میں شرمندگی کے بوجھ سے جھکتا چلا گیا میں کتنی ہی دیر کھڑا اس سے مخاطب رہا اور وہ ساکن پلکوں پر بھی آنسوؤں کی نمی کے ساتھ کچھ بے یقینی کا تاثر لیے مجھے دیکھتی رہی پھر میں نے اس کے چہرے پر پھیلی خوشی کے رنگوں کو محسوس کیا تھا۔

"تم محنت کر کے اچھے طریقے سے اپنی اور اپنے بھائی کی محرومیوں کو دور کرنا چاہو گی؟" میں نے نرمی سے پوچھا اور اس نے چند منٹ کے توقف کے بعد سر اثبات میں ہلایا اور اگلے ہی لمحے میں اسے گھر لے آیا تھا۔ امی اور نمرہ کو پوری بات بتاتے ہوئے میں نے ان کی رائے بھی مانگی تھی اور انہوں نے میری توقع سے بڑھ کر کیا تھا۔ نمرہ نے اپنے پانچ اچھے اچھے جوڑے [illegible] اور ساتھ ہی اسے اپنے گھر میں اچھے طریقے سے کام کرنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا تھا اور اس کے بھائی کو پڑھانے کی ذمہ داری لی تھی۔

میں دیکھ [illegible] لڑکی کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو [illegible] ہوئی مسکراہٹ گہری ہوتی [illegible] تشکر آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی [illegible] لمحے مجھے احساس ہوا تھا کہ کسی غریب سے کیا ہوا اچھا برتاؤ ہمیں کتنی بڑی خوشی بخشتا ہے آپا کے بھجوائے ہوئے پیسوں کی اصل حق دار یہ لڑکی ہی ہو سکتی ہے میں نے دل میں سوچا تھا تبھی روزہ افطار ہونے کی صدا بلند ہوئی تھی اور میں سوچ رہا تھا یہ رمضان جاتے ہوئے واقعی میرے لیے کتنی برکتوں اور نوازشوں کو چھوڑے جا رہا ہے اور یقیناً صبح عید ہو جانی تھی جو حقیقی خوشیاں لیے ہمارے دروازے پر کھڑی تھی اور ہمیں ان خوشیوں میں سے غریبوں کا حصہ ضرور نکالنا تھا۔

❁

محبت ہے ازل
ام مریم
Digest.pk

جو ہو سکے تو بھلا دینا رنجشیں دل کی
کہ محبت کا تقاضا ہے درگزر کرنا
تیرے طرز تغافل سے کیا گلہ ہمیں
شاید ہمیں ہی آتا نہیں دلوں میں گھر کرنا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

باباجان عباس سے اپنے گزشتہ تلخ رویے پر معذرت کرتے ہوئے اسے واپس حویلی آنے کا کہتے ہیں وہ فاطمہ کو اپنی بہو تسلیم کر لیتے ہیں جبکہ دوسری طرف عباس باباجان کو خود سے بدگمان ہونے سے بچانے کی خاطر انہیں عریشہ کی موت کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا۔ باباجان ان سب کو حویلی لے جانا چاہتے ہیں جبکہ عباس تمام صورت حال پر گھبرا جاتا ہے اور اپنا تمام غصہ فاطمہ پر اتارتا ہے اور اس پر الزامات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے فاطمہ اس کے گھٹیا الزامات پر اپنے بچاؤ کے لیے گھبرا جاتی ہے جبکہ [illegible] صورت حال پر عباس اس سے پیپر میرج کرتا ہے [illegible] اس تعلق کو مجبوری کے تحت ایک نام دیتا ہے جبکہ [illegible] سے اس تعلق کو مخفی رکھا جاتا ہے۔ فاطمہ اس بات پر [illegible] خوش ہوتی ہے لیکن دوسری طرف عباس اس [illegible] کے بندھن کو چند دنوں پر مبنی قرار دے کر فاطمہ کو اس کی حیثیت خوب یاد دلاتا ہے۔ فراز قانونی کارروائی مکمل کرنے کے بعد سکندر کو اس کا تمام حق دلاتا ہے ایسے میں تاؤ جی سخت کبیدہ خاطر ہوتے لاکھ انکار کرتے بالآخر اس کی حیثیت تسلیم کر لیتے ہیں سکندر نہ صرف تاؤ جی کو معاف کر دیتا ہے بلکہ تمام بزنس بھی ان کے حوالے کر دیتا ہے جس پر فراز خاصا برہم ہوتا ہے اور اسے تاؤ جی کی اصل فطرت اور نقصان پہنچانے کے حوالے سے آگاہ کرتا ہے لیکن سکندر ان تمام معاملات پر یکسر توجہ نہیں دیتا۔ دوسری طرف فراز یہ جان کر حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ سکندر نہ صرف ساحر کو جانتا ہے بلکہ اس کے ساتھ سکندر کا قریبی تعلق بھی ہے دونوں کے درمیان بڑھتے تعلقات تکلفات کی تمام دیواریں گرا دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فراز بھی اریبہ کو لے کر تمام حقائق سے اسے آگاہ کر دیتا ہے دونوں کو اپنا دکھ سانجھا محسوس ہوتا ہے۔ [illegible] ایمان کے ہوش میں نہ آنے پر سخت [illegible] ہو جاتا ہے ایسے میں ابراہیم احمد اس کا حوصلہ بڑھاتا ہے [illegible] ایمان سے اپنے تلخ رویوں کی معافی مانگنے [illegible] کرنے کا کہتا ہے۔ وقاص کے [illegible] باباجان لاریب کو بھی ساتھ چلنے کا کہتے ہیں جبکہ دوسری طرف لاریب باباجان کی خوشی کی خاطر وقاص کا سامنا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے جبکہ باباجان ان تمام باتوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف وقاص نہ صرف باباجان کے سامنے بلکہ خود اپنی ہی نظروں میں گر جاتا ہے زندگی اور موت کی اس کشمکش کے دوران اسے اپنے تمام گناہوں کا اندازہ شدت سے ہوتا ہے اور وہ سچے دل سے رب کے حضور معافی مانگتا ہے اور شاید اسے معافی کا اذن مل جاتا ہے تبھی وہ ایک بار پھر اپنوں کے درمیان موجود ہوتا ہے اب اس کا رویہ پہلے سے یکسر مختلف ہوتا ہے باباجان کی سرزنش اور ان کا تنبیہی انداز محسوس کرتے وہ خود بھی یہ بات کسی کے سامنے دہرانے سے گریز کرتا ہے جبکہ باباجان بھی اپنی عزت اور نام کی خاطر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ وقاص اپنے سابقہ رویوں پر اماں سے بھی معافی مانگتا ہے اور اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیتا ہے جس پر اماں اس کے رویے پر گنگ رہ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀.....◉.....❀

"پلیز وقاص، ایسا مت کہیں مجھے کوئی شکوہ نہیں آپ سے میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کا کوئی مقام ہی نہیں کہ آپ ٹھیک ہوگئے ہیں۔" امامہ خود بھی رو پڑی تھی اور اس کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہوئے وہ اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

وقاص کو ایک بار پھر خدا کی رحمت اور اپنی بخشش ہوجانے کا یقین ملا تھا۔ اس نے جانا اللہ نے ہر ہر لحاظ سے اس پر ایک بار پھر اپنی عنایات کی بارش برسات کردی ہے اس کے بے قرار دل کو طمانیت بھرے احساس نے نرمی سے چھوا تو سابقہ ندامتوں کے احساس سمیت اس کا دل رب دو جہاں کے آگے فریاد کناں ہوا تھا۔

وہ شکر گزار تھا ہدایت کا ایک لمحہ خدا نے اسے عنایت فرمایا اور اسے دونوں جہاں میں عافیت اور کامیابی عطا فرمادی، اس کا دل اس کا روا‌ں رواں رب سے یہی التجا کر رہا تھا۔

"اے ہمارے رب نہ پھیرنا ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں عطا فرما اپنے پاس سے رحمت، بے شک تو سب سے بڑا عطا کرنے والا ہے۔"

❀.....◉.....❀

"عباس بھائی آپ کی مسز تو بالکل باربی ڈول لگتی ہیں۔ انہیں دیکھ کر کوئی یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ یہ شادی شدہ ہیں۔ جبکہ آپ نے انہیں دو دو بچوں کی اماں جان بنایا ہوا ہے۔" یہ اس کی چھوٹی بہن تھی زیب النساء، جو خود بھی شادی کے بعد اچھی خاصی فربہ ہورہی تھی جبھی اسے فاطمہ کی نزاکت و اسمارٹنس پر رشک آرہا تھا۔ عباس محض ایک نظر ہی اس پر ڈال سکا۔ فاطمہ کی اس پل چھب ہی نرالی تھی۔ جگمگاتا ہوا روپ سروپ اور چہرے کی سحر انگیزی اس کے باوجود عباس نے نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔

"ارے بھئی صاف لگتا ہے کہ عباس نے جی جان سے سنبھال کر رکھا ہے اپنی بیوی کو اور رکھنا بھی چاہیے آخر کو پسند کی شادی کی ہے۔" مہرة آپا نے بھی ٹکڑا لگایا تھا۔ فاطمہ کے پہلے سے گلابی پڑتے چہرے پر جیسے گلال بکھر گیا تھا۔

"بھئی میں نے تو یہ پہلی لڑکی دیکھی ہے جو شادی کے اتنے عرصہ بعد اور دو بچوں کی ماں بن کر بھی ایسی باتوں پر اتنا شرما رہی ہے۔" زینی کے کہتے ہی سب کی توجہ فاطمہ پر مبذول ہوگئی۔ فاطمہ جو پہلے ہی نروس تھی کچھ اور بھی پزل ہوگئی۔ عباس کا ضبط یہیں تک تھا وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔

"ارے..... کہاں جا رہے ہو بیٹا، بیٹھو ناں۔"

اماں جان کی گود میں اس وقت اسامہ تھا اور وہ اس کے لاڈ اٹھانے میں مصروف تھیں مگر عباس سے بھی غافل نہیں تھیں۔

"میں وقاص سے مل لوں، بابا جان بتا رہے تھے کہ ان کی طبیعت بہتر نہیں۔" عباس کو راہ فرار کا بہانہ چاہیے تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ مزاج و عادات کی تفاوت کی بدولت ان دونوں بھائیوں کی آپس میں کبھی نہیں بن سکی تھی۔ عباس دھیما، نرم خو اور رحم دل انسان تھا جبکہ وقاص اس کے برعکس تھا۔

"ہاں بیٹا ضرور، امامہ بیٹا بھائی کو لے جاؤ اپنے کمرے میں وقاص کے پاس۔"

اماں جان کے کہنے پر امامہ فرمانبرداری سے اٹھ کھڑی ہوئی اس کی گود میں اس کی چند دنوں کی بچی تھی۔

"ایمان کی جگہ تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے بہت حیرانی ہورہی ہے امامہ، وقاص تو ایمان کے ساتھ.....!" عباس اپنی حیرت ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکا لیکن پھر کچھ احساس ہونے پر بات ادھوری ہی چھوڑ دی امامہ کے چہرے پر ایک کربناک سایہ لہرا کر معدوم ہوگیا۔ گہرا سانس بھرتی وہ دکھ سے مسکرانے لگی۔

"آپ کے جانے کے بعد یہاں بہت ساری تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں بھائی بہت نقصان بھی ہوئے مگر اب ان کا ملال کچھ کم ہونے لگا ہے۔ زخم بھی مندمل ہونے لگے ہیں۔ مجھے کسی بات کا تاسف نہیں رہا، میں بہت خوش

ہوں۔" گو کہ اس کا مقصد عباس کو کچھ بھی جتلانا نہیں تھا۔ اس کے باوجود عباس کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ اسی گم صم سی کیفیت میں وقاص سے ملا۔ تبھی وقاص حیدر کا یکسر بدلا ہوا انداز بھی اسے نہیں چونکا سکا۔ اس کے اندر آگ سی جل اٹھی تھی۔ وہ کس کس نقصان پہ آنسو بہاتا۔

❀ ..... ◉ ..... ❀

"سب ٹھیک ہے نا بابا جان، میرے خیال میں تو اب کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔" لاریب چیزیں بیڈ پہ پھیلائے بیٹھی تھی اور بابا سائیں کو دکھا رہی تھی جو اماں کی بیٹی کے لیے اس نے خریدی تھیں۔ لاریب کے پچھلے کئی دن اسی شاپنگ میں صرف گزرے تھے۔

"ہاں بیٹا ٹھیک ہے بلکہ سب بہت اچھا ہے۔ لیکن گڑیا کے ٹوپے اور چوڑیاں بھول گئی ہو آپ، وہ بھی کل لے آنا۔" بابا سائیں کی نظر ایک کمی ڈھونڈ لائی تھی لاریب سر تھام کر بیٹھ گئی۔

"بابا جان پلیز، اب بس کریں، پھر بھی سہی۔" اس کے تھکے ہوئے احتجاجی انداز پر بابا سائیں شفقت بھرے انداز میں مسکرائے پھر اسے ٹوک دیا۔

"میری کسی بیٹی کو اللہ نے پہلی اولاد کی خوشی دکھائی ہے، کتنا تر سا ہوں میں اس وقت [illegible] لیے [illegible] یہ خوشی تمہاری جانب سے بھی ضرور [illegible] کا سر تھپک کر محبت سے کہہ رہے تھے اور لاریب [illegible] کے اندر کا خالی پن یکا یک بڑھتا چلا گیا تھا کتنی کوشش کی تھی اس نے خود کو کمپوزڈ رکھنے کی مگر کامیاب نہیں ہو سکی۔ وہاں سے اٹھ کر وہ اپنے کمرے میں آئی تو سینے میں موجود درد میں اضافہ ہو رہا تھا بستر پر گرنے کے انداز میں بیٹھتی وہ اپنے اندر گونجتے خالی پن کو محسوس کرتی بھیگی پلکیں جھپکتی رہی ماضی کا ہر ایک لمحہ پھر کسک دینے لگا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ ٹیرس پر سرد ہواؤں کی شوریدہ سری کو سہتی ایک بار پھر خود اذیتی کا شکار تھی جب سکندر نے اسے شال اوڑھا کر برافروختہ کر دیا تھا تب اس کی توجہ اس کا التفات اسے یونہی جھلسایا کرتا تھا۔

"اگر میں کہتا آپ اندر آ جائیں یہاں ٹھنڈ بہت ہے تو آپ ظاہر ہے بات نہ مانتیں۔"

"جب تمہیں اپنی حیثیت اپنی اوقات کا اچھی طرح اندازہ ہے تو پھر کیوں کرتے ہو بار بار خود کو ذلیل۔" شال اتار کر اس کے منہ پر مارتے ہوئے وہ ایک بار پھر اس کی عزت نفس پر حملہ آور ہوئی تھی۔ سکندر کا سانولا چہرہ اس پل غضب کی سرخیاں سمیٹ لایا مگر زبان سے ایک لفظ نہیں کہا تھا اس نے آج اسے اندازہ ہوا تھا اس نے کتنا ضبط آزمایا تھا سکندر کا اور وہ کس درجہ متحمل مزاج انسان تھا۔

"فضول ہے تمہاری یہ چاپلوسی، قیامت تک بھی لگے رہو تو میرا دل [illegible] جیت سکتے۔ مجھے بھی تمہاری ضرورت محسوس نہیں ہو [illegible] سے کہا تھا مگر اب گرتے ہوئے آنسو خود [illegible] بات کی نفی کر رہے تھے وہ گھٹ گھٹ کر رو [illegible]

[illegible] ضرورت ہے سکندر، میں نے غلط کہا [illegible] دیر وہ یونہی سسکتی رہی۔ پھر کسی خیال کے [illegible] سے اپنا سیل فون ڈھونڈا اور سکندر کا نمبر ڈائل کیا۔ نمبر بند ہونے کی اطلاع پر اس کا جوش سے بھر جانے والا دل یکلخت ویران ہونے لگا۔

"نمبر کیوں بند ہے اس کا اللہ کرے سب خیریت ہو۔" اس کے دل میں پہلی بار اس کے حوالے سے تشویش نے سر اٹھایا جو گزرتے وقت کے ساتھ اتنی بڑھی کہ وہ کسی طرح بھی بابا سائیں پر یہ فکر مندی ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکی۔ تبھی ناشتے کے دوران اس نے بظاہر سرسری انداز میں تذکرہ چھیڑا تھا۔

"آپ کا سکندر سے رابطہ ہے بابا جان؟" اور چائے کا گھونٹ بھرتے بابا سائیں ٹھٹک گئے تھے وہ بیٹی کی بدگمانی سے آگاہ تھے تبھی یہ فکر مندانہ انداز وہ بھی سکندر کے لیے انہیں بہت اچھا لگا تھا۔

"نہیں، لیکن وہ جانے سے قبل مجھ سے مل کر گیا تھا۔" ان کے جواب نے لاریب کی کسی طور بھی تسلی نہیں کرائی تو

مضطرب سی ہوتی اپنی جگہ پر پہلو بدل کر رہ گئی۔

"کتنے دن ہو گئے ہیں بابا جان، اسے آپ کو اپنے موجودہ حالات سے آگاہ کرنا چاہیے تھا مجھے پتا چلا ہے وہ اپنے خاندان کی تلاش اور جائیداد وغیرہ کی وصولی کی خاطر گیا ہے آپ کا کیا خیال ہے یہ سراسر حماقت نہیں۔ برسوں پرانی بات کو از سر نو اٹھانا اور اپنی حیثیت تسلیم کرانا ہرگز اتنا آسان کام نہیں ہے۔ محض چند لاکھ کی وراثت کی خاطر اس طرح اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا سمجھداری نہیں تھی۔" بابا سائیں اس کا چہرہ غصے سے سرخ پڑتا دیکھ کر مسکراتے رہے۔

"لیکن بیٹے بات صرف وراثت کی تو نہیں تھی اصل تقاضا اس کی اپنی پہچان کا تھا اس کی فیملی نے اسے بے نام ونشان کر کے رکھ دیا تھا۔" ان کی بات سن کر لاریب نے ہونٹ بھینچ کر گہرا سانس بھرا۔

"پھر بھی بابا جان، جان سے بڑھ کر تو کچھ قیمتی نہیں ہوتا آج لوگ محض چند ہزار کی خاطر کسی کا قتل بڑی آسانی سے کر دیتے ہیں۔ اب اسے پہچان کی ضرورت کیا تھی۔" اس کی جھنجلاہٹ گھبراہٹ کی طرف جانے لگی۔

"ضرورت تھی بیٹے، اسے اس حیثیت سے کبھی تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔" لاریب نے چونک کر انہیں دیکھا اور ان کی شاکی نظروں کی تپش سے گھبرا کر نظر جھکا لی۔ اس کا چہرہ خجالت وخفت کے احساس سے جھک گیا تھا۔ پھر اسی شام وہ اس بے چینی کے ہمراہ سکندر کے گھر چلی آئی۔ ملول سی اماں صحن میں بیٹھیں کونڈی میں مرچیں کوٹ رہی تھیں۔ اسے روبرو پا کر جیسے ان کے چہرے پر رونق سی آ گئی۔ وہ بڑے والہانہ انداز میں اسے ملنے کو اٹھیں مگر پھر جھجک کر وہیں تھم بھی گئیں۔

"ماں صدقے، میری دھی رانی آئی ہے، بیٹھو پتر۔"

انہوں نے لپک جھپک اندر کمرے سے کھیس نکال کر چارپائی پر بچھایا یہ بھی خاص الخاص مہمان کے سواگت کا ایک عقیدت بھرا والہانہ انداز ہوا کرتا تھا گاؤں میں۔

لاریب عجیب سے احساسات کا شکار ہو کر رہ گئی۔

"آپ کے یہاں آنے سے صرف میرا گھر میرا مقدر ہی روشن نہیں ہوا ہے لاریب، اماں اور بابا کو بھی جیسے کوئی انمول خزانہ مل گیا ہے۔ کبھی آپ نے ان کے چہروں کو غور سے دیکھا ہے؟ ان سے یہ خوشی سنبھالی نہیں جاتی ہے اور وہ آپ کی کسی کرسٹل کی گڑیا کی طرح اس لیے بھی حفاظت کرتے ہیں کہ انہیں آپ کے جذبات واحساسات کی بھی پروا ہے۔ کبھی اپنے خود ساختہ دکھوں سے نکل کر اپنے اطراف میں نگاہ تو ڈالیں آپ کو اندازہ ہوگا کتنے لوگوں کی خوشی آپ کے چہرے کی مسکان سے وابستہ ہے۔ میں خود آپ سے کوئی تقاضا نہیں کرتا مگر میرے والدین کے ساتھ آپ عزت سے پیش تو آ سکتی ہیں نا۔"

سکندر نے ایک گلابی جاڑے کی شام اسے گمبھیر لہجے میں جتلا کر کتنے دل سوز انداز میں کہا تھا اور جواب میں لاریب نے اسے بے بھاؤ کی سنائی تھیں۔

"میں نے تمہارے والدین کی خوشیوں اور عزت افزائی کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا ہے سمجھے وہ میری نہیں تمہاری ذمہ داری ہیں۔"

"کیا ہوا پتر بیٹھو نا، میں چائے بناتی ہوں، سکندر کے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے حکیم جی سے دوائی لینے گئے ہیں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔" گم صم کھڑی لاریب اماں کی آواز پر چونکی اور انہیں شانوں سے تھام کر رسان سے واپس پیڑھی پر بٹھا دیا۔

"چائے رہنے دیں اماں مجھے طلب نہیں اور بابا کو کیا ہوا ہے؟"

"سکندر کا غم کرتا ہے اتنے دنوں سے تاپ چڑھا کے لیٹا ہوا ہے۔ جذباتی ہو کر بھیج تو دیا ہے پر اب کہتا ہے غلطی ہو گئی وہ تو بہت خطرناک لوگ تھے۔ جب سے گیا ہے سکندر کا ایک بار بھی ٹیلی فون نہیں آیا۔" وہ ہاتھ مسل کر رہ گئیں اور لاریب کا دل دھک سے رہ گیا۔ کچھ کہے بغیر وہ بے جان سی ہو کر وہیں بیٹھ گئی۔ اسے سکندر کے وہ الفاظ یاد آئے جو اس نے دم رخصت لاریب سے کہے تھے۔ کتنا ٹوٹا ہوا اور مایوس لگتا تھا اور اس ٹوٹے ہوئے مان ویقین

کے ساتھ وہ کوئی محاذ سر کر بھی کیسے سکتا تھا۔ اسے بے چینی و ملال کے ساتھ خوف کا احساس بھی گھیرنے لگا۔

"تمہاری اس شکستگی اور تکلیف کا باعث میں ہی بنی ہوں سکندر، اگر تمہیں کچھ نقصان پہنچا تو میں بھی خود کو معاف نہیں کرسکوں گی۔" اس کے آنسو بے آواز بہتے جا رہے تھے۔

❀.....•.....❀

سکندر نے گہرا کش لے کر دھواں فضاء میں بکھیرا اور سگریٹ باہر ٹیرس پر پھینک دیا۔ عجیب سی بے دلی اور یاسیت اس کے اندر گھر کرتی جارہی تھی۔ ساتھ ہی مجرمانہ احساس بھی وہ کم از کم اماں بابا کو اپنی خیریت کی اطلاع ضرور دینا چاہتا تھا مگر یہ بھی جانتا تھا وہ لوگ لازماً لاریب کو اس خوشی کی خبر میں شامل کریں گے اور وہ یہی نہیں چاہتا تھا۔

"آج آفس جانے کا ارادہ نہیں ہے مغل اعظم۔" فراز اس کے کمرے میں یونہی بنا اجازت آیا کرتا تھا اور جب سکندر نے اسے ٹوک کر اپنی پرائیویسی کا احساس دلانا چاہا تو جواب میں وہ دانت نکوس کر بولا تھا۔

"میں جانتا ہوں میری جان تم ابھی سنگل ہو [illegible] روز قابل احترام لاریب صاحبہ تشریف لے آئیں [illegible] سے ہم تمہارے خلوت کدے میں شرفیاب [illegible] مطابق دروازہ بجا کر اجازت ملنے پر قدم رنجہ فرمایا کریں گے۔ کیونکر فکر کرتے ہو میرے شہزادے۔" اور سکندر گہرا سانس بھر کر خاموش رہ گیا۔

"دل تو یہی چاہ رہا ہے یار، طبیعت کچھ اپ سیٹ ہے۔ آج تم مجھ پر استادی جھاڑنے کے بجائے خود ہی آفس دیکھ لینا۔ میں کرتا بھی کیا ہوں سوائے تمہارے احکامات کی تعمیل کے۔" سکندر کے بے زارکن انداز پر فراز اسے آنکھیں نکالتا گھورتا رہ گیا تھا۔

"اب کیا کہوں یار تم سے، سوائے اس کے کہ "شرم تم کو مگر نہیں آتی۔" فراز بولتا چلا گیا تو سکندر کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"ہاں تو آج یہ زحمت تم کرلینا۔ میں آرام کرلیتا ہوں۔" اس نے فراز کے پھولے ہوئے گال پر اپنی انگلیاں بجائی تھیں۔ فراز نے غصے میں آ کر اس کا وہی ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا۔

"زیادہ بہانے مت بناؤ سمجھے تم آفس چل رہے ہو۔"

"تم بھی سن لو میں تمہاری بیوی نہیں ہوں کہ جس کے ساتھ تم اس طرح کی حرکتیں کرو اور اس پر رعب جھاڑو سمجھے۔" سکندر نے مصنوعی غصے سے کہا اور اسے دروازے کی جانب دھکیلا تو فراز نے جھینپتے ہوئے اسے گھونسا رسید کردیا۔

"بکومت۔ تمہیں پتا ہے میں اپنی بیوی کو کتنی گھاس ڈالتا ہوں۔" وہ جھنجلایا۔ [illegible] نے پر بولا تھا۔

"سنو تم [illegible] تمہاری [illegible]ریب صاحب کی ایک بڑی اور ایک چھوٹی [illegible] بھی ہے یار چھوٹی والی سے میری شادی کرا [illegible] کی بڑی جائیداد میں سے مجھے بھی کچھ حصہ مل جائے گا، دعائیں دوں گا تمہیں۔" وہ [illegible] مار کر کہہ رہا تھا۔

"[illegible] اب...... امامہ کی شادی ہوچکی ہے۔"

"اوہ......!" فراز نے منہ لٹکا لیا تھا۔ تب ہی سکندر کی نظر کھلے دروازے کے پار کھڑی اریبہ سے جا ملی جس کا فق چہرہ دیکھ کر وہ اندازہ لگا سکتا تھا وہ ان دونوں کی مذاق میں کہی بات بھی دل پر لے چکی ہے۔

"ارے بھابی...... آئیے نا۔" سکندر فوراً سنبھلا اس کے چہرے پر اریبہ کی دل آزاری کے خیال نے خفت بکھیر دی تھی۔ فراز نے اس کی بات سن کر ہی گردن موڑی تھی مگر اریبہ کو روبرو پا کر اس کی تیوری چڑھنے لگی۔

"نہیں شکریہ، سکندر بھائی میں......!" اریبہ نے ایک جھجکی ہوئی نظر فراز پر ڈالی اس کا اعتماد فراز کے چہرے کے کبیدہ تاثرات نے بالکل ختم کردیا تھا۔ سکندر کو اس لڑکی پر رحم آیا۔

"جی......جی فرمائیے۔" وہ پوری طرح سے متوجہ ہوا اور نرم لہجے میں کہہ کر گویا حوصلہ بڑھایا۔

"مجھے فراز سے کچھ بات کرنی تھی سکندر بھائی۔" وہ ہکلا کر بولی تھی فراز کے اعصاب کو جھٹکا لگا۔ اس نے ایک سرد نظر اریبہ کے پھیکے پڑتے چہرے پر ڈالی اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

"میں جارہا ہوں سکندر، دس منٹ میں باہر آؤ میں انتظار کررہا ہوں۔" فراز کا لہجہ انداز یکسر تبدیل ہوچکا تھا۔ سکندر کو بالکل اچھا محسوس نہیں ہوا مگر وہ خاموش رہا۔

"میں...... میری...... بات سنیں فراز۔" اریبہ اس کے پیچھے بھاگی تھی مگر فراز نے اسے بری طرح دھتکارا۔

"شٹ اپ مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں، دفع ہوجاؤ یہاں سے۔"

"فراز...... " وہ جیسے بلکی تھی فراز نے چلتے ہوئے رک کر اسے خوفناک حد تک سرد نظروں سے دیکھا۔

"میں نے کہا ہے یہاں سے جاؤ ایسا نہ ہو مجھے تمہیں اس گھر سے بھی نکالنا پڑ جائے۔" وہ بولا نہیں غرایا تھا۔ اریبہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔ سکندر نے تاسف میں مبتلا ہوکر ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔

"سکندر بیٹے ناشتہ نہیں کرکے جاؤ گے؟" یہ ممی کی آواز تھی۔

"نہیں، میں لیٹ ہورہا ہوں۔" ان کی آواز میں نرمی اور رسان تھا۔

"اچھا، آفس میں کچھ کھالینا۔" انہوں نے محبت سے کہا۔ سکندر محض سر ہلا کر رہ گیا۔

"بی کیئرفل سکندر بھائی، ان کی محبت بھی خطرناک خراج وصول کرسکتی ہے۔" اپنا بیگ اور سیل فون سنبھالے پورٹیکو کی جانب جاتے نبیل نے مسکرا کر تنبیہ کی تھی سکندر کاندھے اچکا کر مسکرا دیا۔ نبیل چلا گیا تو سکندر نے بھرپور سنجیدگی کے ساتھ فراز کو دیکھا جو مسلسل ہارن بجا رہا تھا۔

"خیال رکھا کرو، میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں۔" وہ اس کی تاخیر پر اچھا خاصا جھنجھلایا ہوا تھا۔

"مجھے اریبہ بھابی کے لیے تمہارا رویہ بالکل اچھا نہیں لگا۔ جو بھی اختلاف ہے اسے بیڈروم تک رکھو۔ گھر میں تماشا مت بناؤ۔" فراز چونکا پھر طنزیہ انداز میں مسکرا دیا تھا۔

"چلو تمہاری اعلیٰ ظرفی کے مظاہرے بھی دیکھ لیں گے بس لاریب بی بی کو آنے دو۔" سکندر کے سانولے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

"تم ہر بات میں خود کو مجھ سے کیوں کمپیئر کرتے ہو؟" وہ غصے سے بولا۔

"کیونکہ میں تم سے متاثر بہت ہوں۔ کاش تمہاری جگہ میں آفو چاچو کا سپوت ہوتا تو آج تمہاری طرح ہرگز یہاں سڑ نہ رہا ہوتا تم تو احمق ہو جس روز کوئی نقصان اٹھایا پھر رونا سر پکڑ کر۔" فراز نے خراب موڈ کے ساتھ کہتے گاڑی اسٹارٹ کردی۔

❁......●......❁

اس نے متفکرانہ نظروں سے کھڑکی کے پار دیکھا۔ جہاں عباس حیدر ٹیرس پر سگریٹ کے کش لیتا ٹہلنے میں مصروف تھا۔ اسامہ سو چکا تھا اور دریا کو کاندھے سے لگائے وہ اس کے لیے فکرمند تھی۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ عباس کے اعصاب کو کس بے بسی نے گھیر رکھا تھا۔ لیکن بے بسی یہ تھی کہ وہ اس کا کوئی بھی درد سمیٹ سکتی تھی نہ ہی کوئی غم بانٹنے پر قادر تھی۔ انہیں یہاں آئے آج دوسرا دن تھا مگر دونوں ایک چھت تلے بھی صدیوں کی دوری پر تھے۔

فاطمہ کو لگتا تھا اس نے جو سفر صدیوں کی مسافت کر طے کیا تھا منزل پائی تھی وہ تو جیسے کوئی خواب کا حسین وقفہ تھا۔ وہ آج تو کیا عباس حیدر کے دل میں کبھی بھی جگہ نہیں پاسکتی تھی۔ وہ اسے دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا نہ ہی اسے اتنی جرأت دینے پر آمادہ تھا کہ وہ اسے از خود مخاطب ہی کرلے۔ کل رات جب وہ اسی طرح ٹیرس پر آدھی رات تک سرگرداں رہا تھا تو فضا میں گھری ہوئی خنکی کے باعث فاطمہ اس کے لیے شال لے گئی تھی تو کتنی بری طرح سے ڈانٹا تھا اس نے۔

"تمہیں اتنی جرأت ہوئی کیسے کہ میری تنہائی میں مداخلت کرو تمہاری حدود تمہیں بتا چکا ان سے تجاوز کرنے کی بھی غلطی نہ کرنا سمجھیں، ورنہ میں اس مجبوری

کو بھی فراموش کر ڈالوں گا جو اپنے بچوں کی وجہ سے میں نے قبول کی ہے۔" فاطمہ احساس شرمندگی و ذلت سے نڈھال ہو کر رہ گئی۔

"تم بچوں کے ساتھ بیڈ پر سو جاؤ۔" وہ کارپٹ پر اپنا بستر بچھا رہی تھی جب عباس نے اندر آتے ہوئے ٹوکا۔ دل کسی خوش فہمی کے احساس سمیت زور سے دھڑکا۔

"اور آپ......؟" نا چاہتے ہوئے بھی اس کی زبان بے اختیاری میں پھسل گئی۔

"میری فکر میں ہلکان ہونے کی تمہیں ضرورت نہیں۔" درشتی سے کہہ کر وہ صوفے پر جا بیٹھا۔ اسی لمحے دروازہ بجا تھا۔

"یس کم آن۔" عباس سگریٹ سلگا رہا تھا۔

"بھائی جان آپ کو اور بھابی کو اماں جان بلا رہی ہیں۔ بلکہ ایسا کریں آپ جائیں بھابی کو میں تیار کر کے وہاں لاتی ہوں۔" چہکتی مسکراتی زیبی اندر آ کر بولی تھی۔ عباس نے الجھ کر استفہامی نظروں سے اسے دیکھتے جھک کر سگریٹ ایش ٹرے میں بجھا دیا۔ وہ اپنی ماں [illegible] کے علاوہ بھائی اور باپ کے سامنے بھی احتراماً سموکنگ نہیں کرتے تھے۔ فاطمہ اس کی عادت و اطوار کی شائستگی و نفاست کی بدولت دل میں اس [illegible] عقیدت محسوس کرنے لگی تھی۔

"آیئے بھابی کوئی اچھا سا شوخ اور پیارا سا جوڑا نکال کر پہن لیں۔ پھر میں آپ کو تیار کرتی ہوں۔" زیبی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے اپنے بے تکلف لہجے میں کہا۔

"ان فضولیات میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے زیبی، میں نے اماں جان کو منع کیا تھا کہ......!"

"کیوں ضرورت نہیں ہے بھائی جان؟" زیبی اس کی بات کاٹ کر سخت احتجاجی انداز میں بولی جبکہ فاطمہ جو بہر حال ہر بات سے بے خبر تھی عباس کے موڈ کی ناگواریت کو بھانپ گئی اور خائف ہوئی جاتی تھی۔

"زیبی آپا عباس ٹھیک کہتے ہیں ان......!" اس کی آواز حلق میں گھٹنے کی وجہ عباس کی تحقیر آمیز انداز میں خود پر اٹھتی نظریں تھیں۔

"اُفوہ...... بھئی مان لیا آپ لوگوں کی انڈر اسٹینڈنگ کو ٹھیک ہے آپ کو ضرورت نہیں ہوگی مگر بھائی جان یاد کریں اماں جان کو آپ کی شادی کا کتنا ارمان رہا تھا آپ کی دلہن کے حصے کا زیور آج بھی سنبھال کر رکھا ہوا ہے انہوں نے۔ انہی رسموں کے بہانے دیں گی آپ کو پھر یہ تو ان کے دل کی بڑی معمولی سی خواہش ہے چھوٹی بہو کو دلہن کے روپ میں دیکھنے کی۔ آپ کا کیا جائے گا اگر وہ اپنی خواہش پوری کرلیں گی۔" وہ عباس کا بازو پکڑ کر لجاجت سے منانے کی کوشش کر رہی تھی۔ [illegible] عباس زیبی سے کچھ کہے بغیر خاموشی سے پلٹ کر چلے گئے۔

"شکر [illegible] بھائی جان [illegible] کچھ عجیب سے ہو گئے ہیں کیا آپ [illegible] جانتے ہیں یا صرف پیار ہی کرتے ہیں۔" [illegible] انداز پر فاطمہ ہنس کر رہ گئی۔

[illegible] بھائی کے موڈ سے خائف ہو، کم آن [illegible] خود ہی اماں جان بحال کرلیں گی۔ تم یہ [illegible] پہن کر آؤ جلدی سے۔" زیبی کی بے تکلفی عروج پر تھی۔ اس نے لمحوں میں آپ جناب سے تم تک کا سفر طے کیا تھا۔

"اماں جان نے ان رسموں کے لیے رات کا وقت اس لیے رکھا کہ بچے سو جائیں، بہت تنگ کرتے ہیں۔ پھر اس میں بھائی جان کا بھی فائدہ ہے۔" اس نے شوخ انداز میں کہتے ہوئے فاطمہ کو آنکھ ماری تھی۔ فاطمہ نے تو شرم سے دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپ لیا۔

"آپ کی یہی ادا میرے بھائی کو لے ڈوبی ہیں یقیناً۔" زیبی نے میرون بنارسی ساڑھی نکال کر اسے تھمائی۔ فاطمہ ایک دم سے جھجک گئی۔ عباس کے سامنے اس سج دھج سے جانے کا خیال ہی اسے پریشانی میں مبتلا کرنے لگا۔ جبھی اس نے ساڑھی واپس رکھ کر کوئی اور لباس لینا چاہا تھا مگر زیبی شور مچانے لگی۔

"اُفوہ فاطمہ بھابی، کیا کرتی ہو بھئی۔ اماں سے مار

پڑوائیں گی مجھے، ان کے خیال میں تو یہ لباس بھی بہت سادہ سا ہوگا۔ مگر کیا کروں تمہارے سارے کپڑے ہی سادہ سے ہیں چلو اب یہی فائنل پہن لو، دیر ہو رہی ہے وہاں تو سب منتظر بیٹھے ہیں۔" زہی کے عجلت مچا دینے پر فاطمہ کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ چپ چاپ اس کی مان لیتی۔ زہی نے اس کے لمبے بالوں کو سمیٹ کر چوٹی بنائی اور اس کے بعد اس کا میک اپ کرنے لگی۔

"گو کہ تمہیں اس کی ہرگز ضرورت نہیں ہے مگر کبھی کبھار تقاضے نبھانے پڑتے ہیں۔" زہی کے ستائشی انداز میں اس کے لیے سچی تعریف چھلک رہی تھی۔ فاطمہ اتنی گھبراہٹ کا شکار تھی کہ مسکرا بھی نہ سکی اسے عباس کا متوقع ردعمل ابھی سے کنفیوژ کر رہا تھا۔

"رکیں آپا، میں سر پر کوئی اسکارف لے لوں۔" فاطمہ کو کھلے سر سب کے سامنے جاتے جھجک آ رہی تھی زہی نے فوراً ٹوک دیا۔

"ارے ساڑھی کے ساتھ کون سر ڈھانپتا ہے مگر وہاں کوئی غیر تھوڑی ہے، چلو آؤ۔" وہ اسے کچھ مزید کہنے سننے کا موقع دیے بغیر ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں لے آئی۔ جہاں رات کے اس پہر بھی دن کا سماں تھا۔ ساری آرائشی لائٹیں روشن تھیں۔ گھر کے سبھی افراد اس وقت یہاں جمع تھے۔ اتنی چہل پہل تھی گویا باقاعدہ کسی تقریب کا انعقاد ہو۔

فاطمہ کی آمد کے ساتھ خوشگوار قسم کی ہلچل مچ گئی۔ سب نے اپنے اپنے انداز میں اسے وش کیا۔ اماں جان نے اٹھ کر اس کی بلائیں لیں اور اسے تھام کر بے حد محبت کے ساتھ کسی حد تک خاموش اور خفا نظر آتے عباس کے پہلو میں بٹھا دیا۔ فاطمہ کے وجود میں جیسے برقی رو سرائیت کر گئی تھی اور دل اپنی رفتار بھولنے لگا۔ عباس کے احساسات کی اسے خبر نہیں تھی مگر وہ ضرور اس پل جیسے انمول ہو گئی تھی ہر لحاظ سے۔

"ماشاء اللہ، دیکھیں عباس کے ابا ہمارے بچوں کی جوڑی بالکل چاند سورج سے مشابہہ ہے۔" باری باری دونوں کی پیشانی چومتے وہ خوشی سے کھلی پڑ رہی تھیں۔

عباس کا چہرہ ایک دم دھواں دھواں ہو گیا۔ کسی اذیت کے پل صراط سے گزرتے اس نے ہونٹوں کو باہم بھینچا تھا۔ جب زہی کی اس پر نظر پڑی۔

"افوہ، بھائی جان اب تو موڈ ٹھیک کریں دیکھیں کتنا حسین بنا کر لائی ہوں آپ کی بیوی کو ایک طرح سے آپ کو میرا احسان مند ہونا چاہیے کہ آپ کی بیوی کو نئی نویلی دلہن بنا دیا۔ یوں سمجھیں آج ہی آپ کی شادی ہوئی ہے۔" زہی نے کہا تو باقی سب بھی ہنس دیے۔

"چلیں اب مسکرا بھی دیں جانتی ہوں آپ کے من میں تو لڈو پھوٹ رہے ہوں گے۔" زہی نے شوخ انداز میں کہتے ہوئے اس کے بال بگاڑ دیے۔ عباس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا۔

... بی اماں جان، امامہ اور اس کی دونوں بہنیں مختلف ... کرتی ... اب وہ خود پر جبر کرتا تھکنے لگا تھا اور اس کے موڈ سے خائف فاطمہ بھی اس حسین ترین وقت کو خدشات کی نذر کرتی رہی۔

"تمہاری دلہن کے ہاتھ چوڑیوں سے کیوں خالی ہیں عباس چلو یہ کنگن اور چوڑیاں پہناؤ اسے۔" اماں جان نے عباس کو سرزنش کی۔

"یہ چوڑیاں اور کنگن ہماری خاندانی نشانی ہے بیٹے انہیں کبھی بھی ہاتھوں سے نہ اتارنا ہمارے ہاں بہوؤں کے ہاتھ سونے نہیں رہتے۔" اب وہ فاطمہ سے مخاطب تھیں۔ یہ محبتیں اس کے وجود پر عباس کے لگائے نشتروں پر جیسے پھاہے رکھ رہی تھیں۔

"چلو عباس بیٹے پہناؤ اپنی دلہن کو یہ۔" اماں جان نے فاطمہ کی فرمانبرداری کے مظاہرے پر نہال ہوتے پھر سے اس کی پیشانی چومی۔

"مم..... میں..... کیسے پہناؤں اماں جان، مجھے بھلا ان کاموں کا کیا تجربہ؟" وہ کسی طرح بھی اب کے اپنی برہمی اور جھنجلاہٹ نہیں چھپا سکا۔

"ارے ویسے ہی جیسے پہناتے ہیں اتنا عرصہ ہو گیا شادی کو کیا تم نے اسے کبھی چوڑیاں نہیں پہنائی ہوں گی۔ شرماتے کیوں ہو یہ رسم ہی ہے۔" اماں بیٹے کی جھنجلاہٹ محسوس کیے بغیر محبت سے مسکرانے لگیں۔

عباس زچ ہو گیا۔

"یہ خود پہن لیں گی اماں جان، فاطمہ آپ پہن لیں۔" اس کے لہجے کی جھنجلاہٹ کو فاطمہ نے سمجھ لیا تھا۔

"اتنی چھوٹی لگتی ہیں دیکھنے میں یہ پھر شادی کو بھی اتنا عرصہ بیت گیا آپ اسے ابھی تک آپ کیوں کہتے ہیں آخر؟" زیبی کے اختلاف کی وجہ بہت عجیب تھی۔

"رعب حسن ہی اتنا ہے کیا کرے کوئی۔" جواب زیبی کے شوہر تنویر نے دیا تھا۔ عباس جھلس کر رہ گیا۔ فاطمہ کی تو جیسے جان ہوا ہو گئی تھی۔

"اتنا حسین روپ اس پر یہ ادائیں ہمارے بھائی بے چارے تو اب تک خواب وخیال کے سلسلے میں بھٹکتے ہوں گے ہے نا فاطمہ؟" زیبی حرید گوہر افشانی کر رہی تھی۔

فاطمہ کا رنگ یکدم سرخ پڑ گیا۔

"اس طرح ڈر ڈر کر کیوں دیکھتی ہیں آپ کی بہنیں ہیں جناب، ڈٹ کے دیکھیں بلکہ فرمائش کریں کہ چوڑیاں اپنے ہاتھ سے پہنائیں آپ کو... بہت سے رہ گئی اسے لگا اب اس کی خیر نہیں ہے۔

"یہ بات نہیں ہے عباس ہم سب... چھیڑ رہا ہے دیکھو زرا اس کی دلہن اتنی پیاری لگ رہی ہے کہ یہ تنہائی چاہتا ہے۔" مہرو آپا نے تو جیسے انتہا ہی کر دی۔ خواتین کے ساتھ مرد حضرات بھی ہنسنے لگے بہت خوشگوار اپنائیت آمیز ماحول تھا۔

عباس ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیز قدموں سے وہاں سے چلا گیا۔

"ارے ... ارے....." صرف اماں جان بوکھلائی تھیں۔ باقی سب کی ہنسی میں اضافہ ہوا تھا۔ فاطمہ سن پڑنے لگی۔ دل اندر ہی اندر گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

"دیکھا، کہا تھا نا میں نے۔" مہرو آپا کا اپنے قیاس پر سو فیصد یقین اب بھی قائم تھا۔

"چلو آؤ تمہیں تمہارے کمرے میں چھوڑ دوں لیکن یہ چوڑیاں تم اسی سے پہننا ہمارے سامنے شرما رہا تھا۔" مہرو آپا نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا تھا زیبی زور سے ہنسی۔

اماں جان نے بیٹی کو اس بے حجاب مذاق پر گھورا تھا۔ باپ اور بھائی کی موجودگی کے ساتھ وہ بہنوئی کا بھی لحاظ نہیں کر رہی تھی۔ مہرو آپا فاطمہ کو اس کے کمرے کے دروازے پر چھوڑ کر چلی گئیں۔ فاطمہ کو کمرے میں جانا اور عباس کا سامنا کرنا دنیا کا دشوار ترین کام لگ رہا تھا۔ دل کڑا کر کے دروازے کے ہینڈل پر دباؤ ڈالا اور دروازہ وا کیا۔

اندر تو بہر حال جانا ہی تھا۔ یہاں کھڑے رہ کے بھی گزارا نہیں ہو سکتا تھا۔ اندر آ کر اس نے ہاتھ میں موجود چوڑیوں اور کنگن کے کیس کو بستر پہ ڈالا اور اپنے کپڑے لینے تیزی سے آگے بڑھی... ہی واش روم کا دروازہ کھولتا عباس اس کے سامنے آ گیا۔ صورت حال گمبھیر ہو گئی تھی کمرے کے عین بیچ و بیچ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔ فاطمہ نے شپٹا کر نظریں چرائیں اور کترا کر نکلنا چاہا کہ عباس نے یکدم جھپٹ کر اس کی کلائی جکڑ لی۔ فاطمہ کے سارے وجود میں خوف کی سرد لہر دوڑتی چلی گئی۔

"آج کے بعد میں تمہیں دوبارہ میرون ساڑھی میں نہ دیکھوں، سمجھیں؟" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"اپنی تیاری کر رکھو، تمہیں صبح واپس جانا ہے یہ سب کچھ عریشہ کے لیے تھا اگر وہ نہیں پا سکی تو تمہارے لیے بھی نہیں ہونا چاہیے۔" اس کا لہجہ ہنوز سرد تھا۔ عباس نے تنفر زدہ انداز میں اس کا ہاتھ جھٹکا۔ فاطمہ زرد چہرہ لیے واش روم میں چلی گئی۔ جب وہ باہر آئی تو عباس بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔

عباس نے تکیہ اٹھانے کو ہاتھ بڑھایا تو چوڑیوں کے کیس سے ٹکرا گیا۔ اس نے بھنویں اچکا کر پہلے چوڑیوں کے ڈبے کو پھر فاطمہ کی طرف دیکھا اس کی نظریں دکھی ہوئی تھیں۔

"اماں کی بات سنی تھی تم نے، یہ خاندانی زیور ہیں

ہمارے اتنی بے پروائی سے پھینکنے کا مقصد کیا ہے؟" عباس نے اشتعال میں آتے چوڑیاں اٹھا کر کارپٹ پر پھینک دی تھیں۔ فاطمہ اس کے عمل پر بوکھلاتی تیزی سے آگے بڑھ کر بکھر جانے والی چوڑیاں اکٹھی کر رہی تھی۔ مگر اس کوشش میں ادھ بنے جوڑے میں لپٹے بال ڈھیرے ڈھیرے کھل کر اس کی نازک کمر اور شانوں پر ریشم کے لچھوں کی مانند بکھر گئے۔

اس کی جانب متوجہ عباس تمام تر نفرت کے باوجود اس حسین منظر کی سحر انگیزی و دلفریبی کی زد میں آنے سے خود کو بچا نہیں سکا وہ بنا پلکیں جھپکے گم صم اسے تکتا چلا گیا۔

"یہ وہاں کیوں رکھ رہی ہو کیا کہا تھا اماں نے اتنی جلدی بھول گئیں؟" فاطمہ کو چوڑیاں اور کنگن بھی سازھی کے ساتھ بیگ میں رکھتے پا کر وہ اسے بے اختیاری کی کیفیت میں کہہ گیا تھا۔

"ان کی بات کی یہی اہمیت ہے تمہارے نزدیک پہنو انہیں۔" اس کا انداز ڈپٹنے والا تھا۔ فاطمہ کے چہرے پر جانے کس جذبے کے تحت روشنی سی چھا گئی عباس نے چپ چاپ کنگن کا ڈبہ بھی اس کی گود میں ڈال دیا۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے کنگن کا کیس کھولنا چاہا تو کلائی میں موجود چوڑیاں [illegible] جو اس سے نظریں چرا رہا تھا چونک کر [illegible] ہو رہا تھا [illegible] میں جلا پا کر گہرا سانس بھر کے رہ گیا۔

"اُفوہ...... یہ ایسے نہیں پہنے جاتے نان سنس۔" کنگن سے طبع آزمائی کرتے فاطمہ کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ جبھی عباس نے خفگی سے کہتے اس کے ہاتھ سے لے کر کنگن کا لاک کھولا اور کنگن اسے پہنا دیے اس کی نگاہ بار بار بہک رہی تھی۔ وہ تو جیسے مشکل میں پڑ گیا تھا۔

دوسری جانب فاطمہ تھی جو اس درجہ مہربانی و عنایت پر حیران نظر آ رہی تھی۔ وہ حواسوں میں رہتی بھی تو کیونکر، وہ جادوگر آنکھوں والا بے حد حسین شخص ایک دم روپ بدل کر اسے خوابوں کی نگری میں لے گیا تھا۔ معاً عباس اس سحر سے آزاد ہوا اور اس کا ہاتھ چھوڑ کر پیچھے ہٹا۔ فاطمہ کا بے خود انداز اس کے اندر الاؤ دہکانے لگا۔ اسے ایک جھٹکے سے اپنے سامنے سے ہٹاتا وہ تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

❁......◉......❁

اس نے جائے نماز تہہ کر کے رکھی اور غیر محسوس انداز میں آنکھوں کی نمی پونچھی۔ سکندر سے نہ ہونے والے رابطے نے اس کے اندر عجیب سے سناٹے اتار دیے تھے۔ ہر نماز میں اللہ سے اس کی خیریت و عافیت کی دعا مانگتے اپنی کوتاہیوں کا احساس اس کی آنکھیں نم کرنے لگتا تھا۔ اس نے کچھ سوچا پھر بابا سائیں کے کمرے کی جانب چلی آئی۔

"میں اندر آ جاؤں بابا جان۔" دستک دینے کے بعد اس نے حسب سابق انداز میں اجازت چاہی تو بابا سائیں نے خود اٹھ کر مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا۔

"مجھے بہت خوشی ہوتی ہے یہ سوچ کر کہ مجھے میری دنیا میں ہی [illegible] مل گئی ہے جسے میں کچھ عرصہ پہلے کھو چکا تھا۔" [illegible] بھاری دل سے محض ان کی خاطر مسکرا دی۔

"کبھی کبھار مجھے لگتا ہے بابا جان آپ نے مجھے اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبت و اہمیت دے کر باقی دونوں کی حق تلفی کر دی ہے مگر پھر خیال آتا ہے محبت میں کمی بیشی میں ذاتی اختیار نہیں ہوتا۔ اسی لیے اس معاملے میں اللہ نے بھی رعایت دے رکھی ہے مگر بابا جان انصاف کے تقاضوں کو ضرور ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے کہ حکم خداوندی بھی ہے اس کے متعلق ضرور سوال ہوگا۔" بابا سائیں اس کی بات پوری توجہ سے سن رہے تھے۔ اس کے خاموش ہو جانے پر سر اٹھا کر سنجیدگی و متانت سے اسے دیکھا ان کی نظریں سوالیہ انداز لیے تھیں۔

"آج میری بیٹی بہت اہم بات کر رہی ہے۔ مجھ سے بھی جانے انجانے میں غلطیاں ہوتی ہیں جن کا بسا اوقات ہمیں خود بھی ادراک نہیں ہوتا میں اللہ سے توفیق مانگتا ہوں۔"

"پہلے تو اس پوائنٹ پر میں بھی غور نہیں کر سکی تھی بابا جان مگر آج اچانک ہی یہ بات میرے ذہن میں آ گئی

تو......؟" وہ جیسے کچھ کہتے ہوئے ہچکچا گئی۔

"ایمان بجو اور میری غلطی میں بہت معمولی سا فرق تھا مگر انہیں ہم نے نہ معاف کیا نہ گنجائش نکالی بابا جان اگر آپ مجھے سکندر کے ساتھ رخصت کر سکتے تھے اس رشتے کو قبول کرتے ہوئے تو پھر......؟" بابا سائیں کے چہرے پر پلٹتے تغیر کو دیکھتی لاریب نے یکدم اپنی زبان روک لی۔ بابا سائیں جبراً مسکرائے اور اسے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔ لاریب نے کچھ کہنے سے قبل اپنی جگہ چھوڑی اور ان کے سامنے زمین پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے ہوئے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

"مجھے آپ سے بہت محبت ہے بابا جان۔ میں یہ نہیں کہتی کہ جو کچھ بجو نے کیا وہ ٹھیک تھا یا آپ نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی کی۔ میں تو صرف یہ کہتی ہوں کہ میرے اور ان کے عمل میں......!"

"میں سمجھ سکتا ہوں لاریب بیٹے اور مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میری بیٹی اتنی اعلیٰ ظرف ہے کہ نہ صرف اپنی کوتاہی یا غلطی کو تسلیم کرتی ہے بلکہ مجھے گائیڈ کرنے کی کوشش میں بھی مصروف ہے۔ بیٹے میں آپ کو یقین دلاؤں کہ ایمان کو تو میں کب کا معاف کر چکا ہوں۔ یاد تو مجھے بھی بہت آتی ہے وہ دل ان کے... [illegible] ایسے ہی تڑپتا ہے جیسے تمہارے یا ماما کے لیے لیکن ان... [illegible] کے بعد کبھی پلٹ کر خبر ہی نہیں لی میں آخر اسے ڈھونڈتا بھی تو کہاں؟" لاریب نے دیکھا ان کی بوڑھی آنکھوں میں آنسو لرزاں تھے لاریب کا دل غم سے بوجھل ہو کر پھٹنے کے قریب ہو گیا۔

"بابا جان اگر میں انہیں ڈھونڈ لوں تو آپ انہیں......!"

"میں اسے معاف کر چکا ہوں مگر آپ اسے ڈھونڈو گی کیسے؟" بابا سائیں کی حیرانی اپنی جگہ قائم تھی۔ لاریب کے پرتمکنت چہرے پر مبہم سی مسکان بکھری۔ البتہ آنکھوں میں آ ٹھہرنے والا سوز ہنوز قائم تھا۔

"میں انٹرنیٹ کے ذریعے سب پتا لگا لوں گی بابا جان، اس لڑکے کا نام شرجیل علوی ہی تھا نا جس سے انہوں نے شادی کی۔ کراچی سے ہی بی لانگ کرتے ہیں وہ لوگ۔" اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا بابا سائیں خاموش سے اسے دیکھے گئے۔

"بابا جان میں سکندر کے والدین کو یہاں حویلی میں لانا چاہ رہی تھی وہ لوگ وہاں تنہا ہیں اور سکندر کی غیر موجودگی کے باعث اداس بھی۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے بیٹے میرا نہیں خیال کہ تمہیں میری اجازت لینی چاہیے تھی انہیں اپنے ساتھ ہی یہاں لے آتیں آخر وہ اب ذمہ داری ہیں تمہاری، بات صرف ان کی اداسی کی نہیں ہے مجھے تو اپنی بیٹی بھی اداس لگتی ہے۔ سکندر کو ستانے کا [illegible] تبدیلی کا تو بہت اچھا لگے گا اسے۔" انہوں نے مسکرا کے [illegible] ہلکے پھلکے انداز میں کہہ کر ماحول کو یکدم بدل ڈالا۔ لاریب کو جہاں توقع تھی ان سے ایسی بات کی [illegible] حیران ہو گئی پھر اس قدر جھینپی اور پھر کچھ کہے بنا ان کے گھٹنوں پر اپنا سر رکھ دیا اس کا دل اس کی [illegible] یک اداسیاں سمیٹ لائی تھیں۔

"وہ جب گیا تو مجھ سے بہت خفا تھا بابا جان، مجھے تو لگتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر ہم سے رابطہ نہیں کر رہا۔" اس کے لہجے میں خدشات تھے۔

"نہیں بیٹا، وہ ایسے چھوٹے ظرف کا مالک نہیں ہے، اپنے مسائل میں الجھا ہوا ہوگا وہ کام ہرگز بھی آسان نہیں تھا۔"

"آپ اس کی فیور نہ کریں بابا جان، میری بات بے جا نہیں ہے ایسی بھی کیا مصروفیات کہ ایک فون نہ کیا جا سکے۔" وہ صرف شاکی نہیں ہوئی جھنجلا نے بھی لگی۔

"چلو ٹھیک ہے جب آئے گا تو میں اس کے کان کھینچوں گا۔ آخر اس نے میری بیٹی کی پریشانی کا خیال کیوں نہیں کیا، اسے فون کرنا چاہیے تھا۔" ان کا انداز ایسا تھا کہ لاریب پھر بلش کر گئی بابا سائیں مسکراتی آسودہ آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے۔

"بیٹا کیا ابھی بھی آپ کو لگتا ہے کہ میرا وہ فیصلہ غلط

تھا؟" لاریب کے چہرے پر اس سوال نے خفیف سے سرخی بکھیر دی۔ وہ جھکے سر کے ساتھ آہستگی سے مسکرا دی۔

"مجھے اندازہ ہے بابا جان میں اپنی حماقتوں اور جذباتیت کے باعث سب کو بہت پریشان کر چکی ہوں۔ بھلا وہ فیصلہ غلط کیسے ہو سکتا ہے جسے اللہ نے درست قرار دے دیا۔ لیکن ہم اپنی سوچوں میں اتنا آگے نکل چکے ہوتے ہیں کہ خدا کی مصلحت کو نہیں سمجھ پاتے۔ وقت کے ساتھ ہر چیز اعتدال پر آتی ہے تو بگاڑ درست ہو جاتے ہیں اس نادانی پر اللہ مجھے معاف فرمائے۔"

"جیتی رہو بیٹی خوش رہو آباد رہو۔" بابا سائیں نے نہال ہو کر اس کی پیشانی چومی تو لاریب آنکھیں موند کر مسکرانے لگی۔

❁ ..... ◉ ..... ❁

"یہ ساگ لو بیٹے خاص طور پر تمہارے لیے بنوایا ہے میں نے ساتھ میں مکئی کی روٹی اور مکھن پسند ہے نا تمہیں؟" اماں جان کی ساری محبت و توجہ گویا عباس حیدر کے لیے وقف ہو چکی تھی عباس نے نرمی سے مسکرا کر ان کے ہاتھ سے ساگ کی ڈش لے لی۔

"اماں جان فاطمہ سے بھی پوچھیں نا وہ اور ہے محترمہ آپ کے اسی لاڈلے سپوت کی لاڈلی بیگم ہیں۔" زینی کو چنگا سوجھا تھا۔ اماں جان نے مسکراتے ہوئے خود فاطمہ کے لیے پلیٹ میں ساگ نکالا۔ فاطمہ کے لیے یہ ڈش انوکھی اور عجیب تھی کی اماں جان کے اصرار پر ہی اس نے محض ان کا دل رکھنے کو دو چار نوالے زہر مار کیے تھے وہ بھی طوعاً و کرہاً جس کا نتیجہ سامنے بھی آ گیا۔ اس کا دل شدت سے متلایا اور ابکائی سی آنے لگی۔

"مجھے لگتا ہے فاطمہ کو ساگ پسند نہیں آیا آپ کا۔" زینی جُز بز رہی تھی۔ اماں کے ساتھ دیگر افرادِ خانہ نے بھی حیرانی کے ساتھ فاطمہ کو دیکھا جس کے چہرے پر بے چارگی رقم تھی۔ اگلے لمحے زور سے آنے والی ابکائی نے اسے منہ پر ہاتھ رکھے وہاں سے اٹھ کر واش روم کی جانب بھاگنے پر اکسایا تھا۔ سب ہی ہکا بکا بیٹھے رہ گئے۔

"ارے..... انہیں کیا ہوا۔ مجھے لگتا ہے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" امامہ نے گھبرا کر کہا۔ عباس خود بھی متحیر نظر آیا کہ ہر کسی کی سوالیہ نگاہوں کو خود پر اٹھتا محسوس کر کے وہ بری طرح جز بز ہو چکا تھا۔

"مجھے تو لگتا ہے عباس کی دلہن کے پاس ہمارے لیے کوئی خوشخبری ہے، ہے نا عباس۔" اماں جان نے اٹھتے ہوئے عباس کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ ان کے لہجے میں خوشی بھی تھی اور معنی خیزی بھی۔ عباس پہلے تو سمجھا نہیں مگر جب سمجھا تو صرف چکرایا نہیں تھا بلکہ اس کا دل چاہا تھا فاطمہ کا گلا دبا دے۔

"کیا سوچ رہے ہو عباس، واقعی یہی بات ہے لیکن ابھی تو تمہارے دونوں بچے بھی خاصے چھوٹے ہیں۔" مہرآپا نے سوال پوچھنے کے ساتھ ساتھ احساس دلایا تھا۔ عباس جھٹکے سے کرسی کھسکا کر اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا فاطمہ کے پیچھے جا کر اسے سرد و سفاک نظروں سے گھورنے لگا۔ جو اماں جان کے عجیب و غریب سوالوں کی زد پر آئی کچھ پریشان بلکہ شپٹائی نظر آتی تھی۔

"ارے بیٹا اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔" اماں جان اس کی سرخ پڑتی رنگت اور نظریں چراتے روہانسے انداز کو دیکھتی ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ عباس بھی حیران تھا۔

"آپ بتاتی کیوں نہیں ہیں ہوا کیا ہے آپ کو؟" تلملا کر کہتے اس نے فاطمہ کا کاندھا اس سختی سے دبوچا تھا کہ فاطمہ کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

"اُفوہ..... کیا ہو گیا ہے عباس بیٹا، ایک تو پہلے ہی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اس پر آپ نے ڈانٹنا شروع کر دیا۔" اماں جان کو فاطمہ کی آنکھوں میں مچلتی نمی نے بے چین کیا تھا جبھی وہ لاڈلے بیٹے کی بھی کھنچائی سے باز نہ رہ سکیں۔

"اس ساگ میں دیسی گھی کی آمیزش بہت زیادہ تھی میں دیسی گھی نہیں کھا سکتی۔ بس اس وجہ سے وومیٹنگ ہوئی مجھے۔" الفاظ اس کے حلق سے پھنس کر نکلے تھے۔

"ہاں بیٹا وہ ساگ دیسی گھی میں ہی بنا ہے۔ مجھے نہیں پتا تھا آپ نہیں کھا سکتیں۔ خیر چھوڑو آؤ کچھ اور کھا لو۔" وہ

نرمی سے کہتی اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس ٹیبل تک آ گئیں۔ عباس ان سے بھی پہلے اپنی جگہ پر واپس آ چکا تھا۔ امامہ اب اس کی گود میں تھا جبکہ دیا بابا جان کے پاس تھی۔

"گوکہ بہو نے میرے خیال کی تردید کر دی مگر بیٹے بہتر ہوگا آپ ٹیسٹ وغیرہ کرالینا۔"

"مجھے لگتا ہے بھائی اگر ایسی بات نہیں بھی ہے تو اماں جان کرا کے دم لیں گی۔" زیبی کھلکھلائی تھی مگر اس کی یہ منہ پھاڑ کر ہر بات کہہ دینے والی عادت نے جہاں فاطمہ کو گل رنگ کر دیا تھا وہیں عباس جیسے صحیح معنوں میں کانٹوں پر جا گرا تھا۔

"شٹ اپ زیب، اتنی بڑی ہوگئی ہو مگر تمہیں ابھی تک بڑوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کی تمیز نہیں آئی۔" وہ غصے میں کہتا اٹھ کر چلا گیا۔

"بس مجھے ہی ڈانٹنا، میں نے کون سی گستاخی کر دی بھلا؟" زیبی منہ لٹکا کر بیٹھ گئی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہا ہے تمہیں تو بوڑھی ہو کر بھی عقل نہیں آئے گی۔ امامہ کو دیکھا ہے ابھی خاصی چھوٹی ہے تم سے ماشاء اللہ بچی میں ایسی سمجھداری اور معاملہ فہمی ہے [illegible] آتا ہے ایک تم ہو۔" اماں جان نے بھی بلادریغ جھاڑ ڈالا۔

"بھئی اب آپ امامہ سے [illegible] آپ نے وقاص بھائی جیسے جلاد [illegible] میرے شوہر تھنک گاڈ بہت پولائٹ نیچر کے مالک ہیں۔ مجھے بات بے بات پر ڈانٹتے نہیں۔" زیبی نے پھر بے تکان کہا تھا۔ اماں جان اسے گھورتی رہ گئیں۔ جبکہ وقاص کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ جسے دیکھتی امامہ خاموش نہیں رہ سکی۔

"وقاص ہرگز ایسے نہیں ہیں زیبی آپا! آپ کو ان کے بارے میں کوئی غلط فہمی لاحق ہے یقیناً۔" وقاص نے چونک کر امامہ کو دیکھا جو اس وقت جذباتی کیفیت کے زیر اثر تھی۔ زیبی کو البتہ امامہ کی یہ حمایت ناگوار خاطر ہوئی تھی جبھی نخوت سے بول پڑی۔

"ارے واہ، بڑی فیور ہو رہی ہے شوہر کی، یاد نہیں جب......!"

"زیبی چپ ہو جاؤ پلیز، کبھی موقع محل بھی دیکھ لیا کرو۔" اب کے اسے تنویر نے ہی ڈپٹا تھا زیبی کا تو غصہ ساتویں آسمان پر جا پہنچا۔

"ہاں، ہاں اور ڈانٹیں مجھے سب کے بیچ بٹھا کر ابھی تعریفیں کر رہی تھی میں آپ کی۔" تنویر سر تھام کر بیٹھ گیا۔

"مہرو بیٹے آپ فاطمہ کو اس کے کمرے میں چھوڑ آؤ طبیعت ٹھیک نہیں ہے ذرا آرام کرلے گی۔" اماں جان نے ماحول بدلنا چاہا۔

"بیٹا آپ بچوں کی فکر نہ کرنا میں سلالوں گی اپنے پاس۔" فاطمہ بوکھلائی یعنی عباس کی مزید ناراضی کا سامان ہو رہا تھا۔

"نہیں... نہیں اماں جان میں بالکل ٹھیک ہوں پھر بچے بھی [illegible] آپ کو۔"

"[illegible] ہوتے تم آپ بس جا کر آرام کرو جاؤ شاباش [illegible] نرمی سے ٹوک دینے پر فاطمہ وہاں سے [illegible] نے ڈرے ڈرے انداز میں اندر قدم [illegible] پہلے ہی مرحلے پر ٹھٹک کر تھم گئی عباس سگریٹ [illegible] لیتے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

"آ جائیے محترمہ، رک کیوں گئیں، بتانا پسند کریں گی کہ اس قدر فضول اور تھرڈ کلاس حرکت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" اسے دیکھتے ہی وہ غضبناک ہو کر اس کی جانب لپکا۔

"میری سوچ سے بھی کہیں بڑھ کر گھٹیا عورت ہو تم مجھے تاسف ہے اس وقت پر جب میں نے اپنے بچوں کی خاطر تم سے نکاح کیا۔ ورنہ تم ہرگز بھی اس قابل نہیں تھی۔" اس کا لہجہ اہانت آمیز تھا۔ عباس کے لیے بہت آسان تھا اس کے کردار پر حملہ کرنا وہ کس اذیت سے گزرتی تھی وہ جانتا ہی نہ تھا۔ عباس کے دھکے کے نتیجے میں وہ لڑکھڑا کر صوفے پر گری۔

دھیرے دھیرے اس کا تنا ہوا دماغ اور کھنچے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے تو اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس بھی جاگا تھا۔ چونکہ وہ ایسے جاہلانہ طرز عمل کا عادی نہیں

تھا۔ جبھی ندامت نے جلدی آن لیا۔ گو کہ اس سے قبل بھی وہ اس کی توہین کر چکا تھا مگر آج کے الفاظ بہت سنگین تھے۔ عباس کا دل عجیب سی پشیمانی سمیٹ لایا۔ بہر حال اگر وہ مجرم بھی تھی تو عباس کو زیب نہیں تھا کہ اس طرح اس کی کردار کشی کرتا۔

"فاطمہ......!" وہ آگے بڑھا اور سسکتی ہوئی فاطمہ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اس کے لہجے میں واضح ندامت اور بے بسی تھی۔

فاطمہ شدید غیر یقینی کے احساس سے دوچار ساکن و ساکت رہ گئی۔ عباس نے اس کے کاندھے پر دباؤ ڈالا اور رخ اپنی جانب پھیر لیا۔

"آئی ایم ساری، میری وجہ سے تم ہرٹ ہوئیں مجھے اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا۔" وہ بولا تو اس کا لہجہ بوجھل تھا۔ فاطمہ گنگ ہونے لگی بھلا یہ ممکن تھا کہ وہ اسے منائے اس کے احساسات کی پروا کرے۔

"میں نے ہرگز کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا، واقعی وہ کھانا کھا کر میری......!" عباس نے اس کو دیکھا جو [illegible] کی حفاظت کرتی ہوئی کچھ اور بھی خاص حسین اور معصوم لگ رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے تمہاری بات [illegible]۔" عباس نے ملائمت سے [illegible] ہوا ہوا وہ چونک گیا۔

"بچے کہاں ہیں؟" اس کی متلاشی نظریں واپس فاطمہ پر آن ٹھہریں۔

"اماں جان کے پاس ہیں کہہ رہی تھیں اپنے پاس سلائیں گی۔" عباس نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر الوہی مسکان کا جھلملاتا عکس اسے بے تحاشا خوب صورت بنا رہا تھا۔

❁......●......❁

"لاریب کیسی ہو بھئی، شکر ہے تمہاری شکل دیکھنے کو ملی، تمہیں پتا ہے عباس بھائی بھی آگئے ہیں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ، رنگی اتنے کیوٹ ہیں ان کے بچے اور

بیوٹی، میں نے تو ایسا حسن کبھی دیکھا ہی نہیں۔ بس سمجھ لو پری لگتی ہے۔" لاریب امامہ کے پاس ہی بستر پر بیٹھی تھی۔ گود میں بچی تھی جسے وہ پیار کررہی تھی۔ بابا سائیں کے علاوہ کمرے میں مہرو آپا بھی تھیں جب زینی نے آتے ہی بولنا شروع کیا تھا۔ لاریب جو پہلے ہی خائف اور مضطرب نظر آتی تھی جتلانے والے اس انداز پر چہرہ کچھ ایسے پھیکا پڑا کہ چاہنے کے باوجود خود کو فوری طور پر نہیں سنبھال سکی۔ عباس حیدر کی یہاں آمد اس کے لیے اتنی غیر متوقع تھی کہ جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہی کھوگئی تھیں۔

"بابا جان خود منا کر لائے ہیں انہیں، تمہاری بھی تو شادی ہوگئی ہے نا، خوش ہو تم اپنے شوہر کے ساتھ؟" وہ آ کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ امامہ اور بابا سائیں خاموش تھے مگر ان کے چہروں پر تکلیف دہ تاثر تھا۔

"اللہ کا شکر ہے بجو بہت خوش ہیں سکندر بھائی کے ساتھ ویسے زینی آپی بجو کے لیے یہ اطلاع ہرگز اہم نہیں ہے، کیوں بجو؟" امامہ نے خود کو سنبھالا تھا اور کسی قدر تیکھے انداز میں زینی کو جتلاتے ہوئے لاریب کی تائید چاہی۔ لاریب کی بے بسی اشتعال میں ڈھلنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ زینی شروع سے اسے ناپسند کرتی ہے صرف یہی نہیں وہ عباس سے اس کی پسندیدگی اور دیوانگی سے بھی آگاہ تھی۔ جب عباس سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر [illegible] سب کے غم و غصے کے برعکس زینی ہی تھی جسے یہ سوچ کر خوشی ہورہی تھی کہ یہ رشتہ اب برقرار نہیں رہنے والا۔

"امامہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مجھے عباس سے اب کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ یہ نسبت ہمارے بڑوں کی طے کردہ تھی جسے انہوں نے خود توڑ دیا۔ میرے لیے فکر کی کوئی بات نہیں تھی کہ میری شادی عباس سے نہ ہوسکی بلکہ میں تو پسند سکندر کو کرتی تھی بابا جان نے میری اسی پسندیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے سکندر سے میری شادی کی۔" زینی کے تمسخر اڑاتے لب و لہجے نے اس کے اعصاب کو اضطراب و انتشار کے ساتھ وحشت کا بھی شکار کرڈالا تھا۔ یہ ذلت کا احساس تھا جس سے مشتعل ہوتی وہ بنا سوچے سمجھے جو منہ میں آیا کہتی چلی گئی۔ جہاں امامہ کے چہرے پر طمانیت اور فتح مندی لہرائی تھی۔ وہاں بابا سائیں گہرا سانس بھرتے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ زینی کا منہ لٹکنے لگا مگر اس نے لاریب سے کبھی شکست نہیں تسلیم کی تھی پھر اب کیسے کرلیتی۔

"اوہ..... سکندر وہی نا جو سانولا سا تھا تمہارا ملازم؟" اس کے لہجے میں بلا کی سرد مہری اور بے رحمی تھی لاریب کو اس سے یہی توقع تھی جبھی بغیر گھبرائے اسی اطمینان و اعتماد سے مسکرانے لگی۔

"ہاں بالکل وہی ہے، لیکن وہ درحقیقت ملازم نہیں تھا میری وجہ سے بنا ہوا تھا کراچی میں اس کے فادر کا بہت وسیع کاروبار ہے آج کل وہ وہیں ہوتا ہے ہماری فیملی کے سخت اصولوں کی بدولت اس نے اس طرح گویا بابا جان کا اعتماد حاصل کیا تھا اور پھر مجھ سے شادی ہوجانے کے بعد اپنے اصل کی طرف لوٹ گیا [illegible] ئے گا تو ملاؤں گی آپ سے بھی۔" لاریب کے منہ توڑ جواب پر زینی کا منہ حیرت کی زیادتی کے باعث کھلا رہ گیا تھا۔ مہرو آپا جواب تک زینی [illegible] نے پہ[illegible] کر رہی تھیں گویا منہ چھپا کر ہنسنے [illegible] امامہ اور بابا سائیں البتہ ضرور لاریب کے جھوٹوں کے پلندے پر جزبز تھے۔ انہیں لاریب کی یہ غلط بیانی ہرگز پسند نہیں آئی تھی۔ وہ جانتے تھے خاندان میں اس قسم کی باتیں چھپی نہیں رہتی ہیں کیا فائدہ اس طرح جھوٹ گھڑنے کے بعد میں شرمسار ہونے میں کیا رکھا تھا۔

"اوہ..... آئی سی..... اس کا مطلب تو یہ ہوا تمہاری اسٹوری تو خاصی فلمی قسم کی نکلی ہے۔ آئی تھنک سکندر صاحب پرانی فلموں کے رسیا تھے۔ جبھی ایسی صورتحال بنائی۔ ویسے یہ سب تو فلموں میں بھی ہضم نہیں ہوتا۔" زینی نے بھی طنز کے وار کرنے شروع کردیے۔

"محترمہ اطلاعاً عرض ہے کہ فلموں کی کہانی بھی زندگی سے مشروط واقعات سے بنائی جاتی ہے اور میری تو صرف کہانی فلموں سے ملتی ہے تمہارے بھائی صاحب نے تو فلموں میں بھی کام کرکے جھنڈے گاڑ دیے زیادہ متاثر ہی لگتے ہیں فلموں سے۔" لاریب نے اس

مادرِ وطن

سنو
اے مادرِ وطن کے جوان بیٹو
کیوں تغافل برت رہے ہو
یہ تمہاری ماں ہے
تمہارا گھر تمہاری جنت
اس کو غیروں کی ناپاک نظریں
اک عرصے سے آلودہ کررہی ہیں
جوان بیٹوں کے ہوتے ہوئے
ماں کی پاکیزگی کیوں دھندلا رہی ہے
تمہاری انا اور تمہاری غیرت
کیوں اتنی گہری سو رہی ہے
غور کرو وہ عظمت رفتہ کی سنہری کرنیں
کیوں اپنی روشنی کھو رہی ہیں
یاد نہیں ہے
یہ وطن تم کو کیوں ملا تھا؟
وہ عشق تھا مصطفیٰ کا
جو اس جہاں میں ہی
جنت تم کو دے گیا تھا
مگر تم تو عشق آدم!
حسن دنیا میں ڈوب کر
جنت اپنی کھو رہے ہو
تمہاری مائیں تمہاری بہنیں
وہ تمہارے سامنے
کشمیر میں جو لڑ رہے ہیں
اپنے پیارے وطن کی خاطر
اک اک کرکے مر رہے ہیں
دیکھو وقت کے فرعون سارے
تمہاری جنت میں دندنا رہے ہیں
سنو تم کو میں یاد دلا دوں
تمہاری رگوں میں بہتا خون
مصطفوی ہے حیدری ہے
اے مادرِ وطن!
تو دل نہ چھوڑ
یہ تیرے بیٹے ہیں جو آج بھی
حیدری تلوار رکھتے ہیں
غزنوی للکار رکھتے ہیں
شاہین اور غوری کی مار رکھتے ہیں
جو پوچھ یہاں ہے
عرش والا تو خدا ہے
جس پہ جاں لٹا رہے ہیں
یہ آبرو پر بیٹوں کے محافظ
جہاں کی جو شمع جلا رہے ہیں
ہے اس کی رحمتوں پر یقین
اور ساتھ ہمارے اس کی دعا
جو ہے سید المرسلین اور رحمت اللعالمینؐ
اے مادرِ وطن!
تو دل نہ چھوڑ
وہ وقت اب جلد ہی آئے گا
جب شہیدوں کا لہو رنگ لائے گا
اور سارے ہند پہ
صرف تیرا ہی پرچم لہرائے گا
عظمیٰ شاہین رفیق...... فیصل آباد

کے ساتھ ساتھ عباس کے بھی بخیے ادھیڑ ڈالے تھے اس کا انداز جتلاتا ہوا بے لچک اور پتھریلا تھا کہ زہی چکرا کر رہ گئی۔ مہرو اٹھ کر چلی گئی تھی۔ زہی کو پورا یقین تھا کہ وہ اماں جان کو بلانے گئی ہے۔ جبھی اس نے ان کی آمد سے قبل ماحول سازگار بنانا چاہا۔

”تم تو لڑنے ہی لگ گئیں، اچھا میں چلتی ہوں بھئی تمہیں تو میرا یہاں آنا شاید پسند نہیں آیا۔“ پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہ باہر نکل گئی تھی کمرے میں اس کے پیچھے یکلخت سناٹا اتر آیا۔

”تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے املہ؟ ویسے شکر ہے یہ

شکل میں تم پر گئی ہے۔" اس خاموشی کو بھی لاریب نے ہی توڑا تھا۔ وہ اندر سے جتنے بھی انتشار کا شکار تھی بظاہر خود کو سنبھالے رہی۔

"بیٹا! آپ کو کیا ضرورت تھی زیب سے اس طرح جھگڑنے کی؟" بابا سائیں کے دھیمے ملول لہجے میں بھی اضطراب تھا لاریب تڑپ اٹھی۔

"میں نہیں وہ جھگڑ رہی تھیں مجھ سے بابا جان، دیکھا نہیں کیسے ہر بات جتلا رہی تھی؟" اس کے روہانسے ہوجانے پر امامہ نے بے اختیار اس کا ہاتھ تسلی آمیز انداز میں تھپکا۔

"لیکن بیٹے آپ نے سکندر کے متعلق جو کہا وہ غلط ہونے پر بھی زیب کتنی باتیں......؟"

"بابا جان میں نے کچھ بھی غلط نہیں کہا ہے سکندر کی یہی اصل حقیقت ہے میں نیٹ سے سرچ کر چکی ہوں اب اس کے متعلق نہیں تو آپ کو بھی دے دوں اس کے آفس کا ایڈریس۔" وہ بولی تو اس کا گلا بھرا رہا تھا اور آنکھوں میں آنسو اتنی تیزی سے اترے تھے کہ جنہیں گالوں پر بہنے سے وہ کسی طور بھی نہیں بچا سکی جبکہ بابا سائیں کے ساتھ امامہ بھی ششدر و غیر یقینی بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

"کیا کہہ رہی ہیں بجو، مطلب یہ واقعی [illegible]" امامہ نے شدت جذبات سے اسے [illegible]

وہ کیا بتاتی انہیں کہ سکندر سے [illegible] کی صورت میں اس نے کسی خیال کے تحت [illegible] سے سکندر کے والد کا نام پوچھا تھا۔ مزید کچھ معلومات کے ملنے کے بعد نیٹ سے سرچ کرکے سکندر کا پتا لگانا ناممکن کام کہاں تھا۔ مگر اسے ڈھونڈ لینے کی ساری خوشی کسی سرد جذبے نے دبا کر ختم کردی تھی۔ اسے سکندر کے آخری الفاظ یاد تھے۔

"اگر میں اپنی شناخت اور پہچان نہ پا سکا تو پلٹ کر نہیں آؤں گا اور آپ کو آزاد کردوں گا۔" یہی وہ بات تھی جس نے اسے اتنا ہرٹ کیا تھا لیکن سکندر نے اگر اپنی پہچان پانے کے بعد بھی اس کی طرف رجوع نہیں کیا تھا تو اس کا مطلب واضح تھا کہ اسے اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

"بجو اگر آپ کو پتا چل چکا تھا تو آپ نے سکندر بھائی سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟" لاریب نے دل گیری کی کیفیت میں اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

"مجھ سے بات ہی تو نہیں کرنا چاہتا وہ امامہ جبھی تو اپنا پرانا نمبر بند کردیا میری وجہ سے ہی وہ اپنے والدین کو بھی اگنور کررہا ہے پھر بھلا مجھے کیا ضرورت ہے اس سے بات کرنے کی۔" وہ اتنی مضمحل اور بے کل تھی کہ رو پڑی بابا سائیں سے مزید برداشت نہیں ہوسکا جبھی اٹھ کر اس کے سر پر اپنا ہاتھ نرمی سے دھر دیا۔

"سکندر کے متعلق آپ نے بہت غلط فہمیاں پال رکھی ہیں بیٹا! وہ دولت و جائیداد کو رشتوں پر ترجیح دینے والا انسان نہیں۔ [illegible] میں خود بات کروں گا اس سے۔"

"آپ [illegible] نہیں کریں گے بابا جان، میرے لیے اس کی توجہ یا خیرات مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔" بابا سائیں نے اسے اپنے ساتھ لگا کر تھپکا۔

"[illegible] جیسی میری بیٹی کی خوشی آپ یہ بتاؤ آپ [illegible] ایمان کا کہا تھا نیٹ سے پتا کرنے کا کیا بنا؟" اس [illegible] پر لاریب یکدم ہی خفت کا شکار ہوئی سکندر کا خیال آنے پر وہ ایمان کو بھول گئی تھی۔ سکندر سے ملنے والی یاسیت و اضطراب ہی ایسا شدید تھا کہ اسے بعد میں کچھ یاد ہی نہ رہ سکا تھا۔

"میں آج کروں گی پتا، ڈونٹ وری بابا جان۔" وہ بے دلی سے کہتی آنسو پونچھ رہی تھی۔ بابا سائیں نے نرمی سے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"اچھا میں ذرا بھائی جان اور بچوں سے مل لوں۔" وہ کمرے سے نکل گئے۔ امامہ نے بچی کو کاٹ میں لٹایا اور ایک دم لاریب کے گلے لگ گئی۔

"کتنی خوشخبریاں مل رہی ہیں ایک ساتھ، سکندر بھائی کی تو مجھے بہت خوشی ہے اللہ مبارک کرے انہیں یہ بجو والا کیا قصہ ہے آخر؟" وہ کھلکھلاتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔ لاریب نے اپنی اور بابا سائیں کے درمیان ہونے والی

گفتگو مختصر بنادی۔ امامہ کی آنکھیں مارے خوشی کے چھلکنے کے قریب ہوگئی۔

"ہم بجو سے مل سکیں گے نا وہ مجھے کبھی نہیں بھولیں جب وہ ملیں گی میں ان سے بہت سارا جھگڑا کروں گی ان سے کبھی بات نہیں کروں گی انہیں پتا بھی تھا میں انہیں کتنا پیار کرتی ہوں پھر بھی چھوڑ گئیں مجھے۔" وہ رو پڑی لاریب نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

"یہی تمہاری غلطی تھی امامہ۔ اتنی محبت نہ کرتیں ان سے کہ ان کے حصے کی سزا تک بھگتنے کو تیار ہو جاتیں، وقاص جیسا درندہ صفت انسان جسے.....!"

"بجو پلیز، مجھے وقاص کے متعلق آپ سے کچھ کہنا ہے۔" اس کی بات کاٹ کر وہ لجاجت سے بولی۔

"مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں سننا امامہ۔" لاریب کا سرد انداز قطعی طور پر دو ٹوک تھا۔

"کیوں؟" امامہ کے لہجے میں غضب کا احتجاج اترنے لگا۔

"وہ بالکل بدل گئے ہیں بجو، ہر لحاظ سے، وہ.....!"

"اجازت دو امامہ چلتی ہوں ابھی تائی جان سے بھی ملنا ہے مجھے، اللہ حافظ۔" امامہ کے بے بسی چھلکاتے چہرے پر نگاہ ڈالے بنا وہ نخوت سے اٹھی کمرے سے نکل گئی۔ سیڑھیاں اتر کر ہال کمرے میں آئی تو پہلا ٹکراؤ ہی فاطمہ سے ہوا۔ نیوی بلیو کلر کے عام سے لباس میں بھی اس کی چاندنی جیسی نقرئی رنگت کا اجالا جیسے ہر سو جگمگاہٹ بکھیر رہا تھا۔

"السلام علیکم! آپ لاریب ہیں نا، مجھے زینی آپا نے بتایا تھا کہ آپ آئی ہیں میں آپ سے ہی ملنے آ رہی تھی۔" وہ اسے دیکھ کر بے حد خوش دلی سے مسکرائی۔

لاریب تو اسے دیکھتی رہ گئی۔ احساسات پر جیسے کسی نے بے دردی سے گولہ باری کی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جلن تھی اور وہ دوسری بار پھر ہار گئی تھی اس کی سیکنڈ چوائس بھی وہ قرار نہیں پائی تھی اس کے اندر عجیب سا ہنگامہ برپا ہونے لگا کیا وہ اتنی بے مایا تھی، اس کا دل تڑپ رہا تھا۔

اسنوؤنٹ

صاحب اب تو اسنوؤنٹ کو پہچاننا مشکل ہو گیا ہے ہم نے ایک صاحب سے پوچھا "کیا آپ اسنوؤنٹ ہیں؟" تو انہوں نے جواب دیا "نہیں جناب یہ تو جلدی میں مجھے اوپر والا بٹن بند کرنا یاد نہیں رہا۔"

البتہ اب کوئی اسنوؤنٹ یہ کہے کہ اس پر کوئی کیس درج نہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ پابندی سے کالج نہیں جاتا ہوگا آج کل دنیا میں دو طرح کے طالب علم مشہور ہیں ایک وہ جو قابلیت کی وجہ سے جانے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو اپنی قابلیت کی وجہ سے ہیں، جب ہمیں پتا چلا کہ طلبا نے طالبان کے نام سے کالج پر قبضہ کرلیا ہے تو ہم سمجھے کہ وہ امتحان ملتوی کروانا چاہتے ہیں لیکن انہوں نے عاجب طلبوں والا ایک ہی کام کیا وہ یہ کہ انہوں نے کالج بند کروادیے۔

(نوک جھونک، ڈاکٹر یونس بٹ)

مرسلہ: نورین ظفر اوڈھراں

فاطمہ نے اس کی عجیب و غریب کیفیات کو محسوس کیا وہ اس بات پر بھی خجل ہو چکی تھی کہ لاریب نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ پکڑنا گوارا نہیں کیا تھا۔ اسے لاریب کی نظریں بھی عجیب لگیں وہ کنفیوژ ہونے لگی۔ لاریب اسے دھیان سے دیکھتی رہی۔ جس عورت کو اس نے عباس کے ہمراہ اسپتال میں دیکھا تھا وہ عام سے خدوخال کی عام سی عورت تھی عباس سے عمر میں برابر یا ایک آدھ سال چھوٹی جبکہ یہ لڑکی نہ صرف عمر میں عباس سے بہت چھوٹی تھی بلکہ حسن و نزاکت اور جاذبیت کا ایسا شاہکار تھی کہ صحیح معنوں میں نگاہ چندھیائی جاتی تھی۔

"وعلیکم السلام، معذرت خواہ ہوں پہچان نہیں سکی آپ کو؟" لاریب کو ایک پل کو لگا تھا وہ غلطی پر ہے ضروری نہیں تھا یہی عباس کی بیوی ہو جبھی اس نے کسی قدر مروت کا اظہار کیا تھا۔ جواب میں فاطمہ کے جاذب نظر چہرے پر خفیف سی خجالت لہرا گئی۔

"اوہ سوری مجھے خیال نہیں رہا بتانے کا میں فاطمہ ہوں، فاطمہ عباس حیدر......" اور لاریب کا دل یکلخت جھاڑ میں الجھ گیا۔

"تو ثابت ہو گیا عباس تمہاری زندگی میں، میں کہیں نہیں تھی۔ میری گنجائش کبھی بھی نہیں تھی۔ مجھے اپناتے نہ سہی مجھ سے اپنی زیادتی کی معافی مانگنے... سکتے تھے نا۔ شاید مجھے صبر آ جاتا۔" فاطمہ کو اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور آنکھوں کی وحشتوں نے ہی پریشان کیا تھا جبھی اس کا ہاتھ ہمدردانہ انداز میں تھپک کر نرمی سے بولی تھی۔

"خیریت، مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" وہ متفکر ہو کر کہہ رہی تھی۔ لاریب نے وحشت چھلکاتی نظروں سے اسے کچھ دیر دیکھا تھا پھر بولی۔

"تو تم بیوی ہو عباس کی، گڈ، مگر کون سی دوسری کہ تیسری؟ پہلی بیوی تو مر چکی نا اس کی کیا سمجھتی ہو تم کہ یہاں سب لاعلم بیٹھے ہیں۔" اس نے جھلستی نظروں سے اسے گھورا۔ فاطمہ نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"بات سنو محترمہ، کم از کم میں بے وقوف نہیں ہوں سمجھیں۔" لاریب کی غراہٹ میں چھپی دھمکی [illegible] فاطمہ کے ہوش اڑا گئی۔ وہ لاریب کے سامنے مزید [illegible] ٹھہر سکی اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی [illegible] عباس اپنے دھیان میں آ رہا تھا جبھی دونوں کا [illegible] عباس جتنا بھی بچنا یا مگر اسے گرنے سے بچا [illegible] پڑا۔

"دھیان سے، خیریت ہے سب، خوف زدہ کیوں ہو؟" اس کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی عباس چونک اٹھا تھا۔ فاطمہ نے خوف زدہ آنکھوں سے اسے دیکھا اور سسک کر بے اختیار اس کے سینے میں منہ چھپا لیا انداز بالکل کسی معصوم بچی جیسا تھا۔ اس پل وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی ورنہ ایسی جرأت کا مظاہرہ کبھی نہ کرتی۔ عباس خود ہق دق رہ گیا تھا۔

"دماغ ٹھیک ہے فاطمہ آپ کا، کوئی آ گیا ادھر تو کتنا آکورڈ لگے گا۔" فاطمہ بھی جیسے اس ٹرانس سے نکل کر ہڑبڑائی اور خفت سے سرخ پڑتی تیزی سے پیچھے ہوئی اور کچھ کہے بغیر تقریباً بھاگتے قدموں سے راہداری کا موڑ مڑ گئی۔ عباس گہرا سانس بھر کر آگے بڑھ آیا۔

ہال کمرے میں قدم رکھتے ہی اس کا پہلا سامنا لاریب سے ہوا تو چکرایا ہوا مضطرب ذہن یکدم غوطہ سا لگا کر جیسے شرمندگی کی اتھاہ گہرائی میں گرتا چلا گیا۔ یہاں آنے کے بعد وہ سب سے زیادہ لاریب اور بابا سائیں کے سامنے ہی تو خائف تھا۔ اس کے خیال میں وہ انہی کا سب سے بڑا مجرم تھا۔

"لاریب......؟"

اسے دھواں ہوتے چہرے اور چھلکتی آنکھوں کے ساتھ تیزی سے رخ پھیر کر جاتے پا کر وہ بے اختیار پکارا لاریب کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے۔ یہ خیال یہ سوچ وحشت میں مبتلا کر دینے والی اور اندر تک خالی کر کے رکھ گئی تھی کہ اس کا دل آج بھی اس شخص کا اس حد تک غلام تھا۔ اب [illegible] ہو گیا ہے تھا اس نے چاہا وہ اسے اس کی [illegible] انداز [illegible] آگے بڑھ جائے۔ مگر یہ اس کے بس کی [illegible] سکی۔

"آئی ایم ساری لاریب۔" عباس نے ایک قدم بھی مزید آگے نہیں بڑھایا وہ جھکے سر، بوجھل دل اور بوجھل آواز میں کہہ رہا تھا لاریب ایسے تلملائی جیسے بے خبری میں اسے چابک کھینچ مارا ہو۔

"سوری، فار واٹ عباس صاحب۔" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا دل چاہا تھا عباس حیدر کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑے اپنا ایک ایک نقصان گنوائے اور پوچھے تم کر سکتے ہو ازالہ؟

کون جانتا تھا اس نے کیسی اذیت سے لبریز زندگی گزاری تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

وقت دعا

آ ثمامہ

"بٹ کر رہے گا ہندوستان لے کر رہیں گے پاکستان۔"

پورا ہندوستان جناح صاحب کی قیادت میں مسلم لیگ کے پرچم تلے ان نعروں سے گونج رہا تھا، بچہ بچہ آزادی کے جذبے سے سرشار تھا، کسی کو کوئی خوف نہ تھا کوئی عار بس ایک جذبہ تھا ایک جنون تھا کہ بس ایک الگ مسلم ریاست وجود میں آنی ہے چاہے کچھ ہو جائے۔

ابا ابھی ابھی جلسے سے واپس آئے تھے اور اماں کو قائداعظم کی فکر انگیز تقریر سنا رہے تھے پاس ہی چارپائی پر بسم اللہ اور اختر بھی بیٹھے تھے اور شوق سے ابا کی زبان سے ادا ہوتے ایک ایک لفظ سن رہے تھے۔ بسم اللہ تو سولہ سال کی تھی اور گھر کے تعلیمی ادبی اور اسلامی ماحول کی وجہ سے تقریر کا مفہوم سمجھ سکتی تھی مگر چھوٹا اختر تو ابھی فقط نو سال کا تھا مگر جوش میں آ کر جب وہ پاکستان زندہ باد اور مسلم لیگ زندہ باد، قائداعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگاتا تو آواز گلی کے آخری کونے تک سنائی دیتی تھی۔

"بسم اللہ کے ابا کل سے میں بھی مسلم لیگی خواتین کے ساتھ گھر گھر جاؤں گی اور عورتوں میں بھی اس کا خوب پرچار کروں گی۔ بسم اللہ تم اپنی خالہ کے گھر چلی جانا اور اختر تو اپنے ابا کے ساتھ جلسوں میں جاتا ہی ہے۔" اماں نے کھانا لگاتے ہوئے کل کا پروگرام بتایا۔

ایسا ہی وقت تھا کسی کو کسی کام، خزانے، جائیداد کی فکر نہیں تھی بس ایک ہی دھن سوار تھی پاکستان اور صرف پاکستان۔ خالہ کے گھر جانے کا سن کر بسم اللہ کے دل میں خوشی کی ایک کونپل نے سر اٹھایا۔ خالہ زاد بہن رضیہ سے اس کی بہت اچھی دوستی تھی اور پھر ان کے گھر جمیل بھی تھا جس سے بچپن میں ہی اس کی منگنی کر دی گئی تھی اور اب جب وہ جوانی کی دہلیز پر پہلا قدم رکھ رہی تھی تو جمیل کا خیال اسے ایک انجانی سی خوشی دیتا تھا ایسے بھی الگ وطن کی بہت خوشی تھی مگر بس ایک دکھ تھا اس نے جس گھر محلے میں آنکھ کھولی وہ گلیاں ہمیشہ کے لیے چھوٹ جائیں گی اور اس کی سکھیاں جن میں سکھ مسلمان ہندو سب شامل تھیں

بچھڑ جائیں گی۔

❁.....❁.....❁

"ارحم، ایمان! بسم اللہ خالہ آ گئی ہیں وضو کر کے ڈرائنگ روم میں جاؤ۔" مسز ندا عارف نے کچن میں سے لان میں کھیلتے بچوں کو آواز لگائی۔

بسم اللہ خالہ ان کے دو چھوٹے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے آتی تھیں جو بالترتیب دس اور بارہ سال کے تھے۔ بڑی بیٹی انزا قرآن پاک ختم کر چکی تھی اور اس نے ابھی میٹرک کا امتحان دیا تھا۔ مسٹر عارف ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بطور انجینئر کام کرتے تھے۔

ممّا! بسم اللہ خالہ کہہ رہی ہیں کہ وہ اب پانچ دن تک بچوں کو پڑھانے نہیں آئیں گی۔" انزا نے آ کر ماں کو اطلاع دی۔

"ہاں ہاں پتا ہے آج دس اگست اور اب پندرہ اگست تک وہ گھر سے باہر نہیں نکلیں گی۔ اللہ جانے اتنی خوشی کے موقع پر انہیں کیا ہو جاتا ہے وہ ہر کسی سے کٹ کر رہ جاتی ہیں۔ خیر تم بتاؤ تمہارے اسکول میں فنکشن کی تیاری کیسی جا رہی ہے؟" مسز ندا عارف نے چولہا بند کرتے ہوئے بیٹی سے پوچھا۔

"جی مما اس دفعہ میرا ڈانس [illegible] آپ کو پتا ہے میں کل فرینڈز کے ساتھ [illegible] روڈ سے اتنی خوب صورت وائٹ جینز اور گرین سلیولیس شرٹ لائی ہوں آپ دیکھیں گی تو میری چوائس دیکھ کر ہی اش اش کر اٹھیں گی۔" انزا نے ماں کو جوش و خروش سے بتایا اور ساتھ ساتھ مٹک مٹک کر ڈانس اسٹیپ بھی کر کے دکھائے۔ مسز ندا عارف نے اس حب الوطنی پر خوشی اور فخر سے بیٹی کا ماتھا چوم لیا۔

چند سال پہلے تک عارف کی فیملی بھی مڈل کلاس سے تعلق رکھتی تھی پر انجینئرنگ کی تعلیم کے بعد قسمت نے یاوری کی اور انہیں دبئی کا ایک کنٹریکٹ مل گیا تین سال بعد واپس آ کر انہیں بیرون ملک تجربے کی بنیاد پر ایک بڑی ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی اور اب وہ والدین سے الگ ایک عالی شان کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔ دولت کی ریل پیل کی وجہ سے طرز زندگی حالات سوچ رویے سب کچھ بدل گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

"پدما تم مجھے یاد کرو گی جب میں پاکستان چلی جاؤں گی؟" بسم اللہ نے بہت مان کے ساتھ اپنی سب سے اچھی سکھی سے پوچھا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ حویلی کے پچھواڑے میں جمع ہوئی تھیں ان کے محلے کی ریت تھی کہ بڑی حویلی جو برہمن لالہ سیوک کی تھی سب لڑکیاں شام کو اس کے پچھواڑے میں جمع ہوتیں۔ کوئی جھولے ڈالتی کوئی کڑھائی سلائی [illegible] کوئی سارے دن کی روداد سناتی، غرض مغرب سے پہلے پہلے سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں۔

"بسم اللہ [illegible] میں تم سے ملنے حویلی کے پچھواڑے نہیں [illegible] کی [illegible] نے منع کیا ہے سب کچھ اچھا تھا لیکن تم [illegible] نے ایک کم عقل آدمی کی باتوں [illegible] اپنی اچھی خاصی زندگیوں میں بے چینی بھر لی [illegible] یہاں ہندوستان میں ہم سب رام کی کرپا سے بھلے چنگے رہتے تھے مگر ماتا جی ٹھیک کہتی ہے تم مسلے اپنی اوقات دکھانا نہیں بھولتے۔ جس تھالی میں ساری زندگی کھایا اب اسے ہی دو ٹکڑے کرنے کا سوچ رہے ہو۔ میں نے تم سے دوستی کر کے غلطی کی رام مجھے معاف کرے اچھا اب ہمیشہ کے لیے نمستے میں کل سے کملا کے پاس جاؤں گی کم از کم وہ تم مسلوں کی طرح احسان فراموش تو نہیں ہے۔" پدما نے اپنی کہی اور بسم اللہ کو حیران پریشان چھوڑ کر چلتی بنی۔

گھر آ کر وہ خوب روئی پدما اور اس کا ساتھ بچپن کا تھا گھر بھی قریب تھے اور اسکول بھی ایک تھا۔ ہر روز وہ اماں سے فرمائش کر کے کبھی بہاری کباب، کبھی باداموں والی کھیر کبھی ملائی والی ربڑی بنوا بنوا کر لے جاتی اور مزے لے کر کھاتی جب اسے مسلے اور پاپ نظر نہیں آیا۔ ابا صحیح تھے کہ جب تک غلامی کا طوق گلے میں تھا ہندوؤں کو مسلے اچھے لگتے تھے اور اب جب انہوں نے اپنی ایک الگ

تشخص، مذہب اور رواجوں کی بنیاد پر اپنے لیے آزادی طلب کی تو سب ہندوؤں کی آنکھ میں کانٹا بن کر چبھنے لگے تھے یہ مسلے جنہیں کبھی یہ اوپری دل سے اپنا بھائی مانگی باپ کہتے تھے پھر بسم اللہ نے اپنے ماں باپ کی طرح خود کو تحریک آزادی کے لیے وقف کردیا وہ اپنے اور اماں کے سفید دوپٹوں سے کاٹ کاٹ کر پرچم بنا کردیتی' گتے کے ٹکڑوں پر نعرے لکھ کر دیتی۔ مسلم لیگی عہدیداروں کے لیے پُرجوش تقریریں لکھ کر دیتی' جیسے جیسے دن گزر رہے تھے سارے ہندوستان سے عجیب عجیب خبریں آرہی تھیں جن علاقوں میں سکھوں اور ہندوؤں کی اکثریت تھی انہوں نے مسلمانوں کی املاک اور جان و عصمت کو نقصان پہنچانا شروع کردیا تھا......

❁......❁......❁

"بی بی جی میری بیٹی کے یہاں پہلا بچہ پیدا ہوا ہے اگر آپ دو ماہ کی تنخواہ ایڈوانس میں دے دو تو اسے اور اس کے بچے کو چند جوڑے کپڑے بنوا دوں گی اور کچھ مٹھائی لے دوں گی' ہم غریب تو ایسے موقعوں پر ہی بیٹیوں کو دے سکتے ہیں یا پھر دعا ئیں۔" کام والی ماسی صابرہ نے جھجکتے ہوئے مسز ندا عارف سے سوال کیا جو ابھی ابھی فون پر کسی سے بات کرنے کے بعد فارغ ہوئی تھیں۔

"ماسی میں نے آپ کو بتایا تھا نا اس مہینے خرچ زیادہ ہے اب چار دن بعد حسن کی اکیڈمی کا گرینڈ فنکشن آرہا ہے اب اس کی تیاری میں کافی پیسے خرچ ہوگئے ہیں۔ سال میں ایک بار ہی تو وطن سے اپنی محبت ظاہر کرنے کا موقع آتا ہے۔ تم بیٹی کو اگلے مہینے کچھ دے دینا بچہ اور بیٹی بھاگے تھوڑے جارہے ہیں" مسز ندا عارف نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور ہاں اس ہفتے ذرا تفصیلی صفائی کرنا چودہ اگست کی پارٹی اس ہفتہ میں نے گھر پر ارینج کی ہے میں ذرا شاپنگ کرنے باہر جارہی ہوں صاحب کا فون آئے تو بتا دینا کہ مسز عابد کے ساتھ گئی ہوں۔" ماسی کو ٹکا سا جواب دے کر مسز ندا عارف اس ڈریس کے بارے میں سوچتے سوچتے باہر نکل گئی جس کے بارے میں آج ہی مسز عابد نے انہیں بتایا تھا طارق روڈ کی ایک بڑی بوتیک پر چودہ اگست کے حوالے سے ایک نامی گرامی ڈریس ڈیزائنر نے نئی ورائٹی لاؤنج کی تھی۔

صابرہ دوپٹے کے کونے سے آنسو صاف کرتی واپس کام میں جت گئی کہ اب اسے بیٹی کو خالی ہاتھ ہی رخصت کرنا تھا کہ جہیز تو موقع محل پر ہی دی جاتی ہے اور پھر ایک مہینے تک سسرال والوں کی زبانیں کون بند کرواسکتا تھا۔

❁......❁......❁
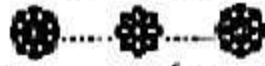
"بسم اللہ کی ماں تم کل تک تیاری کرلو ہم کل ہی پاکستان کے لیے روانہ ہوجائیں گے۔ سارے ملک میں مسلمانوں کی قتل و غارت گری کا جو بازار گرم ہے خبر ملی ہے کہ اب وہاں اس طرف بھی بڑھ رہا ہے۔ سکھوں کی کرپانیں اور ہندوؤں کے ترشول اب اس قدر نڈر ہوگئے ہیں کہ وہ مسلم اکثریت والے علاقوں میں گھسنے سے بھی گریز نہیں کریں گے اور پھر ہمارے ساتھ جوان بیٹی کا بھی ساتھ ہے بسم اللہ کے ابا کو بھی میں نے کہلوا دیا ہے۔ کل ساتھ ہی نکل چلیں گے آگے قسمت جو دکھائے۔" ابا نے تشویش بھرے لہجے میں اماں کو حالات کے بارے میں بتایا۔

بسم اللہ کا ننھا سا دل سہم کر رہ گیا کل پڑوس والی نسرین نے بتایا تھا کہ پہاڑ گنج میں بلوائیوں نے پورا کا پورا گاؤں جلا ڈالا ہر بوڑھا بچہ جوان جل کر خاک ہوگیا' کچھ لڑکیوں نے گھروں اور حویلیوں میں بنے کنوؤں میں کود کر اپنی عصمت بچائی اور جان گنوائی اور کچھ کو وہ ساتھ لے گئے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہورہا تھا اس نے وضو کیا اور خدا کے حضور خیر و عافیت سے اپنے وطن پاکستان پہنچ جانے کی دعائیں کرتی نماز پڑھنے چل دی۔

"بسم اللہ کی ماں غضب ہوگیا کم بختوں نے جمیل کو شہید کردیا' وہ صبح سے ہی جوت پور والے جلسے میں شرکت کرنے گیا تھا وہاں انہوں نے حملہ کرکے سارے جوانوں کو خاک و خون میں نہلا دیا اور یہ کہتے ہوئے چل دیے کہ ہم تمہارا سارا جوان خون اپنے وطن کی مٹی کو پلا دیں گے چند بچے کچھے بوڑھے اگر پاکستان پہنچ بھی گئے تو کیا کرلو گے

اور چند سال بعد گڑگڑاتے ہوئے واپس ہماری غلامی میں آجاؤ گے۔" ابا نے سرخ آنکھوں سے یہ خبر سنائی اماں نے نہایت صبر سے سنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور آنکھوں سے بہتے آنسو پونچھ ڈالے تحریک پاکستان کے وقت پر عزم صمیم تو کیا جاچکا تھا کہ آزادی کے چراغ کو تیل سے نہیں اپنے پیاروں کے لہو سے جلایا جائے گا۔

اندر ٹرنک میں کپڑے رکھتی بسم اللہ کے ہاتھ میں دبا کانچ کا تاج محل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوگیا جو پچھلے سال ہی جمیل نے اسے میٹھی عید پر رضیہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔

❁ ❁ ❁

"تمہیں پتا ہے عارف اس دفعہ تو پورے خاندان اور ہمارے سارے سرکل میں ہماری دھوم مچی ہوئی ہے آپ نے ساری کوٹھی پر جو گرین اور وائٹ لائٹنگ کروائی ہے وہ سب کو اپنی طرف متوجہ کررہی ہے بچے بھی بہت ایکسائیٹڈ ہیں۔" کل کی پارٹی کی تیاریوں میں مشغول مسز ندا عارف نے ٹی وی دیکھتے عارف کو بتایا۔

"ارے بیگم ہم بچوں کو اگر اپنے وطن کے دن کی اہمیت کے بارے میں نہیں بتائیں گے تو کون بتائے گا۔ یہ سب کرکے ہم وطن عزیز سے اپنی محبت کا اظہار ہی تو کررہے ہیں اور پھر زندہ قوموں کی یہی تو پہچان ہوتی [illegible] میں فل ایکو ساؤنڈ پر "اے جوان اے جوان [illegible]" تینوں بچوں کو دیکھ کر عارف نے خوشی سے [illegible] ہوکر جواب دیا۔

"اور ہاں اس دفعہ میں نے شہر کی سب سے اچھی بیکری سے ہرے اور سفید رنگ کے اسپیشل کیک بنوائے ہیں اور ان پر چاند تارا بھی بنوایا ہے سب دیکھنا حاسدوں کے سینوں پر کیسے سانپ لوٹتے ہیں۔"

❁ ❁ ❁

آنکھوں میں آنسو دل میں یادیں اور ذہن میں ایک نئی اور اپنی سرزمین کا خیال لیے وہ سب ایک قافلے کی صورت میں رات کے اندھیرے میں گھر سے نکلے انہیں چند کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے بڑے اسٹیشن تک پہنچنا تھا جہاں سے ریل میں ان کی خوابوں کی سرزمین تک کا سفر طے ہونا تھا۔

بسم اللہ کی آنکھیں اشک بار تھیں وہ اپنی پہلی محبت کو اک قبر کی صورت میں یہاں چھوڑ کر جارہی تھی آگے کے لیے بھی اندیشے تھے وسوسے تھے جان سے بڑھ کر عزت کا خیال دامن گیر تھا۔

مرد اور لڑکے قافلے کے اردگرد چل رہے تھے ان کے پاس تلواریں اور ڈنڈے تھے بیچ میں بچے اور عورتیں تھے۔ ذرا سہما قافلہ تاروں کی روشنی میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا کہ اچانک شور نعروں کی آوازیں جلتی ہوئی شمعوں کی روشنی قریب آنے لگی بچے سہم کر ماؤں کی گودوں میں دبک گئے۔ بلوائیوں کی بہت بڑی تعداد ایک دم حملہ آور ہوئی اور چند مرد [illegible] قافلے کی حفاظت کہاں کرسکتے تھے تلواریں سرخ سر [illegible] سے رنگنے لگی بچوں کی چیخ و پکار بسم اللہ اور [illegible] نے پہلے اپنی آنکھوں سے اپنے [illegible] کو مولی گاجروں کی طرح کٹتے [illegible] کے بعد ان کے ذہن میں ایک [illegible] مانند کوندا اور دونوں نے کھیت کی طرف دوڑ [illegible]۔ انہیں وہاں ایک کنواں نظر آگیا تھا بھاگتے ہوئے [illegible] کا پاؤں کھڑی فصل میں الجھا اور وہ گر پڑی۔ بسم اللہ نے بھاگتے قدموں کی رفتار بڑھادی اسے جلد از جلد کنویں تک پہنچنا تھا پیچھے سے قہقہوں نشے میں چور آوازوں آہوں منتوں کی آوازیں واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ بسم اللہ کنوئیں میں چھلانگ لگاتی کسی نے زور سے اس کا بازو کھینچا اور اسے جھاڑیوں میں کھینچ لیا۔

❁ ❁ ❁

جب اسے ہوش آیا تو وہ پاک سرزمین پاکستان کے ایک کیمپ میں موجود تھی۔ اس خواب کو تعبیر مل گئی تھی جو ہندوستان کے سب مسلمانوں نے مل کر دیکھا تھا مگر اس تعبیر کو پانے کئی جیتے جاگتے انسان خون میں نہلائے گئے

کئی باپوں اور بھائیوں نے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو اپنے ہاتھوں زہر دے کر وطن عزیز پر قربان کر دیا۔ خالی ہاتھ' ننگے پیر زخم خوردہ اور آنکھوں میں آنسو دلوں میں یادیں لیے اجڑے ہوئے لوگ اپنے وطن پہنچے مگر پھر بھی ان کے دل میں ایمان کے ساتھ جذبہ اطمینان تھا کہ یہ پاک سرزمین اپنی ہے۔

بسم اللہ کو کنویں میں گرنے سے کھینچ کر بچانے والا پدما کا بھائی ادم تھا جو اسے دل ہی دل میں پسند کرتا تھا اور رات گزرنے پر وہ باحفاظت اسے ریل میں چڑھا گیا تھا۔ یہاں کیمپ میں سب رشتوں سے محروم لٹے پٹے لوگوں نے ایک دوسرے سے رشتے جوڑ لیے کوئی کسی کی ماں بنی تو کوئی ماں باپ سے محروم بچہ کسی اجڑی ہوئی گود کی ٹھنڈک بن گیا۔ کسی نے تنہا رہ جانے والی بہن کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا اور کنویں میں کود جانے والی اپنی بہن کو یاد کر کے اداس ہوا۔

بسم اللہ کا نکاح بھی وہاں موجود لوگوں نے قاسم سے پڑھا دیا۔ وہ ایک اچھا اور ایماندار پڑھا لکھا انسان تھا ساری عمر اچھی زندگی گزاری مگر ہر چودہ اگست کو بسم اللہ کے زخم ہرے ہو جاتے' وہ تمام منظر آنکھوں کے آگے حقیقت کا روپ دھار لیتے' قاسم نے تمام عمر ایمانداری اور محنت سے استادی کی اور بہت سے گھروں کو اپنے علم کے ذریعے روشن کیا۔ بسم اللہ نے بھی شوق سے ہی غریب بچوں کو گھر میں قرآن پاک کی اور اردو کی تعلیم دی اب کافی سال پہلے قاسم کا روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا' اللہ نے اولاد جیسی نعمت سے دونوں کو نوازا ہی نہیں اب بسم اللہ اپنے مکان میں اکیلی رہتی ہے اتنی عمر گزر جانے کے بعد بھی سادہ طرز زندگی' صبر شکر' نماز روزے کی پابندی کے باعث چاق و چوبند تھیں۔ آج وہی بسم اللہ' بسم اللہ خالہ کے نام سے جانی جاتی تھی۔

❁......❁......❁

"ارے ارحم' ایمان تمہارے پاپا اپنے دوستوں اور باس کو کیک دینے جا رہے ہیں۔ تم لوگ بھی چلو رستے میں تمہاری عربی نیبر بسم اللہ کا گھر آتا ہے انہیں بھی کیک دے آئیں گے۔ جانے کیک بھی رکھیں گی کہ نہیں' اللہ جانے کیسی عورت ہیں وطن عزیز کی آزادی کی ذرا بھی خوشی جو ان کی چہرے سے جھلکتی ہو۔" وہ سارے باتیں کرتے گاڑی میں بیٹھ گئے گاڑی کو بھی ہری اور سبز لائٹوں سے سجایا گیا تھا' بڑے بوتیک کا لیا ہوا سفید اور سبز ستاروں والا انارکلی فراک اور پارلر سے کی ہوئی تیاری مسز ندا عارف کو لاکھوں میں ایک بنا رہی تھی ابھی ان کی سب فرینڈز اور سوشل سرکل والی خواتین ایک گرینڈ پارٹی انجوائے کر کے گئی تھیں اور سب نے دل کھول کر مسٹر اینڈ مسز عارف کی تعریفیں کی تھیں۔

بسم اللہ خالہ کے دروازے پر عارف انہیں اتار کر آگے اپنے باس اور دوست کو کیک پکڑانے چل دیا' دروازہ نیم وا تھا جس میں سے صحن کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ بسم اللہ

بغض و کینہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہر ہفتے میں دو دن دوشنبہ اور پنجشنبہ کو لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں تو بندہ مومن کی معافی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ سوائے ان دو آدمیوں کے جو ایک دوسرے سے کینہ رکھتے ہوں پس ان کے بارے میں حکم دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رکھو یعنی ان کی معافی نہ لکھو جب تک کہ یہ آپس کے اس کینہ اور باہمی دشمنی سے باز نہ آئیں اور دلوں کو صاف نہ کر لیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ آپس میں حسد کرو نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو بلکہ اے اللہ کے بندو، اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کے رہو۔

بیلی شاہد...... گلشن اقبال

خالہ ایک تخت پر بیٹھی تھی ان کی دونوں آنکھیں بند تھیں اور ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھے ہوئے تھے گالوں پہ آنسوؤں کی مٹی ہوئی لکیریں تھیں اور لبوں پر وطن عزیز کی سلامتی اور سدھار کے لیے دعائیں تھیں اور نیچے فرش پر بہت سارے بچے ٹوپیاں اور اسکارف پہنے ننھے ننھے ہاتھ اٹھا کے دل کی گہرائی کے ساتھ آمین آمین کہہ رہے تھے۔

جیسے ہی ندا اور بچے اندر داخل ہوئے بسم اللہ خالہ نے آہٹ پہ آنکھیں کھول کر دیکھا اور بچوں کو جانے کا اشارہ کیا تمام بچے سلام خالہ جی کہتے اک قطار میں باہر نکل گئے یہ محلے کے وہ غریب بچے تھے جنہیں وہ اب بھی باقاعدگی سے دین و دنیا کی تعلیم دیتی تھیں۔

سلام دعا کے بعد ندا وہیں تخت پر ہی ٹک گئی کیک کا ڈبا ابھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا "ٹیچر پیس اینڈ۔ پیونڈس ڈے" بچوں نے رٹے رٹائے طوطے کی طرح یک زبان ہو کر کہا انہوں نے انہیں دعائیں دیں۔

"خالہ آپ سے ایک بات پوچھوں۔" مسز ندا عارف نے ٹائم بھی پاس کرنا تھا اور اپنی حب الوطنی کا رعب بھی ڈالنا تھا۔

"ہاں بیٹا پوچھو۔" خالہ نے محبت سے جواب دیا۔

"آپ جشن آزادی کے دن خوش کیوں نہیں ہوتی[illegible]"

"بیٹا! کسی خوشی اور کیسا جشن آزادی [illegible] ملک کی پہچان بھوک، بے روزگاری، بم دھماکے [illegible] جہاں مائیں غربت کے باعث اپنی جگر کے ٹکڑوں کو [illegible] بیوپار کر رہی ہوں جہاں گیس پانی اور بجلی جیسی عام سہولیات کے لیے لوگ ترس رہے ہوں جہاں ڈرون حملوں کے نام کا دیو ہنستی بستی زندگیوں کو لمحے بھر میں موت سے ہمکنار کر رہا ہو جہاں مساجد نمازیوں کے خون سے سرخ ہو رہی ہوں وہاں کیسی آزادی اور کیسا آزادی کا جشن.....؟" بسم اللہ خالہ بولی تو بولتی ہی چلی گئیں۔

"اور پھر کیسا جشن چوری کی بجلی پر چراغاں یا پھر ایکو ساؤنڈ پر چلتے بے ہنگم ملی نغمے اور ان پر تھرکتی ہماری جوان نسل یا پھر پرچم کے ہم رنگ کپڑے بنانے پر ہزاروں روپے خرچ کر دینا یہ سب باعث مسرت نہیں ہوتا بلکہ اپنے ہم وطن کے حقوق کا خیال رکھنا کسی غریب کے بچے کے علاج کے لیے رقم مہیا کر دینا کسی یتیم کی سرپرستی کرنا کسی معصوم کو سڑک سے اٹھا کر اسکول میں بٹھانا یہ سب باتیں قابل فخر و جشن ہیں۔

تم خود بتاؤ کیا ہمارے بچوں کو پتا ہے تحریک آزادی کب شروع ہوئی اور کس طرح ہمارے بزرگوں کے لہو سے تر ہو کر ہمیں آزادی جیسی نعمت ملی۔ قرارداد کا کیا مقصد تھا قومی ترانہ کس نے لکھا تھا شاعر مشرق کون تھے جناح صاحب نے ہمارے وطن کے لیے کیا کچھ کہا؟ صرف ایک دن منا لینے سے آزادی کی قیمت ادا نہیں ہوتی اور جن لوگوں نے آزادی کی [illegible] اپنی قیمتی جانوں کے نذرانے دیئے ان کے گھروں میں [illegible] صف ماتم بچھی ہوئی ہے کہ کیا اس پاکستان [illegible] کے گھر اجڑے تھے کیا ان کے پیاروں کا [illegible] قدر ارزاں تھا کیا یہ وہ پاکستان ہے جس [illegible] حصول کے لیے مسلمانوں نے تن من دھن ہر چیز [illegible] جشن کا وقت نہیں ہے بلکہ یہ وقت [illegible] دعا کریں کہ اللہ پاک ہمارے گناہوں کو معاف [illegible] کے ہمارے پیارے وطن پاکستان کو پاک سر زمین بنا دیں اور ہمیں اپنے وطن اور اپنے ہم وطنوں کی سچی خدمت کا موقع دے۔"

بسم اللہ خالہ کے لہجے میں آنسوؤں کی نمی اور موجودہ حالات کا دکھ بول رہا تھا۔ بچے حیران پریشان ٹیچر کا منہ دیکھ رہے تھے انہیں یہ باتیں تو کبھی کسی نے نہیں بتائی تھیں اور مسز ندا عارف گم صم بیٹھی تھیں۔ شہر کی سب سے اچھی بیکری کا کیک پھیکا ہو گیا تھا اور بوتیک سے لیے برانڈڈ جوڑے کے ستارے انہیں چبھنے لگے تھے۔ بسم اللہ خالہ نے ان کی سوچ کا نیا در وا کر دیا تھا اب انہیں اپنے بچوں کو آزادی کی اہمیت بتانی تھی اور اگلے سال سچ میں جشن آزادی منانا تھا۔

❁

میں نے چاہا کہ تجھے عید پہ کچھ نذر کروں
جس میں احساس کے سب رنگ ہوں روشن روشن
جس میں آنکھوں کے تراشے ہوئے موتی لاکھوں
جس میں شامل ہوں میرے قلب کی دھڑکن دھڑکن

اس نے مہارت سے اپنے ہاتھوں پر گل بوٹے بناتی رخسار کو دیکھ کے لحظہ بھر کو سوچا...... اگر اسے پتہ چل جائے کہ یہ جو محنت کر رہی ہے اکارت جائے گی تو......؟ اور اگر کسی انسان کو پتہ چل جائے کہ جو وہ محنت کر رہا ہے وہ بے ثمر ہے تو کیا وہ محنت کرنا چھوڑ دیتا ہے یا...... لاحاصل میں جتا رہتا ہے؟ نہیں وہ یہ دریافت کر لیتا بلکہ وہ مزید اچھا اور ثمر آور بنانے کی کوشش کرتا ہے...... دل نے جواب دیا تھا اور اگر مزید اچھا کرنے پہ بھی رزلٹ صفر ہو تو......؟ مایوسی کی انتہا پہ پہنچتے اس نے دونوں ہاتھ رگڑ ڈالے تھے۔ مہندی کے نقش و نگار بناتی رخسار ہکابکا سی تو رہ گئی۔ وہ مجھے سردی لگ رہی ہے۔ وہ دھیمے سے معذرتانہ لہجے میں کہتی اٹھ کے واش بیسن کی جانب آ گئی۔

ایک بار دو بار سہ بار...... کتنی ہی دیر وہ اپنے ہاتھوں کو بغور دیکھتی رہی مگر نیالے نقش و نگار جوں کے توں تھے...... اس کے ہاتھوں نے مہندی کو تو قبول کر لیا تھا مگر رنگ نہ پکڑا تھا۔

بات عجیب سی تھی اور کبھی جاتی تو بہت چھوٹی سی بچپانہ سی بھی...... مگر آیت نے نہ اسے چھوٹا لیا تھا نہ معمولی...... بلکہ آج کل تو وہ اس لیے بہت حساس ہو رہی تھی کیونکہ گھر میں اس کی شادی کی بات چل رہی تھی۔

تو بات یہ تھی کہ آیت رسول بنت غلام رسول کے ہاتھوں پہ مہندی کا رنگ نہ چڑھتا تھا چڑھ کے ہی نہ دیتا تھا بہتیرے طریقے آزمائے چینی کا شیرہ، سرسوں کا تیل، عرق گلاب، کوئی نسخہ کارگر نہ ہوا، کون مہندی، عرق کھلی مہندی، پتیاں والی مہندی، انجکشن والی مہندی، ہاتھ کی پسی مہندی سب کی سب بیکار سب مٹی کا ڈھیر۔

بات تو ذرا سی تھی...... مسئلہ پیچیدہ نہ تھا...... سوال لاحاصل نہ تھا...... مگر بات چونکہ پیا کی تھی مسئلہ یہ پیار کا تھا سو بہت سے بھی بہت بڑا تھا۔

مہندی رچے گی نہیں تو پیا پیار کیسے کرے گا؟ اور سسرال کبھی نہیں...... اور مہندی تھی کہ رچنے میں ہی نہ آتی تھی...... کسی بھی طریقے سے نہیں۔

علیشہ کو بتاتی تو یقیناً وہ اسے کبھی یوں فنکشن ادھورا چھوڑ کے جانے کی اجازت نہ دیتی۔ بہترین دوست کی مہندی کے فنکشن میں شرکت نہ کرنے پہ تو......!

وہ گاؤن سنبھالتی علیشہ کے پھولوں کے زیور سے سجے صبیح چہرے سے نظر چراتی میرج لان کے گیٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ جب کسی سے بری طرح ٹکرا گئی۔

......✿......

چائے کی ٹرے اندر لاتے زیاد کو آفاق صاحب نے اچنبھے سے دیکھا تھا۔ "تم گئے نہیں شیراز صاحب کی بیٹی کے مہندی کے فنکشن پہ؟"

"گیا تھا آ بھی گیا۔" زیاد نے قدرے بیزاری سے بتایا۔

"اتنی جلدی فنکشن ختم ہوگیا خیریت رہی؟" چائے کا گھونٹ بھرتے آفاق صاحب نے پوچھا۔

"نہیں فنکشن تو ابھی ختم نہیں ہوا تھا...... دل اوب گیا تھا اتنے رنگ دیکھ کے۔ بٹ یو ڈونٹ وری سب کو اپنی شکل دکھا کے آیا ہوں۔"

"زیاد یار......!" آفاق نے قدرے لاڈ بھرے انداز میں پکارا تھا۔

"جی پاپا یار......!" ریلیکس انداز میں صوفے پہ پھیلتے زیاد نے جواب دیا۔

"ایک رنگ پہننے والی لے آؤ۔"

"آپ کے لیے......؟" شرارتی متبسم لہجے میں زیاد نے پوچھا۔

"ہاں...... میرے لیے بہو......" وہ کہاں چوکنے والوں میں سے تھے۔

زیاد زیر لب مسکراتا رہا۔

"یار تھک گیا ہوں انتظار کرتے کرتے' مان جاؤ اب کم سے کم چائے تو ٹائم پہ ملا کرے گی۔ اپنا نہیں تو میرا ہی خیال کر لو۔"

"پاپا پلیز۔"

"مسئلہ کیا ہے یار؟"

"کون کرے گی مجھ سے شادی بقول آپ کے اجڈ گنوار جنگلی۔"

"ہاہاہا...... وہ سب تو یونہی مذاق میں...... ورنہ تو لاکھوں میں ایک ہے میرا بیٹا۔ اتنا ہینڈسم...... ویل مینرڈ۔"

"ہاہا' ویل مینرڈ ابھی مینرز پہ لیکچر لے کے آ رہا ہے...... وہ بھی ایک لڑکی سے۔"

"اوہ کیا ہوا؟" آفاق صاحب نے آگے ہو کے پوچھا۔

"کچھ نہیں ایک لڑکی سے ٹکرا گیا تھا آتے ہوئے۔ اس نے جھاڑ کے رکھ دیا۔ اندھے ہو کیا نظر نہیں آتا۔" زیاد نقل اتارتے بتا رہا تھا۔

"اچھا! ویسے وہ لڑکی تھی کیسی؟" وہ محظوظ ہونے کے سے انداز میں پوچھ رہے تھے۔

"دیکھا نہیں...... نے لمبا سا چوغہ پہنا ہوا تھا' پاؤں تک تو نظر آ نہیں رہے...... تھے ہاں البتہ ہاتھ نظر آ رہے تھے۔ ہاتھ...... نے دوپٹہ ٹانکا تھا۔ ہاتھ زیاد کے ذہن میں...... گیا تھا۔"

"خیر میں کل جا رہا ہوں ناں شیرازی کی بیٹی کی شادی...... تمہارے لیے بھی کوئی ضرور پسند کرلوں گا۔"

"اوکے پاپا...... جیسے آپ چاہیں۔ میں چلتا ہوں سونے شب بخیر۔" وہ غائب دماغی سے چلتا اپنے کمرے میں آ گیا اس کے ذہن کا ارتکاز بار بار ٹوٹ رہا تھا اور وجہ وہی دو ہاتھ تھے۔

......✿......

وہ پیار کی مٹی سے گندھی ہوئی تھی۔ وہ پیار کے شیرے سے لتھڑی ہوئی تھی۔ وہ پیار سے بنی تھی پیار سے رکھی گئی تھی۔

وہ پیار کی زبان ہی سمجھتی تھی' تو آیت رسول سراپا پیار تھی...... مجسمہ پیار تھی' چار سال کی تھی جب باپ فوت ہوئے اور چار بھائی اس کی چار اطراف بن گئے۔ ڈھال بن گئے زمانے کے سرد و گرم' رنج والم کے آگے کنار بن گئے...... چاروں بھائیوں نے اسے ہتھیلی کا چھالا بنا کے

نہیں رکھا جو دکھتا ہے لو بیت دیتا ہے پھوٹ جائے تو گند نکلتا ہے جو نہ پھوٹے تو تکلیف سوا...... وہ ہتھیلی کا تل تھی۔ خوش قسمتی کی علامت ...... خوبصورتی کا مرقع۔

"آیت بیٹا ایسے نہیں کرتا۔" بڑے بھائی بیٹھ کے سمجھاتے' پھر چاہے دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے' آیت ویسا کبھی نہ کرتی۔

"آیت چندا ضد نہیں کرتے......" دوسرے نمبر والے بھائی کھڑے کھڑے کہتے' اور آیت ضد کے بیچے تک بھول جاتی۔

"آیت جانو...... نہیں ناں۔" منجھلے بھائی کے دو لفظ آیت ہمیشہ یاد رکھتی۔

"اے...... آئندہ نہیں......" چھوٹے بھائی انگلی اٹھا کے تنبیہہ کرتے' مگر چونکہ ان کے پیار کا انداز تھا سو آیت سنبھل جاتی۔

مختصراً "پیار" وہ پاس ورڈ تھا جو اسے اوپن کرتا' لیکن اب آ کے شادی کے معاملے میں یہ پاس ورڈ کام نہ کر رہا تھا۔ رونگ پاس ورڈ تو نہ آتا بلکہ error in network connection شو ہو کے سب کچھ الٹ جاتا۔ کچھ اور نہیں اور...... وہ بتا بتا کے پوچھتے مگر ایک جامد چپ تھی آیت کے لبوں پہ جو کھل کے نہ دیتی۔

بے تو بیگانہ کی بات مگر سب کو...... آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے مگر چلیں ایک بار پھر سہی...... آیت کے ہاتھوں میں مہندی نہ رچتی تھی۔ کوئی طریقہ' کوئی حربہ کارگر ثابت نہ ہوا' تو چونکہ سماجی وہم کے مطابق جس لڑکی کے ہاتھ پہ مہندی کا رنگ نہ چڑھے اسے پیا کا پیار نہیں ملتا' سو ایک پیار سے گندھی لڑکی ایسی جگہ کیسے رہ سکتی تھی جہاں اس سے کوئی پیار نہ کرے...... مان' چاہ' احترام' محبت کے بنا نہ جی سکتی تھی وہ...... سو گھر والوں کے بے حد اصرار کے باوجود وہ شادی پہ کسی طور نہ مان کے دے رہی تھی۔ اور اب بڑے بھائی کی شرط نے اسے عجیب الجھن میں ڈال دیا تھا......

بڑے بھیا کی شرط کے مطابق وہ بھی شادی کریں گے جب آیت کی ہوگی جبکہ بھیا کی منگیتر کے گھر والے پرزور اصرار کررہے تھے۔

"اے مسئلہ بتاؤ بس......" چھوٹے بھیا نے ایک دن اسے پکڑ لیا۔

"میرا دل نہیں مانتا بھیا۔" آیت بے بسی سے بولی۔

"دل نے خواہشوں کا کاروبار کب سے شروع کردیا؟" بھیا کی بات پہ آیت نے انہیں اچنبھے سے دیکھا۔

"دیکھو تم خود سائنس کی اسٹوڈنٹ رہ چکی ہو...... دل صرف بلڈ سرکولیشن کا کام کرتا ہے۔ دماغ کے بیگانہ پن' بے وقوفیوں کو دل سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سو دماغ کے بیگانہ پن کو تھوڑا غیر فعال کرو...... منطقی انداز میں سوچو...... باقی تم خود سمجھدار ہو......" وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ پرپوزل جو ان دنوں زیر غور ہے ہر لحاظ سے زبردست

بچے کا روزہ

بیان کیا جاتا ہے ایک بچے نے روزہ رکھ لیا۔ آدھا دن تو جیسے تیسے اس نے گزار لیا' لیکن پھر بھوک پیاس کی تکلیف ناقابل برداشت ہوگئی اور اس نے اس خیال سے کہ اگر میں چھپکے سے کچھ کھا لوں گا تو کسے خبر ہوگی روزہ توڑ دیا۔ گھر والوں کو واقعی علم نہ ہوا وہ شام میں بچے کے روزے کی افطاری کی تیاری میں لگ گئے' لیکن ظاہر ہے کہ اب روزے سے اس کا کچھ سروکار نہ رہا تھا۔

حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ وہ بوڑھا اس بچے سے بڑھ کر نادان ہے جو دکھاوے کے لیے روزہ رکھتا ہے اور نمازیں پڑھتا ہے عبادت تو وہی ہے جو صرف اللہ پاک کی خوشنودی کے لیے کی جائے ایسی نماز تو الٹا دوزخ کی طرف دھکیل دے گی۔

جو کرتا ہے جو سجدے ریاکاری کے دامن پر
نہ ان سجدوں سے روشن ہوگی ہرگز تیری پیشانی
نہ ہم کو مل نہیں سے دولت احساس سینے میں
جبیں اخلاص کی حدت سے دل ہوتے ہیں نورانی

از حکایت سعدی

مرسلہ: لیبا رضوان...... کراچی

ہے ہمارے لیے آخری فیصلہ تمہارا ہی مانا جائے گا۔" وہ آیت کے سر پر ہاتھ پھیرتے چل دیئے آیت انہیں جاتا دیکھتی رہی۔

* * *

"زیاد کچھ بولو گی تو بیٹا....." آفاق صاحب نے پوری تفصیل بتادی تھی مگر زیاد ہنوز خاموش تھا۔
"ٹھیک ہے پاپا جو آپ نے کردیا....."
"یہ تصویر بغور دیکھو اور مجھے ہاں یا ناں میں جواب دو۔ اگر تمہارا جواب انکار میں ہے تو بھی ٹھیک ہے پرپوزل بے شک میں دے آیا ہوں لیکن خیر دوست ہے میرا ایکسیوز کرلوں گا..... مگر تم منہ سے کچھ پھوٹو تو۔" زیاد کے غیر ذمہ دارانہ رویے نے آفاق صاحب کو بری طرح چڑا دیا تھا۔
"ریلیکس پاپا ڈیئر!" زیاد نے قریب رکھی تصویر آفاق صاحب کا موڈ ٹھیک کرنے کو اٹھا کے بغور دیکھی.....
"میری طرف سے ہاں..... ہاں ہاں..... ہے۔" اس نے قریب آ کے دونوں ہاتھ آفاق صاحب کے شانوں پہ رکھے۔ "ویسا ہی ہوگا جیسا آپ چاہتے ہیں۔" زیاد کی بات نے انہیں بے حد خوش کردیا۔
"میں ذرا لائبریری تک جارہا ہوں۔" زیاد جملہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے پلٹ گیا۔

* * *

گھر میں آیت کی شادی کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں۔ آیت بھی اپنے کاموں کو نمٹانے میں لگی ہوئی تھی۔ اسی سلسلے میں آج وہ لائبریری آئی ہوئی تھی۔ بکس واپس کرنے..... سیاہ عبایا میں فقط اس کے ہاتھ اور چہرہ ہی نظر آرہا تھا۔ یہ کام بھی نپٹ گیا آیت دل میں اطمینان لیے کارڈ بیگ میں رکھتے سیڑھیاں اتر رہی تھی جب کسی سے بری طرح ٹکرا گئی۔ غلطی چونکہ اس کی اپنی ہی تھی سو بغیر دیکھے ایکسیوز کرتی ایک سائیڈ کو نکل گئی۔ جبکہ مقابل کی نظریں چہرے سے ہوتی ہوئی اس کے ہاتھوں تک گئی تھیں۔ لمحہ بھر کو ٹھہری رکیں، حیرت سے قدرے بھی اور بوجھل دل اطمینان پا گیا۔

* * *

حسین تو تھی ہی وہ..... یونیفارم کے مشاق ہاتھوں نے اس کے حسن کو اور زیادہ نکھار دیا تھا۔ بلاشبہ وہ اپسرا لگ رہی تھی۔ کتنی ہی سراہتی نگاہیں اس کے چہرے پہ جمی تھیں۔ ان میں کچھ ایسی نگاہیں تھیں جو اس کے چہرے کو سراہتی طواف کرتی ہاتھوں تک پہنچتی تو ان میں حیرت ابھر آتی..... خوبصورت مخروطی سپید ہاتھوں پہ ضیالا رنگ بھی بھلا محسوس ہورہا تھا۔ دیکھنے والی اکثر نگاہوں میں حیرت ضرور سر ابھارتی مگر ناگواریت نہ ہوتی۔ ہاں البتہ ضیالے رنگت کی مہندی لیے ہاتھوں والی کے دل میں کئی خدشے سر ابھار رہے تھے۔
شب عروسی سائیاں چھوڑتا جب زیاد کی کزنز اسے کمرے میں چھوڑ کے گئی تھیں۔
دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے کسی کا قریب بیٹھنا محسوس کیا۔
"بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ۔" جھکی پلکیں کچھ اور جھک گئیں..... حیا سے۔ "آپ کے ہاتھ بہت خوبصورت ہیں۔" زیاد نے جیب سے انگوٹھی نکالتے ہوئے کہا۔
"اور ان ہاتھوں پہ لگی مہندی" زیاد نے آیت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کے بغور دیکھا۔
جھکی پلکیں آپس میں جڑی اور بھینچ گئیں خوف سے.....
زیاد نے تیسری انگلی میں رنگ پہنائی۔
"بہت ہی خوبصورت ہے۔" بھینچی پلکیں پوری کی پوری کھل گئیں۔ حیرت سے "آپ کے ہاتھوں پہ مہندی بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔" زیاد نے آیت کی حیرت کو نا سمجھی پہ محمول کیا۔
دونوں کی آج سے پہلے باضابطہ نہ تو ملاقات ہوئی تھی اور نا فون پہ رابطہ تھا۔ سو آیت سمجھ سکتی تھی کہ یہ مذاق نہ تھا مگر یقین کرنے میں متامل تھی۔
"آیت بات کچھ عجیب سی ہے مگر ہے بالکل سچ.....

آٹھ سے نو سال کا تھا تب میں...... مجھے اسٹوریز اور ہسٹری کی اولڈ بکس پڑھنے کا کریز تھا۔ ہم گاؤں میں ایک انکل کے گھر گئے ان کو بھی بک ریڈنگ کا شوق تھا ان کے گھر میں ایک چھوٹی سی لائبریری تھی۔ جہاں بہت سی اولڈ بکس تھیں۔ پاپا کو جلد ہی واپس آنا تھا...... میں نے ایک بک لی اور انکل کے گھر میں نسبتاً الگ بنے چھوٹے سے کچے کمرے میں بیٹھ گیا۔ بے حد چھوٹا کمرہ تھا اور اس میں اینٹیں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں۔ میں بک پڑھنے میں محو تھا کہ اچانک چھت سے براؤنش بلیک بالکل چھوٹے چھوٹے سے سانپوں کا گچھا سا میرے ہاتھ پہ گرا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بل کھاتے لچکتے میرے ہاتھ پہ بکھرتے گئے میں بے حد ڈر گیا اور زور سے ہاتھ جھٹکا۔ میں نے خوف سے کسی کو بتایا تک نہیں...... مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا وہ دن بھی گزر گئے مگر وہ ایک سین میرے اندر آج تک جوں کا توں ہے مجھے اور تو کہیں نہیں مگر لڑکیوں کے ہاتھوں پہ مہندی کے ڈیزائن میں اس سین کی شباہت نظر آتی ہے مجھے مہندی لگے ہاتھوں سے بہت کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ اسی لیے مجھے شادی کے نام سے [illegible] تک کوئی بھی دلہن میں نے بغیر مہندی کے نہیں دیکھی۔ اور ہاتھوں پہ گہرے رنگ کے مہندی کے نقش بوٹے مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ اور [illegible] سے مہندی کے نیا صرف ڈیزائن سے [illegible] ہونے لگتے ہیں وہ بھی مجھے قطعاً پسند نہیں...... میں پاپا کو شادی کے لیے ہاں تو کہہ بیٹھا تھا مگر عجیب سا خوف محسوس ہوتا تھا مجھے...... علیشہ کے ہاں مہندی پہ ہمارا پہلا ٹکراؤ ہوا تھا۔ تمہاری شکل تو نہ دیکھ پایا تھا میں...... البتہ تمہارے ہاتھوں کو دیکھا تھا میں نے اور وہ مہندی کا خیالا سا رنگ بے حد بھلا محسوس ہو رہا تھا۔ تمہارے ہاتھوں کو میں ذہن سے بھول نہیں پایا تھا۔ اور شاید میرے اندر کہیں کوئی خواہش بھی ابھری تھی۔" زیاد نے آیت کی پلکوں کی جنبش کو بغور دیکھا۔

"اور وہ شاید میری کسی خواہش کا ہی ثمر تھا جو ہم لائبریری میں ٹکرائے تھے اور اس ٹکراؤ نے مجھے اطمینان بخشا تھا۔" آیت نے بھی اپنے دل میں بے طرح [illegible]ان محسوس کیا۔

"ایسی ہی میری ایک اسٹوری ہے بتاؤں...... [illegible]یاد کے چپ ہونے پہ آیت بولی تھی۔

"بالکل ایسی......؟" آیت کے معصومیت [illegible]ے لہجے سے زیاد محظوظ ہوا تھا۔

زیاد کے متبسم انداز نے آیت کو قدرے کنفیوز کر دیا۔

"بولیں ناں......" لرزتی پلکوں اور پیوست لبوں کو دیکھ کے زیاد تھوڑا سیریس ہوا۔

"میرے ہاتھوں پہ مہندی کا رنگ نہیں چڑھتا تھا۔ جو مرضی کر لیتی مگر ذرا فرق نہ پڑتا' بچپن میں تو رو دھو کے [illegible]...... ذرا بڑی ہوئی تو احساس ہوا...... وہ کہتے [illegible] کہ جس کے ہاتھوں پہ مہندی کا رنگ نہ چڑھے تو اس [illegible]ے" وہ روانی سے بولتی اٹکی۔

"[illegible] کے؟" زیاد نے پوچھا۔

"[illegible] نہیں پتہ؟" جھکی پلکوں سے استفسار ہوا۔

"نہیں۔" شرارتی آنکھوں نے جھوٹ بولا۔

"بیوٹیشن کو اس بات کا نہیں پتہ تھا اس نے مہندی لگا دی پھر میں نے بتایا تو اس نے کہا ہاتھ نہ دھونا...... لیکن خشک مہندی خود ہی جھڑ گئی ساری۔"

دونوں کی نگاہیں ملی تھیں اور ایک کے دل کا اطمینان دوسرے کے دل میں بھی سرایت کر گیا۔

اور پھر گزرتے وقت نے ثابت کر دیا وہم واقعی وہم ہوتا ہے جب تک کہ اسے مجسم نہ بنایا جائے۔

[illegible]

روحانی مسائل کا حل

حافظ صبیرا احمد

ایس خان سواتی ..... سوات

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ یٰسین ایک مرتبہ۔
سورۃ فرقان آیت نمبر 70،74 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں)
جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل (اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کردیا کریں، چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

کوثر شریف ..... ساہیوال

جواب:۔ (۱) سورۃ اخلاص 11 مرتبہ پڑھ کر دم کرلیا کریں۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔
(۲) سورۃ عبس روزانہ ایک مرتبہ پڑھ کر دم کریں پانی پر بھی دم کرکے پی لیا کریں آپ دونوں۔
(۳) قرآن کریم کی آیات ثواب کی نیت سے پڑھنا اور کسی دنیاوی مقصد سے پڑھنا دونوں میں فرق ہے۔

رابعہ ..... نیو [illegible]

جواب:۔ سورۃ عصر روزانہ 21 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلائیں اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔
امتحان کی تیاری کریں۔ سورۃ فرقان آیت نمبر 70،74 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں)

صبا صنوبر ..... ہری پور

جواب:۔ امتحان شروع ہونے سے پہلے تک روزانہ 3 مرتبہ سورۃ عبس [illegible] اور پانی پر دم کرکے پی لیں۔

نوشین ..... رحیم یار خان

جواب:۔ سورۃ فرقان آیت نمبر 70،74 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف [illegible] آپ

وسیلہ سے وہاں کا بھی۔ (جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں) بچی کا صدقہ دیں۔ جہاں حق میں بہتر ہو ہوجائے (بچی خود پڑھے)
سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز عشاء دعا بھی کریں۔ (والدہ بھی پڑھ سکتی ہیں)

سمیرا نورین ..... سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ رحمٰن کی تلاوت کیا کریں اور دعا کیا کریں۔

ب ش ..... ابو ظہبی

جواب:۔ ہدایت ہے۔ سورۃ فرقان والی آیت پڑھ سکتی ہیں۔
سورۃ عبس روزانہ 3 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔
"یا لطیف یا ودود" روزانہ 101 مرتبہ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف بعد نماز عصر۔
[illegible] اور پانی پر دم کرکے پلائیں۔

ن ب ..... ٹیکسلا

جواب:۔ صدقہ دیں۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 70،74 مرتبہ (اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف) جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔
سورۃ بقرہ ہفتہ میں ایک مرتبہ پانی پر دم کرکے گھر کے تمام افراد کو پلائیں۔
سورۃ بقرہ تیل پر دم کرلیں۔ روزانہ سر کی مالش کریں (کلونجی کا)

نبیلہ طاہر ..... حبیبہ

جواب:۔ اللہ سے مانگیں۔
(۲) سورۃ فرقان آیت نمبر 70،74 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔
(۳) روزانہ ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود شریف [illegible] بھی کریں۔

اقرا واجد ..... راولپنڈی

جواب:۔ بعد نماز عشا سورۃ قریش 111 مرتبہ (اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف)
امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک یہ وظیفہ کریں دعا بھی کیا کریں۔

طاہرہ بتول...... ملتان

جواب:۔ بعد نماز فجر ایک مرتبہ سورۃ یسین۔
سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

راشدہ پروین...... جہلم

جواب:۔ خاوند پر جادو ہے، علاج کرائیں۔

ثوبیہ ناز...... راولپنڈی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔
آیۃ الکرسی، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق سورۃ الناس 11،11 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔ اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ جادو کے اثرات ہیں۔

ساجدہ پروین

جواب:۔ بعد نماز عشا سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف پڑھیں۔
نیت وظیفہ (اپنے کاروباری مسائل/برکت) پانی پر دم کر کے جانوروں پر چھڑکا کریں بیٹے کے لیے آپ دعا کیا کریں۔

اطہر شہزاد...... وہاڑی

جواب:۔ محترم اپنا مسئلہ عالم/مفتی کو بتائیں پھر کوئی فیصلہ کریں جو آپ کے حق میں بھی بہتر ہو اور اس کے بھی۔ شکریہ۔

سمعیہ اعجاز...... فیصل آباد

جواب:۔ روزانہ ایک مرتبہ سورۃ بقرۃ پڑھا کریں پانی پر دم کر کے تمام افراد پئیں اور تیل پر بھی دم کرلیں۔ شوہر اور آپ روزانہ سر کی مالش کیا کریں۔ صدقہ بھی دیں۔ (کم از کم 40 دن وظیفہ کریں)

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے ستمبر ۲۰۱۴ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پذیر ہیں ....

بیاضِ دل

مسنونہ رومان

پارس شاہ......چکوال

چاندنی، چاند کی ستاروں کی
خوشبو پھولوں کی رت بہاروں کی
عید کا چاند جب نکلتا ہے
یاد آتی ہے اپنے پیاروں کی

نوشی......بدر مرجان

اک تغافل ہے اک توجہ تک
عشق آنسو بھی ہے تبسم بھی

ہنی ایمان......کراچی

عید دامن میں جو لے آئی تھی پیغامِ بہار
جن کو پرہیز تھا روزے سے وہ وقتی بیمار
غسلِ صحت کے لیے ہوگئے فوراً تیار
واہ! کیا عید تھی آتے گیا جس کا بخار

فرح ناز......اوکاڑہ

کاش اس عید سعید کے حسین لمحوں میں
میری ذات غم گشتہ بھی تجھے [illegible]

ام فاطمہ......چکوال

کتنے ترسے ہوئے ہیں [illegible] کو
وہ جو عیدوں کی بات کرتے ہیں

عبیرہ انیس......خانیوال

میں ہوں تیرا خیال ہے اور چاند رات ہے
دل درد سے نڈھال ہے اور چاند رات ہے

ندا فاطمہ......کراچی

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبع آزاد پہ قید رمضان بھاری ہے
تمہی کہہ دو یہی آئین وفاداری ہے؟

ماہم نعیم......گلشن اقبال

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
لو بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

حافظ فاریہ......وہاڑی

میرے مولا کرم کر، تو ایسا کر بھی سکتا ہے
میرے ہاتھوں کی جانب دیکھ انہیں تو بھر بھی سکتا ہے

طیبہ حنیف بٹ......سمندری

اپنے عکس کو چھونے کی خواہش میں پرندہ ڈوب گیا
پھر بھی لوٹ کر آئی نہیں دریا پر گھڑی دعاؤں کی
ڈار سے بچھڑا ہوا کبوتر شاخ سے ٹوٹا ہوا گلاب
آدھا دھوپ کا سرمایہ ہے آدھی دولت چھاؤں کی

نورین لطیف......ٹوبہ ٹیک سنگھ

روز آتے ہیں [illegible] ابرِ رحمت لے کر
میرے شہر کے [illegible] نہیں برسنے نہیں دیتے

[illegible]......[illegible]

ضبط کی کون سی منزل ہے کس مقام پر آ کر ہارے ہیں
اتنا تو مجھے [illegible] ہارے نام پر آ کر ہارے ہیں
کب جیت [illegible] نے کیا یہ ازل ابد کا قصہ ہے
[illegible] انجام پر آ کر ہارے ہیں

ثنا شاہ......چک سادہ گجرات

[illegible] اس رات بھی تمہیں مانگا تھا
[illegible] جس رات لوگ بخشش کی دعا مانگتے ہیں

نصیحہ آصف خان......ملتان

[illegible] کو ساون تو باہر برستا ہے
[illegible] دل کیوں اندر روتا ہے؟

فوزیہ سلطانہ......تونسہ شریف

منافقت کا نصاب پڑھ کر محبتوں کی کتاب لکھنا
بڑا کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستانِ گلاب لکھنا

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

عید کا رنگ چہرے سے چھپاؤں کیسے
تو میری روح میں ہے کہیں ڈھونڈنے جاؤں کیسے
میرا ہر دن تیری چاہت میں بنا عید کا دن
میں فقط ایک ہی دن مہندی لگاؤں کیسے

نادیہ عباس، مدیا قریشی، آمنہ وش نایاب......موسیٰ خیل

خوشبو سے ہواؤں سے نہیں ملتے کچھ لوگ

موسم کی اداؤں سے نہیں ملتے کچھ لوگ
مل جائیں تو جیون کو سجا دیتے ہیں لیکن
کھو جائیں تو دعاؤں سے نہیں ملتے کچھ لوگ
سیدہ حیا عباس..... تلہ گنگ

عید پہ ملنے کا وعدہ تھا جس کا
میں چاند کے ہمراہ اس کا رستہ دیکھوں گی
کوئی تو ایسی بھی عید آجائے گی
اجڑے دل کو میں بھی بستا دیکھوں گی
مسز نگہت غفار..... کراچی

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں آنہ پائے کہ جگنو نکل گئے
پھیلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے سلسلے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے
عائشہ پرویز..... کراچی

ساتھ رہتے ہیں میرے سب
مگر مطلب کی حدوں تک
کہیں تھکتی ہوں تو [illegible]
کہیں رکتی ہوں تو [illegible]
مدیحہ نورین مہک..... برنالی

یوں تو تیری چاہت سہانی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی
[illegible]..... اٹک

ہے چال فرنگی بھی بڑی عجیب سی
پنجرا بڑا کر کے کہتے لو آزاد ہو تم
فائزہ بھٹی..... پتوکی

میں اس کو چھوڑ تو سکتی ہوں مگر چھوڑ نہیں پاتی
وہ شخص میری بگڑی ہوئی عادت کی طرح ہے
حافظہ کبیرا..... 157 ای بی

ہمارے بعد نہیں آئے گا اسے چاہت کا ایسا مزہ
وہ لوگوں سے کہتا پھرے گا مجھے چاہو اس کی طرح
امبر گل..... جھنڈو، سندھ

جب بھی اک شام یاد آتی ہے
جیسے دنیا ٹھہر سی جاتی ہے

حادثے ایک پل نہیں رکتے
زندگی ہے کہ چلتی جاتی ہے
آمنہ امداد..... سرگودھا

کس کی مجال ہے کہ ہم کو خریدتا
ہم خود ہی بک گئے خریدار دیکھ کر
کوثر مہرین گل..... اورنگی ٹاؤن کراچی

تمہیں جب بھی ملیں فرصتیں میرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اداس ہوں مجھے کوئی شام ادھار دو
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو کہ چمک سکیں میرے خال وخد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ لو میرے سارے رنگ اتار دو
قرۃ العین پارس..... کراچی

لفظوں کی جہت میں ہے طاقت بہت چمکا دو مجھے
میں پھول ہوں میری نذر کردو مہکا دو مجھے
سایہ ہوں بھٹکتا ہوا تنہا تاریک راتوں میں
اپنی باہوں کی چاندنی میں پناہ دو مجھے
ماریہ انصاری..... کراچی

غریب شہر تہمت تراشنے والو
امیر شہر کا بھی شجرہ نسب دیکھو
شازیہ فریحہ شبیر..... شاہ کندر

کوئی ہمدرد نہ تھا، کوئی بھی درد نہ تھا
اچانک ایک ہمدرد ملا پھر اسی سے ہر درد ملا
صدیقہ خان..... باغ آزاد کشمیر

ذرا سا ہٹ کے چلتا ہوں زمانے کی روایت سے
کہ جن پہ بوجھ ڈالوں وہ کاندھے یاد رکھتا ہوں
طیبہ..... اٹک

استاد عشق سچ کہا بہت نالائق ہوں میں
مدت سے اک ہی شخص کو یاد کر رہا ہوں
کنزیٰ رحمان..... فتح جنگ

صحرا کے سمندر میں تو میرے ساتھ ساتھ چل
میں تیری راہوں میں پھول بن کر بکھر جاؤں گی

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

عید اسپیشل زردہ

اجزاء:-

چاول	ایک کلو
چینی	ایک کلو یا حسب پسند
دودھ	ایک پیالی
کھویا	ڈیڑھ پیالی
فریش کریم	ایک پیالی
بادام، پستہ	ایک پیالی
ناریل، کشمش	آدھی پیالی (ٹکڑوں میں کٹا ہوا)
	آدھی پیالی
اخروٹ	آدھی پیالی
سبز الائچی	چند عدد
چھوہارے	آدھی پیالی
زردے کا رنگ	آدھا چائے کا چمچ
گلاب جامن	چھ عدد
چم چم	چھ عدد
گھی	ڈیڑھ پیالی

ترکیب:-

چاولوں کو صاف کر کے زردے کا رنگ [illegible] کر دو اُبال لیں۔ دودھ میں ایک پیالی پانی ڈال کر پکائیں ساتھ ہی چینی اور کھویا حل کریں۔ آخر میں کریم ڈال دیں اور الگ رکھ دیں۔ ایک بڑی دیگچی میں گھی گرم کریں۔ الائچی کے دانے ڈالیں۔ اُبلے ہوئے چاولوں کی تہہ لگائیں پھر چینی آمیزے کی ایک تہہ لگائیں اس طرح تہہ در تہہ لگاتی جائیں ہلکی آنچ پر دم لگا دیں۔ ایک فرائی پین میں گھی گرم کریں۔ بادام، پستہ، ناریل، اخروٹ اور چھوہارے کو تل لیں۔ آخر میں کشمش ڈال کر یہ تمام میوہ چاولوں کے اوپر پھیلا کر ڈال دیں پانچ منٹ بعد ڈش میں مکس کر کے نکال لیں۔ گلاب جامن اور چم چم سے سجا کر عید پر پیش کریں اور داد حاصل کریں۔

کرن آفتاب ..... منڈی بہاؤ الدین

سویوں کا زردہ

اجزاء:-

سویاں	250 گرام
گھی	250 گرام
چینی	2 کپ
چھوٹی الائچی	10 عدد
لونگ	4 عدد
پانی	2 کپ
بادام، پستہ	حسب پسند
زعفران	چوتھائی چائے کا چمچ

زردے کا رنگ / چاندی کا ورق

ترکیب:-

چینی کو پانی میں ڈال کر اس وقت تک پکائیں جب تک چینی حل نہ ہو جائے۔ [illegible] کا رنگ ڈال کر گاڑھا ہونے تک پکائیں۔ [illegible] سویوں کو فرائی [illegible] یں۔ اس میں چھوٹی الائچی اور لونگ ڈال کر براؤن ہونے تک بھونیں اور اسے شیرے میں [illegible] اور پستہ بھی شامل کر لیں۔ دودھ میں زعفران [illegible] میں شامل کر دیں اور اس وقت [illegible] تک سویاں گل نہ جائیں اور شیرہ خشک نہ [illegible] سے دار سویوں کا زردہ تیار ہے۔ سرونگ پلیٹ [illegible] کر اس پر چاندی کا ورق سجا لیں۔

مکھی بٹ ..... کھاریاں

مکس فروٹ خرما

اجزاء:-

دودھ	ایک لیٹر
سویاں	آدھا کپ
الائچی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
عرق گلاب	آدھا چائے کا چمچ
کیلا	دو عدد (باریک کاٹ لیں)
سیب	دو عدد (باریک کاٹ لیں)
آم	ایک عدد (باریک کاٹ لیں)
انگور	آدھا کپ
بادام، پستہ	دو کھانے کے چمچ (باریک کٹا ہوا)
گھی	چار کھانے کے چمچ
کنڈینسڈ ملک	200 گرام

ترکیب:-

ثابت زیرہ کٹا ہوا	ایک ٹی اسپون
اناردانہ کٹا ہوا	ایک ٹی اسپون
بن	حسب ضرورت
چاٹ مصالحہ	حسب ضرورت
انڈا	ایک عدد
تیل	حسب ضرورت
ٹماٹر اور پیاز	گول کاٹ لیں
سلاد کے پتے	چند عدد

ترکیب:۔

ہری چٹنی، ہرا دھنیا ایک گڈی، ہری مرچ 4-3 عدد، کٹی لال مرچ ایک ٹی اسپون، املی کا گودا 1/2 کپ نمک حسب ذائقہ، زیرہ 2 ٹی اسپون، دہی کی چٹنی، دہی ایک کپ، چاٹ مصالحہ حسب ضرورت، پودینہ 1/2 گڈی، ہری مرچ 6 سے 8 عدد، زیرہ ایک ٹی اسپون، نمک حسب ضرورت تمام چیزوں اچھی طرح ملا لیں، کباب بنا کر اور انڈا لگا کر تل لیں۔ بن کو تیل لگا کر سینک لیں۔ بن کے اوپر کباب رکھیں ہری چٹنی، دہی کی چٹنی اس کے اوپر تمام چیزیں اور پیاز کے لچھے ڈالیں۔ چاٹ مصالحہ چھڑکیں اور بن کا دوسرا حصہ رکھ کر سرو کریں۔

تہمینہ شفیق — الہ موڑ

مٹن قورمہ۔

اجزاء:۔

نمک	حسب ذوق
تیل	چائے کے ۔۔
پسا دھنیا	حسب ضرورت
پسی لال مرچ	حسب ضرورت
ادرک لہسن پیسٹ	حسب ضرورت
ثابت گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
شاہ زیرہ	2/1 چائے کا چمچ
ادرک	2/1 کھانے کا چمچ
مٹن	850 گرام
دہی	250 گرام
گھی	3/1 کپ
آلو	4 عدد
پیاز	4 عدد
انڈے	6 عدد
لونگ	5-4 عدد
کالی مرچ	حسب پسند

ترکیب:۔

گھی گرم کریں۔ پھر اس میں پیاز تل کر نکال لیں اب اسی گھی میں پسا دھنیا، پسی لال مرچ، ادرک لہسن کا پیسٹ اور ثابت گرم مصالحہ ڈال کر پکائیں۔ اس کے بعد آلو ڈالیں اور ساتھ میں گوشت شامل کرتے جائیں۔ جب گوشت گل جائے تو اس میں دہی اور تلی پیاز ڈالیں اور دم پر رکھیں۔ اوپر سے پسی جائفل، جاوتری اور پسی الائچی شامل کر کے مزید کچھ دیر تک پکائیں۔

نکہت غفار — کراچی

[illegible] کباب

اجزاء:۔

قیمہ	ایک پاؤ
[illegible]	فرائی کے لیے
[illegible]	ایک عدد
[illegible]	حسب ضرورت
آلو	1/2 کلو
کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ	1 کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذوق
ہری مرچ	7-6 عدد
ہرا دھنیا	1/2 گڈی
املی کا پیسٹ	2 کھانے کے چمچ
مونگ پھلی	2 کھانے کے چمچ
پستہ	2 کھانے کے چمچ
انڈے	2 عدد
بریڈ کرمبز	1 کپ

ترکیب:۔

2 کھانے کے چمچ تیل گرم کر کے پیاز فرائی کریں۔ پھر اس میں قیمہ لہسن اور ادرک شامل کر کے بھون لیں۔ ساتھ ہی حسب ضرورت پانی ڈال کر قیمے کو گلا لیں اور پانی خشک کریں۔ آلو میں کالی مرچ، لال مرچ، نمک، ہری مرچ، ہرا دھنیا، املی کا پیسٹ، مونگ پھلی اور پستہ ڈال کر مکس کر لیں۔ اب قیمہ کو تھے

میں مکس کرکے کباب بنائیں اور انڈہ لگا کر بریڈ کرمبز سے کوٹ کرویں۔

عشرت نور ..... نیو کراچی

ایگ فرائڈ رائس

اجزاء:۔

بناپتی چاول	ایک کلو
انڈے	چھ عدد
ہری پیاز کے پتے	ایک پیالی
شملہ مرچ	ایک پیالی
سفید مرچ	ایک چائے کا چمچ
چکن کیوب ملا میدہ	ایک کھانے کا چمچ
تل کا تیل	چند قطرے
زردے کا رنگ	ایک چٹکی
گاجر	دو عدد
سویا سوس	دو کھانے کے چمچ
سفید سرکہ	دو کھانے کے چمچ
لہسن	چھ جوئے
تیل	آدھا پیالی

ترکیب:۔

ایک بڑی دیگچی میں چاولوں کو بہت سارے پانی کے ساتھ دو ڈی ابالیں۔ ساتھ میں سفید سرکہ [illegible] ڈال دیں۔ جب ابال آجائے تو پانی نکال [illegible] جائے تو دیگچی سے نکال کر اخبار پہ پھیلا دیں۔ ایک [illegible] میں [illegible] گرم کر کے لہسن ڈالیں اور گولڈن براؤن کر لیں۔ انڈوں کو پھینٹ کر زردے کا رنگ ملائیں۔ پھر تیل میں ڈال کر جلدی جلدی چمچ چلائیں۔ جب انڈوں کے ٹکڑے بن جائیں تو سبزیاں سویا سوس سرکہ چینی اور میدہ ڈال کر بھون لیں اور چاول ڈال دیں۔ اب دونوں ہاتھوں میں چمچ لے کر تیز آنچ پر چاول اوپر سے نیچے کریں۔ جب سب اچھی طرح مکس ہو جائیں تو تل کا تیل ڈال کر گرم گرم پیش کریں۔

نادیہ عمران ..... چیچہ وطنی

بھنا ہوا پیازی گوشت

اجزاء:۔

گائے کے پسندے	1/2 کلو
پیاز	موٹی کٹی ہوئی ایک پاؤ
ٹماٹر	2 عدد باریک کٹے ہوئے
ثابت ہری مرچیں	6 عدد
کٹی ہوئی کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
ادرک	باریک کٹی ہوئی (ایک کھانے کا چمچ) چھڑکنے کے لیے
پسی ہوئی لال مرچ	1/2 چائے کا چمچ
لیموں کا رس	4 کھانے کے چمچ
نمک	1/2 چائے کا چمچ
تیل	1/2 پیالی

ترکیب:۔

پسندوں کو نمک ڈال کر ابال لیں۔ دیگچی میں تیل گرم کر کے [illegible] سنہری کریں۔ گوشت نکال کر دیگچی میں شامل کریں اور اس کی [illegible] محفوظ کر لیں۔ دیگچی میں کالی مرچ، لال [illegible] ہری مرچیں [illegible]، ادرک اور نمک ملائیں۔ اس میں لیموں کا رس اور [illegible] ملا کر چند منٹ تک پکائیں اور ڈش میں [illegible] ادرک چھڑک کر پیش کریں۔

مہوش فاطمہ ..... ساہیوال

اسپیشل سویاں

اجزاء:۔

سویاں (چورا)	2 کپ
کنڈینسڈ ملک	2 ٹن پیک
دودھ	ایک کلو
سبز الائچی	8 عدد (چھلی ہوئی)
بادام (فرائی کیے ہوئے)	12 عدد
چھوارے (فرائی کیے ہوئے)	1 پاؤ

ترکیب:۔

گھی اچھی طرح گرم کرکے اس میں سبز الائچی اور سویاں ڈال کر اچھی طرح بھونیں پھر دودھ شامل کریں اور 10 منٹ پکائیں پھر اس میں کنڈینسڈ ملک بھی شامل کرکے گاڑھا ہونے تک پکائیں اور اس میں بادام اور چھوارے بھی شامل کر لیں اور چولہے سے اتار لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر نوش فرمائیں۔ مزیدار اسپیشل سویاں تیار ہیں۔

نزہت جبین ضیاء

شیر خورمہ

اشیاء:۔

بیوٹی گائیڈ

روبینا احمد

عید کے دن لائٹ میک اپ سے خود کو دل آویز بنائیں

پھولوں، خوشبوؤں اور رنگوں کا دن عید کا دن، عید کی آمد آمد ہے اور خواتین کی تیاریاں اپنے پورے عروج پر پہنچ چکی ہیں ہر کوئی اپنی سج دھج میں باکمال نظر آنا چاہتا ہے خواتین کی سج دھج میں میک اپ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے جو ان کے چہرے کو چاند چہرہ بنائے۔

بے رونق چہرہ بھی میک اپ کی صناعی سے دلکش اور دل آویز ہو جاتا ہے عید کا دن جو چمکتے دمکتے چہروں کا دن ہے بھلا وہ میک اپ کے بغیر کیسے مکمل ہو سکتا ہے آپ کا لباس خوب صورت ہے اور جیولری بھی شاندار لیکن اگر آپ کا چہرہ پھیکا اور بے رونق ہے تو آپ کے لباس اور جیولری کا حسن ماند پڑ جائے گا کیونکہ لوگوں کی پہلی نظر چہرے پر ہی پڑتی ہے عید کے دن صبح نیا لباس زیب تن کرنے کے بعد چند لمحے آئینے کے سامنے بیٹھیں اور اپنے چہرے کے حسن کو نکھارنے اور اس میں دلکشی پیدا کرنے کے لیے ہلکا پھلکا میک اپ ضرور کریں جو آپ کو اس حسین تہوار کا حسین جز بنا دے گا۔

میک اپ سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ فیشل اور بلیچ ہمیشہ عید یا تقریب سے دو روز پہلے کریں۔

1:۔ میک اپ کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے چہرے پر بیس لگانے کا اپنی اسکن کے مطابق فاؤنڈیشن کا کلر منتخب کریں چہرے پر براہ راست کبھی فاؤنڈیشن نہ لگائیں کیونکہ چہرے کی جلد حساس ہوتی ہے اسے اسفنج میں لگا کر چہرے پر لگائیں اس کے بعد اسفنج کی مدد سے فیس پاؤڈر لگائیں بعد میں اسے برش کی مدد سے صاف کر دیں بیس لگاتے وقت یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اگر آپ کا چہرہ خشک ہے تو آئلی بیس استعمال کریں اور اگر چہرہ آئلی ہے تو واٹر بیس استعمال کریں۔

2:۔ اب آنکھوں کے میک اپ کی باری ہے آنکھوں پر آئی شیڈو کا انتخاب اپنے لباس کی مناسبت سے کریں۔

3:۔ لائنر کی ہلکی سی لکیر بھی خوبصورتی دیتی ہے آئی لیشس بھی آپ لگانا چاہیں تو لگا سکتی ہیں لائنر کے بعد مسکارا لگائیں۔

4:۔ اب بلش آن کی باری ہے برش کی مدد سے گالوں پر ہلکا سا ٹچ دے دیا جاتا ہے۔ لباس کی مناسبت سے براؤن یا میرون کلر کا استعمال کریں ویسے براؤن ہر لباس پر چل جاتا ہے۔

5:۔ لپ اسٹک لگائیں۔ آپ کوئی ایک کلر منتخب کریں اور اس کلر سے ایک نمبر ڈارک لپ پنسل استعمال کریں پنسل سے لائن بنا کر ہونٹوں پر لپ اسٹک سے فلنگ کریں لپ اسٹک تھوڑی لائٹ رکھیں اور اگر پنسل لائٹ ہے تو لپ اسٹک ڈارک رکھیں۔

اب آپ کا میک اپ مکمل ہوا اس میں بمشکل پندرہ منٹ لگیں گے اس کے بعد آپ بالوں کو سمیٹ کر کیچر کی مدد سے جوڑا بنا سکتی ہیں یا ڈھیلی سی چوٹی باندھ کر گجرا لگا سکتی ہیں آپ بھی چاہیں تو پانچ منٹ میں اپنے بالوں کو یہ شکل دے سکتی ہیں تیاری کے بعد آئینے میں ایک نظر دیکھیں کیا یہ وہی چہرہ ہے جو تھوڑی دیر پہلے تھا صرف بیس منٹ کی کوشش نے آپ کے چہرے کو ایک نئی زندگی اور شگفتگی بخش دی ہے۔

ہالہ سلیم ...... کراچی

گیسوئے حسن کو نکھاریے

چہرے کا میک اپ بالوں کے اسٹائل کے بغیر نامکمل رہتا ہے۔ بالوں کی آرائش کا انداز وقت کے ساتھ کافی بدل گیا ہے۔ کچھ دنوں پہلے تک بیک کامنگ کا رجحان تھا مگر اب بالوں کو سیدھے سادھے انداز میں بنانے کا فیشن ہے اگر بال لمبے ہیں تو مختلف انداز میں چوٹی گوندھ کر اسے گجروں کی مدد سے سجا دیں یا پیچھے سے بالوں کو سمیٹ کر جوڑا باندھ لیں اور جوڑے میں پھول یا گجرے سجا لیں۔ بالوں کو کھلا رکھنے کا فیشن بھی ان ہے

اگر آپ کے بال گھنے اور سلکی ہیں تو کھلے بال آپ کی شخصیت کے حسن کو بڑھا ئیں گے اگر لمبائی میں چھوٹے ہیں تو آپ انہیں بلوڈرائیر کر سکتی ہیں۔ اگر آپ عید کے دن کی تیاری کر رہی ہیں اور عید کا دن آپ کو گھر پر مہمانوں کی خاطر مدارت سے گزارنا ہے تو بالوں کا لائٹ اسٹائل مناسب ہے، بالوں کو ایسا اسٹائل دیں جو آپ کو ڈسٹرب نہ کرے، سارا دن گھر کے کام کاج کے دوران آپ کو خوب صورت لک بھی دے اور سمٹا بھی رہے۔ سادہ سی چوٹی بنا کر آپ اسے گجروں سے بھی سجا سکتی ہیں بال اگر گھنے ہوں تو اس میں اسٹائل بہت اچھا بنتا ہے خواہ وہ لمبائی میں زیادہ ہوں یا کم لیکن کم گھنے بالوں کو بھی خوب صورت شکل دی جا سکتی ہے ہلکے بالوں کو کھلا رکھنے کے بجائے سمیٹ کر رکھنا زیادہ بہتر ہے یا پھر اسے پرم کروا کر گھنا کرلیا جائے پھر آپ کھلے بالوں میں حسین نظر آ سکتی ہیں۔

لمبے بالوں کے لیے بہت سے اسٹائل ہیں مختلف انداز کی چوٹیاں، جوڑے، سوئس رول یا پھر کھلے بال بھی آپ کی شخصیت کو سحر انگیز بنائیں گے لیکن چھوٹے بالوں کے لیے چند مخصوص اسٹائل ہیں ان دنوں زیادہ تر خواتین چھوٹے بالوں کو بلو ڈرائی کرتی ہیں یہ طریقہ آسان بھی ہے اور خوب صورت بھی ان دو بالوں کے جو اسٹائل ان ہیں ان میں بالوں کو آگے سے ٹوئسٹ کر کے پیچھے چوٹی یا جوڑا بنانا سیدھی مانگ نکال کر آگے سے چپٹین اسٹائل دے کر سادہ یا فرنچ چوٹی بنانا، چوٹی میں بیٹس یا مختلف اسٹائل کی کلپس لگانا، سادہ جوڑا بنانا، کلپ اور کیچر کی مدد سے بالوں کو پیچھے کی طرف سمیٹ کر جوڑے کی شکل دینا کیچر کی مدد سے سوئس رول بنانا۔

1:۔ بالوں کو اوپر نیچے سے دو حصوں میں کرلیں اوپر والے حصے کو چہرے کے دونوں طرف ڈالیں، پہلے ایک حصے کو لیں اس کے مزید چار حصے کرلیں۔

2:۔ ان چاروں کو باری باری کنگھی کی مدد سے ہاتھوں میں لیں، بالوں کو سلجھائی جائیں اور ٹوئسٹ کر کے پیچھے کی طرف لائیں اور پن لگادیں اسی طرح چاروں حصوں کو ٹوئیسٹ کر کے پیچھے کی طرف پنوں سے لگا دیں اس کے بعد اسی طرح دوسری طرف کے بالوں کا کریں چار حصے کر کے چاروں کو ٹوئیسٹ کرلیں۔

3:۔ جن بالوں کو آپ نے ٹوئیسٹ کیا ہے ان ہی کو پیچھے کی طرف سے ہاتھ میں لیں اور کرل کر کے ٹوئیسٹ کے آخری سرے پر Rings کی طرح بنادیں اس طرح آپ نے ٹوئیسٹ کیے ہوئے بالوں کو جن پنوں کی مدد سے سمیٹا ہے وہ ان خوب صورت Rings سے چھپ جائیں گے اور ایک اچھا لک بھی دیں گے۔

4:۔ پیچھے بچے ہوئے تمام بالوں کو سمیٹ کر فرنچ اسٹائل کی چوٹی بنالیں۔

5:۔ چوٹی سے نیچے کر اوپر Rings تک بیٹس لگالیں اس سے چوٹی کی خوب صورتی واضح ہوگی۔

6:۔ پیشانی پر پڑے ہوئے بالوں میں ہلکا سا جیل Gel ذرا سا لگالیں۔

پیچھے عید کے دن کے لیے ایک خوب صورت اور منفرد اسٹائل تیار ہے اس میں آپ تبدیلی بھی کر سکتی ہیں یعنی اگر سامنے کے بالوں کو ٹوئیسٹ کرنے کے بعد آپ پیچھے چوٹی نہ بنانا چاہیں تو اسے جوڑے کی شکل بھی دے سکتی ہیں۔ مگر یہ جوڑا گردن سے ذرا نیچے ہونا چاہیے تاکہ بالوں کے آگے کا اسٹائل خوب صورت لگے، جوڑا بنا کر اس میں گلیٹرز لگالیں کیونکہ چوٹی میں تو آپ نے بیٹس لگائے تھے جوڑے میں بیٹس نہیں لگا سکتیں اس میں گلیٹرز ہی اچھے لگیں گے۔

عائشہ حنیف...... خانیوال

جب تم لوٹ آؤ گے

عید کے آنے میں ابھی چند دن باقی ہیں
کسی کو کسی کے آنے کی لگن ہے
ہر کوئی عید کی تیاری میں مگن ہے
پر میرا حال ایسا ہے
جب سے تم سے بچھڑی ہوں
کیا کوئی ہلال عید......
کیا کوئی مبارک باد......
گھر کو تیری یادوں سے اس طرح سجایا ہے
تیری شوخ باتوں کے رنگ برنگے پردے ہیں
تجھ سنگ بیتے لمحوں کی ہری بیلوں کو
آنسوؤں کے پانی سے ہرا بھرا رکھ کر
ہر طرف لگایا ہے
خود تو تنہائی اور اداسی کی سیاہ چادر اوڑھی ہے
میری جاگتی آنکھوں میں خواب ایک حسین دیا ہے
میرے غم نے دل میں ایک یقین سا ہے
کہ آنے والی عید دل میں
تم لوٹ آؤ گے
مل کے چاند دیکھیں گے
پھر دعا بھی مانگیں گے
پھر سب کی طرح میں بھی
گھر کو سجاؤں گی
جب تم لوٹ آؤ گے
"عید میں مناؤں گی"

ام ثمامہ...... جھنڈو

روز عید

حنا ہتھیلی پر
چاند ٹھہرا جبیں پر
ارغوانی ہونٹ
پازیب چھنکتی پیروں میں
چوڑیوں کی کھنک
رنگوں کی دھنک
آنکھوں میں گجرا، بانہوں میں گجرا
ریشمی سرسراتا پیراہن
خوشبوؤں سے لبریز
کیے سولہ سنگھار
پھر بھی من اداس
آج عید ہے
نگاہ میں حسرت دید ہے
وصل کی گھڑیوں کی چاہت لیے
سے تھا انتظار
لوٹ آئیں گی خوشیاں مسکرا اٹھیں
وہ ہم سے ملنے کو آئیں

فصیحہ آصف خان...... ملتان

بلاعنوان

سنو!

جب چاند رات کی شب
ہلال عید مسرتوں کی نوید دے
ستاروں کی دمک بڑھ جائے
اور ہزاروں قہقہوں کے درمیان
جب تمہیں میری ہستی کی کمی محسوس ہو
تو مبارک باد دینے چلے آنا

سویرا فلک...... ایف بی ایریا، کراچی

مشرقی عورت

بہت دن ہوگئے مجھ سے تو کچھ لکھا نہیں جاتا
میری سوچیں کچن میں ہلدی اور مرچ کے ڈبوں میں
سانس لیتی ہیں
مجھے ہر نظم کے مصرعے گندم کے آٹے میں گندھے
محسوس ہوتے ہیں
میری اب ہر کتھا روٹی کے کناروں میں گھومتی پھرتی ہے
اور میں چمٹے سے اسے باہر جو کرنا چاہتی بھی ہوں تو روٹی
ٹوٹ جاتی ہے
میری سوچوں کی طرح روٹی ٹوٹ جاتی ہے
اور میں پھر سے نئی روٹی بناتی ہوں

اور اپنی ہر کہانی کو
چولہے میں جلاتی ہوں
میں پھر یہ بھول جاتی ہوں
کہ میں تو ایک لکھاری ہوں
اگر کچھ یاد رہتا ہے تو
بس یہ کہ
مجھے اک مشرقی عورت کی طرح کام کرنا ہے
فقط روٹی ہر سوئی کا مجھے تو کام کرنا ہے
یہی میرا فریضہ ہے یہی میری کہانی ہے
نئی ہو یا پرانی ہو
مشرقی عورت کی کُل
بس یہی کہانی ہے

سباس گل...... رحیم یار خان

غزل

دلکش دلکش بہاروں کا ساتھ
کسی کے مسکتے اشاروں کا ساتھ
میرا دل ہے اب تک اسی سوچ میں
بھلا کون دے گا غم کے ماروں کا ساتھ
بہت ہم نے چاہا مگر دوستو
ملا نہ ہمیں اپنے پیاروں کا ساتھ
کناروں نے کسی کا دیا ساتھ کب
نہیں چاہیے ہمیں کناروں کا ساتھ
بناتے رہے ہم جہاں آشیاں
رہا رانا ہر دم شراروں کا ساتھ

قدیر رانا...... راولپنڈی

غزل

کچا سا کوئی گھر ہو جو بنیاد کے بغیر
میں جی رہا ہوں آج بھی اولاد کے بغیر
اب دیکھ میری جان تجھ کو بھول بھی گیا
سب دن گزر رہے ہیں تیری یاد کے بغیر
جب محفلوں میں چار سو خوشیاں سی ہوں
ہم شعر کیا سنائیں کسی داد کے بغیر
اس دل کی داستاں بھی بھلا کس طرح لکھیں
اس داستاں کا کیا مزہ روداد کے بغیر
اب آئینے میں دیکھ میرا عکس بھی نہیں
اب مر گیا ہمزاد بھی دلشاد کے بغیر
کچھ اس طرح سے دوستو میں سرخرو ہوا
میں خود صلیب پر گیا جلاد کے بغیر

راشد ترین...... مظفر گڑھ

پیارے بھائی جازی کے نام

آج یکم شوال ہے بھیا
مجھ کو تیرا خیال ہے بھیا
تیرے ہجر میں تو کیا جانے
دل کتنا نڈھال ہے بھیا
کون لائے گا چوڑیاں میری
کس کو میرا خیال ہے بھیا
تیرے بنا اس دنیا میں
[illegible] اب کال ہے بھیا
[illegible] آج یہ بھید کھلا ہے
[illegible] ڈھال ہے بھیا

سیدہ جیا عباس...... تلہ گنگ

نئی رخصت

[illegible] کا آسرا پھر کیا ہوگا
سب کچھ تو بدل گیا ہوگا
آج تو زندگی اپنی ہے
کل جانے کون کس کا ہوگا
ہوسکتا ہے کبھی رستے میں ملیں
اور سمجھیں کہ نظر کا دھوکہ ہوگا
برسوں بعد کی ملاقات میں
کون کس کو پہچانتا ہوگا
کس کو تم سے اتنی محبت ہوگی
کون تمہیں اتنا جانتا ہوگا
یادوں کی نرم ریت پہ
تمہارا نام مٹا مٹا ہوگا
سب باتیں بھول گئی ہوں گی
ہر منظر دھول سے اٹا ہوگا
تیری عمر ڈھل گئی ہوگی
میرا چہرہ بدل گیا ہوگا

بھول جانا آساں تو نہیں تمہیں
مگر وقت کا تقاضا ہوگا

ثمینہ احمد ..... جھنگ صدر

تم بن

اب کی بار عید پر
سنوروں بھی تو کس کے لیے
میری پائل کی جھنک
ادھوری تم بن
میری چوڑی کی چھنک
ادھوری تم بن
میرے کنگن کی کھنک
ادھوری تم بن
میری حنا کی رنگت
ادھوری تم بن
میرے آنچل کی دھنک
ادھوری تم بن
میرے گیسوؤں کی مہک
ادھوری تم بن
میرے رخساروں کی دمک
ادھوری تم بن
میرے جوڑے کی رونق
ادھوری تم بن
آ جا میرے سنگھار کی تکمیل بن جا
کہ بنا تیرے میری عید بھی ادھوری ہے
اب کی بار عید پر
سنوروں بھی تو کس کے لیے

نگہت اسلم چوہدری ..... آزاد کشمیر

غزل

ادھورے لوگ ہیں ہم تو ادھوری ذات رکھتے ہیں
ادھورے [illegible] اپنے ادھوری بات رکھتے ہیں
ادھوری سی تعبیریں، ادھوری ہیں لکیریں بھی
ادھورے خواب ہیں سارے ادھورے [illegible] رکھتے ہیں
جب دل شور کرتا ہے تو آنکھوں کو [illegible] ہے
جب دل کا زیاں [illegible] تب [illegible] رکھتے ہیں

سنا ہے تیز آندھی میں انا کی بجلی کوندتی ہے
یہ من کے موسم ہیں، یونہی برسات رکھتے ہیں
دم رخصت کے وہ لمحے دم رخصت کی وہ باتیں
برسوں سے سنبھال کے ہم آخری ملاقات رکھتے ہیں
لاچار ہیں ہم تو تمہیں کس بات کا زعم ہے؟
نہیں تقدیر کے مارے تدبیر کی مات رکھتے ہیں
ہمارا تذکرہ چھوڑو، سنو! فریاد سے بھاگو
مانا لب وا نہیں کرتے مگر جذبات رکھتے ہیں
یہی دستور الفت ہے تو تقاضا کچھ نہیں کرتے!
خود اپنی آگ میں جلتے ہیں چلو صدمات رکھتے ہیں
ضبط کی چھاؤں میں کوئی کیوں پناہ لے گا؟
زمانہ ہمیں ہی جلاتا ہے جو یہ سوغات رکھتے ہیں
زمانے کے رواجوں نے چندہ یہ دن بھی دکھایا ہے
بے گناہ ہو کر بھی اپنے سر الزامات رکھتے ہیں

چندا چوہدری ..... حویلیاں کینٹ

غزل

الگ سب سے جدا اور ملا مختلف
جیسے ہے میرے دل کی صدا مختلف
ہم نہیں وہ جو جھک جاتے ہیں وقت پہ
ہے طبیعت میں اپنی انا مختلف
میں نے جس کو سنائی تھی حسن کتھا
اس سے کہنا تھا کچھ اور کہا مختلف
جس سے آتی تھی اس کے بدن کی مہک
آج گلشن میں ہے وہ ہوا مختلف
کردے مجھ کو ہر غم سے بیگانہ وہ
بات ایسی ہی کوئی بتا مختلف
مجھ کو رکھنا سدا آپ اپنے لیے
تیری خاتم کی ہے یہ دعا مختلف

فریدہ جاوید فری ..... لاہور

غزل

کبھی رخ دکھاؤ ذرا دھیرے دھیرے
یوں نظریں ملاؤ ذرا دھیرے دھیرے
[illegible] پھولوں کلیوں کے کھلنے کا موسم

کبھی خال و خد کی تب و تاب سے ہی
وہ بجلی گراؤ ذرا دھیرے دھیرے
بسیرا ہے ہر سو عجب خامشی کا
وہاں پائل جگاؤ ذرا دھیرے دھیرے
مجھے قتل ہونے کا بھی لطف آئے
جو مقتل سجاؤ ذرا دھیرے دھیرے
وفاؤں کو دی ہے نئی زندگانی
کبھی آزماؤ ذرا دھیرے دھیرے
تجھے حال دل میں سناتا ہوں اپنا
مجھے تم سناؤ ذرا دھیرے دھیرے
میرے شعروں میں نغمگی آپ کی ہے
انہیں گنگناؤ ذرا دھیرے دھیرے
مقدر پہ اپنے کیوں نہ ہوں نازاں
جو دل میں بساؤ ذرا دھیرے دھیرے
قدم آج ساحل کے بھی ڈگمگائیں
نظر سے پلاؤ ذرا دھیرے دھیرے

خالد ایاز ساحل..... حافظ آباد

غزل

اسے میری وہ بچپن کی شرارت یاد آجائے
کبھی کچھ بھول بھی جائے محبت یاد آجائے
اسے پوجا اسے چاہا اسے مانگا بھی [illegible] ہم نے
میری سچی محبت کی [illegible] یاد آجائے
کسی کے پیار کی خاطر یہ [illegible]
اسے میری زمانے سے بغاوت یاد آجائے
ہمیں وہ بھول ہی بیٹھا نجانے کس طرح لوگو
خدارا اب اسے میری شکایت یاد آجائے
ہمیں وہ جان سے پیارا اسے معلوم ہی کب ہے
میری پہلی محبت کی حکایت یاد آجائے
اسے میں پیار کرتی ہوں اس پر جان دیتی ہوں
فری اب اسے میری سخاوت یاد آجائے

فریدہ فری یوسفزئی..... لاہور

نظم

دل ہیں پریشاں
آنکھیں ہیں نم
کچھ فہم میں نہیں آتا
سب کچھ ہے عقل سے بالاتر
کیا کروں مولا!
پر کٹھن لمحات میں
جب تجھ سے مانگنے کے لیے
اٹھاتی ہوں ہاتھ اپنے
ندامت سے عرق ریز ہوتی ہے پیشانی
مانگوں تو کیسے مانگوں مولا
گناہوں سے وجود ہے سیاہ
ضمیر ہے سویا ہوا
رحم کر مجھ پر اے مولا
میرے وطن عزیز کی بدحالی
بدامنی و دہشت گردی
فرقہ واریت کی وبا [illegible]
پھیروں [illegible]
[illegible] لے مولا
[illegible]
[illegible] میں
[illegible] ہیں بے آسرا
تیز دھوپ سے جل رہے ہیں
بچے بھوکے مر رہے ہیں
امیر کرتا ہے عیاشی
سبق ان کو سکھا میرے مولا
خوف و ہراس کی فضا میں
عوام کی بوکھلاہٹ دیکھ کر
دل چاہتا ہے شازیہ
زمین بوس ہو جاؤں مولا
مگر ہوگا وہی
جو تو چاہتا ہے میرے مولا
دل ہیں پریشاں
آنکھیں ہیں نم
کیا کروں مولا!

شازیہ ہاشم..... قصور

نظم

عشق کرنا نہیں آسان کوئی
جب ملتا تھا وہ مجھ سے بھی
ہر بار یہی وہ کہتا تھا
مجھے آپ کے شہر کا موسم
میرے یار سہانا لگتا ہے
ترے شہر کے ان باغیچوں سے
مجھے عشق ہے کھلتے پھولوں سے
مرے گھر سے چرا کر پھولوں کو
وہاں سے کھیلا کرتا تھا
مجھے ان پھولوں کی پتیوں سے
خوشبو وفا کی آتی ہے
کیا مری طرح اے یار بتا
تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟
یہ بات ہے سچ کیا سمجھاؤں
عشق کرنا نہیں آسان کوئی
یہ سن کے وہ مجھ سے رخصت ہوا
پھر مجھ سے ملنے آیا جب
سب پھول وہ میرے آنگن کے
پتیوں کی مانند بکھرے تھے
بے بس نگاہوں سے اپنی
پہچان سکا نہ وہ پرویز
وہ پتیاں کہاں تھیں پھولوں کی
وہ میرے دل کے ٹکڑے تھے
جن ٹکڑوں پر تصویر وہ اپنی
دیکھ رہا تھا ناز کے ساتھ

محمد بلال پرویز ..... اٹک

آنسو.....!

بن دیکھے آنسو
دیکھے ہیں میں نے
بن دیکھے آنسو
کھلونوں کی دکان کے سامنے کھڑے
غریب بچے کی آنکھ میں
دیکھے ہیں میں نے
بن دیکھے آنسو

اس بے بس عورت کی آنکھ میں
جس کے سامنے اس کا معصوم بچہ
بھوک سے بلک رہا ہے..... تڑپ رہا ہے
کہ جاتے ہیں یا آنسو فلک پہ آہ بن کر
پلٹتے ہیں فلک سے عذاب بن کر

فوزیہ سلطانہ..... تونسہ شریف

لال چوڑیاں

تمہیں یاد ہے
اک دن تم نے وعدہ کیا تھا
کہ عید پر
میرے لیے لال چوڑیاں لاؤ گے
سنو جاناں
عید آ رہی ہے
کیا تم چوڑیاں لاؤ گے
یا پھر وعدے کی طرح
بھول جاؤ گے؟

عائشہ نور..... شادیوال گجرات

نظم

اے میری وطن کی مٹی کیسے کہوں عید مبارک
تیری اس مٹی میں
بہت معصوم بے گناہوں کے
خون پانی کی طرح بہہ رہے ہیں
کیسے کہوں ہم وطنوں عید مبارک
میری ماؤں کے جگر گوشوں کے
جوان لاشوں پہ
آہ و زاری، بے بسی ہے

صنم ناز..... گوجرانوالہ

سنو.....!!

سنو! اے جان پاکیزہ
میرے تڑپتے تڑپتے جیون پہ
آسمان کی طرح سائبان بن کر چھا جاؤ.....
کبھی تو کبھی نہ واپس جانے کے لیے
اپنا دیدار کراؤ

ساون میں بھیگے سرخ گلاب
شبنمی صبحوں کی نازک تتلیاں
سرمئی شاموں کے رنگ برنگے پنچھی
اور سرد راتوں کے تنہا سلگتے سسکتے بلکتے میرے پل
تمہیں آواز دیتے ہیں
تمہیں واپس بلاتے ہیں
تم سے یہی گزارش کرتے ہیں
دل سے دل کی راہ سے
لوٹ آؤ......

جان جاناں!
اب تو چاندرات کے سنگ
میرے روبرو آؤ......
عید سے پہلے میری عید کراؤ......
سنو!
تمہاری "دید" میری "عید" ہے

پاکیزہ سحر...... تلہ گنگ

شرمندہ ہیں ہم اے ارض وطن

شرمندہ ہیں ہم اے ارض وطن
جو تجھ کو پا کے کھونے چلے
نفرت کے بیج کو بونے چلے
اپنا ہی اجاڑ کے تن، من دھن
شرمندہ ہیں ہم اے ارض وطن
بس بولے لفظ ہیں نعرے ہیں
جو بھی الفاظ ہمارے ہیں
نہیں عمل کا باندھا ہے سر پر کفن
شرمندہ ہیں ہم اے ارض وطن
آزادی کی اس نعمت کو
رب کی بخشی اس رحمت کو
خود لگانے چلے ہیں ہم گرہن
شرمندہ ہیں ہم اے ارض وطن
پاک فوج کے شہداء کے صدقے
کچھ ہم کو بھی جرأت ملے
تو مہر چمکیں ہم جو اہرمن
شرمندہ ہیں ہم اے ارض وطن

مہر گل...... اورنگی ٹاؤن

پاکستانی فوج

چاندرات کے پرکیف لمحات میں
عید کے پرلطف لمحات میں
ہر پل ہر لمحہ ہمیں
انہیں یاد کرنا ہے
پاکستانی فوج کے جوانوں کو
ہمیں یاد رکھنا ہے
ماؤں کے جو آنکھ کے تارے ہیں
نجانے کتنے بہن، بھائیوں کے
دولارے ہیں
باپ کے کہلاتے جو
راج دلارے ہیں
نجانے کتنے بچوں کے دوبیارے ہیں
بس
[illegible] سب اٹھائیں ہاتھ
[illegible] ہے
[illegible] کے سہارے ہیں وہ
شہید ہوئے جو اس جنگ میں
ان پر ہمیں فخر کرنا ہے
کہلائے جو غازی اس میدان میں
ہمیں انہیں سلام کرنا ہے
ہاتھ اٹھائیں دعا کے لیے جب بھی ہم
انہیں نہیں بھولنا ہے
چاندرات کے پرکیف لمحات میں
عید کے پرلطف لمحات میں
ہر پل ہر لمحہ ہمیں
انہیں یاد کرنا ہے
پاکستانی فوج کے جوانوں کو
ہمیں یاد رکھنا ہے

دعا رانی...... اسلام آباد

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

نازیہ کنول نازی اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز سب سے پہلے تو مجھے مبارک باد دو اور ڈھیر ساری دعائیں بھی ارے بھئی میری منگنی ہوگئی ہے آپی نازی میری منگنی آپ کے شہر ہارون آباد میں ہوئی ہے سمجھو میں آپ کے سر پر سوار ہونے والی ہوں عنقریب (ہاہاہا) آپی میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں پلیز مجھے رابطہ کا کوئی طریقہ بتائیں اور ہاں مدیحہ نورین، شاد زندگی، زنیرہ طاہر، فائزہ بھٹی، ارم کمال، آپی پروین افضل آپ سب کو بہت بہت رمضان مبارک ہو روزے ضرور رکھنا کوئی بہانہ نہیں چلے گا (ہاہاہا) اور سنو میرے لیے دعا بھی ضرور کرنا پلیز، سباس گل آپ جنگ سنڈے میگزین میں بھی انٹرویو دے رہی ہیں بہت اچھا لگا پارس شاہ (چکوال) آپ مجھے اپنی سی لگتی ہو یار اور ہاں دوستو! میری طرف سے عید کی مبارک باد بھی لے لو ورنہ بعد میں مجھے نہ تو ٹائم ملے گا اور نہ ہی آنچل میں جگہ، پر میں بھی اتنی آسانی سے جان نہیں چھوڑنے والی اپنے لیے جگہ بنا ہی لیتی ہوں آنچل میں (ہاہاہا) اجازت چاہتی ہوں آپ سب کی اپنی۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

فیملی اینڈ فرینڈز کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تمام اہل اسلام اور اہل پاکستان کو رمضان المبارک کی پرنور ساعتیں مبارک ہوں۔ اللہ پاک ہم سب کو اس ماہ کی رحمتوں اور نعمتوں سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ دوستو اس رمضان میں میرا اور مریم کا اعتکاف کا ارادہ ہے (ان شاء اللہ)۔ آپ لوگ دعا کرنا اللہ پاک قبول فرمائے، آمین۔ امی جی، ابا جی، بھائی جان ذیشان، اسماء بھابی، میری لاڈلی بھانجی ہما اور کیوٹ سے بھتیجے انس ابرار آپ سب کی برتھ ڈے ہے مبارک ہو، مالک ارض و سماں آپ سب کو صحت، عزت، کامیابیاں، خوشیاں اور عمر دراز عطا فرمائے، آمین۔ امی، ابا جی آپ کا سایہ اللہ تعالیٰ ہمارے سروں پر تا قیامت سلامت رکھے اور آپ کو اولاد کی خوشیاں دیکھنا نصیب ہوں آمین۔ ہما کی امی آپ کو کیسا لگا لاڈو رانی کا برتھ ڈے سرپرائز۔ ناظمہ بھابی آپ بھی بتایئے گا کیسا لگا سرپرائز۔ اب منہ بولی پھپھو ہوں انس کی سرپرائز تو دوں گی 2 جولائی کو برتھ ڈے وش کروں گی تو کبھی 2 ستمبر کو کروں گی اور مریم اللہ پاک تمہیں دنیا و آخرت کے امتحانات میں کامیاب فرمائے، آمین اور آنچل والوں آپ میں سے جو مجھ سے دوستی کرنا چاہے سو بسم اللہ میں حاضر لیکن ابھی اجازت چاہوں گی فی امان اللہ پاکستان زندہ باد مبارک رہی پائندہ باد۔

خنساء عبدالمالک...... گوجر خان

پیاری دوستوں اور عفت آپی کے نام

جیا جی! نئی زندگی کی شروعات مبارک ہو اللہ آپ کو آپ کے گھر میں سدا خوشحال رکھے آپ کے سر پر سہاگ کی اوڑھنی قائم و دائم رہے۔ فریحہ شبیر تمہیں میں بھول ہی نہیں سکتی میری ایک اسٹوڈنٹ تمہاری ہم نام میری چہیتی ہے وہ، عفت سحر خواتین میں آپ کی تحریر "بن مانگی دعا" پڑھ رہے ہیں پلیز آنچل کے لیے بھی وقت نکالیں اور اپنے اسی مخصوص بے ساختہ اور شگفتہ انداز میں کوئی تحریر لکھ ڈالیں۔ مدیحہ نورین، سیدہ جیا جی، صوفیہ صدیقی، انتخاب اور غزل پسند کرنے کا شکریہ، وجیہہ خان آپ بھی شگفتہ تبصرے کرتی ہیں۔ حافظہ صمیرا جی دلچسپ حقائق، دلچسپ تو تھے مگر پہلا نکتہ غلط ثابت ہوا میں کئی مرتبہ خواب میں وہ چہرے بھی دیکھتی ہوں جنہیں حقیقت میں کبھی نہیں دیکھا ہوتا شمع مسکان کیسی

ہو یار اور اس دفعہ کہاں غائب ہو گرمی کی وجہ سے بی پی تو لو نہیں ہو گیا۔ پھر ملیں گے اگر زیست نے اجازت دی۔

مہر گل، دعا گل...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

کچھ اپنوں کے نام

سب سے پہلے تو میں یہ بتادوں 3 اپریل کو میری شادی ہوگئی میں رخصت ہوکر اسلام آباد آ گئی۔ میرے شریک سفر ایک نیک اور گریٹ پرسن ہیں۔ شزا بلوچ جھنگ یہ پڑھ کر اچھا لگا کہ ہماری پسند کچھ کچھ ملتی جلتی ہے۔ پروین افضل شاہین ابو کی وفات پر آپ کا افسوس کرنا بہت اچھا لگا۔ ابھی واقعی کچھ انسانیت باقی ہے۔ سمیرا شریف طور آئی ایم وری امپریسڈ تو یو مجھے آپ سے بے انتہا عقیدت و محبت ہے۔ اقراء آفرین، فائزہ بلال جام پور، طیبہ طاہرہ طوبیٰ صبور شریف ہمارا آنچل میں مجھ سے ملنا آپ کو اچھا لگا اس کے جزاک اللہ۔

ثوبیہ لوازا اعوان...... سرگودھا

اریبہ شاہ اور تمام آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل فرینڈز کیسی ہیں آپ سب امید ہے خوب مزے میں ہوں گی اور گرمی انجوائے کر رہی ہوں گی۔ اریبہ شاہ، شاہ زندگی، [illegible] چوہدری، شمع مسکان، سباس گل، [illegible] لاؤ و ملک، نورین شاہد، نازیہ کنول نازی اور آپ لوگ کہاں گم ہو؟ جلدی سے انٹری دو اور شمع مسکان کیا میں آپ کو صرف مسکان کہہ سکتی ہوں جواب ضرور دیجیے گا اینڈ میں اریبہ شاہ آپ بھی آنچل میں اب انٹری دے ہی دیں ایک اور بات شاہ گروپ سے کہ کیا میں آپ کے گروپ میں شامل ہو سکتی ہوں؟ لیلیٰ شاہ، زونی شاہ اور شاہ گروپ کے تمام اسٹارز جواب ضرور دینا۔ اریبہ شاہ 22 اگست کو آپ کی سالگرہ ہے تو آپ کو ہیپی برتھ ڈے کہوں گی ہزاروں سال جیو، خوش رہو آباد رہو کوئی غم آپ کے قریب نہ آئے آمین۔

پارس شاہ...... چکوال

دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب امید کرتی ہوں بفضل خدا سب ٹھیک ہوں گے سنیاں زرگر آپ کی والدہ کی وفات کا پڑھ کر یقین جانو دلی دکھ ہوا کیونکہ چند ماہ پہلے میں خود اس کرب سے گزر چکی ہوں اللہ رب العزت ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر دے کیونکہ جانی صبر کے سوا ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ میرے پاس آپ کی تسلی کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ پروین افضل شاہین آپ کے والد اور فریدہ یوسف آپ کے والدین کے لیے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ انہیں [illegible] رحمت عطا کرے آمین، آپ کو اور آپ کے [illegible] والوں کو صبر عطا فرمائے۔ جیا جی آپ پیار [illegible] بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ کو [illegible] میں ہمیشہ شاد و آباد رکھے اور آپ [illegible] ہوں کا مداوا کرو ے آمین، ملتان والوں خیر [illegible] (ثوبیہ جی) مٹھائی کا ڈیزا اپریل میں بتاتیں تو [illegible] دے جاتی کیونکہ میں اپریل میں ملتان آئی ہوئی تھی پھر جب آؤں گی تب دے جاؤں گی چیچہ وطنی والوں (امن علی، صوفیہ صدیقی، فوزیہ سلیم) آپ سب کیسی ہیں ہم بھی چیچہ وطنی کے ہی ہیں آخر میں سب دوستوں کو سلام (نورین، خنسا عباس، شاہ زندگی، روبی علی) آپ سب کیسی ہو الیس بتول شاہ (گجرات) دوستی قبول ہے جی اپنا خیال رکھیے گا آپ کی دعاؤں اور جواب کی منتظر آپ کی اپنی۔

نگینہ عمران...... چیچہ وطنی

اپنے پیاروں کے نام

بہت پیاری ساتھیوں السلام علیکم! پیاری بیٹیوں بہنوں اور دوستو سباس گل، فاخرہ گل، نازیہ کنول، پروین افضل، شگفتہ شفیق، رضوانہ پرنس، مریم، شازیہ، نوشین

اقبال، فریدہ خانم، راشدہ زین، فصیحہ آصف، طیبہ نذیر اور باقی سب عزیز دوستوں ساتھیوں بہنوں اور بچوں کو انگنت دعائیں درازی عمر مکمل صحت دین و دنیا کی ہر آسائش نصیب ہو۔ اللہ پاک آپ سب کو ہمیں تمام مومن مسلمانوں کو اپنے مذہب اپنے عزیز و اقارب اپنے ملک کا ہمدرد اور مخلص بنا نیکی اور بھلائی کی منزل پر چلا۔ نیک سچی اور جائز مرادیں اور حاجات کو اللہ پاک قبول فرمائے آمین۔ آپ سب کے لیے میری دلی دعائیں حاضر ہیں آپ سب سے ایک التجا ہے کہ اپنی دعاؤں کا صرف اک لمحہ اپنی اس خیر خواہ اور دعا گو دوست بہن اور آنٹی کے لیے بھی وقف کردیں شکریہ، جزاک اللہ۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

کسی اپنے کے نام

مائی ڈیئر فرینڈ السلام علیکم تمہیں تمہاری بیسویں سالگرہ (22 اگست) بہت بہت مبارک ہو خدا تعالیٰ تمہیں اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے اور ہزاروں سال جیو اس دن میں دعاؤں کا قیمتی تحفہ تمہیں ارسال کر رہی ہوں دعا ہے کہ تم کبھی کسی پریشانی سے دوچار نہ ہو ہر لمحہ خوشیاں و کامرانیاں تمہارے قدم چومیں آمین۔

حرا...... اختر آباد

دوستوں کے نام

السلام علیکم! سوئٹ فرینڈز کیا حال ہیں سب کا امید ہے گرمی سے بے حال ہی ہوں گی چکوالیوں کیا حال ہے کہاں گم ہو جاناں گرمی زیادہ تو نہیں لگ رہی آنچل میں حاضری دو ہم دونوں مل کر ٹھنڈا کردیں۔ پارس شاہ مجھے آپ کی دوستی قبول ہے میں نے آپ کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھام لیا اور ہمیشہ تھامے رکھوں گی ارے پڑوسیوں سیدہ جیا عباس کاظمی آپ کیسی ہیں ہم دونوں آپ سے ناراض نہیں ہیں آپ نے جواب ذرا دیر سے دیا لیکن (کوئی گل نہیں) ایس انمول، شمع مسکان، نوری شاہ آپ سب کو ہم دونوں کی طرف سے گرمی میں ٹھنڈا ٹھنڈا سلام ہو، ہم دونوں کی طرف سے آنچل کے تمام اسٹاف اور تمام بہنوں کو رمضان المبارک اور عید مبارک ہو۔ عید کی خوشیوں میں ہم دونوں کو بھی شریک کرنا اور ہم دونوں کی عیدی جلدی سے بھیج دیں (ہاہاہا)

طیبہ فضل اینڈ عمارہ رباب...... چکوال

کیوٹ سے بھانجے علی حسن کے نام

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اینڈ بیسٹ وشز...... پیارے علی جب آپ اس دنیا میں تشریف لائے 15 جولائی کو تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی، اللہ آپ کو لمبی زندگی دے اور انشاء آپ کی امی کی ہر خواہش پوری کرے اور آپ ڈاکٹر بنو خوش رہو آباد رہو اور ہزاروں سال جیو۔

رابعہ جہاں، مانی جبیں...... موسیٰ خیل

ڈیئر فرینڈ طیبہ نسیر کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے اور طیبہ (گولڈن سیب) تم کیسی ہو ڈیئر، پیپر کیسے ہوئے ارے یقین نہیں آرہا نہ کہ میں نے تمہیں آنچل کے ذریعے مخاطب کیا ہے ارے آئے گا بھی نہیں (ہاہاہا) طیبہ تمہیں بہت بہت مبارک ہو تمہارے بھائی کی شادی ہوگئی ہے اور بھابی بشریٰ کو بھی میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے اور اقراء تم سناؤ تم کیسی ہو آج کل کیا ہو رہا ہے؟ اور طیبہ دیکھو اب میں نے آنچل میں انٹری دے ہی دی ہے اب تم بھی جلدی سے انٹری دو اور میرے نام کچھ لکھ کر بھیجو اور کیسا لگا میرا سرپرائز ضرور بتانا اور آخر میں اپنی پیاری دوست شگفتہ (سویٹی) کو میری طرف سے ڈھیر سارا سلام اور ڈھیروں دعائیں اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا آپ کی اپنی،

حافظہ راشدہ...... وہاڑی ماچھیوال

پیاری آ کاش، سنیاں زرگر اور کچھ دوستوں کے نام

السلام علیکم! پیارے قارئین اور سویٹ سنیاں جی آپ کی والدہ کا سن کر کلیجہ منہ کو آ گیا بہت دکھ ہوا۔ سنیاں یہ سب تو خدا کے کارنامے ہیں وہ جو چاہے کرتا ہے۔ کاشی آپ کے بہنوئی کی وفات کا بہت صدمہ پہنچا اللہ تعالیٰ آپ کے بہنوئی اور سنیاں جی کی والدہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین، پیاری قارئین میں آپ کے لیے نئی ضرور ہوں مگر آپ میرے لیے نئی نہیں کیونکہ میں آنچل کی خاموش قاری تھی (اب نہیں) آنچل کے ذریعے ان دوستوں کو وش کرتی ہوں جن کی برتھ ڈے اگست میں ہے ارے اگست سے یاد آئے وہ اسکول کے دن جن میں ہم سب 14 اگست کو فنکشن میں حصہ لیتی تھیں ارے اب یاد تو کرلیا کرو ایک دم سے سب غائب ہوگئی ہو، سلمٰی، سدرہ، آ کاش، راشدہ، نسیم جلدی سے واپس آ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بیاہ کر سدھار جائیں پھر تم راہ دیکھتی رہنا، اجازت چاہتی ہوں اس کے ساتھ ہی نیک تمنائیں آپ سب کے لیے اللہ حافظ۔

سونیا...... اوکاڑہ

پریوں کے نام

السلام علیکم! لو جناب ہم ایک دفعہ پھر حاضر ہوگئے۔ سب سے پہلے اپنی سویٹ، کیوٹ، اسمارٹ، لاڈلی اور پیاری اپیا جانی مہوش کو ان کی برتھ ڈے مبارک (کردیا نا حیران) آپی آپ کو اللہ تعالیٰ اتنی خوشیاں دے کہ آپ سمیٹ نہ سکیں جو نیکیاں آپ پچھلے سال نہیں کرسکی اس سال کرنے کی توفیق دے کامیابیاں آپ کے قدم چومے۔ آپی غزالہ اللہ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے اور میری جان ایان کو حافظ قرآن بنائے۔ بھائی راشد پلیز آپی کو ایک ماہ ہمارے پاس بھیج دیں پلیز' سعدی جی آپ کو بھی آپ کا جنم دن مبارک ہو۔ ہما آپ کو بھی برتھ ڈے مبارک ہو لگتا ہے سارا پاکستان اگست میں ہی پیدا ہوا ہے جی فرینڈز نور، آسیہ، حبیبہ، انعم، ثوبیہ، فردوس، مریم، نبیلہ (بلی) مصباح کشور، زنیرہ، صبا، پروین اللہ آپ سب کو خوش رکھے مسکراتی رہو۔ اسماء جانو (قاسم) چچی برتھ ڈے اللہ آپ کو سب کا کہنا ماننے کی توفیق عطا کرے۔ پھپھو مریم پھپھو شاہین اللہ آپ کو صحت عطا کرے چاچی شبانہ چاچو سعید اللہ آپ کو خوش رکھے۔ چاچو یاسین چاچی زاہدہ اللہ آپ کے دامن خوشیوں سے بھر دے جی کزنز آپی ثمرہ، سمیرا، حمیرا سب کو سلام آپی فائزہ [illegible] اور مائی فرینڈ فراح جلدی آ جاؤ پنجاب مائی سویٹ [illegible] بابا جانی اللہ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے، دادو، نانو اللہ آپ کو صحت عطا کرے [illegible] اللہ حافظ۔

حنظلہ جاوید...... رینالہ خورد

پیاری سی انعم اور ثمرہ کے نام

السلام علیکم! ڈیئر دیکھو آپ آخر وہ دن بھی آ ہی گیا کہ ہم نے بھی آنچل میں انٹری مار لی کہو کیسی لگی ہماری انٹری اور یہ سرپرائز۔ مجھے پتا ہے تم دونوں پڑھتے ہی پہلے مجھ سے شکوہ کروگی کہ بتائے بغیر اکیلے ہی لکھتی رہی تو یار اگر بتا دیتی تو پھر تم لوگوں کے حیران حیران سے چہرے دیکھنے کو کیسے ملتے (اب منہ بند بھی کرلو مکھی چلی جائے گی) او کے یار ہمیشہ ہمیشہ ایسے ہی ہنستی مسکراتی رہا کرو اور ہمارا ٹریپل ون گروپ یونہی قائم و دائم رہے آمین۔

اقراءاصغر...... میرپور آزاد کشمیر

پھولوں جیسی فوزی کے نام

السلام علیکم! آپی جانی کیسی ہو؟ امید ہے کہ ٹھیک ٹھاک ہوگی اور لائف کو بھرپور طریقے سے انجوائے بھی کر رہی ہوگی (وہ تو نظر آ ہی رہا ہے) معذرت کے

ساتھ ڈیئر، مانا کہ تم بابل کا گھر سونا کر کے پیا دیس سدھار رہی ہو مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی بھول جاؤ، قسم سے یار تمہاری میسنی سی صورت کو بہت مس کرتی ہوں بہت اداس ہو جاتی ہوں جب لڑنے کو دل چاہتا ہے (ہاہاہا)۔ پلیز یار اب جلدی سے موٹی ہو جاؤ بائے گاڈ میں تنگ آ گئی ہو تمہیں اس طرح سے سلم دیکھ کر۔ یشل، عائشہ اور اریبہ بھی تمہیں بہت مس کرتی ہیں مجھ سے روز پوچھتی ہیں آپی فوزیہ کب آئیں گی؟ میری تم سے ایک ریکوئسٹ ہے پلیز بدگمان مت ہوا کرو لاسٹ ٹائم جب تم آئی تھیں تو تمہیں فیل ہوا تھا کہ مجھے تمہارا آنا اچھا نہیں لگا اور تم نے برملا اظہار بھی کر دیا۔ مگر ایسا کچھ نہیں تھا ان دنوں میں بہت اپ سیٹ تھی۔ میری طرف سے بھائی کو سلام دینا۔ ایک معصوم سی دعا خدا تمہیں کائنات کی ہر خوشی اور نعمت عطا کرے۔

ملالہ اسلم......میاں چنوں

میری پھولوں سی بیٹی گلاب سے بھتیجے کے نام

اسلام علیکم! عرفان کیا حال ہے؟ تمہاری اس ماہ سالگرہ آ رہی ہے سوچا ہر بار کی طرح تمہیں آنچل کے ذریعے وش کر دوں۔ مینی مینی ہیپی ریٹرنز آف دی ڈے۔ خدا تمہیں تمام خوشیوں سے مالا مال کرے کامیابی تمہارے قدم چومے۔ مجھے پتا ہے کہ تم تو اپنی مصروفیت میں گم ہو گئے شاید تمہیں یاد ہی نہ ہو سوچا چلو یاد دلا دوں۔ ”کچھ لوگ اپنے ہوتے ہیں جو ہمیں اتنا دکھ دیتے ہیں کہ ہر پل ہر لمحہ ایک اذیت ہمارے ساتھ کر دیتے ہیں مگر ہم پھر بھی ان کا برا نہیں چاہ سکتے یہ کتنی بڑی اذیت ہے نہ عرفان۔“ اور صدف تم کیسی ہو تمہیں بھی ہیپی برتھ ڈے ایسے دن تمہاری زندگی میں ہزاروں مرتبہ آئیں والدین تو اپنی اولاد کے لیے آسمان سے ستارے بھی توڑ کر لا دیتے ہیں (اچھا اللہ حافظ مما جی میں پھر جاؤں) سمجھ آ گئی نا۔

رانی اسلام......گوجرانوالہ

پیاری راحیلہ بہن کے نام

السلام علیکم! راحیلہ بہن کیسی ہو امید کرتی ہوں خیر خیریت سے ہوں گی ارے ارے اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو۔ میں ہوں ثمینہ مغل، ویسے کیسا لگا ہمارا آنچل کے ذریعے وش کرنا پلیز ضرور بتانا اور سناؤ کیسی گزر رہی ہے زندگانی اور خالہ کیسی ہیں انہیں ہماری طرف سے سلام قبول ہو، اچھا اب اجازت دو اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

ثمینہ مغل......ایبٹ آباد

آنچل فرینڈز کے نام

اسلام علیکم! آنچل فرینڈز فریحہ شبیر، سادیہ چوہدری اور طیبہ نذیر کیا حال ہیں آپ کے۔ فریحہ شبیر آپ کی سالگرہ مارچ کی کونسی تاریخ کو ہوتی ہے اگر ہمیں پہلے پتا ہوتا تو آپ کو ضرور وش کرتی اور سادیہ چوہدری آپ تو ہم سے دوستی کر کے بھول ہی گئی ہو کیا بات ہے، نورین لطیف آپ کی دعاؤں کا بہت بہت شکریہ۔ نائلہ نورین، ریحانہ کوثر، حافظہ ریحانہ زائمہ، ایس بتول شاہ، علیمہ بی بی آپ سب نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے تو ہم آپ کو موسٹ ویلکم کہتے ہیں ہمیں آپ سب کی دوستی قبول ہے، ہمیں اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا اور آخر میں ہماری طرف سے آپ کو رمضان مبارک ہو ماشاءاللہ حافظ

سنیاں زرگر ماقصئی زرگر......جوڑہ

پیاری کزنز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو تمام کی تمام کزنز، کیا حال چال ہیں ارے ارے تھوڑا ہنسو محلے والے جاگ جائیں گے۔ یار کب آؤ گی چھٹیاں گزارنے ہم سب تو اس ویک گاؤں جا رہے ہیں تم لوگ کوشش کرنا کہ جلدی آؤ اور یار پلیز تھوڑی سی موٹی ہو جاؤ تمہاری اسمارٹنس دیکھ کر

میرا دل جل کر کباب بن جاتا ہے (ہاہاہا) پلیز مائنڈ کرنا اگر ہے تو ....؟ شوشو یار تم بھی کبھی چھٹیاں گزارنے ہمارے گھر آجایا کرو آفتر آل ہم آپ کے کچھ لگتے ہیں۔ شاہ جی تسی کیوں پریشان ہوگئے ہو، مجھے تمہارے ساتھ بات تو نہیں کرنی چاہیے ..... یاد رکھنا بہت برا کیا تم نے آمنہ جی کیسی گزر رہی ہے چھٹیاں وہ بھی بہنوں کے بغیر، ہم تمہیں بہت بہت مس (نہیں) کررہے ہیں (ہاہاہا) فکر نہ کرو کچھ دن بعد ہم بھی تمہارے ساتھ ہوں گے ارے تم کیوں گھور رہی ہو اچھا اچھا تمہارے بارے میں کچھ کہتی ہیں نائمہ آپی آپ بہت بہت سویٹ ہو گوبھی کے پھول کی طرح، سویٹ مما مس یو اینڈ لو یو سو مچ عاصمہ یار سوری لاسٹ ڈے ہم نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا، تم بہت اچھی ہو اور عشے تم تو ہو ہی سوئٹ بالکل مٹھائی کی طرح (کچھ یاد آیا) ایک بار مسکرا دو مس یو فرینڈ۔ اللہ حافظ

کنزیٰ رحمان ..... فتح جنگ

کچھ خاص دوستوں کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی اور عید کی خوب شاپنگ ہو رہی ہوگی۔ نوری [illegible] تو شادی کروا کر غائب ہی ہوگئی [illegible] کو شادی مبارک ہو بشریٰ ملک، فرزانہ ملک اور فروا آپ کے میسج بہت اچھے ہوتے ہیں سدرہ اسلم تم سے بات کرکے ایک دم فریش ہوجاتی ہوں نائس سی امید چوہدری خدا آپ کے پاپا کو صحت تندرستی عطا فرمائے آمین صبا نواز کیسی ہو، اب آپ کو فل ٹائم دیا کروں گی۔ حمنہ، حبہ، سحر، سمیرا شریف طور، مریم، کرن وفا (تمہیں تو فیس بک پر دیکھ کر خوشی بھرا جھٹکا لگا) ایمان کدھر غائب ہو آپ کو بہت بہت عید مبارک۔ میری پیاری بہن صدف تمہیں سالگرہ مبارک ہو نوشین اقبال نوشی (27 جولائی) حبہ (21 جولائی) فروا (27 جولائی) آپ کو سالگرہ بہت مبارک ہو شگفتہ کیسی ہو؟ شائمہ مس یو۔

صنم ناز ..... گوجرانوالہ

پیارے لوگوں کے نام

السلام علیکم! پیارے امی ابو جان ہم سب بہن بھائی آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ مائی سویٹ اینڈ لولی برادرز انیس، نفیس، نوید دن دگنی رات چوگنی ترقی کرو اور خوب محنت کرو اللہ آپ لوگوں کو صدا خوشیاں دے، آمین۔ ڈیئر مروا بیسٹ آف لک اور میری دعا ہے کہ تم فرسٹ ڈویژن حاصل کرو اور مدیحہ خدا کے لیے رابطہ [illegible] کرو پتا نہیں یار تم کس دنیا میں گمن ہو۔ عاصمہ [illegible] کرتی رہتی ہو تم آج کل۔ رانی گھر کے کام کاج [illegible] کرو اور میری پیاری دوست عاصمہ کو آرام [illegible] کرو زندگی خوش رہو اللہ سے دعا ہے کہ وہ [illegible] اولاد [illegible] عطا فرمائے آمین ماہ لی عظمیٰ آپ [illegible] آپ کے بچے بہت اچھے ہیں۔ خدا آپ کو زندگی کی ہر خوشی نصیب کرے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ لوگوں کی اپنی۔

طیبہ حنیف بٹ

کچھ اپنوں کے نام

السلام علیکم! آنچل قارئین اور رائٹرز خصوصاً نازیہ کنول، سمیرا شریف، نادیہ فاطمہ، سعدیہ اہل، ام مریم، اقرا صغیر اور پیاری قیصرآرا کو عید کی خوشیاں مبارک۔ میری فیملی والوں کو بھی سلام، پیار اور عید + آزادی مبارک، اگست میں بہت ساری سالگرہیں ہوتی ہیں سب سے پہلے کون ہے، کون ہے؟ ہاں یاد آیا عبدالماجد 9 اگست سالگرہ مبارک پیارے دیور جی خوش خوش رہا کرو، 12 اگست نوید بھائی اور 13 اگست ہاجرہ عبدالقیوم کو سالگرہ مبارک اور ہاجرہ بہنا اور پیارے بھائی کو چاند سے بیٹے امیر حمزہ کی مبارک باد امیر حمزہ کے آنے سے

آپ دونوں کی خوشیاں مزید بڑھ گئی ہیں۔ سمیعہ اختر 11 کوتو آپ کی بھی سالگرہ ہے تو آپ کو سالگرہ مبارک امید ہے تب تک آپ کی شادی بھی ہوجائے گی کیونکہ عید کے فوراً بعد آپ کی شادی ہے تو میری پیاری کزن اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی کے اس نئے سفر میں خوشیوں محبتوں اور چاہتوں سے ہمکنار کرے آمین۔ بلال بھائی 15 کو آپ کی سالگرہ ہے، بہت مبارک ہو اور ساتھ میں منگنی کی بھی مبارک باد، 23 اگست کو زارا نوید اور 28 اگست کو اس کی ماما اور ہماری ممانی یاسمین کو سالگرہ مبارک ہو۔ 20 اگست آسیہ کو بیٹے کی سالگرہ بہت مبارک ہو۔ ابراہیم پیارے سالگرہ مبارک، ہاں جی اب رہ گیا ہمارا بھائی عبدالرحمان 27 کو آپ کی سالگرہ ہے تو میرے پیارے بھائی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ 28 کو مدیحہ فرینڈ کو سالگرہ اور شادی کی مبارک باد۔ آزادی کے دن ان کو بھی اپنی خوشیوں میں یاد رکھنا جنہوں نے ہماری آزادی کے لیے اپنی جانیں قربان کیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کریں اور ہمارے پاکستان کو ہر شر سے محفوظ رکھے سب کو سلام۔

مریم عبدالرحمان...... سیالکوٹ

آنچل فرینڈز کے نام

آنچل فرینڈز کیسے ہیں سب۔ شیریں گل (ٹمن) کرن ملک (جتوئی) مجھے آپ دونوں بہنوں کی دوستی قبول ہے تھینک یو ویری مچ، کرن ملک آپ نے مجھے سالگرہ وش کی مجھے بہت اچھا لگا اور کسی کو تو یاد نہیں رہا (چلو جی کوئی گل نہیں معاف کیتا سب نوں) فوزیہ سلطانہ، عظمیٰ شاہین، عظمیٰ فرید، نادیہ یاسمین، فائقہ سکندر حیات، اقصیٰ دھنیاں زرگر، آنسہ شبیر، ایس امول، مدیحہ نورین، شمع مسکان، ایس بتول شاہ، شگفتہ خان، سارہ چوہدری، خنساء عباس، روبی علی، نورین شاہد، کشور بلوچ، انا حب، شمیم ناز صدیقی، عائشہ خان، سہاس گل، نازیہ کنول، بشریٰ باجوہ، فریحہ شبیر، سیدہ حیا عباس، ام ثمامہ، امبر گل، پروین افضل شاہین، ام مریم، راحت وفا، اقرا صغیر، عشنا کوثر، سمیرا شریف، عفت سحر طاہر، نزہت جبیں ضیاء، نادیہ فاطمہ رضوی، شازیہ فاروق احمد، مسز نگہت غفار، نفیسہ آصف خان، فریدہ جاوید فری، آپ سب کو سلام اور ڈھیر ساری دعائیں۔ خوش رہیں میری مما بیمار ہیں وہ جلد صحت یاب ہوجائیں پلیز تمام پڑھنے والوں سے یہی کہنا چاہتی ہوں کہ دعا کریں آپ سب کی دعاؤں کی طلبگار آپ کی اپنی۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

نیلم شاہ کے نام

اسلام علیکم! پیاری نیلم کیسی ہو، حیرانی ہورہی ہے نا...... کہ میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے اس بار ہمارا نمبر لگ جائے اور ہمیں بھی آنچل میں جگہ مل جائے ہوسکتا ہے یہ لیٹر 21 جولائی سے پہلے چھپ جائے لیکن میری دعائیں اور نیک خواہشات تو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی نا، اللہ پاک ہمیشہ قائم رہنے والی خوشیوں سے نواز دے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو ڈیئر بہنا جی خوش رہو سدرہ مسکراتی رہو پھولوں کی طرح، دکھوں کو تو کبھی راستہ نہ ملے تمہاری طرف آنے کا (آمین) میری ایک ہی دوست ہے نیلم اور اس کے جیسا کوئی بھی نہیں ہے قابل احترام، قابل محبت اور بہت بہت پیاری۔

تمہیں دیکھا تو یہ خیال آیا
زندگی دھوپ تم گھنا سایہ

بہت ساری دعاؤں اور نیک خواہشات کے ساتھ آپ کی پیاری سویٹ اینڈ کیوٹ سی بہن۔

عمارہ علی...... ضلع ساہیوال

یادگار لمحے

جویریہ سالک

عید

اس عید پہ لوٹ کے آجانا
کچھ یادیں تازہ کرنی ہیں
کچھ لمحے موڑ کے لانے ہیں
کچھ تارے توڑ کے لانے ہیں
وہ مستی اور وہ مدہوشی
وہ بچپن موڑ کے لانا ہے
اس عید پہ لوٹ کے آجانا
اب دل کو دل کی دھڑکن سے
پھر عید مبارک کہنا ہے
اب ساتھ بہت دن رہنا ہے
اس عید پہ لوٹ کے آجانا
کچھ یادیں تازہ کرنی ہیں

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اچھی بات

کسی کے دل کو چوٹ پہنچا کر معافی مانگنا بہت آسان ہے لیکن خود چوٹ کھا کر کسی کو معاف کر دینا آسان نہیں ہے۔

حافظ کبیر...... [illegible]

انبیا علیہ السلام کے القابات

- ابو البشر حضرت آدم کو کہا جاتا ہے۔
- شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- خطیب الانبیا حضرت شعیب علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- خلیفۃ الارض حضرت داؤد کا لقب ہے۔
- ابو العرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔
- کلیم اللہ حضرت موسیٰ کا لقب ہے۔
- ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لقب ہے۔
- خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے۔

انتخاب: مہرین آصف بٹ...... کشمیر

وطن

دل شکستہ و صد خاک کی قسم مجھ کو
تیرے ہر ایک خس و خاشاک کی قسم مجھ کو
پڑا جو وقت تو سب کچھ نثار کر دوں گا
تیری زمیں، تیری خاک کی قسم مجھ کو

راؤ تہذیب...... رحیم یار خان

لفظ لفظ خوشبو

- اگر زندگی میں سکون چاہتے ہو تو کبھی کسی سے توقع مت رکھو کیونکہ توقع کا پیالہ ہمیشہ ٹھوکروں کی زد میں رہتا ہے۔
- جتنا کسی کا ساتھ برا ہوتا ہے اس کی بے وفائی کے لیے تیار رہنا چاہیے کیونکہ تبدیلی کائنات کا خمیر ہے۔
- رشتے [illegible] کے ہوں یا خلوص کے اتنے ہی نازک ہوتے ہیں جتنے کہ ذرا سی ٹھیس لگے تو ٹوٹ گئے [illegible] چور ہو گئے پھر ان پر فخر کیسا۔
- [illegible] مردوں پہ بالکل اعتبار نہیں کرتیں لیکن کسی [illegible] لیے اپنے اس اصول کو بھول جاتی ہیں۔
- قبرستان ایسے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کے بغیر دنیا اجڑ جائے گی۔
- دکھ کی دراڑیں چہروں سے تو رخصت ہو جاتی ہیں لیکن وہ انسان کے اندر اتر کر اس گوشے کو ویران کر دیتی ہیں جو کسی ایک شخص کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔

نادیہ عباس دیا، جنت، ورشہ نایاب...... موسیٰ خیل

امت محمدیہ کے بدترین افراد

شوقین مزاج اور فیشن کے دلدادہ لوگ اللہ کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو امت کے بدترین افراد میں شمار کیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو ناز و نعم میں پیدا ہوئے اور اسی میں پلے اور بڑھے، جن کو ہر وقت بس انواع و اقسام کے کھانوں اور طرح طرح کے لباس زیب تن کرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور جو (تکبر کی وجہ سے)

شمار مشماد (چبا چبا کر) بات چیت کرتے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم (زیب و زینت کے لیے) بار بار مسلسل خانوں کے چکر لگانے اور بالوں کی بار بار صفائی سے بچتے رہو اور عمدہ عمدہ قالینوں کے استعمال سے بھی بچو، اس لیے کہ اللہ کے خاص بندے عیش و عشرت کے دلدادہ نہیں ہوتے۔

(کتاب الزہد ص: ۲۶۳)

نور سحر شاہ.....مانسہرہ

باتوں سے خوشبو آئے

● پرندہ زندہ ہو تو چیونٹیاں کھاتا ہے مگر جب پرندہ مر جاتا ہے تو وہی چیونٹیاں اسے کھاتی ہیں۔

● ایک درخت ایک لاکھ ماچس کی تیلی بنا سکتا ہے مگر ماچس کی ایک تیلی ایک لاکھ درخت جلا سکتی ہے۔

● زندگی میں کبھی کسی کو مت ستانا اس وقت شاید آپ طاقت ور ہوں مگر وقت آپ سے زیادہ طاقتور ہے۔

● زمین انسان کو رزق دیتی ہے لیکن جب انسان مرتا ہے تو پھر وہی زمین اسے اپنا رزق بنا لیتی ہے۔

زویا خان.....[illegible]

ایمان ہے غائب

سینے سے ہمارے کتنی ایمان عجب غائب
مسلم ہے یا کافر یہی پہچان سے غائب
دنیا کی لذتوں میں [illegible] مشغول ہیں ہم سب
اور دل سے سب [illegible] ذہن ہے غائب
ڈالے ہیں یوں ایسی [illegible] کے حواس میں
گر ڈھونڈنے نکلو تو ہر انسان ہے غائب
محبوب کیسے سامنے جائیں گے خدا کے
جب آخرت کا سارا ہی سامان ہے غائب

(خالد محبوب)

صدیقہ لیقہ ملک.....سمندری

یاد

رات کے وقت میرے دل پہ
تیری یاد کا ہاتھ
اتنی نرمی سے اترتا ہے
کہ جیسے شبنم
اک کلی ہوئی

نور ستہ گل پہ اترے

فائزہ بھٹی.....چونگی

سنہری باتیں

❁ ہمارے زندہ رہنے کا فائدہ ہی کیا ہے کہ اگر ہم ایک دوسرے کے حالات کی تلخی کم نہ کر سکیں۔

❁ جب انسان کے دل میں روشنی نہ ہو تو وہ چراغوں کے میلے میں کیا حاصل کرے گا۔

❁ لوگ چاند پر پہنچنے کے لیے ہزاروں جتن کر لیں گے مگر دل تک پہنچنے کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔

❁ جو محبتیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں وہ قرض کی طرح سود در سود چڑھتی چلی جاتی ہیں۔

❁ انتظار مرتا نہیں آنکھوں میں جم جاتا ہے ہاں بس، [illegible] محبتیں مر جاتی ہیں۔

صنم ناز.....گوجرانوالہ

محبتیں

ضروری تو نہیں کہ ہم محبتوں کو پالتو پرندوں کی طرح پنجروں میں بند کر رکھیں یا قید کر لیں۔ وہ قید ہو ہی نہیں سکتیں [illegible] ہوتا ہو پرواز کی تمام صلاحیتوں کے باوجود کہیں اور نہیں جائیں گی اور نہیں رہنا ہوگا تو پنجرے کمزور ہوتے ہیں۔

شبانہ امین راجپوت.....کوٹ رادھا کشن

اقوال زریں

❊ اگر کوئی تم سے جلتا ہے تو بجائے غصہ ہونے کے اس کی جلن کی قدر کرو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہیں خود سے بہتر سمجھتے ہیں۔

❊ اگر کوئی تم سے روٹھ جائے اور پھر خود ہی تم سے ملنے کو ترسے تو اسے کبھی کھونا مت کیونکہ وہ تم سے بہت پیار کرتا ہے۔

❊ غلطی تسلیم کرنے اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر مت کرنا کیونکہ سفر جتنا طویل ہوگا واپسی اتنی ہی مشکل ہو جائے گی۔

❊ اچھے رشتے اور زندگی کے ہمسفر جب بھی روٹھ جائیں تو ان کو منا لینا چاہیے کیونکہ تسبیح جب بھی ٹوٹتی ہے اس کے دانے چن لیے جاتے ہیں۔

ثناء ریاض.....منڈی بہاؤالدین

اچھی باتیں

♦ طنز اور بحث سے رشتے کمزور ہو جاتے ہیں
♦ کبھی کبھی اپنوں سے ایسی لڑائی نہ لڑنا کہ لڑائی تو جیت جاؤ لیکن اپنوں کو ہار جاؤ۔
♦ بہترین انسان اپنی میٹھی زبان سے جانا جاتا ہے ورنہ اچھی باتیں تو دیواروں پر بھی لکھی ہوتی ہیں۔
♦ رشتے اور رستے زندگی کے دو پہلو ہیں۔
♦ کبھی کبھی رشتے نبھاتے نبھاتے رستے کھو جاتے ہیں اور کبھی کبھی راستوں پر چلتے چلتے رشتے بن جاتے ہیں۔

فریحہ شبیر..... شاہ نکڈر

خواب اور خوشبو

خواب اور خوشبو
دونوں ہی آزاد ہیں
دونوں قید نہیں ہو سکتے
میرے خواب
تمہاری خوشبو

وصی شاہ

ایک پیاری سی بات

اپنے دوست کی عزت کرو اس لیے نہیں کہ وہ تمہارے عیب جانتا ہے اس لیے کہ وہ تمہارے عیبوں سے واقف ہونے کے باوجود تمہیں دوست مانتا ہے۔

اقصیٰ شمل وفا

مشورہ

ننھی لڑکی
ساحل کے اتنے نزدیک
ریت سے اپنے گھر نہ بنا
کوئی سرکش موج ادھر آئی تو
تیرے گھر کی بنیادیں تک بہہ جائیں گی
اور پھر اس کی یاد میں تو
ساری عمر اداس رہے گی

(خوشبو از پروین شاکر)

امبر گل..... جھنڈ سندھ

انمول موتی

❁ خیرات دیا کریں تاکہ آپ کے بچے کبھی بھیک نہ مانگیں۔
❁ آسمان کا آخری اور بہترین تحفہ ماں ہے۔
❁ صبر سب سے بڑی دعا ہے۔
❁ مصیبت کی جڑ انسان کی گفتگو ہے۔
❁ دولت ہوگی تو خوشامدی بہت مل جائیں گے۔
❁ صدقہ مصیبت اور بلا کو ٹال دیتا ہے۔
❁ وعدہ کو وفا کرنا سب سے بہترین امانت ہے۔
❁ ہمیشہ نماز کو وقت پر ادا کریں۔
❁ ناکامی کامیابی کی طرف پہلی سیڑھی ہے۔
❁ حسد حاسد کو مرنے سے پہلے مار دیتا ہے۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

جنت میں لے جانے والے چار عمل

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے دریافت کیا۔
"تم میں سے کس نے آج روزہ رکھا ہے؟"
سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا میں نے آج روزہ رکھا ہے۔" آپ نے پھر دریافت کیا۔
"تم میں سے کس نے آج کسی کا جنازہ پڑھا ہے؟"
سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا" آج میں نے جنازہ پڑھا ہے۔"
آپ نے پھر دریافت کیا۔
"تم میں سے آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟"
سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا" آج میں نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔"
آپ نے پھر دریافت کیا۔
"تم میں سے کس نے آج کسی مریض کی عیادت کی ہے؟"
سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا۔
"آج میں نے مریض کی عیادت کی ہے۔" تو آپ نے فرمایا
"جس شخص میں بھی یہ کام جمع ہوں گے وہ جنت میں جائے گا۔" سبحان اللہ

طلال اسلم..... خانیوال

تلخ مگر حقیقت

☆ اولاد کی وفا کا پتا بڑھاپے میں چلتا ہے۔
☆ بیوی کی وفا کا پتا اس کی جوانی میں چلتا ہے۔

☆ بھائی کی وفا کا پتا بیوی کی بیماری میں چلتا ہے۔
☆ بیوی کی وفا کا پتا شوہر کی غربت میں چلتا ہے۔
☆ ان سب رشتوں کو اپنے تجربات کی کسوٹی پر پرکھو اور سوچو کہ کون کس کے ساتھ کتنا مخلص ہے یہ ہے تو "تلخ مگر حقیقت بھی ہے۔"

شگفتہ خان..... بھلوال

دعا

دعا دستک کی طرح ہے اور مسلسل دستک سے دروازہ کھل ہی جاتا ہے اللہ پاک نے فرمایا "اے موسیٰ مجھ سے اس زبان سے دعا مانگ کہ جس زبان سے تو نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔" حضرت موسیٰ بولے "اے اللہ پاک میں وہ زبان کہاں سے لاؤں؟" اللہ پاک نے فرمایا کہ تم اپنے لیے دعا دوسروں سے کراؤں کیونکہ تم نے ان کی زبان سے کوئی گناہ نہیں کیا۔

شنیلا زرگر، اقصیٰ زرگر..... جھنگ

موتی

ایک مرغ بھوک سے بے تاب دانے دنکے کی تلاش میں کوڑے کا ڈھیر کرید رہا تھا۔ کافی محنت کے بعد اسے ایک موتی ملا جو بہت قیمتی تھا موتی دیکھ کر مرغ نے بڑی حسرت سے کہا۔
افسوس! اتنی محنت کے بعد ملا بھی تو موتی جس سے نہ میرے دل کو تسلی ہو سکتی ہے نہ میری بھوک کو تسکین کاش مجھے اس کے بدلے گندم کا ایک دانہ مل جاتا تو کتنا اچھا ہوتا۔

انس ..... بھابڑہ شریف

اقوال زریں

□ حکومت اور عورت کی محبت کا چھوڑنا صبر سے زیادہ کڑوا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ

□ اگر خود برا ہے لیکن دوسروں کی برائی نہیں کرتا تو یہ بھی نیکی ہے۔

خواجہ نظام الدین اولیاؒ

□ جب تک کسی شخص سے بات چیت نہ ہو اسے حقیر نہ سمجھو۔

حضرت علیؓ

□ مسکراہٹ روح کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

البیرونی

□ جاہلوں کی صحبت سے پرہیز رکھو، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اپنے جیسا بنا دیں۔

حضرت لقمان

نبیلہ چوہدری..... رائے ونڈ

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ایک بار جنگل سے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک سپاہی کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے سوال کیا "تم غلام ہو؟" آپ نے جواب دیا۔ "جی ہاں۔" اس نے کہا "مجھے آبادی کا پتا بتا دو۔" آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا وہاں ہے۔ سپاہی کو بڑا غصہ آیا اور حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے سر پر اس قدر زور سے ڈنڈا مارا کہ سر سے خون بہنے لگا۔ وہ ظالم سپاہی آپ کو پکڑ کر شہر لے گیا لوگوں نے یہ ماجرا دیکھ کر بہت ملامت کی اور کہا بے وقوف تو نہیں جانتا کہ یہ زمانے کے مشہور بزرگ ابراہیم بن ادھمؒ ہیں۔
سپاہی یہ سن کر بہت نادم ہوا گھوڑے سے اتر کر آپ کے قدموں میں گر گیا اور کہا خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں لیکن یہ جواب دیں کہ آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا تھا جب کہ میں نے آبادی کا پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا شہروں کی آبادی تو ایک دن ویران ہو جائے گی مگر اصل آبادی تو قبرستان کی ہے جہاں ایک دن سب کو جانا ہے۔ سپاہی نے پوچھا جب میں نے آپ کے سر پر ڈنڈا مارا اس وقت بھی آپ کی زبان پر دعا کے کلمات تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ دعا سے دونوں کو ثواب ملتا ہے اس لیے میں نے تمہیں اپنے ساتھ ثواب میں شریک کر لیا۔

مہرین آصف بٹ..... کشمیر

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ابتدا ہے اس رب ذوالجلال کے بابرکت نام سے جس نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کیں۔ اگست کا شمارہ عید نمبر حاضر خدمت ہے۔ اس پُرمسرت موقع پر آنچل اسٹاف اپنے قارئین کو عیدالفطر اور جشن آزادی کی تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔ آنچل نے عید کے رنگ اور جشن آزادی کی بہار کو خوب صورت قوس قزح کے انداز میں یکجا کردیا ہے۔ امید ہے آپ کے ذوق کے عین مطابق ہوگا۔ آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب۔

عائشہ پرویز..... کراچی۔ السلام علیکم! شہلا جی اور قارئین کو محبت بھرا سلام اور تمام پڑھنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔ اس دفعہ تو آنچل کی ماڈل نے دل چرا لیا اف کیا آنکھیں تھیں لیکن اس بار آئینہ میں اپنا نام نہ دیکھ کر افسوس ہوا لیکن خوشخبری سن کر دل باغ باغ ہوگیا اگست سے آنچل 321 صفحات پر مشتمل ہوگا۔ واہ رہا میری سالگرہ بھی اگست میں آتی ہے اس سے اچھا گفٹ اور کون سا ہوسکتا ہے بھلا ہاہاہا۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف۔ سرگوشیاں کا بغور مطالعہ کیا ماشاء اللہ قیصر آپی دھواں دھار لکھتی ہیں اور سچ لکھتی ہیں۔ حمد باری تعالیٰ بہت ہی دلکش تھی نعت رسول ﷺ بھی مہکتی ہوئی تھی۔ ہمارا آنچل میں سب بہنیں اچھی لگیں اس کے بعد سلسلے وار ناول کی طرف بھاگی "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم کا ناول بہت جارہا ہے اور دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہا ہے۔ فاطمہ اور عباس کا نکاح ہوگیا سمیعہ سے کیا کہوں اسکندر تو ہے ہی اسمارٹ خوب صورت اور ادیب کے دل میں گھر کرگیا۔ سمیرا آپی کا ناول "تو نے ہم سے ہارا" بھی اچھا جارہا ہے میری خواہش ہے کہ تھوڑا سا سعد ہی بدل جائے جادیے مصطفیٰ کے ساتھ اچھا نہیں کرتی جہاں تمہیں تو...... اور نادیہ تو زبردست جارہی ہیں لیکن مجھے لگتا ہے کہ کاملہ ودیعہ اور عادلہ کو دور ہی رکھیں زیر لگ رہی ہیں۔ "وہی اک لمحہ زیست کا" میں فاخرہ گل نے بہت عمدہ لکھا ہے۔ نازیہ کنول نازی "برف کے آنسو" بھی اچھی چل رہی ہے افسانے تمام ہی اچھے تھے پڑھ کر اچھا لگا۔ بیاض دل میں دلکش مریم اور اپنے اشعار پسند آئے۔ دوش بدوش بھی ڈش پیش کرتے ہیں اتنا کہوں گی سب میرے گھر پارسل کردیں جو مزہ کھانے میں ہے وہ پکانے میں کہاں۔ آئینہ میں جن دوستوں نے مجھے یاد کیا تھا ان سب کو پیار بھرا سلام اور جن لوگوں نے یاد نہیں کیا تھا انہیں صرف اتنا کہوں گی آپ سب ہی یاد آتے ہیں یادگار لمحے تھے آخر میں ہم سے پوچھے میں سب کے سوالات اچھے لگے اور شائستہ آپی کے جوابات پڑھتے ہوئے اپنے بہت سے کام یاد آگئے اس لیے اب اجازت چاہوں گی دوبارہ آنے کے لیے اللہ حافظ۔

ڈیئر عائشہ! خوب صورت اور پُرخلوص تبصرہ پسند آیا ہماری جانب سے آپ کو سالگرہ مبارک۔

شازیہ گل..... مانسہرہ۔ السلام علیکم! ڈھیر ساری محبت۔ کیا حال چال ہیں جناب گرمیاں اپنے زوروں پر ہیں اور رمضان المبارک کا مہینہ بھی اپنی برکتوں اور رحمتوں سمیت رواں دواں ہے۔ ہمارا رمضان تو بہت خوب صورت گزر رہا ہے بس گرمی نے ٹینشن ڈال رکھی ہے جو روزہ ہوتی ہے گرمی بہت ہے امید ہے قارئین بھی رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب ہو رہے ہوں گے اس مرتبہ سرورق اچھا لگا۔ سرگوشیاں میں قیصر آرا جی کی باتوں سے ہم بھی اتفاق کرتے ہیں آنچل میں اضافی صفحات بڑھانے چاہیے۔ اس کے بعد حمد و نعت نے دل کو سرور بخشا پھر در جواب آں میں سب کو پڑھ کر اچھا لگا ہاں مگر مانسہرہ سے کسی کا نام نہ دیکھ کر تھوڑی سی اداسی ہوئی مانسہرہ والوں جتنا شوق اور محبت سے آنچل پڑھتی ہو شرکت بھی کیا کرو۔ پھر مالک یوم الدین پڑھا تو قیامت کے خوف سے دل دھڑکنے لگا۔ بہنوں کی عدالت میں نازیہ کنول نازی کے سوالات اور جوابات کا سلسلہ بہت پسند آیا۔ "برف کے آنسو" بھی اچھی لگی مگر یہ کیا آپ نے پھر تجسس کی سوئی پر لٹکا دیا۔ "تو نے ہم سے ہارا" بہت بہترین جارہی ہے پلیز اب تو نمرہ بیا کا ماضی بھی سامنے لے آئیں تاکہ شہوار بھی مطمئن ہوسکے اور پلیز کاملہ کو ان سے دور ہی رکھیں ولید اور ثنا کی جوڑی اچھی ہے یہ جوڑی سلامت رہے۔ سیاس گل، ویلڈن بہت خوب صورت کہانی تھی عروہ کا کردار بہت اچھا لگا۔ فاخرہ گل "وہی ایک لمحہ زیست کا" کہانی اچھی ہے ایک نوکھے انداز سے لکھی گئی معاشرے کی برائیوں کو سامنے لا رہی ہے مگر جانی کا کیا قصور بشر ہے بھیک منگوں میں کوئی تو غیرت مند ہے۔ اگلے حصے کا انتظار رہے گا افراح طاہر "محبتوں کے گلاب" سمیرا اویس "تعاقب جاں" اور ناظمہ خان "بہار کے رنگ" سب اچھی تھیں۔ صوفیہ ملک اور سبق آموز کہانی ماں باپ کا نافرمان کبھی معاف نہیں ہوتا جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے ویلڈن۔ ام مریم "مجھے ہے حکم اذاں" بہت اچھا ہوا جو فاطمہ کی شادی عباس سے کروادی۔ شکر ہے جو ادیب کو بھی عقل آگئی لگتا ہے اگلی آخری قسط ہوگی۔ باقی بیاض دل میں اس بار سب کا انتخاب بہت خوب رہا اور یادوں کا پیغام آنے میں اپنا پیغام اپنے شوہر کے نام دیکھا تو بہت اچھا لگا اور جلدی جلدی ڈائجسٹ اپنے گل کے ہاتھ میں

تھمادیا۔ تھینک یو آنچل کے کس کس سلسلے کی تعریف کریں آنچل بے مثال ہے اچھا اب اجازت اس دعا کے ساتھ کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین اللہ حافظ۔

شمع مسکان..... جام پور۔ چاکلیٹ شہلا آپی اینڈ آئسکریم آنچل فرینڈز السلام علیکم! فرسٹ آف میری طرف سے عیدالفطر کی بہت ٹھنڈی اور گرما گرم عید کی مبارک باد وصول کریں (ارے بھئی کوئی مجھے بھی تو دے)۔ نورین شفیع، نورین شاہد، خیال طیبہ افضل (مجھے بھول گئیں)۔ طیبہ نذیر، عنبر گل (مجھند)، عنبر گل، دعا گل (کراچی)، شاہ زندگی، حیا عباس، نمرہ شبیر، قرۃ العین، ثمرین آنسہ شبیر، عائشہ خان (بہت پیاری ہو تم)۔ کنول، رباب، سنڈریلا، یاسمین فاخرہ، ایمان، الیس اصول کائنات، عابدہ مسکان، صبا کے ایس، نازیہ کہاں گم ہو، شیریں گل، کرن ملک (دوستی پکی) فائزہ بھٹی، الفت اینڈ فائزہ وحا، بھی میرے شہر کی شہزادیاں فائزہ بلال، اقراء اور دل کے قریب (سوئٹ چائے) کو دل کی گہرائی سے اگست کا مہینہ مبارک ہو۔ جلدی سے قیصرہ آنٹی کی سرگوشیاں پڑھیں ارے واہ...... دل کی بات لکھ ڈالی نا آنٹی ہم راضی ہیں آپ سے۔ بے چینی سے لگا آنچل کا انتظار ہے۔ ام مریم "مجھے ہے حکم اذاں" اسٹوری خوب صورت انداز میں حسب توقع بڑھ رہی ہے۔ لاریب کا اب عباس سے سامنا ہوگا دیکھو کیا کرتی ہے اب لاریب بی بی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں ہادیہ اینگیج ہو کر یقیناً خوش ہوگا جس کے لیے اجیہ کا رشتہ طے ہونے والا ہے اور یقیناً مصطفیٰ کے ماتحت کام کرنے والے نذیر کے بیٹے ہوں گے۔ مجھے تو مصطفیٰ اور شہوار کی رخصتی سے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ سباس گل کا "یہ جو عشق ہے" اس ماہ آنچل کی جان تھا بس اتنا کہوں گی کہ "عید سے پہلے عید ہوگئی" اسے پڑھ کر رشتوں کی نفسیات کو اجاگر کرتا۔ ایک اچھا شاہکار نازیہ آپی اینڈ فاخرہ آپی کی اسٹوریز پر تبصرے جمع ہیں مکمل ہونے پر کروں گی۔ آئینہ میں منظور، سمیرا نجیب، نورین شاہد (کیا ہم آپ کے دوست نہیں ہیں) توسین مشتاق کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ ہمارا آنچل میں شاعری میں نمانا طمنہ، عافیہ، سنگی علی، حمیرا ملک، شمع ناز، شکیل کی بیسٹ شاعری تھی۔ اجازت چاہتی ہوں اقراء شبیر اور اقراء چوہدری سے کہوں گی کہ روزے پورے رکھو عید ملنے ضرور آنا اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر شمع! ہمیشہ یونہی مسکان ہونٹوں پر سجائے آپ کی آمد نے بزم آئینہ میں شمع روشن کر دی۔ آپ کا تفصیلی و جامع تبصرہ پسند آیا۔

ثمن گیلانی، ابن صدیقی..... ہتیاں بالا۔ السلام علیکم! امید ہے سب قارئین خیریت سے ہوں گے چلیں جی اب ہمیں بھی تھوڑی سی جگہ دے دیں ہو سکتا ہو کہ باقی سب قارئین جگہ لے لیں اور ہم بھی بزم میں اس بار بھی شرکت کرنے سے رہ جائیں۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو آنچل واقعی ایک بھرپور تفریح کا سبب ہے۔ خاص [illegible] آنچل پڑھنے کا جو مزہ آتا ہے اس کی بات ہی اور ہے اور ہر مہینے ہمیں آنچل کا بے حد انتظار رہتا ہے لیکن یہ انتظار [illegible] جب ہم نے آنچل کے لیے کوئی چیز بھیجی ہوتی ہے آنچل کی سب رائٹرز بہت اچھی ہیں۔ خاص طور پر نازیہ کنول نازی، [illegible] ناولز میں سب سے اچھا ناول "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم کا جا رہا ہے واہ کیا بات ہے۔ ہر قسط ہی بڑی سسپنس فل ہوتی ہے۔ عباس والا پورشن سب سے زیادہ اچھا لگتا ہے پچھلے ناول کا اینڈ ہوگیا۔ اقراء جی آپ کا اینڈ کچھ اچھا نہیں لگا اتنی جلدی ناول کو [illegible] شیری کو چلو آپ نے اس پر محنت تو کی ہوگی اس کے لیے آپ کو مبارک ہو۔ آپ نے بخیریت ایک ناول ختم کیا [illegible] نازیہ کنول نازی کا ناول "برف کے آنسو" بہت اچھا جا رہا ہے پڑھتے ہوئے اتنا مزہ آتا ہے کہ دل چاہتا ہے کہ [illegible] تیسرا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" بہت [illegible] جا رہا ہے ہر قسط پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ اگلی بار [illegible] لیکن ہر بار بس مصطفیٰ اور شہوار کی لڑائی اور [illegible] کی بدگمانیاں ہی [illegible] مستقل سلسلوں میں ہمیں آئینہ، یادگار لمحے [illegible] والا سلسلہ اچھا لگتا ہے جب ہماری کوئی چیز آنچل میں شائع ہوتی ہے تو نہ پوچھیں (آپا) کتنی خوشی ہوتی ہے سب کو بتاتے ہیں یہ دیکھو ہم بھی آنچل کے رائٹر بن گئے۔ اچھا آنچل کی [illegible] تمام رائٹرز و ریڈرز کو اللہ حافظ۔

عاصمہ گلناز..... گاؤں ناصطوم۔ السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے اور مجھے میرے تبصرے کے ساتھ یاد کر رہے ہوں گے (ہاہاہا) تو چلتے ہیں تبصرے کی طرف۔ جی اس دفعہ آنچل 28 کو ملا بس جی آنچل کا ملنا تھا کہ ہم نے جست لگا کر بغیر سانس لیے پورے دو گھنٹے میں پورا رسالہ ختم کردیا ہاہاہا۔ ہے ناں مزے کی بات۔ جی ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے ہم نے ام مریم کی اسٹوری پڑھی "مجھے ہے حکم اذاں" تو مریم جی جگ جگ جیو ہمیشہ کی طرح آپ کی اسٹوری اس دفعہ بھی سپر ہٹ تھی بس سکندر اور لاریب کی جدائی پر ملال ہے خیر ہے جلدی مل جائیں گے پلیز فروا کو بھی اریب کے ساتھ سیٹ کردیں نندنی اور عباس کو بھی شادی مبارک۔ پھر جی نازیہ کنول نازی کی اسٹوری پڑھی "برف کے آنسو" اسٹوری اچھی تھی مگر ریان ملک نے علینہ کو طلاق دے کر ہمارے دل کو توڑ دیا ہے۔ پھر جی "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی جی، سمیرا جی آپ نے تو خوش کر دیا ہے۔ شہوار اور مصطفیٰ کی رخصتی کا سن کر خوشی ہوئی جب نگاہ [illegible] پر پڑی تو دل حلق میں آ گیا بس شہوار کا دعا یہ مصطفیٰ کے ساتھ اچھا کردیں اور اس کی پریشانی کو بھی دور کردیں [illegible] جوڑی بہت اچھی لگتی ہے باقی رسالہ بھی اچھا تھا بہت مزا آیا۔

☆ عاصمہ ڈیئر خوش رہیے۔

اجازت چاہتی ہوں اگلے ماہ مکمل تبصرہ ہوگا ان شاء اللہ اللہ حافظ۔

عائشہ اسلم ..... کبیر والا۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف، ریڈرز، رائٹرز کو میری طرف سے محبتوں بھرا سلام قبول ہو۔ سب کو پیشگی عید مبارک۔ اللہ سے دعا ہے یہ عید سب کے لیے خوشیوں سے بھری، پُرمسرت ثابت ہو۔ اس بار رسالہ پڑھ کر بہت مزا آیا۔ عید کی مناسبت سے سرورق بھی اچھا تھا اسی طرح پورا رسالہ عید کی مہک لیے ہوئے اور سویٹ کلیوں کے مسکان بھرے تبصرے پیغامات پھیلا رہے تھے اچھا تھا تری شرارتوں سے لبریز تحاریر نے اچھا تاثر دیا۔ ویسے تو دوست کے پیغام سب کے تھے مگر اپنے لیے کوئی ایک بھی نہیں تھا، چلیں کوئی بات نہیں سمیرا آپی نازی آپا، اُم مریم، اقرأ صغیر احمد، سمیرا غزل صدیقی، نزہت جبین ضیا، ام ثمامہ، نادیہ فاطمہ کو پڑھ کر ہمیشہ اچھا لگتا ہے۔ مجھے ان سب کی تحاریر بہت پسند ہیں اور میں شوق سے پڑھتی ہوں ویسے تو آنچل میں لکھنے والی ہر لکھاری زبردست لکھتی ہے مگر ان کے نام میرے ذہن سے محو نہیں ہوتے۔ میری دعا ہے آپ سب کا قلم سے رشتہ جاودانہ ہو اور میری طرف سے آپ سب کو اتنا اچھا لکھنے پر بہت مبارک ہو آپ سب کے لیے یہ عید خوشیاں لائے آمین۔

کرن ملک ..... جنوبی۔ السلام علیکم! امید واثق ہے کہ سب بخیریت وعافیت ہوں گے اور رب کے حضور اپنے گناہوں کی مغفرت میں مشغول ہوں گے۔ جی جناب بات ہوجائے سلسلہ وار ناول کی "مجھے ہے حکم اذاں" عباس نے فاطمہ سے نکاح کرلیا اتفاق کافی ہے آگے سب کچھ خود ہی بہتر ہوجائے گا۔ شکر ہے وقاص کو بھی ہوش آیا کہ وہ حاکم نہیں اک عام انسان ہے اور سب سے اچھی تو یہ ہے کہ لاریب کے دل میں بھی سکندر کی تڑپ اور محبت نے انگڑائی لی اب کہانی ایک دم فٹ ہے۔ "برف کے آنسو" کی آخری قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" بھی اچھی جا رہی ہے دیکھو شہوار کی رخصتی کب ہوتی ہے مکمل ناول سباس گل کا پڑھا اچھا لگا بہت مزا آیا۔ باقی افسانے وغیرہ زیر مطالعہ ہیں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی چاروں بہنوں کے تعارف بھی اچھے تھے سمیرا میں بھی سب گھر والوں سے [illegible] کے [illegible] کر رہی ہوں۔ جشن مسکان اگست میں آپ کی برتھ ڈے ہے میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو اب تک کے [illegible] میں یاد رکھنا میری طرف سے تمام پاکستانیوں کو عید الفطر مبارک ہو۔

وثیقہ زہرہ ..... سمندری۔ السلام علیکم! آپی کیا حال ہے میری طرف [illegible] آنچل کی پوری ٹیم کو سلام کافی عرصے بعد شرکت کر رہی ہوں امید ہے خوش آمدید کہیں گی۔ اس ماہ آنچل جلدی مل گیا لیکن [illegible] آنچل کے سب سلسلے اچھے ہیں لیکن میرے فیورٹ یادگار لمحے ہم سے پوچھیے اور بیاض دل ہیں۔ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" مجھے [illegible] بہت پسند ہیں۔ ہماری دعا ہے اللہ پیارے آنچل کو کامیابی وترقی عطا فرمائے آمین۔

ہنا وثیقہ ڈیئر! آپ دیگر تحاریر پر بھی اپنا تبصرہ قلمبند کرتیں تو بہتر [illegible] آمد [illegible] محفل رہے گا۔

نگہت بشیر ..... ڈنگہ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ [illegible] کرتی ہوں کہ گرمی خوب انجوائے کر رہی ہوں گی رمضان کا بابرکت شروع ہوگیا ہے دعا ہے کہ اللہ اس مہینے [illegible] کی توفیق دے ابھی کسی بھی کہانی پر تبصرہ نہیں کرسکتی کیونکہ آنچل ابھی پڑھا نہیں بس رمضان کی وجہ سے کچھ مصروف [illegible] وہ جلدی سے لکھنے بیٹھ گئی۔ اس گرمی اور لوڈشیڈنگ کے دوران آنے والے روزے اللہ ان سب کو بھی رکھنے کی توفیق دے [illegible] ہم کم رکھتے ہیں (ہاہا) آخر میں سب کو میری طرف سے بہت سا سلام اور ایک دفعہ پھر رمضان مبارک اللہ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔

اقرأ، آفرین، فائزہ، بلال ..... جلالپور۔ کہانیوں کے علاوہ سب کچھ پڑھ لیا ہے، نظیفہ فیض، علی اور شمع ناز شکیل کی شاعری پسند آئی۔ ڈش مقابلہ، بیوٹی گائیڈ دونوں سلسلے میں چھوڑ دیتی ہوں۔ کام کی باتیں تو ہوتی ہی کام کی ہیں ان پر ضرور دھیان دیتی ہوں۔ آپ ایک معلوماتی سلسلہ بھی شروع کریں جس میں معلومات ہی معلومات ہوں جیسا کہ اب کی بار یادگار لمحے میں نورین لطیف نے معلومات دی ہوئی ہیں۔ شہزا الروح اینڈ ایمن مبارک بہت شکریہ میرے شعر کو پسند کرنے پر۔ شہزا الروح جی میں ایک ہی شخصیت ہوں بے شک نام دو ہیں۔ ایک اسکول کالج میں دوسرا فیملی میں پکارا جاتا ہے۔

کائنات عابد ..... فیصل آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ رمضان المبارک بہت بہت مبارک ہو اور ایڈوانس عید مبارک۔ اب اپنے پیارے آنچل کی طرف آتے ہیں ٹائٹل بہت اچھا لگا اس ماہ کا آنچل بھی ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ نازیہ آپی کا ناول ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" بھی بہت اچھا تھا اگر اپنا مسئلہ لید کے ساتھ شیئر کرتے تو زیادہ اچھا ہوگا اور جلدی سے شہوار کی رخصتی بھی ہوجائے تاکہ وریہ کو پتا چل جائے۔ ام مریم آپی کا ناول نہایت زبردست جا رہا ہے بہت خوشی ہوئی فاطمہ اور عباس کی شادی ہوگئی دعا ہے عباس کو اس سے محبت ہوجائے۔ افسانوں میں سمیرا اور لیں کا افسانہ اچھا لگا باقی سب بھی بیسٹ تھا آپی میں نے جتنی بار یادگار لمحے کے لیے کچھ بھیجا شائع نہیں ہوا کیا مجھ سے ضد چل رہی ہے آپی... غزلوں میں سمیرا افضا کی غزل بہت اچھی لگی اور آپی دعا کرنا میرے لیے کہ ہماری ساری مشکلات دور

ہوجائیں میری دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ ترقی کرتا رہے اللہ حافظ آپی۔

☆ کائنات ڈیئر اللہ تعالیٰ آپ کو سائنوں اور خوشحالی سے بھرپور زندگی عطا فرمائے آمین۔

آمنہ امداد--- سرگودھا۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیا حال چال ہیں میری طرف سے آنچل اسٹاف ریڈرز اور رائٹرز کو رمضان عید کی بہت بہت مبارک باد۔ جولائی کا شمارہ 2 کو مل گیا تھا سرگوشیاں اور حمد و نعت سے ہوتے ہوئے سیدھی چھلانگ لگائی "ٹوٹا ہوا تارا" پر..... میرے خیال میں رابعہ بوکر سے شادی نہیں کرے گی اور اچھا ہی ہوا عادل بی بی نے اپنی اوقات دکھا دی۔ مجھے لگتا ہے ضیا صاحب ولید کے دکھ پایا نہیں ہیں اس لیے ہر بات پر بے چین ہوجاتے ہیں اگر تو شہید مصطفیٰ کی کزن ہوئی تو پاپا صاحب کے پاس جو تو ہے وہ سکندر علی کی ہوگی۔ ویسے پارٹی میں انا کی ملاقات کرا یاز سے ہوجاتی تو کہانی والا چیپٹر ہی کلوز ہوجاتا۔ سباس گل کی اسٹوری اچھی تھی اور "برف کے آنسو" میں نے ابھی شروع نہیں کی۔ "وہی اک لمحہ زیست کا" کیلات سے نا خوش اتنی کہانی وقت جھٹکا لگا جب رفی کے بیگ کی ماں مجھے بھی لا ہی گئی وہ میں دکان والے کے پاس جاؤں گی۔ "محبتوں کے گلاب" حرسے کی تھی۔ "مجھے ہے حکم اذاں" عباس کچھ زیادہ ہی نہیں فاطمہ کی بے عزتی کرتا بے وقوف۔ چاہے جانے کا احساس ایسے ہی بندے کا غرور بنادیتا ہے۔ سکندر کا فیصلہ مجھے بہت پسند آیا اس نے ثابت کردیا کہ وہ واقعی سکندر ہے اگر صعیہ ڈاکٹر زینب کا مدرسے جوائن کرلے تو ابراہیم احمد کی ملاقات آسانی سے فاطمہ سے ہوسکتی ہے۔ بیاض دل میں ایمان رضوان ام کمال، کشش یاسمین تحریم فری طیبہ فریحہ شبیر سائرہ حبیب عائشہ پرویز امبر گل نوشین اقبال مریم اقبال صوفیہ نازعروج و دیا خان کے اشعار پسند آئے۔ دیا خان تمہارا شعر تو بالکل میری ذات کو واضح کر رہا ہے۔ "نیرنگ خیال" عنوان مجھے بہت پسند آیا۔ پیغامات سب کے اچھے تھے اپنا پیغام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سمیرا احمد (ایس امول) اور عائشہ خان (تخدو محمد خان) آپ نے مجھے یاد کیا میرا دل خوشی سے باغ باغ کردیا۔ یادگار لمحے شاملت رہا۔ عنبر گل عیرہ رضوان سلمیٰ حبیب لمارہ شنہ یاسمین رخسانہ اسماعیل پروین افضل ام کمال اور سمیرا تحسین نے اچھا لکھا۔ سمیرا سرگودھا میں کہاں رہتی ہو تم۔ جواب سب کے اچھے تھے۔ ہم سے پوچھیے سعدیہ رمضان پروین افضل ام کمال اور عائشہ خان کے سوالات مزے کے تھے اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں اپنا بہت خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

ثمن وقاص---- دیونہ منڈی گجرات۔ السلام علیکم۔ امید ہی نہیں تھی کہ ہمارا خط شائع ہوگا لیکن جب آنچل کھولا تو میں دیکھ کر حیران ہی رہ گئی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" ناول میرا پسندیدہ ناول ہے۔ عادل زینب بچ جائے گی بس تھوڑی سی اپ سیٹ ہے جب حقیقت جان جائے گی تو خود ہی سدھر جائے گی ویسے مصطفیٰ اور شہوار کی جوڑی بہت اچھی ہے۔ "برف کے آنسو" ناول کی تو بات ہی کیا ہے ندا کا تو بہت اچھا حال ہوا ہے۔ اب زرمینا کی باری ہے نا سنے ایسی مزا ہونا چاہیے جو اس نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔ عینا کے ساتھ تو بہت برا ہوا۔ سباس گل کا مکمل ناول "یہ جو عشق ہے" بہت اچھا تھا "عشق ہو تو ایسا ہو" نہیں تو نہیں۔ اللہ حافظ۔

شاہ زندگی---- راولپنڈی۔ شہلا آپی آپ کو اور سب کو بھی عید مبارک آپ سے بہت زیادہ ناراض تھی میں۔ یار پچھلے چار ماہ سے نظر انداز کررہی ہیں آپ مجھے عید کا موقع تھا اس لیے معاف کردیتی ہوں۔ سب آنچل فرینڈز رائٹرز اور تمام ادارے کو عید مبارک۔ سب سے پہلے تو سمیرا جی کہانی تو زبردست ہے لیکن بیلا ضیا صاحب کو بتا کیوں نہیں دیتی وہ ایسا کیوں ہے..... بہت مجبوری پکارتی ہو آپ۔ کچھ سمجھ نہیں بہت زیادہ سمجھ آ رہا ہے کہ کیا ہونے والا ہے سازی تی۔ "برف کے آنسو" امید ہے کہ نادیہ کی دل کی طلب پوری ہوجائے گی اور "اے مژگان محبت" میرے پاس کتابی شکل میں موجود ہے آپ تو صرف لکھتے وقت رو دیں۔ میں جب بھی اس ناول کو پڑھتی ہوں تو روتی ضرور ہوں۔ اسم مریم کا اب یہ داستان ختم ہونا چاہیے۔ بیاض دل میں ایمان رضوان نزہت جبین صوفیہ زندگی گل بیسٹ شعر تھے۔ نیرنگ خیال میں من موہنے خواب سویرا فلک نظم آنسہ شبیر دوستو میرا رقیب نظم بھی اچھی تھی نورین شاہد کا شعر بہت اچھا لگا شمع مسکان اگست میں سالگرہ مبارک ہو دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

بسمہ حیا عباسی---- تلہ گنگ۔ ڈھیروں ڈھیر سلام اور عید مبارک کے ساتھ حاضر ہیں جناب! اس بار آنچل دیکھ کر شکر ہے بچپن کا پھولا محسوس ہوا کہ ٹائٹل گرل شکر ہے ہمیشہ کی طرح اداس نہیں تھی۔ حمد و نعت کے بعد "مجھے ہے حکم اذاں" کی طرف چھلانگ لگا دی۔ مریم پلیز سکندر کی شرافت بھرے خسارے میں نہ ڈالیں وہ اس کے تایا اس کے ابو جتنی اپنے بھائی کے منہ سے اس کے کیسے ہوں گے۔ عباس بھی لگتا ہے جلد سدھر جائے گا اور فاطمہ کی بچی لگن جیت جائے گی ایمان کو کب تک ہوش آئے گا اب شرجیل کی سزا ختم کردیں۔ "بہار کے رنگ" فاطمہ خان اچھی کاوش ہے۔ "خطاوار تھے ہم" آج کل کے اہم موضوع پر قلم اٹھایا گیا ہے دنیا مکافات عمل ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ "یہ جو عشق ہے" سباس گل تو زبردست۔ بیاض دل میں نورین لطیف فریحہ قری یوسف زئی فائقہ سکندر حیات عظمیٰ فرید نجمہ بھٹی دیا خان نادیہ چوہدری نے اچھے شعر لکھے۔ نیرنگ خیال میں حکیم خان علیمہ حاقیہ ستل نرمہ حنف پرویز صدیقہ خان سمیرا نوال منعم تابش منابق کی شاعری پسند آئی۔ باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے تمام آنچل فرینڈز سے درخواست ہے کہ میرے شوہر اور میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ ہماری مدد فرمائے آمین۔

زہرا ملک---- تلہ گنگ۔ السلام علیکم امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے آنچل کی بات ہوجائے تو آنچل ہمیشہ کی

طرح بہترین ہوتا ہے۔ حمد و نعت بہت ہی خوب صورت ہمیشہ کی طرح۔ ہمارا آنچل میں سبھی کا تعارف پسند آیا۔ نازیہ کنول نازی کا ناول "برف کے آنسو" پسند آیا آپی اب آپ پہلے کی طرح اچانک گم مت ہو جائیے گا' کچھ نہ کچھ لکھتی رہیے گا۔ بات ہو جائے "مجھے ہے حکم اذاں" کی بہت پیارا ناولٹ ہے مجھے ہر بار اس کا انتظار رہتا ہے کاش آپ سے مل سکتی (ہائے حسرت)۔ باقی سبھی رائٹرز اچھا لکھ رہی ہیں اور افسانے بھی زبردست تھے بس آنچل میں سب کچھ اچھا لگتا ہے سبھی مستقل سلسلے پسند ہیں آخر میں نظمیں ہمیشہ کی طرح دل کو چھو جاتی ہیں اور قیصر آرا آپ کی شاعری بہت زبردست تھی ہے۔ شہلا عامر اور ہم سے پوچھیے میں شائمہ کاشف کی تو کیا ہی باتیں ہیں بہت مزہ آتا ہے آخر میں سیدہ حیا علی آپ کو بہت زیادہ مبارک (اکیلے اکیلے شادی جو کرلی) حیران مت ہوں میں آپ کو جانتی تو نہیں پر آپ کے آس پاس رہتے ہوئے یہ حق تو بنتا ہے نا (کیوں؟)۔ پروین افضل شاہین بھی بڑی خوش باش ہوں آپ' کہیں نہ کہیں ضرور نظر آتی ہو (بھئی آنچل میں) دعاؤں میں یاد رکھنا آپ سب لوگ اگر سانسوں نے وفا کی تو پھر ملیں گے۔ اللہ حافظ۔

عافیہ علی گوندل ...... جہلم۔ السلام علیکم! امید ہے سارا اسٹاف خیریت سے ہوگا اور دعا ہے کہ سدا خوش رہیں وہ لوگ جو ہمیں روز یاد کرتے ہیں آمین۔ تبصرے میں تو پہلے ٹائٹل ہی آتا ہے ہمیشہ کی طرح ٹائٹل اس بار بھی زبردست تھا۔ سرگوشیاں میں حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے۔ سب سے پہلے سلسلے وار ناول کی طرف بھاگی "مجھے ہے حکم اذاں" زبردست۔ اریب واللہ ہی ہدایت دے۔ سکندر کا کردار مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور فاطمہ عباس سے کتنا پیار کرتی ہے۔ مگر عباس بے پرواہ فاطمہ چھوڑ دو عباس کو اتنے خود غرض بندے سے پیار کرنا ...... ان شاء اللہ فاطمہ عباس کو ہی ملے گی اور میں پہلی دفعہ شریک محفل ہوں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ [illegible] والوں کو عید مبارک اور اللہ کرے آپ تمام لوگوں کا ہر دن عید کی طرح ہو خوشیوں سے بھرپور (آمین)۔ اللہ نگہبان دعاؤں میں یاد رکھنا اپنا خیال رکھنا۔

ڈیئر عافیہ! خوش آمدید۔

آنسہ شبیر ...... ڈوگہ گجرات۔ السلام علیکم! کیا حال ہے شہلا آنٹی اور آنچل [illegible] سب کو میری طرف سے عید سعید کی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ عیدی بھی میں شہلا آپی عیدی لینی ہے کہ دینی ہے (ہاہاہا)۔ [illegible] لینے میں مزہ زیادہ آتا ہے۔ چار ماہ کی غیر حاضری کے بعد آج ہم عید کا چاند بن کر آئے ہیں۔ کسی کی ہماری انٹری [illegible] سے کیے گئے میک اپ میں سرورق پر براجمان دوشیزہ پگلی سی مسکراہٹ کے ساتھ پیاری لگی۔ فوراً سے پیشتر دوست [illegible] نکالی مگر شکر ہے کوئی چوٹ نہیں آئی مگر خوشی بہت ہوئی آنچل کی پریوں کے نام پیغامات پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ [illegible] کی تعریف کروں سب نے بہت اچھا لکھا آئینہ میں تمام شہزادیوں نے آنچل کے بارے میں اپنے اپنے خیالات کا [illegible] پریوں شہوار کے آنگن میں چلتے ہیں دیکھتے ہیں کہ وہ کون سا نیا کارنامہ سرانجام دیتی ہے لیکن وہ ستارہ تو ختم ... کی کیفیت [illegible] بدلی نہیں کی [illegible] مستقل مزاجی کو سلام خدا کرے اب رخصتی ہو ہی جائے۔ یہ بات تو سو فیصد [illegible] بھائی ہیں کیوں میری پیاری آپی (آہم) اور ولید بھائی آپ کچھ زیادہ ہی کچھ کے دوست نہیں بن گئے اور دعوے پر [illegible] تو چل دی اور مجھے یقین ہے کہ ولید ... سے محبت کرنا چاہتا ہے کہ وہ جیسی فیل کرے کیوں ولید بھائی ہوں نا۔ [illegible] نے راہ ... کیا ہے وہیں اگلی قسط کے لیے انتظار کی سوئی پر لٹک جاتی ہیں اب آنچل کی پریوں کا اگلا پڑاؤ سکندر بھائی کے گھر ہے پر [illegible] اپنی پہچان تو کی اور اس نے معاف کرکے بہت اچھا کام کیا کیونکہ معاف کرنا صفت خداوندی ہے۔ پر دل میں اریب کی محبت کی کسک ابھی باقی ہے شینہ ہو اریب راضی ہو جائے اور سکندر صاحب تو الفت کا بورڈ لگا دیں۔ عباس کا رویہ فاطمہ کے ساتھ بہت برا ہے۔ کسی کی عزت نفس کو مجروح کرنے کا حق عباس کو نہیں ہے اور وہ یہ سب اپنے والدین کے سامنے سرخروئی حاصل کرنے کیلئے بیچ میں ... کر رہا ہے۔ فاطمہ بار بار ... کی محبت ... میں اپنی عزت ہی نہ ہو کیونکہ عزت نفس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے ... ویسے عباس بہت پچھتائے گا۔ وقاص کا ماسی کی طرف رجوع اور اپنی بیٹی کو اپنانا خوش آئند لگا۔ اگلی قسط میں فاطمہ اپنے سسرال جا کے کن آزمائشوں سے گزرتی ہے۔ خط اور تھے ہم "صوفیہ ملک" بہت زبردست لکھا آپ نے۔ "بہار کے رنگ" فاطمہ خان بہت اچھا زبردست۔ وہ کہتے ہیں نا کہ اپنوں کی پہچان برے وقت میں ہوتی ہے آنچل کی پریوں پرستان کی سیر تو ختم ہوئی چلو سب اپنے اپنے گھر' بھئی عید کی تیاری نہیں کرنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا حیات باقی ملاقات باقی۔

❁ اب اگلے ماہ تک کے لیے رخصت اس امید کے ساتھ کہ اس خوشی کے موقع پر ان لوگوں کو ہرگز مت بھولیے جن کی خوشیاں آپ سے منسوب ہیں۔ وطن عزیز کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور ایک لمحے کے لیے ضرور یہ سوچیے گا کہ ان گزشتہ برسوں میں آپ نے وطن کے لیے کیا کیا ہے اللہ تعالیٰ ارض وطن پاکستان کو سلامت رکھے آمین۔

❁

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

ام عائشہ...... ولیکینٹ

سوال:۔ آپی میرا بھائی اصطبل بیچ کر سوتا ہے اور سحری میں اٹھنے کا نام نہیں لیتا کوئی آسان حل بتائیں اسے جگانے کا؟

جواب:۔ اس کا بستر اصطبل میں ہی لگادو نا سوئے گا نا جگانا پڑے گا۔

سوال:۔ پیا گئے رنگون وہاں سے کیا ہے ٹیلی فون بھلا کیا کہنے کے لیے بتائیں بھلا؟

جواب:۔ یہی کہ اس بار تمہاری عیدی گول۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

سوال:۔ میں جب بھی نظر کا چشمہ لگا کر آئینے میں اپنا عکس دیکھتی ہوں تو آئینہ کہتا ہے کہ......

جواب:۔ آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

سوال:۔ چوٹی پر کھڑی ہو کر اپنی چوٹی کو [illegible] پھر دیکھتے ہی دیکھتے اچانک......؟

جواب:۔ اچانک تمہاری [illegible] گئی اور اماں کے ہاتھوں میں تھی تمہاری چوٹی۔

سوال:۔ دیکھا ہم کتنے سیانے ہیں ہاہاہا؟

جواب:۔ کوئی شک نہیں سیانے کوے سے زیادہ سیانے ہیں آپ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

سوال:۔ عید مبارک اور میری عیدی کبھی دیں تاں۔

جواب:۔ پہلے پورے روزے تو رکھو پھر عیدی کی بات کرنا۔

سوال:۔ گرمی نے اتنا دماغ خراب کردیا ہے کہ توبہ توبہ۔

جواب:۔ چلو اسی بہانے تم نے توبہ تو کرلی۔ پکڑے رکھو کان۔

سوال:۔ لوڈشیڈنگ کب ختم ہوگی آپو جانی؟

جواب:۔ آہ...... یہ نہ تھی ہماری قسمت......

سوال:۔ زیادہ نہیں بس آپی عید کا ایک سوٹ بس ایک

جواب:۔ اب اتنا اصرار کر رہی ہو تو جلدی بھیج دینا ہم انتظار کریں گے۔

عائشہ پرویز...... کراچی

سوال:۔ آپی جی عید مبارک میری عیدی کہاں ہے؟

جواب:۔ خیر مبارک اور ہاں تمہاری عیدی تمہارے میاں جی کے پاس ہوگی ضرور لے لینا یاد سے۔

سوال:۔ آپی جی اگست کا مہینہ آیا میری سالگرہ کا دن آیا ہے میرا گفٹ کہاں ہے ہی ہی ہی؟

جواب:۔ سالگرہ کے دن کے علاوہ اور بھی بہت کچھ لایا ہے [illegible] سالگرہ مبارک۔

سوال:۔ آپی جی گھر میں آنے والے مہمانوں پر زیادہ پیار آتا ہے یا گھر سے واپس جانے والوں پر؟

جواب:۔ پہلے یہ بتاؤ کہ یہ مہمان تمہارے میکے والے ہیں یا سسرال والے؟

سوال:۔ ساون کی بھیگی راتوں میں؟

جواب:۔ تم جھولا جھولو باغوں میں۔

سعدیہ رمضان سعدی...... صادق آباد

سوال:۔ شمائلہ آپا ہماری 9th کلاس کو ہر وقت ہنسی کے دورے کیوں پڑتے رہتے ہیں؟

جواب:۔ آخر ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار جو پیش کرنا ہوتا ہے۔

سوال:۔ آپا ہمارے خوش رہنے سے کچھ لوگ جلتے کیوں ہیں؟

جواب:۔ جلتے کو جلاؤ تا کہ ان کا منہ بھی کالا ہو جائے۔

سوال:۔ ہمارے چھی ٹولے کو اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

جواب:۔ سدا ہنستے مسکراتے رہو اپنے خرچے پر۔

ام خان...... ہری پور

سوال:۔ کیسی ہیں شائلہ آپی آپ مجھے پہچانا یا نئے ستاروں کی چمک میں، میں نظرانداز ہوگئی؟"

جواب:۔ بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔

سوال:۔ زندگی بری طرح مصروف عمل ہے پلیز آپی فرصت کا کوئی طریقہ ہے تو بتائیں مجھے اشد ضرورت ہے؟

جواب:۔ اخبار میں ضرورت ہے کا اشتہار دیکھو۔

سوال:۔ دل دھوکے میں ہے اور دھوکے باز سامنے.....زبان گنگ اور راہ فرار کے تمام راستے بند آپ ہی کچھ صلاح دے دیں؟

جواب:۔ گونگے کا گڑ کھالیا ہے کیا۔

نادیہ عباس دیا..... موسیٰ خیل

سوال:۔ کیا حال ہیں شائلہ آپی میں بہت عرصہ بعد آپ کی محفل میں حاضر ہوں پہچانا؟

جواب:۔ پہلے یہ بتاؤ اتنا عرصہ کہاں غائب رہی۔

سوال:۔ آپی اگر درد حد سے بڑھ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب:۔ فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔

سوال:۔ شعر کا جواب شعر میں دیں۔

کوئی نیوشن سینٹر ہو تو بتاؤ
امتحان عشق میں سپلی [illegible] کی [illegible]

جواب:۔ ایک سپلی سے ڈرگئی، ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔

ناہید چوہدری..... احسان پور

سوال:۔ آپ اپنی محفل میں زبردستی گھسنے والوں کو کیا سزا دیتی ہیں؟

جواب:۔ کان پکڑوا کر مرغا نہیں مرغی بنا دیتے ہیں۔ چلو بن جاؤ فوراً۔

سوال:۔ اگر آنسو اور غصہ ایک وقت آئیں تو آنسوؤں کو پہلے پینا چاہیے یا غصے کو؟

جواب:۔ روزہ رکھتی تو کچھ پینا نہ پڑتا۔

سوال:۔ آم گرمیوں میں کیوں ہوتے ہیں انہیں سردیوں میں ہونا چاہیے کیوں آپی؟

جواب:۔ اب آم اس قدر بھی عام نہیں ہوئے کہ ہر خاص و عام کے لیے ہر موسم میں عام ہوجائیں۔

گنگ کامران خان..... کوہاٹ

سوال:۔ لڑکے اتنے شریف کیوں ہوتے ہیں؟

جواب:۔ خوش فہم لوگوں کی خوش فہمی تو ملاحظہ کیجیے۔

سوال:۔ شادی والے دن منہ دکھائی ٹیکس دلہا پر ہی کیوں لاگو ہوتا ہے دلہن یہ ٹیکس کیوں نہیں دیتی؟

جواب:۔ دلہا کا منہ اس قابل ہی کہاں ہوتا ہے؟

ثوبیہ کوثر..... ملتان

سوال:۔ طبیعت، محبت اور نیت ٹھیک ہے؟

جواب:۔ الحمدللہ تینوں بخیر ہیں اپنی اپنی جگہ۔

سوال:۔ پوچھا جو آپ نے چاند نکلتا ہے کس طرح زلفوں کو رخ پر ڈال کر میں نے جھٹکا دیا کہ یوں

جواب:۔ یہ چاند رات کو دن ابھی رہنے دو۔

[illegible] گل..... تمسن

سوال:۔ [illegible] میرے سوالوں کے جواب کوئی نہیں دیتا [illegible] نے [illegible] سے سوالات مت کیا کرو اور میری [illegible] آتے ہیں؟

جواب:۔ لیکن تم کسی کی نصیحت پر کان نہیں دھرتی ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتی ہو..... ہیں [illegible].....

سوال:۔ شعر کا جواب شعر میں دیں لگتا نہیں ہے دل میرا آج کل کہیں بھی؟

جواب:۔ لوڈ شیڈنگ اور گرمی سے بے حال عوام کا بھی حال ہے پریشان مت ہو۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

سوال:۔ میرے میاں جانی کہتے ہیں کہ میری سالگرہ پر خوب بھاری سا گفٹ دینا آپ ہی مشورہ دے دیں کیا دوں؟

جواب:۔ ایک عدد بھاری سا پتھر دے دو تا کہ وہ اپنی عقل پر دے ماریں اور انہیں کچھ عقل آجائے۔

سوال:۔ آخر میں ایسا کیا کروں کہ میرے میاں جانی

مجھ سے خوش رہیں؟

جواب:۔ تم ہر مہینے شاپنگ کے نام پر ان سے پیسے بٹورنا چھوڑ دو پھر دیکھو ہر رات شب برات ہر دن عید کا ہوگا۔

ہانیہ..... ابراہیم حیدری کراچی

س:۔ کیا میں آپ کی محفل میں شریک ہوسکتی ہوں؟

ج: آجائیے محفل سجی ہوئی ہے۔

س:۔ آپی یہ بتائیں کہ بھول اور قبول میں کیا فرق ہے؟

ج:۔ وہی جو انکار اور اقرار کا ہے۔

س:۔ موٹی اور چھوٹی بیوی میں کیا فرق ہے؟

ج:۔ کوئی فرق نہیں دونوں "بیوی" ہیں۔

س:۔ روٹھے ہو تم، تم کو کیسے مناؤں..... بتائیں؟

ج:۔ کوئی ضرورت نہیں خود ٹھیک ہوجائیں گے۔

س:۔ وہ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت..... بھلا کون؟

ج: آنچل اور کون بھلا۔

صوفیہ عبید..... کراچی

س:۔ بابدولت ایک طویل عرصے بعد تشریف فرما ہیں۔ویلکم تو کہیں گی نا.....؟

ج:۔ کیسے کہنا ہے یہ تو ہمیں بتایا ہی نہیں۔

س:۔ اچھا یہ تو بتائیں کہ ہمیں کسی پہ اعتبار کرنا ہو تو کیسے کریں.....؟

ج:۔ اس سے ادھار لے کر بھول جاؤ۔

س:۔ اُف یہ گرمی..... اوپر سے سوالوں کی بوچھاڑ آپ گھبراتی نہیں کیا.....؟

ج:۔ کیا ہم کو گھبرانا چاہئے پہلے تو تم یہ بتاؤ۔

سدرہ آرزو..... چونیاں

س: کیسی ہیں شائل باجی کیا آپ کی محفل میں مجھ ناچیز کو جگہ مل سکتی ہے؟

ج: مل تو سکتی ہے پر.....

س:۔ آپی جب بہت زیادہ دل اداس ہو بغیر کسی وجہ کے رونا آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: رو لینا چاہیے آنکھیں صاف ہوجاتی ہیں۔

س: آپی میری کوئی بہن نہیں ہے اور مجھے یہ کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔کیا آپ یہ کمی پوری کریں گی؟

ج: لیجیے کمی پوری کردی۔

عائشہ سلیم..... کراچی

س: پیاری آپی سلام عرض ہے؟

ج: سلام عرض تمہیں السلام علیکم۔

س: کیا حال چال ہے؟

ج: اللہ کا شکر ہے۔

س: محبت نام ہے کس کا؟

ج: محبت کا۔

س: شروعات کہاں سے ہوتی ہے؟

ج: محبت سے۔

س: پیدا اسے کس نے کیا؟

ج: اللہ تعالیٰ نے۔

مسز ندیم..... کراچی

س: آپی آج کل حالات حساس ہوگئے ہیں یا ہم خود حساس ہوگئے ہیں؟

ج: حالات کی حساسیت نے ہمیں حساس بنادیا ہے۔

س: آپی مجھے میری دوست بہت یاد آتی ہے، وہ مجھ سے بہت دور ہے؟

ج: دور جانے سے ہی تو وہ تمہیں یاد آتی ہے۔

س: آپی اگر انسان محفل میں بھی خود کو تنہا سمجھے تو اس کا کیا مطلب ہے؟

ج: اس کا مطلب ہے کہ وہ تنہائی پسند ہے۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا

شازیہ صغیر آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ مجھے بواسیر کی شکایت ہے قبض بھی رہتا ہے روزانہ اجابت نہیں ہوتی۔

محترمہ آپ AESCULUS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور OPIUM 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

امبرین ارشد آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ دو بچے آپریشن سے پیدا ہوئے پیٹ بہت بڑھ گیا ہے۔

محترمہ آپ 6X CALC FLUOR کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں۔

خالدہ اصغر آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ وزن 80 کلو ہے اس کے لیے کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ام حیدر علی پور چٹھہ سے لکھتی ہیں کہ وزن 90 کلو ہے ماہانہ نظام درست نہیں ہے قبض رہتا ہے جسم میں درد ہے۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q اور FUCUSVES کے دس دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور CALC CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

نس شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ دونوں پاؤں کے انگوٹھے سن رہتے ہیں ٹانگوں میں بھی درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ FERUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ لیں۔

سدرہ کوٹلی سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گرتے ہیں باریک ہیں سے نہیں ہوتے خشکی بھی ہے چہرہ اور کمر پردانے نکلتے ہیں نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے خشکی ختم ہوگی بال لمبے گھنے خوب صورت ہوجائیں گے۔

سلمیٰ صفی کمن سے لکھتی ہیں کہ میرے والد کو فالج ہوا تھا ایلوپیتھک علاج سے فائدہ ہوا تھا پھر ہومیو علاج بھی کیا کافی حد تک ٹھیک ہوگئے مگر ابھی مرض باقی ہے۔

محترمہ آپ KALPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور CAUSTICUM CM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی [illegible] آٹھویں دن دیں۔

[illegible] لکھتی ہیں کہ عمر 24 سال ہے [illegible] قد چھوٹا [illegible] ہے رشتہ ملنا مشکل ہو رہا ہے [illegible] پریشان ہیں۔

محترمہ اس عمر میں قد بڑھنا مشکل ہے۔ 16-17 سال کی عمر میں توجہ دینی چاہیے۔

درخشاں قمر لاہور سے لکھتی ہیں کہ چہرہ پر مردوں کی طرح بال ہیں اور سر کے بال گر رہے ہیں۔ لمبے نہیں ہوتے دن بدن خراب ہو رہے ہیں نسوانی حسن کی کمی ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ مبلغ 2050 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں تیز گرودور افروڈائٹ بریسٹ بیوٹی تینوں ادویات ایک ہفتے میں آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔ ان کے کچھ عرصہ استعمال سے مستقل طور پر مسئلہ حل ہوجائے گا۔ ان ادویات کے کوئی مضر اثرات نہیں ہیں مکمل شفا حاصل

ہونے تک دوا کا استعمال جاری رکھیں پھر چھوڑ دیں۔

محمد فیاض ناسمبو سے لکھتے ہیں میرے سر کے بال آدھے سے زیادہ سفید ہوچکے ہیں اور تیزی سے گر رہے ہیں۔

محترم آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے بال سفید ہونا گرنا بند ہوں گے۔ جو بال گر چکے ہیں ان کی جگہ نئے مضبوط بال پیدا ہوں گے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے 4.5 بوتل آپ کو استعمال کرنا ہوں گی۔

شمع فیاض اوراوانی سے لکھتی ہیں میں بہری ہورہی ہیں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ MAGCARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ایس ایم شاہین جہانیاں سے لکھتے ہیں کہ بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے صحت خراب کرچکا ہوں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

فرحان انصاری ملتان سے لکھتے ہیں کہ بڑی امید سے لکھ رہا ہوں شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

حماد علی بٹ کراچی سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 17 سال ہے قد 5 فٹ ہے بہت علاج کیے قد نہیں بڑھتا کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ CALC PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں 3 ماہ مکمل کریں۔

صائمہ خان خانیوال سے لکھتی ہیں کہ بیٹے کی عمر 9 ماہ ہے بستر پر پیشاب کردیتا ہے دوسرا مسئلہ بھائی کا ہے عرصہ دراز سے پیٹ کی خرابی میں مبتلا ہے۔ رفع حاجت کے وقت بہت زور لگانا پڑتا ہے۔ دوسرا مسئلہ ریشہ کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ بیٹے کو CAUSTICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور بھائی کو AUMINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

بنت غلام قادر بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ غیر شادی ہوں پیٹ بہت بڑھا ہوا ہے پیشاب کے قطرے گرتے ہیں اور امی کو جوڑوں کے درد کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ CALC FLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور CAUSTICUM 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔ امی کو COLCHICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

قدسیہ انصاریاں سے لکھتی ہیں کہ چہرہ پر بہت زیادہ بال ہیں ماہانہ نظام درست نہیں۔

محترمہ آپ APISMELL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے چہرہ کے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

مس فردوس کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ میری کزن کا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔ APHRODITE استعمال کررہی ہیں بال کب تک ختم ہوں گے۔

محترمہ آپ کزن کو ORIGANUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں APHRODITE کا استعمال جاری رکھیں بال چھوٹے اور پتلے ہوتے جائیں گے پھر نکلنا

بند ہوجائیں گے۔

حنا شیخو پورہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CINIRAIA DROPS روزانہ سوتے وقت آنکھوں میں ڈالا کریں اور RUTA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سلمان احمد میاں چنوں سے لکھتے ہیں کہ میں بہت دبلا پتلا ہوں خوراک اچھی ہے اور ایک مسئلہ ہے جو شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں تمام مسئلے حل ہوجائیں گے دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے جرمنی کی بنی ہوئی حاصل کرلیں۔

حمیدہ صدیق لکھتی ہیں کہ 5 سال شادی کو ہوگئے ہیں اولاد سے محروم ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ASOKA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ [illegible] اپنے شوہر کو DAMIANA Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ دیں اللہ تعالیٰ سے [illegible]

مسز رفعت فیصل آباد سے [illegible] ماہانہ اخراج بند ہے کوئی علاج بتائیں اور [illegible] بیوٹی منگانے کا طریقہ بتائیں۔

محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

جویریہ وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ OVATESTA 3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

علی لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر جواب دیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ ACIDPHOS3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

الف نیم لودھراں سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ ORIGANOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نرگس جمال کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے تین سال سے خارش ہے کھجانے سے خون نکلتا ہے میں نے جلد کے ماہر کو دکھایا مگر ٹھیک نہیں ہوا۔

محترمہ آپ PETROLIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاءاللہ شفا حاصل ہوگی۔

مرزا محمود بیگ [illegible] ال موی سے لکھتے ہیں کہ میں کئی سال سے بیمار ہوں بہت علاج کیا فائدہ نہیں ہوا [illegible] جیسے ایک مریض کو آپ نے دوا تجویز کی تھی وہ بالکل صحت مند ہوگیا میں بھی مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ CALC CARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

فیض عالم سکھر سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ LYCOPODIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سدرہ صدیقی بھکر سے لکھتی ہیں کہ میری کزن کسی کی زیادتی کا شکار ہوئی تھی اب اس کی شادی کی اور سے ہونے والی ہے بہت پریشان ہے۔

محترمہ آپ فون نمبر 021-36997059 پر

رابطہ فرمائیں مناسب مشورہ دیا جائے گا۔

کنول عزیز ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں تین بار حمل سے ہوئی مگر تیسرے ماہ حمل ضائع ہوگیا

محترمہ آپ SABINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور قیام حمل کے بعد KALIPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور SABINA 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن وضع حمل تک لیتی رہیں۔

ممتاز بیگم ملتان سے لکھتی ہیں کہ حسن نسواں کی کمی ہے بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY اور اپنا مکمل پتا صاف ستھرا لکھیں [illegible] بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گی [illegible] چیزوں کے استعمال سے مسئلہ حل ہوجائے گا۔

اخترہ مرزا بدین سے لکھتی ہیں کہ [illegible] چہرے پر بال ہیں بہت پریشان [illegible] آپ کے APHRODITE کا [illegible] دوست نے بتایا ہے کیا واقعی اس سے بال ختم ہوجاتے ہیں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے بال مستقل طور پر ختم ہوجاتے ہیں گے۔

نسیم الدین ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ آپ کو منی آرڈر کرنے کے کتنے دن بعد دوا پہنچ جاتی ہے۔

محترم تقریباً ایک ہفتہ میں دوا پہنچ جاتی ہے زیادہ سے زیادہ پندرہ دن۔ نہ پہنچے تو فون پر اطلاع دیں تاکہ آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا جاسکے۔ پتا وغیرہ غلط یا نا مکمل ہونے کی صورت میں تاخیر ہوسکتی ہے۔

ام سلمٰی کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا ایک مسئلہ بہت پرانا ہے بہت پریشان ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ KREOSOTE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ڈاکٹر ثمینہ کوثر لاہور سے لکھتی ہیں کہ آپ زیادہ تر چھوٹی پوٹینسی بتاتے ہیں کیا آپ ہائی پوٹینسی استعمال نہیں کرتے۔

محترمہ ہائی پوٹینسی صرف ڈاکٹر کی نگرانی میں ہی استعمال کرنی چاہیے مطلب پہ آنے والے مریض پر ہائی پوٹینسی [illegible] ساتھ اس کے اثرات پر غور کیا جاسکتا ہے اس لیے دور دراز مریضوں پر چھوٹی پوٹینسی ہی استعمال [illegible]

[illegible] سے لکھتی ہیں کہ میں میلاد پڑھتی ہوں آواز [illegible] استعمال [illegible] ہوتا ہے کبھی کبھی آواز خراب ہوجاتی ہے۔

[illegible] آپ ARNICA 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

نورالٰہی کمالیہ سے لکھتے ہیں کہ میرے جسم پر جگہ جگہ داد ہوگئے ہیں بہت تکلیف میں مبتلا ہوں۔

محترم آپ TELLORIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون 021-36997059۔ ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک دکان C5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B 14 نارتھ کراچی۔ 75850

خط لکھنے کا پتا: آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

پھولوں کی مدد سے آرائشی باسکٹ بنائیے

پھولوں کی تمام اقسام سجانے کے کام آتی ہیں بعض مرتبہ پھولوں کی جگہ ایسے پودوں کو بھی آرائش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن پر پھول تو نہیں لگتے لیکن ان کی خوب صورتی کسی طرح بھی پھولوں سے کم نہیں ہوتی ہے۔ پھول اور پودے درخت یا پھر جھاڑی نما پودوں سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ ان میں ڈنڈیاں نرم اور کچھ سخت ہوتی ہیں اور انہیں اسی مناسبت سے برتا جاتا ہے۔ پودوں کے ساتھ لگے غیر ضروری اور خشک پتوں اور ٹہنیوں کو الگ کرلینا چاہیے ایسے تمام پتے جو مجموعی طور پر پودے کے حسن کو متاثر کردیں یا پھولوں کو سجانے کے دوران مزاحمت کریں ان کو کاٹ کر پھینک دینا چاہیے ایسے پتوں کو بھی الگ کردینا چاہیے جو کہ پانی میں [illegible] رہیں تمام سخت ڈنڈی والے پودوں کی ڈنڈیوں کو [illegible] حد تک پانی میں ڈبوئیں اور ٹھنڈی جگہ [illegible] وقت تک رکھیں جب تک کہ آپ اسے سجانے [illegible] لیے استعمال کرنے کا فیصلہ نہ کریں کچھ ٹہنیوں [illegible] پانی میں رکھا جاتا ہے تاکہ بعد میں یہ مرجھانے سے [illegible] رہیں۔ اس لیے ظاہر ہے کہ آپ کو بڑے کنٹینرز (برتن) کی ضرورت پڑے گی۔ بہت سے لوگ یہ سوچ کر گھبرا جاتے ہیں کہ پھولوں کو کیسے ترتیب دے کر سجایا جائے ان کا خیال ہے کہ پھولوں کو ایک خاص ترتیب سے یا ایک مخصوص طریقہ سے سجایا جاتا ہے۔

ذیل میں ہم آپ کو خشک پھولوں کی سجاوٹ کے بارے میں بتا رہے ہیں ذرا سی توجہ سے آپ خود بھی شاندار اور پرکشش ڈیزائننگ کرسکتی ہیں۔ پھولوں کی ایک ٹوکری لیں۔ اس ٹوکری میں پھول تازے نہیں بلکہ خشک ہوں گے اور انہیں ایک خاص گلو کی مدد سے ٹوکری کے ساتھ چپکایا جائے گا۔ اگر گلوگن کا استعمال کیا جائے تو نتائج اور بھی اچھے نکلیں گے گلو سے پھولوں اور پتوں کو جگہ اور خوب صورتی کی مناسبت سے لگاتا ہے۔ آپ چاہیں تو ٹوکری کو ایک ہی طرح کے پھولوں اور اس کے پتوں سے سجا سکتی ہیں اور چاہیں تو چار پانچ پھولوں کی اقسام کا بھی استعمال کرسکتی ہیں یہ آپ کے اپنے ذوق پر منحصر ہے ویسے پھولوں کی سجاوٹ میں اورنج اور پیلے رنگ کو ایک خاص مقام حاصل ہے ان کی موجودگی دلکشی میں اضافہ کرتی ہے۔ خشک پھولوں اور پتوں کا اسٹاک ایک جگہ جمع کریں انہیں کاٹ کر چھوٹا کرلیں۔ صرف چھوٹی سی ڈنڈی [illegible] چھوڑ دیں۔

ٹوکری کے کناروں سے پھولوں اور پتوں کو گلوگن کی مدد سے لگانا شروع کریں۔ کچھ پتے اور پھول ٹوکری کے ہینڈل [illegible] لگائیں۔

اب ٹوکری کے اندرونی حصے کو مختلف قسم کے پھولوں [illegible] سے سجائیں مگر اس دوران رنگوں اور پھولوں کی [illegible] میں توازن کا بھی خیال رکھیں اور ایسا نہیں کیا گیا تو مجموعی حسن متاثر ہوگا۔

ایک خوبصورت ہینڈل والی ٹوکری ذرا سی توجہ چاہتی ہے ذرا سی توجہ اسے خوب صورت بنا دیتی ہے۔ فلیٹ ٹوکری میں فوم کا ایک گیلا ٹکڑا پھنسا دیں۔

اس فوم پر آئی وی (ایک سبز پودا جو امر بیل کی طرح پھیلتا ہے) کو اس طرح لگائیں کہ اس کی کچھ ٹہنیاں ٹوکری سے باہر آ کر ایک خاص انداز میں لہرائیں۔

اب آئی وی کے درمیان اور آس پاس گلابی اور سفید پھولوں کو ایک تناسب سے لگائیں اس بات کا خیال رکھیں کہ ٹوکری کو جس طرح سے دیکھا جائے دونوں طرح کے پھول نظر آنے چاہیے۔

آنگن میں پھول کھلائیں

خوبصورت اور دلفریب چیزیں سب کو پسند آتی ہیں ان کو دیکھنا اچھا لگتا ہے دل خوش ہوتا ہے خوب صورتی

لوگوں کی بھی ہوتی ہے اور چیزوں کی بھی فطری حسن کی تو کیا ہی بات ہے اللہ کی تخلیق کردہ ہر چیز میں حسن پنہاں ہے چاند، تارے، پہاڑ، وادیاں، جھرنے، آسمان، سبزہ اور پھولوں کا نام لیتے ہی قدرت کی حسین صناعی نظر میں آجاتی ہے پھول کا نام لیں تو دلفریب خوشبو ذہن میں بس جاتی ہے فضا معطر ہو جاتی ہے اور اردگرد کا ماحول بہت رومانٹک سا لگنے لگتا ہے۔ جی ہاں رنگ برنگے مختلف شکل کے پھول مختلف خوشبوؤں کے ساتھ سب کے من کو بھاتے ہیں خوشی کے موقع پر محبت کے اظہار میں شادی بیاہ میں تقریبات میں، گھر کی سجاوٹ میں یہ پھول اپنی بہار دکھاتے ہیں۔

گھر کی سجاوٹ میں پھول اپنا کردار بہت اچھی طرح نبھاتے ہیں گھر کی خوب صورتی اور ڈیکوریشن میں ان کی وجہ سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے پھولوں کو سجانا، ترتیب سے رکھنا، گلدستہ بنانا بھی ایک فن ہے یہ فن تھوڑی سی محنت اور توجہ سے آپ بھی سیکھ سکتے ہیں۔

لائن فلاور چونکہ لمبے ہوتے ہیں اس لیے لمبائی، چوڑائی اور متوازن سجاوٹ میں بہترین [illegible] لائن فلاور میں کلیاں بھی موجود ہوتی ہیں دو چار لائن فلاور اکٹھا کرلیں۔ ان پھولوں میں Delphinium، Tuberroses، Gladiolus شامل ہیں۔

Mass پھول وزن کی [illegible] بہتر رہتے ہیں عام طور پر یہ گول شکل اور بہت سادی پنکھڑیوں پر مشتمل ہوتے ہیں یہ عموماً ایک شاخ پر بنی ہوتے ہیں یعنی ایک ٹہنی پر ایک پھول ہوتا ہے یہ ہر رنگ میں پائے جاتے ہیں۔

Zinnisas، Roses، Carnations، Gerberas، Lilies اور Chrysanthemums ماس پھولوں کی مثالیں ہیں۔

پھول بھی گول شکل میں ہوتے ہیں ان کا پھیلاؤ زیادہ ہوتا ہے اور یہ گلدستے میں لگ کر اس کو کافی حد تک پھیلا دیتے ہیں۔

Line، Mass اور Filler پھولوں کو جمع کریں۔ ان کی شکل، حجم اور پھیلاؤ گلدستہ کی شکل میں متوازن رہتا ہے۔

مختلف رنگوں اور خوشبو کے یہ لمبے، گول اور پھیلاؤ والے پھول جب ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کی ترتیب میں خاص نسبت پائی جائے تو یہ بے حد خوب صورت نظر آتے ہیں۔ اب چاہیں تو انہیں Vase میں لگا کر میز یا کارنر پر رکھ دیں یا دیوار پر لٹکا دیں، یہ آپ کے گھر کی سجاوٹ اور خوبصورتی میں مزید اضافہ کریں گے اس قسم کا گلدستہ نہ صرف آپ کو اچھا لگے گا بلکہ آنے والوں کی توجہ بھی اس پر مبذول ہوگی۔

ترتیب

پھول چاہے کوئی سے بھی ہوں ان کو مناسب انداز میں ترتیب دینے سے ان کی خوب صورتی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے آپ چاہے ایک ٹہنی والا پھول Vase میں لگائیں چاہے اس میں کلی ہی کیوں نہ ہو یا Vase میں مختلف پھولوں والی ٹہنیوں کو یکجا کر کے رکھیں ان کو لگانے کا آرٹ ان کی سجاوٹ میں چار چاند لگا دیتا ہے ہلکے اور گہرے کلر کے پھولوں کو اس طرح لگائیں کہ دو گہرے یا دو ہلکے رنگ کے پھول اکٹھے نہ نظر آئیں۔ اس طرح وہ نمایاں نظر نہیں آئیں گے۔ شاخوں پر ہرے پتے ان کی خوب صورتی میں اور اضافہ کرتے ہیں۔

خوب صورت سے ربن سے ان کو باندھ دیں اور فطرت کے اس حسین خوشبو والے تحفے سے خود بھی محظوظ ہوں اور عید کے موقع پر گھر آنے والے مہمانوں کو بھی محظوظ ہونے دیں۔

عنبر فاطمہ...... کراچی

حنا کے رنگ
آنچل کے سنگ
Digest.pk